جدید ایڈیشن

سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

از افادات

حضرت علامہ

مولانا محمد ادریس صاحب

کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال کراچی پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
جدید کمپیوٹرائزڈ تصحیح شدہ ایڈیشن
سیرت رسول ﷺ پر قابل قدر اور عظیم تالیف
امت کے اکابر مؤرخین اور ارباب سیر کے علوم کا جوہر
سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
حصہ دوم
افادات
حضرت علامہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال کراچی پاکستان
فون: ۴۹۹۲۱۷۶
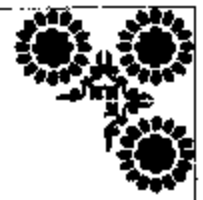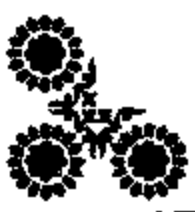
نام کتاب : ــــــ سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (حصہ دوم)

مصنف : ــــــ حضرت علامہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام : ــــــ ابراہیم برادران سلمہم الرحمٰن

ناشر : ــــــ کتب خانہ مظہری
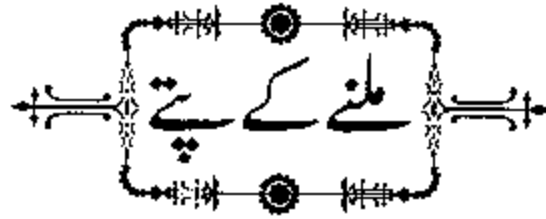
- قدیمی کتب خانہ .... (کراچی)
- زمزم پبلشرز ...... (اردو بازار کراچی)
- علمی کتاب گھر ..... (کراچی)
- بک لینڈ .... (لاہور)
- مکتبہ رحمانیہ .... (لاہور)
- مکتبہ رشیدیہ .... (کوئٹہ)
- مکتبہ عمر فاروق .... (شاہ فیصل کالونی کراچی)
- دارالاشاعت ..... (اردو بازار کراچی)

فہرست مضامین سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (حصہ دوم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

جہاد فی سبیل اللہ

حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسّلام کا مبعوث ہونا اللہ جل جلالہ کی ایسی عظیم الشان نعمت ہے کہ ہر بن مو بھی اگر زبان بن جائے تو کسی طرح اس نعمتِ کبریٰ کا شکر ادا نہیں ہوسکتا اگر ان حضرات کا وجود با جود نہ ہوتا تو اللہ جل شانہ کی ذات وصفات کی ہم گمراہوں کو کون ہدایت کرتا اور مولائے حقیقی کی مرضیات اور نامرضیات سے ہم کو کون آگاہ کرتا۔ اور اُس معبُودِ برحق کی عبادت اور بندگی کے طریقے کون سکھاتا۔ ہدایت اور ضلالت، سعادت اور شقاوت کا فرق کون سمجھاتا۔ معاش اور معاد اور دین اور دنیا فقیری اور درویشی اور حکمرانی اور عدل عمرانی کی راہیں ہم کو کون سمجھاتا مسجد کے بوریئے پر بیٹھ کر کیسے حکومت کی جاسکتی ہے اور قیصر و کسریٰ کا تختہ کیسے الٹا جاسکتا ہے مسجد کا امام بھی اور امیر مملکت بھی ہو اور شیخ طریقت بھی اور مسجد کے صحن میں قیصر و کسریٰ کے خزانے مسلمانوں میں تقسیم کرتا ہو یہ امر سوائے حضراتِ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے کوئی نہیں بتلا سکتا ہماری ناقص عقلیں بغیر نورِ نبوت کی رہنمائی اور ہدایت کے بالکل معطل اور بے کار ہیں۔

آنکھ کتنی ہی روشن اور بصیر کیوں نہ ہو جب تک آفتاب اور ماہتاب کا نور معین اور مددگار نہ ہو۔ اس وقت تک آنکھ بے کار ہے۔ اسی طرح سے نُورِ عقل اور نُورِ بصیرت سے حق اور باطل کا فرق جب ہی نظر آسکتا ہے کہ جب نورِ نبوت اور شمعِ ہدایت اس کی ہادی اور رہنما ہو۔ جس طرح شب دیجور میں آنکھ کی روشنی کام نہیں دیتی اسی طرح ضلالت اور گمراہی کے شب تاریک میں عقل کی روشنی کام نہیں دیتی۔

عقل بھی اگرچہ حجت ہے مگر ناتمام ہے مرتبۂ بلوغ تک نہیں پہونچ حجت بالغہ تو انبیاء علیہم الصلاۃ والسّلام کی بعثت ہے۔ جس پر آخرت کے دائمی عذاب و ثواب اور جزاء و سزا کا مدار ہے۔

خلق اطفالند جز مست خدا نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

یہ اندھی اور لُولی اور لنگڑی عقل۔ خداوند ذوالجلال کے اسماء حسنیٰ اور صفات علیٰ اور اس کی مرضیات اور نامرضیات کو بغیر حضرات انبیاء اللہ علیہم الف الف صلوات اللہ کے تعلیم و ارشاد کے کہاں جاسکتی ہے۔

الحاصل حضرات انبیاء اللہ کی بعثت عین رحمت اور عین نعمت ہے کہ جس پر دنیا اور آخرت کی سعادت اور فلاح کا مدار ہے، حق جل وعلا نے حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ کا آغاز فرمایا اور یکے بعد دیگرے بندوں کی ہدایت کے لئے پیغمبر بھیجے تا کہ لوگوں کو مولائے حقیقی کی اطاعت کی دعوت دیں اور اُس کی نافرمانی سے بچائیں مطیع اور فرمانبرداروں کو جنّت کی بشارت سنائیں نافرمانوں اور سرکشوں کو جہنم سے ڈرائیں۔

جو سعید اور خوش نصیب تھے انھوں نے اس نعمتِ کبریٰ کی قدر کی اور اللہ کا شکر کیا، اور دنیا سے دامن جھاڑ کر حضرات انبیاء اللہ کا دامن پکڑا اور اپنے ارادوں اور خواہشوں اور مرضیات ومرغوبات سے دست بردار ہو کر اپنی ہر حرکت اور سکون کو حضرات انبیاء کے اشاروں کے تابع کر دیا اور اَپنے کو ان حضرات کے ایسا حوالہ اور سُپرد کیا کہ جیسا مردہ بدست زندہ ہو اور جو بے وقوف اور بدنصیب تھے انھوں نے اس نعمتِ کبریٰ کی قدر نہ جانی اور تکلیفات شرعیہ اور اوامر الٰہیہ کی بجا آوری ان پر شاق گزری اور حیوانات اور بہائم کی طرح شُتر بے مہار بنا رہنا اپنے لئے پسند کیا اور اس شرف اور کرامت پر نظر نہ کی کہ خداوند ذوالجلال نے اَپنے اوامر ونواہی کے خطاب سے ہم کو عزّت بخشی اور بجائے اس کے نفسِ امارہ اور شیطان لعین کی تسویل اور اغواء سے انبیاء اللہ کے انکار وتکذیب دشمنی اور مقابلہ پر تُل گئے۔ خدا اور خدا کے برگزیدہ بندوں کی اطاعت کو عار اور ذلت سمجھا اور نفس وشیطان کی اطاعت کو عزّت سمجھا۔ حضراتِ انبیاء ان کو نہایت ملاطفت اور نرمی سے خدائے برتر کی طرف بلاتے رہے۔

جس طرح مشفق اور مہربان باپ، نالایق اولاد کی اصلاح وتربیت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا اسی طرح حضرات انبیاء نے اَپنے مخلصانہ اور مشفقانہ مواعظ سے امت کے نالایق اور بدبخت افراد کی تفہیم اور اصلاح میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔

ایک مدّتِ مدید اور عرصہ دراز تک نہایت ملاطفت اور نرمی سے ان کو اللہ کی طرف بلاتے رہے مگر وہ بدنصیب دن بدن اور اللہ سے دور بھاگتے گئے۔ کما قال تعالےٰ۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ○ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ○ وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ	(نوح علیہ السّلام نے) عرض کیا کہ اے پروردگار میں نے اپنی قوم کو دن اور رات مسلسل اللہ کی طرف بلایا پس میرے بلانے سے سوائے حق سے بھاگنے کے اور

فِیۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًاۚ (نوح، آیت ۵، ۶)

کسی چیز میں زیادتی نہ ہوئی اور میں نے جب کبھی ان کو حق کی دعوت دی تا کہ ان کے ایمان لانے سے تو ان کے گناہوں کو معاف کرے تو ان لوگوں نے نفرت کی وجہ سے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور کپڑوں میں لپٹ گئے اور اپنی ضد پر جے رہے اور غایت درجہ سرکشی کی۔

جب حضرات انبیاء نصیحت کرتے کرتے تھک گئے اور ان پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ ان کی سرکشی اور شرارت اور بڑھتی گئی اور خدا کے پرستاروں کو خدائے قدوس کا نام لینا دشوار ہو گیا اور انبیاء اللہ اور ان کے اصحاب اور متبعین کے تکلیف و تعذیب اور استہزاء اور تمسخر پر تُل گئے تب اللہ نے ان پر عذاب نازل فرمایا۔ مؤمنین مخلصین کو بچایا اور منکرین اور مکذّبین کو ہلاک اور برباد کیا۔ کسی کو غرق کیا اور کسی کو زمین میں دھنسایا اور کسی پر آسمان سے پتھر برسائے اور کسی پر زلزلہ بھیجا۔ کسی پر تند ہوا مسلّط کی اور کوئی بندر اور سور بنایا گیا۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ اٰمِیْن، الغرض انبیاء و مرسلین کے منکرین اور مکذّبین کا اس طرح عذاب خداوندی سے ہلاک اور برباد ہونا تاریخ عالم کے مسلّمات سے ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اصل عذاب دینے والا وہی عزیز و منتقم ہے لیکن ظہور اس کا ہمیشہ کسی حجاب اور واسطہ ہی سے ہوتا ہے جس کو بھی اپنے دشمنوں کے ہلاک کرنے کا حکم دیتا ہے وہی بے چون و چرا اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔

کبھی دریا کو اپنے دشمنوں کے غرق کر لینے کا حکم دیا اور کبھی زمین کو دھنسانے کا اور ہوا کو پارہ پارہ کرنے کا اور کبھی فرشتوں کو ان کے ہلاک اور برباد کرنے کا حکم دیا۔

خلاصہ

یہ کہ جب سے خُداوندِ عالم کی نافرمانی اور احکم الحاکمین اور اس کے وزراء و نائبین یعنی انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین سے بغاوت اور سرکشی کا سلسلہ جاری ہے، اسی وقت سے ان کی تعذیب و بربادی اور قسم قسم کے عذابوں سے اُن کی ہلاکت اور رسوائی کا سلسلہ بھی

جاری ہے جو عین حکمت اور عین مصلحت ہے، پس جس طرح ملائکۃ اللہ (فرشتوں) کے ہاتھوں سے حضرات انبیاء ومرسلین کے منکرین اور مکذبین کو عذاب دینا عین حکمت اور عین صواب ہے۔

اسی طرح خود حضرات انبیاء ومرسلین اور ان کے اصحاب وتبعین کے ہاتھوں سے بھی منکرین اور مکذبین کو عذاب دینا عین حکمت اور عین صواب ہے، کما قال تعالیٰ:۔

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ التوبۃ، آیت ۱۴	ان کافروں سے جہاد وقتال کرو تاکہ اللہ ان کو عذاب دے تمہارے ہاتھوں سے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو عذاب بندوں کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے وہ حقیقت میں اللہ کا فعل ہے بندہ کا ہاتھ اس کے فعل (عذاب) کے لئے محض مظہر اور واسطہ ہے جس طرح ضرب اور قتل بعض مرتبہ ضارب سے بلا واسطہ صادر ہوتی ہے اور بعض مرتبہ تیر اور تلوار کے واسطہ سے اسی طرح عذاب الٰہی کا ظہور کبھی بلا واسطہ ہوتا ہے اور کبھی انسان یا فرشتہ کے ہاتھ سے اس کا ظہور ہوتا ہے:۔

وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا۔[1]	اور ہم منتظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو براہِ راست اپنی طرف سے عذاب پہونچائے یا ہمارے ہاتھوں کے ذریعے۔

یہ عذاب الٰہی کبھی فقط فرشتوں کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے اور کبھی فقط انسانوں کے ہاتھ سے بشکل جہاد وقتال ظہور میں آتا ہے اور کبھی انسانوں اور فرشتوں دونوں کے ہاتھ سے عذاب الٰہی کا ظہور ہوتا ہے جیسے جنگ بدر میں کفار مکہ کا قتل صحابہ کرام کے ہاتھ سے ظہور میں آیا اور ملائکہ مکرمین کے ہاتھ سے بھی مؤمنین مخلصین اور ملائکہ مکرمین دونوں فریق نے مل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین اور مکذبین کا مقابلہ اور ان سے مقاتلہ کیا تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب غزوۂ بدر کے بیان میں آنے والی ہے چونکہ قاعدہ یہ ہے کہ مجرم کا قتل امیر اور حاکم کی طرف منسوب ہوتا ہے جلاد اور سیاف (تلوار چلانے والے) کی طرف منسوب نہیں ہوتا اس لئے ارشاد فرمایا:

---

[1] التوبہ: آیۃ: ۵۲

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ○ (الانفال، آیۃ ۱۷)

سو ان کو تم نے نہیں مارا بلکہ اللہ نے ان کو مارا اور آپ نے مشت خاک نہیں پھینکی جس وقت کہ آپ نے پھینکی لیکن وہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔

یعنی ان باغیوں کے قاتل حقیقت میں ہم ہیں اور تم محض آلہ اور واسطہ، جس طرح تیر اور تلوار تمھارے افعال کے لئے آلہ اور واسطہ ہیں اسی طرح تم ہمارے افعال کے لئے مثل تیر اور کمان کے واسطہ اور مظہر ہو۔ وقال ابو الطیب۔

فانت حسام الملك والله ضارب ؛ وانت لواء الدين والله عاقد

پس تو تلوار ہے سلطنت کی اور اللہ مارنے والا ہے اور تو دین کا جھنڈا ہے، اور اللہ اس کو باندھنے والا ہے۔

بلکہ بجائے فرشتوں کے انسانوں کے ہاتھ سے جہاد وقتال کی شکل میں عذاب الٰہی کا ظہور ایک خاص رحمت ہے اس لئے کہ فرشتوں کے ذریعہ سے جن امتوں کو ہلاک کیا گیا ان کو پھر مہلت نہیں ملی۔ اور جن امتوں سے انبیاء ومرسلین اور ان کے متبعین نے جہاد وقتال کیا ان کو مہلت ملی سنبھلنے کا اور سننے کا اور حق میں غور اور فکر کرنے کا کافی اور وافی موقع ملا چنانچہ بہت سے یہ دیکھ کر کہ تائید ربانی اور حمایت رحمانی اور نصرت آسمانی ان حضرات کی حامی اور مددگار ہے اور خداوند ذوالجلال کے فرشتوں کا بے شمار لشکر ان کے دشمنوں کو غیظ وغضب کی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ حق کے سامنے جھک پڑے اور سمجھ گئے کہ یہ خدا کے فرستادہ ہیں آسمان اور زمین بر اور بحر شجر اور حجر سب ان کی حمایت پر ہیں ان حضرات کے سامنے گردن تسلیم خم کرنے ہی میں سلامتی ہے اور جو ازلی شقی اور بدنصیب تھے وہ پھر بھی بے حیائی اور ڈھٹائی سے مقابلہ پر ڈٹے رہے، نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں بھی رسوا ہوئے اور آخرت کی ذلّت کا تو پوچھنا ہی کیا دنیا میں دیکھ لیجئے کہ مراحم خسروانہ سے بڑے سے بڑا قصور معاف ہو سکتا ہے لیکن بغاوت کی سزا سوائے قتل اور حبس دوام کے کچھ نہیں۔ حالانکہ یہ بھی انسان ہے اور وہ بھی انسان۔

ایام معدودہ (چند روزہ) کی مجازی بادشاہت جرم بغاوت کو نا قابلِ عفو قرار دیتی ہے اور تمام عقلا اِسکو حق اور صواب، بجا اور درست سمجھتے ہیں حالانکہ باغی شخص نہ بادشاہ کا مخلوق اور پیدا کیا ہوا ہے اور نہ ذرہ برابر کسی چیز میں اس کا محتاج ہے۔

نمعلوم پھر اُس احکم الحاکمین اور رب العالمین اور خدائے ذوالجلال اور کبیر متعال اور اُس کے وزراء ونائبین یعنی حضرات انبیاء ومرسلین سے بغاوت (کفر) کو کیوں معمولی اور حقیر سمجھتے ہو اور خداوند قدوس کے وزراء سے سرتابی کرنے والوں کی سرکوبی اور احکام سے گردن کشی کرنے والوں کی گردن کشی کو کیوں ظلم اور تعدی خیال کرتے ہو۔

سلاطین عالم کا اپنے مخالفوں پر فوج کشی کر کے کسی کو قتل کرنا اور کسی کو اسیر کرنا اور اُن کے مال اور اسباب کو ضبط کرنا اور پھر اُس مال کو خیر خواہان سلطنت اور وفاداران حکومت پر بطور انعام تقسیم کرنا عین شان شوکت وسلطنت کا اقتضاء سمجھتے ہو، لیکن اس احکم الحاکمین اور شہنشاہِ سمٰوات وارضین سے بغاوت (کفر) کرنے والوں سے جہاد وقتال اور ان کو اسیر اور گرفتار کرنے اور اُن کے غلام بنانے اور اُن کے مال ومتاع کے ضبط کرنے پر اعتراض کرتے ہو۔

پس جس طرح جنگ میں دشمن کو جانی نقصان پہونچانا عین سیاست اور فوجی تدبیر کا کمال ہے اسی طرح دشمن کی جنگی اور مالی قوت پر قبضہ کر لینا بھی فوجی تدبیر کا کمال ہے عجیب بات کہ یورپ دشمن کی مالی قوت پر قبضہ کرتا ہے تو اس کو سیاست اور فوجی تدبیر بتلایا جاتا ہے اور جب اسلام خدا کے باغیوں کی مالی قوت پر قبضہ کرنے کے لئے کوئی پیش قدمی کرتا ہے تو اُس کا نام لوٹ اور غارتگری ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ جب جنگ میں دشمن کی جان ہی لے لینا جائز ہے تو پھر اس کے مال کے متعلق کیوں اس قدر شور وغوغا ہے، آخر اسلام نے جب کبھی کسی کاروانِ تجارت پر حملہ کرنے کے لئے پیش قدمی کی تو کیا وہ ان دشمنوں کا قافلہ نہ تھا کہ جو اسلام کی جان ومال کے دشمن تھے ایسے لوگوں کی جان ومال پر چھاپہ مارنے کے لئے پیش قدمی کرنا کس آئین اور قاعدہ سے معیوب ہے اور پھر جبکہ وہ چھاپہ مارنا مال حاصل کرنے کے لئے نہ ہو بلکہ فقط اس وجہ سے ہو کہ یہ لوگ خداوند ذوالجلال کے باغی اور سرکش ہیں علاوہ ازیں سلاطین عالم کی فوج کشی کا باعث صرف توسیع مملکت ہے جو سب کے نزدیک روا اور جائز ہے۔ اور حضراتِ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا جہاد اور صحابۂ کرام کا یہ تمام اقدام محض اعلاءِ کلمۃ اللہ اور اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لئے تھا تا کہ احکام خداوندی کی بےحرمتی نہ ہو سکے اور اشرار، خداوند کردگار کے احکام کا استہزاء اور تمسخر نہ کر سکیں اور خدا کے نام لیوا اپنے

مولائے حقیقی کا اطمینان کے ساتھ نام لے سکیں، کفار و فجار چاہے ایمان لائیں یا نہ لائیں مگر احکم الحاکمین اور شہنشاہ سمٰوات وارضین کے احکام کے اجراء و تنفیذ میں مزاحمت نہ کر سکیں۔

حضرت یوشع بن نون اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور حضرات انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کا جہاد اسی غرض سے تھا اور حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونے کے بعد اسی غرض سے دجال اور اس کے لشکر کے ساتھ جہاد فرمائیں گے جیسا کہ مکاشفات یوحنا اور پولوس کے دوسرے خط تھسلنکیوں کے نام میں مصرح ہے۔ دنیا کی مہذب سے مہذب آبادی اگر یہ چاہے کہ بدون حکومت وسلطنت اور بدون دبدبہ وسطوت کے اپنی عزت وناموس کی حفاظت کر سکے تو ناممکن ہے یا کوئی حکومت اگر یہ چاہے کہ اپنی قلمرو سے مراسم قبیحہ اور رسوم باطلہ اور خیالات فاسدہ اور اوہام واہیہ کو بدون سیاست اور انتظام کے مٹادے تو امکان سے باہر ہے۔

پند ونصیحت بے شک مؤثر ہے لیکن سلیم طبیعتوں کے لئے۔ آپ کتنی ہی اخلاص اور ہمدردی سے بہتر سے بہتر نصیحت فرمائیں لیکن ہٹ دھرم طبیعتیں کبھی اثر پذیر نہیں ہوسکتیں بنی نوع انسان کی طبائع یکساں نہیں۔ کسی کے لئے خدا نے کتاب اتاری اور کسی کے لئے لوہا اُتارا۔ آج اگر ہزار واعظ مل کر یہ چاہیں کہ اپنی تقریر دلپذیر سے کسی قبیح رسم کو مٹا دیں تو نہیں مٹا سکتے مگر ایک شاہی فرمان وقت واحد میں ملک کے اس سرے سے اُس سرے تک اُس بُرائی کو مٹا سکتا ہے۔

نبی اکرم سیّد ولد آدم خاتم الانبیاء والمرسلین سیّدنا ومولینا محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین کو جب احکم الحاکمین اور شہنشاہ سمٰوات وارضین نے بشیر ونذیر بنا کر عالم کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا تو اس وقت آپ بالکل تنِ تنہا تھے نہ کوئی آپ کا معین ومشیر تھا نہ کوئی آپ کا وزیر یا تدبیر تھا۔

نبوت ورسالت کا اعلان فرمایا توحید ربانی کی دعوت دی کہ خداوند ذوالجلال کو ایک مانو اور ایک جانو ایک سمجھو، اُسی سے مانگو اُسی کے سامنے جھکو، ہر فحش اور بے حیائی اور ہر بری بات سے روکا اور محاسن اخلاق اور مکارم افعال کی ترغیب دی غرض یہ کہ آپ نے دنیا اور آخرت کی کوئی خیر اور بھلائی نہ چھوڑی کہ جس کی تعلیم وتلقین اور جس کا حکم نہ کیا ہو اور دنیا اور آخرت کی کوئی برائی ایسی نہیں چھوڑی کہ جس سے منع نہ فرمایا ہو۔

سلیم طبائع نے آپ کے ارشاد سراپا ہدایت ورشاد کو گوشِ ہوش سے سُنا اور قبول کیا اور جو ہٹ دھرم اور ضدی اور مال ودولت کے نشہ سے مخمور تھے۔ انھوں نے فقط انکار اور تکذیب ہی پر کفایت نہ کی بلکہ تکلیف اور ایذاء اور تمسخر اور استہزا پر تل گئے۔ آپ کے اور آپ کے اصحاب کے ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ (جس کی تفصیل پہلے گذر چکی) مگر آپ صبر اور تحمل فرماتے اُن گمراہوں کے لئے دعائے ہدایت فرماتے۔ اللّٰھم اھد قومی فانھم لایعلمون۔

اللہ جل جلالہ کی طرف سے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اس کی مطلق اجازت نہ تھی کہ مشرکین مکّہ سے زبان سے یا ہاتھ سے کسی قسم کا انتقام یا بدلہ لیں بلکہ حکم یہ تھا۔

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (البقرہ، آیۃ:۱۰۹)

پس معاف کرو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس بارہ میں نیا حکم نازل فرمائے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہاں تک کہ آپ اور آپ کے صحابہ ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ پہونچے اور جہاد کی اجازت نازل ہوئی

حکم جہاد

ابن عبّاس [1] اور ابوہریرہ ؓ اور عائشہ صدّیقہ ؓ اور ابوبکر صدّیق ؓ۔ زہری۔ سعید بن جبیر۔ مجاہد۔ عروۃ بن زبیر۔ زید بن اسلم۔ قتادہ، مقاتل بن حیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور دیگر سلف سے یہ منقول ہے کہ جہاد کی اجازت میں جو آیت سب سے پہلے نازل ہوئی وہ یہ آیت ہے۔

اُذِنَ [2] لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ

ایسے لوگوں کو جہاد وقتال کی اجازت دی گئی کہ جن سے کافر لڑتے ہیں۔ یہ اجازت

---

[1] ابن عباس کی روایت مسند احمد اور ترمذی، نسائی اور مستدرک وغیرہ میں مذکور ہے۔ امام ترمذی نے اس کو حسن بتلایا ہے حاکم کہتے ہیں کہ بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے زرقانی وزادالمعاد ابوہریرہ کی روایت کو عبدالرزاق اور ابن منذر نے ذکر کیا ہے درالمنثور ص۳۶۴ ج۴ اور حضرت عائشہ ؓ کی روایت نسائی میں باسناد صحیح مذکور ہے، زرقانی ص۳۷۸ ج۱ ابوبکر صدیق اور زہری اور سعید بن جبیر کا ذکر ابوبکر رازی بصاص نے احکام القرآن میں کیا ہے ص۲۵ ج۱ اور مجاہد سے مقاتل تک تفسیر ابن کثیر ص۲۲۵ ج۳ میں مذکور ہیں

[2] علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ یہ آیت ۱۱ صفر ۲ھ میں نازل ہوئی۔ زرقانی ص۳۸۷ ج۱ اور بعض کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قتال کی آیت کا نزول ہجرت کے پہلے سال میں ہوا۔

لَقَدِيْرُنِ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝

(الحج: آیۃ: ۳۹۔۴۱)

اس لئے دی گئی کہ یہ لوگ بڑے مظلوم ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے اور جن کی فتح ونصرت کا وعدہ کیا جا رہا ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے فقط اس وجہ سے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ہاتھ نہ مٹاتا رہتا تو پہلے زمانہ میں راہبوں کے خلوتخانے اور نصاریٰ اور یہود کے عبادت خانے اور اس زمانہ میں مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے سب منہدم ہو چکی ہوتیں اور بیشک اللہ تعالیٰ مدد کرے گا اس شخص کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا بیشک اللہ زبردست اور غالب ہے اور ہم ایسے لوگوں کی مدد کریں گے کہ اگر ہم ان کو روئے زمین کی بادشاہت اور حکومت بھی دیں تو ہماری جادۂ اطاعت سے ذرہ برابر منحرف نہ ہوں گے نمازوں کو قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور دوسروں کو ہر نیک کام کا حکم کریں گے اور ہر برائی سے منع کریں گے اور تمام امور کے انجام کا اللہ ہی کو اختیار ہے۔

اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ پہلی آیت جو قتال کے بارے میں نازل ہوئی وہ یہ آیت ہے یعنی وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ ۝ اخرجہ ابن جریر من ابی العالیہ اور حاکم نے اکلیل میں یہ کہا ہے کہ آیت اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط قتال کے بارے میں سب سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی (زرقانی ص ۳۸۷ ج)

جہاد کے اغراض ومقاصد

ان آیتوں میں حق جل وعلا نے اجمالاً جہاد کے کچھ اغراض ومقاصد کا ذکر فرمایا ہے اور اشارۃً لوگوں کے اس شبہ کا بھی جواب دیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے جہاد کی اجازت دیکر خونریزی کا دروازہ کھول دیا ہے۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ جہاد، اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں انبیاء سابقین کو بھی جہاد کی اجازت دی گئی۔ ورنہ اگر جہاد کی اجازت نہ دی جاتی تو اللہ کا نام لینا دشوار ہو جاتا۔ اور تمام معابد منہدم کر دیئے جاتے۔ اور خداوند ذوالجلال کی یہ قدیم سُنت ہے کہ وہ اپنے مخلصین کو جہاد کا حکم دیتا رہا تاکہ مفسدین اور فتنہ پردازوں کے شر اور فساد کو دفع فرمائے۔ کما قال تعالیٰ۔

وَلَوْ لَادَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِيْنَ ○[1]	اگر اللہ بعض لوگوں کے شر اور فساد کو بعض لوگوں کے ہاتھ سے دفع نہ فرماتے تو تمام زمین میں فساد پھیل جاتا لیکن اللہ جہانوں پر بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے کہ فتنہ اور فساد رفع کرنے کے لئے جہاد کی اجازت دی۔
کندز نگئے مست درکعبہ قے	اگر چوب حاکم نبا شدز پے

ان آیتوں میں جہاد کی عام غرض وغایت کے علاوہ اس کی علت بھی بیان فرمائی ہے کہ صحابۂ کرام کو کیوں جہاد وقتال کی اجازت دی گئی۔ وہ یہ کہ ان پر طرح طرح سے ظلم وزیادتی کی گئی اور بے قصور اور بلاوجہ اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے صرف اس کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور جہاد کی اجازت سے فقط مشرکین مکہ کے پنجۂ ظلم سے چھڑانا مقصود نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ اُن کی نصرت وحمایت کریں۔

وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ○[2]	اور تحقیق اللہ تعالیٰ ان بے کسوں اور بے سروسامانوں کی فتح ونصرت پر قادر ہے۔

اور اس قادر مطلق کو یہ قدرت ہے کہ روئے زمین ان کے قبضہ میں دیں اور اپنے احکام

---

[1] البقرہ، آیت: ۲۵۱۔ [2] الحج آیت: ۳۹۔

کے اجراء وتنفیذ کی مکنت وقدرت عطا فرمائیں تا کہ زمین پر دسترس پانے کے بعد خود بھی جان اور مال سے خدا کی عبادت اور بندگی کریں نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور دوسروں کو بھی بھلی باتوں کا حکم کریں اور بُری باتوں سے منع کریں۔

یعنی جن لوگوں کو ہم نے جہاد کی اجازت دی ہے اور جن کی نصرت وحمایت کا وعدہ کیا ہے ان لوگوں کی شان یہ ہے کہ بادشاہ ہونے کے بعد سلاطین دنیا کی طرح عیش وعشرت میں مبتلا نہوں گے بلکہ جان ومال سے خدا کے پورے مطیع اور فرمانبردار ہوں گے اور دوسروں کو ٹھیک راستہ پر چلائیں گے، نیک باتوں کا حکم کریں گے اور بُری باتوں سے منع کریں گے، غرض یہ کہ خود کامل ومکمل ہوں گے اور دوسروں کے لئے مکمل ہوں گے خود بھی ہدایت پر ہوں گے اور دوسروں کو بھی ہدایت پر لائیں گے چنانچہ یہ اوصاف فاضلہ خلفاء راشدین میں علیٰ وجہ الکمال موجود تھے اور کیوں نہوں جن کو خدا آسمانی بادشاہت کے لئے منتخب فرمائے اُن کے یہی اوصاف ہونے چاہئیں۔

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت میں حق جل شانہ نے خلافت۔ اور بادشاہت عطا فرمانے سے پہلے ہی اُن کی ثنا اور تعریف فرمائی کہ وہ خلیفہ اور بادشاہ ہونے کے بعد ایسے ہوں گے۔

جہاد کی حقیقت

جہاد، جہد بمعنی طاقت سے مشتق ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی طاقت کو حاشا مال و دولت کے لئے نہیں۔ عصبیت اور قومیت اور وطنیت اور اظہار مردانگی وشجاعت اور توسیع سلطنت ومملکت کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے اپنی طاقت کو پانی کی طرح بہادینا اس کو اصطلاح شریعت میں جہاد کہتے ہیں۔

اعلاء کلمۃ اللہ (یعنی اللہ کا بول بالا کرنا) اگر مقصود نہ ہو بلکہ فقط مال وزر مطلوب ہو یا قطع نظر حق اور باطل سے وطن اور قوم کی حمایت مقصود ہو یا اپنی بہادری اور شجاعت کا اظہار منظور ہو تو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک وہ جہاد نہیں جہاد تو وہ ہے جو محض خالص اللہ جل جلالہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ہو دنیاوی اور نفسانی اغراض کے شائبہ سے بالکلیہ پاک ہو۔

خلاصہ

یہ کہ خدا تعالیٰ کے وفاداروں کا خدا تعالیٰ کے باغیوں سے محض خدا کا باغی ہونے کی وجہ سے لڑنا اور اس کی راہ میں انتہائی جانبازی اور سرفروشی کا نام جہاد ہے بشرطیکہ وہ جانبازی اور سرفروشی محض اس لئے ہو کہ اللہ کا بول بالا ہو اور اس کے احکام بے حرمتی سے محفوظ ہو جائیں اور دنیا کا کسی قسم کا نفع مقصود نہ ہو۔ ایسی جانبازی اور سرفروشی کو شریعت اسلام میں جہاد کہتے ہیں۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت | سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اگر مال مقصود ہو یا نام مطلوب ہو یا بلالحاظ اسلام قوم و وطن مقصود ہو تو شریعت میں وہ جہاد نہیں بلکہ ایک قسم کی جنگ ہے، چنانچہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا گیا، کہ انسان کبھی اظہار شجاعت کے لئے جنگ کرتا ہے اور کبھی قومی غیرت وحمیت کی بناء پر اور کبھی دنیاوی نمود اور شہرت کے لئے ان میں سے کونسی جنگ جہاد فی سبیل کا مصداق ہے تو ارشاد فرمایا:

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (بخاری و مسلم) | جو شخص فقط اس لئے لڑے تا کہ اللہ ہی کا بول بالا رہے بس وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری میں ایک باب منعقد فرمایا۔ **باب لا یقال فلان شہید** یعنی کسی کے متعلق قطعی طور پر یہ نہ کہا جائے کہ فلاں شخص شہید مرا۔ اس لئے کہ نیت اور خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں اور اس باب میں ایک واقعہ روایت کیا کہ کسی غزوہ میں نبی کریم ﷺ کا مشرکین سے مقابلہ ہوا تو قزمان نامی ایک شخص صحابہ کرام کے لشکر میں تھا جو درپردہ منافق تھا اس نے اس لڑائی میں مشرکین کا خوب مقابلہ کیا۔ اور کارنمایاں دکھلائے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ!

ما اجزأ منا الیوم احد کما اجزأ فلان۔ | آج ہم میں سے کسی نے اتنا کام نہیں کیا جتنا کہ فلاں نے کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا:

اما انه من اهل النار ‖ آگاہ ہو جاؤ کہ وہ دوزخی ہے۔

بالآخر کافروں سے لڑتے لڑتے یہ شخص شدید زخمی ہوا اور زخموں کی تکلیف سے گھبرا کر خود کشی کر لی۔[1] حافظ عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے مناسبت یہ ہے کہ اس شخص نے اللہ کے لئے قتال نہیں کیا تھا بلکہ قوم کے لئے قومی حمیّت کے جوش میں قتال کیا تھا، اس لئے ایسا شخص شہید نہیں کہلا سکتا۔ انتہی کلامہ۔ معلوم ہوا کہ جو شخص نبی کی حمایت میں کافروں سے بھی جنگ کرے مگر خدا کے لئے نہیں بلکہ قوم اور وطن کے لئے جنگ کرے تو ایسا شخص مجاہد اور شہید نہیں کہلا سکتا چہ جائیکہ قومی اور وطنی بھائیوں کے ساتھ ہو کر اسلامی بھائیوں سے لڑنے کے لئے تیار ہو۔ حافظ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ میدان قتال میں سب سے پہلے یہ شخص یعنی قزمان نکلا اور سب سے پہلے اس نے کافروں پر تیر چلایا اور للکار کر یہ کہا کہ اے آل اَوس اَپنے حسب ونسب یعنی قبیلہ اور قوم کی حفاظت کے لئے قتال کرو قتادۃ بن النعمان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب اس شخص پر گذر ہوا تو اس کی نازک حالت کو دیکھ کر یہ کہا:

هنيًالك الشهادة۔ ‖ اے قزمان تجھ کو شہادت مبارک ہو۔

قزمان نے یہ کلمہ سن کر جواب دیا۔

انی واللّٰه ما قاتلتُ علی دین ماقاتلت الاعلی الحفاظ۔ ‖ خدا کی قسم میں نے دین اسلام کے لئے قتال نہیں کیا میں نے تو فقط قوم اور قبیلہ کی حفاظت کیلئے قتال کیا ہے۔

صاف مطلب یہ تھا کہ قوم اور وطن کے لئے جنگ کرنے اور اس راہ میں مارے جانے سے آدمی مجاہد اور شہید نہیں بنتا محض خدا کے لئے جو قتال خدا کے دشمنوں سے ہو اس میں مارے جانے سے شہید بنتا ہے۔

اس کے بعد اس شخص نے خود کشی کر لی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللّٰه ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر۔ تحقیق اللہ تعالیٰ کبھی کبھی مرد فاجر اور کافر کے ذریعہ سے بھی اس دین

---

[1] حافظ عسقلانیؒ کی اصل عبارت یہ ہے کہ وجہ اخذ الترجمۃ منہ انہم شہدو برجحانہ فی امر الجہاد فلو کان قتل لم یمتنع ان یشہد والہ بالشہادۃ وقد ظہر منہ انہ لم یقاتل للہ وانما قاتل غضبا لقومہ فلا یطلق علی کل مقتول فی الجہاد انہ شہید لاحتمال ان یکون مثل ہذا فتح الباری ص ۶۶ ج ۶ کتاب الجہاد باب لا یقال فلان شہید۔

کوقوت پہونچادیتے ہیں یہ روایت عمدۃ القاری ص۱۳۱ ص ج ۶ باب لایقال فلان شہید میں مذکور ہے

حق جل شانہ کا ارشاد ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا [1]	اور جو کچھ تم کو مصیبت پہنچی جس دن دو جماعتوں یعنی کافروں اور مسلمانوں کا مقابلہ ہوا یعنی احد کے دن سو وہ اللہ کے حکم سے ہوا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ مؤمنین مخلصین اور منافقین ایک دوسرے سے متمیز اور جدا ہو جائیں اس لئے کہ مصیبت کے وقت میں اخلاص اور نفاق ظاہر ہو جاتا ہے

اس دن منافقین سے یہ کہا گیا کہ آؤ خدا کی راہ میں خدا کے لئے قتال کرو اور اگر خدا کی راہ میں نہیں لڑتے تو قومی اور وطنی حمیت کے لئے اپنی قوم اور وطن اور مال اور اولاد کی حفاظت کے لئے دشمن کی مدافعت کرو۔

کیونکہ اگر دشمن کامیاب ہوگیا تو انتقام لینے میں مؤمنین اور منافقین کی تمیز نہ کرے گا اور عام مسلمانوں کی طرح تم کو بھی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ یہ آیت رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں نازل ہوئی، غزوۂ احد میں مسلمانوں نے خدا کے لئے قتال کیا اور عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین نے جو قتال کیا تو محض قومی اور وطنی حمیت کی بنا پر دشمن کی مدافعت کی جس سے صاف معلوم ہوا کہ قوم اور وطن کے لئے دشمن کی مدافعت کرنے کا نام جہاد نہیں آیت شریفہ میں جو اَوِادْفَعُوْا کو قَاتِلُوْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کا قسیم قرار دیا گیا ہے اس کا یہی مطلب ہے جو ہم نے عرض کیا۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ کچھ مسلمان (جنگ بدر میں) مشرکین کی تعداد بڑھانے کے لئے اہل مکہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں نکلے اور بدر کی لڑائی میں یہ مسلمان جو کافروں کی فوج میں شریک تھے صحابہؓ کے ہاتھ سے مارے گئے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

---

[1] آل عمران، آیۃ: ۱۶۶

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (النساء آیۃ: ۹۷)

تحقیق جن لوگوں کی فرشتوں نے روح قبض کی درانحالیکہ انھوں نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا تو فرشتوں نے ان سے بطور زجر و توبیخ یہ کہا کہ تم کس حال میں تھے ان ظالموں نے کہا کہ ہم سرزمین کفر میں مغلوب اور مجبور تھے فرشتوں نے کہا کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ وطن کو چھوڑ کر وہاں چلے جاتے ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور برا ٹھکانہ ہے،

یہ آیت جن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے باوجود دعوائے اسلام کے قوم اور وطن کے ساتھ ہو کر اسلام کا مقابلہ کیا۔ اور قومی اور وطنی کافروں کے لشکر میں ہو کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے نکلے۔ (اعاذنا اللہ من ذالک)۔

خلاصۂ کلام

یہ کہ اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے جو جنگ کی جائے اس کا نام جہاد ہے اور وطنی کافروں کے ساتھ مل کر غیر وطنی کافروں سے بلالحاظ اسلام محض وطن کی آزادی کے لئے جنگ کرنے کا نام ہرگز ہرگز جہاد نہیں، حضرات انبیاء کرام نے اپنے ہم وطن کافروں سے نہ کبھی اتحاد کیا اور نہ ان کی ساتھ مل کر کوئی مشترک حکومت بنائی بلکہ اپنے اصحاب کو لے کر ہجرت فرمائی اور اپنی قوم کے کافروں سے ہٹ کر اپنا الگ ٹھکانہ بنایا اور جہاد کی تیاری کی اور سب سے پہلے اپنی کافر قوم پر حملہ آور ہوئے اور اس کو فتح کیا۔ ہر رسول نے سب سے پہلے اپنی قوم کے کافروں سے جہاد کیا غیر قوم کے کافروں سے بعد میں جہاد کیا۔ كَمَا قَالَ تَعَالٰى قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً حضور پرنور کے تمام غزوات اور جہادات اپنی ہی قوم اور اپنے ہی خویش واقارب اور اپنے ہی اعزاء اور احباب ہی سے تو تھے کسی غیر ملکی اور اجنبی قوم سے تو نہ تھے، جنگ بدر میں مہاجرین کے

سامنے کسی کا باپ تھا اور کسی کا لختِ جگر اور کسی کا بھائی اور کسی کا چچا اور کسی کا ماموں اور عام رشتہ داری تو سبھی سے تھی محض اللہ اور اس کے رسول اور اس کے دین کے لئے صحابہؓ کرام کی تیغ بے دریغ بے نیام تھی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ واہ واہ۔ ایمان ایسے ہی عشق کا نام ہے جس کے سامنے لیلیٰ اور مجنوں کی تمام داستانیں گرد ہیں اور قرآن وحدیث جو ہجرت کے فضائل سے بھرا پڑا ہے اس ہجرت کا مطلب یہی تو ہے کہ خدا اور اس کے رسول کے لئے اپنے ماں اور باپ اور بیوی اور بچوں اور خویش واقارب سب کو چھوڑ دینا قوم کا تو ذکر ہی کیا ہے، صحابہ کرام نے جب ہجرت کی تو جس کی رفیقۂ حیات اور محبوب بیوی نے کفر کو اسلام کے مقابلے میں ترجیح دی طلاق دے دی اور بیوی، بچوں اور مال دولت اور گھر بار چھوڑ کر نبی کے پیچھے ہوئے اور مدینہ کا راستہ پکڑا رضی اللہ عنہم وحشرنا فی زمرتہم وامانتنا علی حُبہم وسیرتہم آمین یارب العالمین۔ اے میرے عزیز وائے میرے دوستو قومیت اور وطنیت ایک فتنہ ہے بُت پرستی کے بعد قوم پرستی اور وطن پرستی کا درجہ ہے۔ اور کُفرٌ دون کفرٍ اور شرکٌ دون شرکٍ اور ظلمٌ دون ظلمٍ کا مصداق ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ اور اِنَّ الْكَافِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا،

کو پیش نظر رکھ کر مسلمانوں کو اپنا بھائی اور روئے زمین کے کل کافروں کو اپنا ایک دشمن سمجھو

(نکتہ) حق تعالیٰ نے ان الکافرین (جو کہ جمع ہے) اس کی خبر عدوا مبینا ذکر فرمائی ہے جو کہ مفرد ہے اعداء نہیں فرمایا، اشارہ اس طرف ہے کہ روئے زمین کے تمام کافر مسلمانوں کی عداوت میں بمنزلہ ایک دشمن اور بمنزلہ شخص واحد کے ہیں جس میں ذرہ برابر تعدد اور اختلاف نہیں۔ وَوَاللّٰہ لقد صدق اللّٰہ العظیم وانا علیٰ ذٰلک من الشاھدین والمشاھدین۔

قوم پرستوں کا ایک مغالطہ

قوم پرستوں کا یہ کہنا کہ ایک وطن اور ایک ملک کے باشندے سب ایک قوم ہیں یہ ان کا ایک مغالطہ اور دھوکہ ہے، اس گروہ کا ایک خاص نظریہ اور خاص عقیدہ ہے جو شخص اس عقیدہ اور نظریہ میں ان کا موافق اور ہم خیال ہے وہ ان کا دوست ہے اگرچہ وہ دوسرے ملک

اور دوسرے وطن کا باشندہ ہو اور جو شخص اس نظریہ اور اس عقیدہ میں ان کا مخالف ہو ان کا دشمن ہے اگرچہ وہ ان کا باپ یا بیٹا یا بھائی یا استاد ہی کیوں نہ ہو۔

مشرق اور مغرب کے باشندے جو اشترا کی عقیدہ رکھتے ہوں وہ دونوں باوجود بعد المشرقین کے قریب اور ایک ہیں اور دو حقیقی بھائی ایک گھر کے رہنے والے اگر مختلف المسلک ہوں تو وہ دونوں ایک دوسرے سے غایت درجہ بعید ہیں معلوم ہوا کہ اتحاد کا دار و مدار وطنیت اور قومیت پر نہیں بلکہ اتحاد کا معیار اور مدار۔ اتحاد مسلک پر ہے پس اگر شریعت اتحاد اور اخوت کا مدار اسلام اور کفر پر رکھتی ہے تو اس کو تعصب اور تنگ نظری کیوں بتاتے ہو۔

شریعت کے کل احکام اسی ایمان اور کفر کی تقسیم پر مبنی ہیں مسلمان اور کافر ایک دوسرے کا وارث نہیں اسی اسلامی تعلق سے بلال حبشی اور صہیب رومی اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اجمعین، اسلامی برادری میں شامل ہو گئے اور ابو جہل اور ابولہب باوجود قرابت قریب کے بعید ہو گئے اور ابو طالب جیسا جان نثار چچا اسلام نہ قبول کرنے کی وجہ سے نماز جنازہ اور مقابر مسلمین میں دفن سے محروم رہا نبی اکرم ﷺ نے جب ابو طالب کے لئے دعاء مغفرت کا ارادہ فرمایا تو ممانعت کی آیت نازل ہو گئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ

اور قیامت تک کے لئے حکم نازل ہو گیا کہ کافر اور مشرک رشتہ داروں کے لئے دعاء مغفرت بھی جائز نہیں۔

فومَن احب لاعصينّك في الهوىٰ
قسمًا به وبحسنه وبهائه

آداب جہاد

(۱)۔ جب جہاد کے لئے گھر سے نکلو تو اللہ کا نام لے کر نکلو۔

(۲)۔ اتراتے ہوئے اور اکڑتے ہوئے نہ نکلو۔

(۳)۔ آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑا نہ کرو۔ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔

(۴)۔ مقابلہ کے وقت ثابت قدم رہو۔ صبر اور تحمل سے کام لو۔

(۵)۔ عین معرکۂ قتال میں بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو جس کے لئے جانبازی اور سرفروشی کرنے نکلے ہو ایک لمحہ کے لئے اس سے غفلت نہ ہو۔ قال تعالیٰ:۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ [1]

اے ایمان والو جب کافروں کی جماعت سے تمھارا مقابلہ ہو تو اُمورِ ذیل کو ملحوظ رکھو،
۱۔ جہاد میں ثابت قدم رہو۔
۲۔ اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرو تاکہ اس کے نام کی برکت سے تم کامیاب ہو۔
۳۔ اور ہر امر میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کو ملحوظ رکھو۔
۴۔ اور آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ اس سے تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی
(۵)۔ اور ان کافر لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ کہ (جو اسی واقعہ بدر میں) اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور دکھلاتے ہوئے نکلے ہیں اور لوگوں کو خدا کے راستے سے روکنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا محیط ہے۔

(۶)۔ اپنی کثرت اور ساز وسامان پر کبھی مغرور نہ ہو اور قلت سے کبھی گھبراؤ نہیں ہر حال میں

---

[1] الانعام، آیۃ: ۴۵۔۴۷۔

خداوند ذوالجلال پر اعتماد اور بھروسہ رکھو۔ فتح ونصرت کا مالک صرف اسی کی ذات کو جانو، کما قال تعالےٰ۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْاَ عْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكَافِرِيْنَ۔[۱]

تحقیق اللہ تعالیٰ نے بہت میدانوں میں تمھاری مدد کی اور حنین کے دن جب تمھاری کثرت نے تم کو خود پسندی میں مبتلا کردیا تو تم کو تمھاری کثرت ذرہ برابر کام نہ آئی اور زمین باوجود وسیع ہونے کے تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم پشت پھیر کر بھاگ پڑے اللہ تعالےٰ نے اپنی سکینت اور طمانیت کو اتارا اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اور ایسے لشکر اتارے جن کو تم نہیں دیکھتے تھے اور کافروں کو سزا دی اور یہی سزا ہے کافروں کی۔

(۷)۔ جب سوار ہونے لگو تو اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تمھاری آسایش کے لئے یہ سامان سفر پیدا فرمایا اور یہ پڑھو۔

سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ○ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ○ ۔[۲]

پاک ہے وہ ذات جس نے ان جانوروں کو ہماری سواری کے لئے مسخر کردیا ورنہ ہم میں اس کی طاقت نہ تھی اور تحقیق ہم سب اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(۸)۔ جب کسی بلندی پر چڑھو تو خداوند ذوالجلال کی عظمت وکبریائی کا خیال کر کے اللہ اکبر کہو اور جب پستی اور نشیب کی طرف اُترو تو سُبحان اللہ کہو۔ کہ وہ ہر پستی سے پاک اور منزہ ہے

[۱] التوبہ، آیۃ: ۲۵۔ ۲۶۔ [۲] زخرف، آیۃ: ۱۳

(۹)۔ اللہ اگر اپنے فضل سے فتح وظفر نصیب فرمائے تو امیر لشکر کو چاہئے کہ مجاہدین کی صفیں قائم کر کے ان الفاظ میں اللہ کا شکر اور اس کی حمد وثنا کرے اور تمام لشکر آمین کہے۔

اللھم لك الحمد کلہ لاقابض لما بسطت ولا باسط لما قبضت ولا ھادی لمن اضللت ولا مضل لمن ھدیت ولا معطی لما منعت ولا مانع لما اعطیت ولا مقرب لما باعدت ولا مباعد لما قربت اللھم ابسط علینا من برکاتك ورحمتك وفضلك ورزقك　(رواہ النسائی وابن حبان)

(۱۰)۔ فتح ونصرت کے بعد بطور فخر یہ نہ کہو کہ ہم نے فتح کیا بلکہ اللہ کی طرف منسوب کرو کہ اُس نے محض اپنے فضل اور رحمت سے ہم کو فتح دی۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جہاد سے واپس ہوتے تو یہ کلماتِ توحید آپ کی زبان پر ہوتے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ سَائِحُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَه وَنصر عَبْدَهٗ وَهزم الاحزاب وَحدهٗ۔　(بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

(۱۱)۔ کُتا اور گھنٹا اور باجا ہمراہ نہ ہو جس قافلہ میں یہ چیزیں ہوتی ہیں۔ فرشتے ان کے ہمراہ نہیں ہوتے۔　(رواہ مسلم عن ابی ہریرہؓ)

یعنی عیش وطرب کا کوئی سامان ساتھ نہ ہو۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ اسلامی جہاد کی یہ شان ہے کہ دیکھنے میں مجاہدین کا لشکر ہے اور در پردہ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے عاشقوں کا ایک گروہ جا رہا ہے۔

جہاد کی اقسام

جہاد کی مختلف قسمیں ہیں، جہاد کی ایک قسم دفاع ہے جس کو دفاعی جہاد کہتے ہیں یعنی کافروں کی کوئی قوم ابتداء تم پر حملہ آور ہو تو تم اس کی مدافعت کے لئے ان کا مقابلہ کرو جہاد کی اس قسم کو حق تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْآ اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ o [۱]

اور قتال کرو خدا کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو تحقیق اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ o الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ [۲]

مسلمانوں کو ان کافروں سے جہاد وقتال کی اجازت دی گئی جو کافر مسلمانوں سے لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ مسلمان ستم رسیدہ ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد پر قادر ہے یہ مسلمان اپنے گھروں سے محض بے وجہ نکالے گئے سوائے اس کے کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار ایک اللہ ہے۔

جہاد کی دوسری قسم۔ اقدامی جہاد ہے یعنی جبکہ کُفر کی قوت اور شوکت سے اسلام کی آزادی کو خطرہ ہو تو ایسی حالت میں اسلام اپنے پیروؤں کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم دشمنانِ اسلام پر جارحانہ حملہ اور ہاجمانہ اقدام کرو کیونکہ جب دشمنوں کی طرف سے خطرہ ہو تو احتیاط اور حفظِ ماتقدم کا مقتضا یہی ہے کہ تم ان پر جارحانہ اقدام کرو تا کہ اسلام اور مسلمان کفر اور شرک کے فتنہ سے محفوظ ہو جائیں اور بغیر کسی خوف وخطر کے امن وعافیت کے ساتھ خداوند ذوالجلال کے احکام کو بجالا سکیں اور کوئی قوت وطاقت ان کو ان کے سچے دین سے نہ ہٹا سکے اور نہ پھیر سکے اور نہ کوئی طاقت قانونِ خداوندی کے اجراء وتنفیذ میں مزاحم ہو سکے۔ ایسے موقع پر عقل اور فراست تدبیر اور سیاست کا یہی مقتضی ہے کہ خطرہ کو پیش آنے سے پہلے ختم کر دیا جائے، اس انتظار میں رہنا کہ جب خطرہ سر پر آ جائے گا اس وقت مدافعت کریں گے یہ اعلیٰ درجہ کی حماقت اور سفاہت ہے جس طرح شیر اور چیتے کو حملہ کرنے سے پہلے ہی قتل کر دینا اور کاٹنے سے پہلے ہی سانپ اور بچھو کا سر کچل دینا ظلم نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کا تدبّر اور انجام بینی ہے، اسی

۱ البقرہ، آیۃ:۱۹۰۔ ۲ الحج، آیۃ:۳۹

طرح کفر اور شرک کا سر اٹھانے سے پہلے ہی سر کچل دینا اعلیٰ درجہ کا تدبّر ہے چور اور قزاق یا درندے اگر کسی جنگل اور بیابان میں جمع ہوں تو عقل اور دانائی کا مقتضی یہ ہے کہ قبل اس کے کہ وہ شہر کا رخ کریں ان کو آبادی کا رُخ کرنے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے درندوں کے قتل میں اقدام ہی عقل اور دانائی ہے اور فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ اور اَيْنَمَا ثُقِفُوْآ اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا میں اسی قسم کے کافر مُراد ہیں۔ درندوں کے قتل میں دفاع کا تصور کرنا اور یہ سوچنا کہ جب یہ درندے مل کر ہم پر حملہ آور ہوں گے اس وقت ہم ان کی مدافعت کریں گے، اس قسم کا تصور اہل عقل کے نزدیک کھلی ہوئی حماقت اور نادانی ہے حق جل شانہ کے اس ارشاد سراپا رشاد وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ط میں اس قسم کا جہاد مراد ہے، یعنی اے مسلمانو تم کافروں سے یہاں تک جہاد و قتال کرو کہ کفر کا فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ کے دین کو پورا غلبہ حاصل ہو جائے، اس آیت میں فتنہ سے کفر کی قوت اور شوکت کا فتنہ مراد ہے اور وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ سے دین کا ظہور اور غلبہ مراد ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ یعنی دین کو اتنا غلبہ اور قوت حاصل ہو جائے کہ کُفر کی طاقت سے اس کے مغلوب ہونے کا احتمال باقی نہ رہے اور دین اسلام کو کفر کے فتنہ اور خطرہ سے بالکلیہ اطمینان حاصل ہو جائے۔

اب رہا یہ امر کہ دین اسلام کو کفر کے فتنہ سے کس طرح اطمینان حاصل ہو سکتا ہے، سو اس اطمینان کی تین صورتیں ہیں ایک صورت تو اطمینان کی یہ ہے کہ کُفار مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور مسلمانوں کی رعایا بن کر اور جزیہ دے کر اسلامی حکومت کے زیر سایہ رہنا منظور کریں یا بجائے جزیہ کے مسلمانوں کے رقیق یعنی غلام بن کر رہیں۔

دوسری صورت اطمینان کی یہ ہے کہ کافر مسلمانوں سے پُر امن معاہدہ کریں تیسری صورت استیمان کی ہے یعنی کافر مسلمانوں سے امن اور پناہ طلب کر کے اُن کی پناہ میں آ جائے۔ ان صورتوں میں ایسے کافروں سے جہاد و قتال کا حکم اُٹھ جاتا ہے شریعت اسلامیہ میں جہاد کا حکم کفار محاربین کے ساتھ مخصوص ہے، کافر ذمی اور مستامن کے احکام دوسرے ہیں۔

جو غیر مسلم اسلامی حکومت میں رہتے ہیں وہ از روئے احکام اسلام عدالتی اور شہری

احکام میں مسلمانوں کے برابر ہیں، ان کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت مسلمانوں اور اسلامی حکومت پر فرض ہے بشرطیکہ غدّاری اور خفیہ سازشیں نہ کریں اور دشمن اور غیر دشمن محارب اور غیر محارب کے احکام میں فرق تمام عقلاء کے نزدیک مسلّم ہے۔

جہاد کی مثال:۔ جہاد کی مثال اس طرح سمجھیے کہ جب کسی کے ہاتھ میں پُھنسی یا پھوڑا نکل آئے تو پہلا درجہ مرہم کا ہے کہ اس کے لگانے سے فاسد مادہ نکل جائے یا تحلیل ہو جائے دوسرا درجہ نشتر کا ہے کہ شگاف دے دیا جائے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر اس عضو کو کاٹ دے تاکہ دوسرے اعضاءِ صحیحہ اس سے متاثر نہ ہوں۔

ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کسی کے ہاتھ یا پیر کو کاٹ دے تو سب اس کے ممنون و مشکور ہوتے ہیں اور گرانقدر فیس کا ہدیہ اور نذرانہ پیش کرتے ہیں اور مدّت العمر اس کی مدح میں رطب اللسان رہتے ہیں کہ اس نے اس عضو کو کاٹ کر باقی اعضاء کو گلنے اور سڑنے سے بچالیا اور کوئی شخص ڈاکٹر کے اس فعل کو وحشیانہ اور ظالمانہ فعل نہیں کہتا اسی طرح اطبّاء روحانی (انبیاء و رسل) اوّلاً کفر کے دنبل (پھوڑے) پر وعظ و نصیحت کا مرہم رکھتے ہیں اور اگر اس سے فائدہ نہ ہو اور عضو کے صحیح ہونے کی اُمید منقطع ہوگئی، اس کے برعکس یہ خطرہ ہو جائے کہ یہ مرض متعدی ہو کر دوسرے اعضاء یعنی اہل ایمان کو بھی خراب کر دے گا تو پھر اس عضو کو کاٹ ڈالتے ہیں تاکہ باقی اعضاء اُس کے ضرر سے محفوظ ہو جائیں اور یہ خبیث مادہ آگے نہ بڑھنے پائے۔

دوسری مثال:۔ چوروں اور رہزنوں کی سرکوبی حکومت کے لوازم اور فرائض میں سے ہے اگر نہ کی جائے تو نظامِ حکومت درہم برہم ہو جائے۔ اسی طرح جو لوگ دولتِ ایمان کے رہزن ہوں اور یہ چاہتے ہوں کہ ہم سے ایمان اور حق کی دولت لوٹ کر لے جائیں اور اس امر کے خواہشمند ہوں کہ معاذ اللہ۔ اہل حق کو بھی اپنے جیسا رہزن اور قزاق یعنی کافر بنالیں اور خداوند ذوالجلال کے وفاداروں کی فہرست سے اپنا نام کٹا کر باغیوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں تو ایسے لوگوں سے بھی جہاد و قتال کرنا عین حکمت اور عین مصلحت ہوگا بلکہ فرض اور واجب ہوگا اور شریعت کے لوازم اور فرائض میں سے ہوگا کہ ان قزاقوں کا قلع قمع کرے۔

جہاد کی غرض وغایت

جہاد کے حکم سے خداوند قدوس کا یہ ارادہ نہیں کہ یکلخت کافروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اللہ کا دین۔ دنیا میں حاکم بن کر رہے اور مسلمان عزت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور امن وعافیت کے ساتھ خدا کی عبادت اور اطاعت کر سکیں کافروں سے کوئی خطرہ نہ رہے کہ اُن کے دین میں خلل انداز ہوسکیں۔

اسلام۔ اپنے دشمنوں کے نفس وجود کا دشمن نہیں بلکہ ان کی ایسی شوکت وحشمت کا دشمن ہے کہ جو اسلام اور اہل اسلام کے لئے خطرہ کا باعث ہو۔

دنیا کی مہذب اور متمدّن قومیں اس بات کو تسلیم کرتی ہیں کہ اپنی جان ومال عزت اور آبرو کی حفاظت کے لئے جنگ کرنا انسان کا فطری حق ہے اور ایک شریفانہ اور بہادرانہ خیال ہے لیکن نہ معلوم مسلمانوں کے لئے اس حق کے تسلیم کرنے میں کیوں بخل کیا جاتا ہے دنیا کی ہر مہذب اور متمدّن سیاسی پارٹی ہر جائز اور ناجائز جھوٹ اور سچ مکر اور فریب جس طرح بھی ممکن ہو اپنے تفوّق اور اقتدار کی طلب گار ہے اور اپنے مخالفین کو زیر کرنے میں جو حربہ بھی استعمال کیا جائے اس کا نام سیاست اور تدبّر رکھتی ہے لیکن اگر حق اور حقانیت، جائز طریق اور غایت عدل اور نہایت انصاف کے ساتھ باطل پر اپنا اقتدار قائم کرنا چاہتا ہے تو خود غرضوں کی پارٹیاں اس کا نام تعصب اور مذہبی جنون رکھتی ہیں۔

سبحان اللہ۔ جس دین حق میں اپنے دشمنوں پر جھوٹ بولنا اور ان پر تہمت لگانا اور ان پر ظلم وستم کرنا حرام ہے اور دنیا کے جان ومال اور عزت اور آبرو کی حفاظت اس کا اوّلین فریضہ اور مقصد ہے اس کے تفوق اور برتری اور اُس کے حاکمانہ اقتدار پر ان خود غرض پارٹیوں اور سیاسی چوروں اور قزاقوں کا کیا منہ ہے کہ اس دین برحق کی عادلانہ جدوجہد میں کچھ لب کشائی کر سکیں۔

جہاد اسلامی کا مقصد یہ ہے کہ حق اور حقیقی عدل وانصاف دنیا کا حاکم بن کر رہے اور خود غرض افراد یا پارٹیاں دُنیا کے امن کو خراب نہ کر سکیں۔

جس جنگ کا مقصد یہ ہو کہ عدل وانصاف اور امانت وصداقت کی حفاظت ہو جائے اور رشوت خواری اور چوری اور بدکاری اور زناکاری اور بداخلاقی اور بے حیائی اور تمام برائیوں اور خود غرضیوں کا قلع قمع ہو جائے ایسی جنگ بربریت نہیں بلکہ اعلیٰ ترین عبادت ہے اور خلق خدا پر انتہائی شفقت ورحمت ہے۔

اور قرآن کریم میں جو جزیہ کا حکم مذکور ہے اس سے مقصد یہی ہے کہ کفر اور باطل کا زور ٹوٹ جائے اور حق اور عدل کے برتری اور حکمرانی کے سامنے باطل اپنی گردن جھکا دے آیت جزیہ میں حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صَاغِرُوْنَ ۔صغار سے ایسی ہی ذلت اور کمتری مراد ہے اور ایسے جزیہ دینے والوں کو اصطلاح شریعت میں ذمی اور معاہد اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔

اسلام اور جبر

(۱)۔ جہاد لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کے لئے نہیں بلکہ اسلام کی عزت اور ناموس کی حفاظت کے لئے ہے اور دنیا کی کوئی قوم اور عالم کا کوئی مذہب بدون حکومت کے اپنی حفاظت نہیں کر سکتا مخالفین اسلام، آسمان اور زمین کو سر پر اٹھائے ہوئے ہیں اور زبان اور قلم سے یہ ڈھنڈوار پیٹتے رہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ شریعت اسلامیہ میں مسلمان وہ شخص کہلاتا ہے کہ جو برضاء ورغبت حقانیت اسلام کا زبان سے اقرار اور دل سے اس کی تصدیق کرے اور جو شخص کسی طمع اور لالچ یا کسی خوف اور ہراس سے اسلام کا محض زبان سے اقرار کرے اور دل سے اس کی تصدیق اور اعتقاد نہ رکھے تو وہ شخص شریعت اسلامیہ میں مسلمان نہیں بلکہ منافق کہلائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد جازم اور یقین تام (جو اسلام کا جزء لاینفک بلکہ اس کی عین حقیقت ہے) کسی جبر و اکراہ سے حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ کسی ترغیب و ترہیب سے، اور نہ کسی تحریص و تخویف سے، زبان اگرچہ جبر و اکراہ سے کسی شئی کا اقرار کرے مگر قلب جب ہی تصدیق کر سکتا ہے کہ جب اس کو براہین اور دلائل سے اس کا حق ہونا منکشف ہو جائے عالم کی تمام قوتیں بھی اگر یہ چاہیں کہ جبر و اکراہ سے کسی کے قلب کو مطمئن کر دیں تو ناممکن اور محال ہے، تیغ و تبر اور خنجر سے کوئی عقیدہ قلب میں نہیں اتر سکتا۔ اور غالباً اس واضح حقیقت کا کوئی معمولی سے معمولی عقل والا بھی انکار نہیں کر سکتا لہٰذا یہ کہنا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے بالکل غلط ہے۔

(۲)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا کفار مکہ کے ہاتھ سے مسلسل تیرہ سال تک

طرح طرح کے مصائب وآلام برداشت کرنا، ماں باپ خویش واقارب سب کو اسلام کی خاطر چھوڑ بیٹھنا اس امر کی واضح اور روشن دلیل ہے کہ انھوں نے اسلام کو بہ ہزار رضاء ورغبت قبول کیا تھا اور اسلام کی حلاوت وشیرینی ان کے دلوں میں ایسی اتر چکی تھی کہ جس نے دنیا کے تلخ سے تلخ مصائب کو شیریں اور لذیذ بنا دیا تھا اور اتنا لذیذ بنایا کہ جان ومال سب ہی اس پر قربان کر ڈالا۔ مخالفین اور معترضین ذرا بتلائیں تو سہی کہ جوشئ بجبر واکراہ اور گردن پر تلوار رکھ کر منوائی جاتی ہے کیا اس کی یہی شان ہوتی ہے۔

(۳)۔ نیز شریعت اسلامیہ کا مقصد یہ ہے کہ لوگ برضاء ورغبت اُس کے احکام کی تصدیق کریں تا کہ ثواب اور نجات اُخروی اس پر مرتب ہو سکے بندہ ایمان اختیاری کا مکلف ہے، اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک وہی ایمان اور اسلام معتبر ہے جو دل سے ہو اجباری اور اضطراری ایمان کا اعتبار نہیں اسی وجہ سے ارشاد ہے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا ط اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰی یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ O [۱]

اگر خدا چاہتا تو تمام روئے زمین والے ایمان لے آتے کیا آپ لوگوں پر جبر کر سکتے ہیں کہ وہ سب مومن ہو جائیں۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ [۲]

جو چاہے ایمان لائے اور جس کا دل چاہے وہ کفر کرے (حق واضح ہے جبر کی ضرورت نہیں)

(۴)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت نبوت کا اعلان فرمایا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اس وقت آپ تن تنہا تھے کوئی حکومت اور سلطنت آپ کے پاس نہ تھی، نہ ہاتھ میں کوئی تلوار تھی جس سے ایمان نہ لانے والوں کو ڈراتے ہوں غیروں کا تو کیا ذکر کنبہ اور خاندان جو انسان کا حامی اور مددگار ہوتا ہے وہی آپ کا جانی دشمن اور خون کا پیاسا ہو گیا تھا ظلم وستم کی کوئی نوع اور کوئی قسم ایسی باقی نہ چھوڑی کہ جس کا آپ کے اصحاب پر تجربہ نہ کر لیا ہو۔ اگر وحی ربانی آپ کی تسلی اور دلاسانہ کرتی تو پھر ان مصائب ونوائب کا تحمل تقریباً ناممکن تھا۔ ایسی حالت میں کیسے جبر اور اکراہ ممکن ہے۔

(۵)۔ بعثت کے بعد مکہ مکرمہ میں تیرہ سال آپ کا قیام رہا۔ اسی زمانے میں اور اسی

[۱] یونس آیۃ: ۹۹ [۲] الکہف آیۃ: ۲۹

حالت میں صدہا قبائل اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے، ابوذر غفاری شروع ہی زمانے میں مسلمان ہوئے اور جب واپس ہوئے تو ان کی دعوت سے نصف قبیلۂ غفار مسلمان ہوگیا ہجرت سے قبل تراسی مرد اور اٹھارہ عورتوں نے کہ جو مشرف باسلام ہو چکے تھے کفار مکہ کی ایذاؤں سے تنگ آکر حبشہ کی طرف ہجرت کی نجاشی شاہ حبشہ جعفر طیار کی تقریر سُن کر مشرف باسلام ہوا۔ ہجرت سے قبل مدینہ کے ستر آدمیوں نے مقامِ منیٰ میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کی مصعب بن عمیرؓ کے وعظ سے ایک ہی دن میں تمام قبیلہ بنی عبدالاشہل مدینہ منورہ میں مشرف باسلام ہوابعدازاں باقی ماندہ انصار بھی مشرف باسلام ہوگئے۔

یہ سب قبائل جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے ہی مسلمان ہوئے اور ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم اور عثمان غنی اور علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، جنھوں نے چار دانگ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجایا یہ بہادرانِ اسلام بھی آیت جہاد وقتال کے نازل ہونے سے پہلے ہی اسلام کے حلقہ بگوش بن چکے تھے۔

(۶)۔ نجران اور شام کے نصاریٰ کو کس نے مجبور کیا تھا کہ وہ بطور وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور اسلام قبول کریں۔ ہر طرف سے وفود کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ وفود آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اسلام قبول کرتے۔ جبر تو درکنا آپ نے تو ان کے بلانے کے لئے کوئی قاصد بھی نہیں بھیجا تھا۔ جیسا کہ آئندہ چل کر وفود کا بیان پڑھنے سے معلوم ہوگا۔

(۷)۔ مسئلۂ جہاد اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ انبیاء سابقین کی شریعت میں بھی یہ مسئلہ موجود تھا پس اگر اسلام کی ترقی اور اشاعت کا سبب صرف جہاد ہے تو دوسرے مذاہب جن میں یہ موجود تھا وہ کیوں اس سرعت کے ساتھ شائع نہ ہوئے، خصوصاً جبکہ تاریخ میں بکثرت ایسی نظیریں موجود ہیں کہ بروقت قدرت سلاطینِ یہود ونصاریٰ نے اپنے اپنے مخالفین کا قتل عام کرایا ہے۔

(۸)۔ سلاطین اسلام اگر لوگوں کو جبراً مسلمان بناتے یا اس قسم کی تدبیریں کرتے جو عیسائیت کے لئے کی گئیں اور کی جارہی ہیں تو کم از کم اسلامی قلم رو میں تو کسی غیر مذہب کا وجود باقی نہ رہتا۔ اس لئے کہ اگر حق وصداقت کے ساتھ مادی اعانت ومساعدت بھی شامل ہوجائے تو پھر حق کے قبول کرنے میں کیا تامل ہے جبکہ طمع اور لالچ سے تثلیث کا گورکھ دھندا

اور ایک ذات انسانی میں باوجود ہزار احتیاج کے بشریت اور الوہیت کا اجتماع اور شجر اور حجر کو خدا اور مادہ اور روح کو خدا تعالیٰ کی طرح قدیم اور ازلی ابدی اور سرمدی منوایا جاسکتا ہے تو خداوند ذوالجلال کی توحید خالص اور یکتائی اور اس کے بے چونی اور چگونی اور شانِ علیمی وقدیری اور سمیعی وبصیری کو طمع ولالچ سے منوانا کیا مشکل ہے مگر اسلام کا خداداد حسن وجمال اس سے منزّہ اور مستغنی ہے کہ درہم ودینار کی چمک کو ذریعۂ اشاعت بنائے اور شیطانی کمان[1] کے ذریعے سے اپنے تیر چلائے جولوگ اس راہ سے کسی مذہب کو اختیار کرتے ہیں وہ خدا کے بندے نہیں بلکہ وہ درہم اور دینار کے بندے ہیں، نعوذ باللہ من ذالک۔

(۹)۔ نیز اسلام کے قوانین خود اس کے شاہد ہیں کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا اس لئے کہ اسلام میں اشاعت اسلام کا قانون یہ ہے کہ جب کسی قوم پر حملہ کرو تو اول ان پر اسلام پیش کرو کہ ایمان لے آؤ۔ پس اگر وہ ایمان لے آئیں تو وہ تمھارے بھائی ہیں تم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں سب برابر ہو اور اگر اسلام نہ لائیں اور اپنے مذہب پر قائم رہنا چاہیں تو ان سے یہ کہا جائے گا کہ تم اسلامی حکومت کی اطاعت کا عہد کرو۔ اور جزیہ دینا قبول کرو اور حکومت میں کوئی بدامنی نہ پھیلاؤ تو ہم تمھاری جان اور آبرو کی حفاظت کے ذمّہ دار ہیں، تمھاری جان اور مال اور آبرو کی حفاظت مسلمانوں کی جان ومال اور آبرو کی طرح ہوگی اس شرط کے ساتھ تم اسلامی حکومت میں عیسائی اور یہودی اور مجوسی بن کر رہ سکتے ہو حکومت اسلامیہ مذہب میں کوئی مداخلت نہیں کرے گی، اور مزید برآں تمھارے لئے یہ آزادی ہوگی کہ اسلام اپنے خاص احکام تم پر جاری نہ کرے گا، مثلاً شراب پینا اسلام میں منع ہے اور تمھارے مذہب میں جائز ہے اس لئے اسلام شراب پینے اور اس کی خرید وفروخت سے تم کو منع نہ کرے گا نکاح کے لئے اسلام میں جو خاص شرائط ہیں اسلام تم کو ان کے کرنے پر مجبور نہ کرے گا تم کو اپنے رواج کے مطابق نکاح کرنے کی اجازت ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

اور اگر جزیہ دینا بھی منظور نہ کریں تو پھر شمشیر کا حکم ہے۔ معلوم ہوا کہ شمشیر کا حکم مسلمان بنانے کے لئے نہیں بلکہ آخری درجہ میں ان کی سرکشی کے جواب میں ہے، پس اگر اسلام تلوار سے پھیلتا تو سب سے پہلے تلوار کا حکم ہوتا تیسرے درجہ میں نہ ہوتا۔

---

[1] شیطان کا مقولہ ہے کہ عورت میری قدیم قوس یعنی پرانی کمان ہے۔ اس کے ذریعہ سے جو تیر چلاتا ہوں وہ خطا نہیں جاتا۔ فافہم ذٰلک واستقم۔

(۱۰)۔ اگر اسلام جبر و اکراہ سے پھیلتا تو جبر و اکراہ سے اسلام لانے والے اسلام پر عاشق اور فریفتہ نہ ہوتے اس لئے کہ جبر اور اکراہ کا اثر ظاہر اور بدن پر ہوتا ہے۔ قلب پر نہیں ہوتا پس جو لوگ جبراً مسلمان بنائے گئے ان کی حالت یہ ہوتی کہ ظاہر میں زبان سے اسلام کا کلمہ پڑھتے اور دل میں اس سے متنفر اور بیزار ہوتے حالانکہ یہ لوگ دل وجان سے ظاہر و باطن جلوت اور خلوت میں اسلام پر فریفتہ اور شیدا تھے اور بہ نسبت مسجد کے گھر میں زیادہ عبادت کرتے تھے اور اسلام پر اپنی جان اور مال دینے کو سعادت سمجھتے تھے علاوہ ازیں شریعت اسلامیہ کا مسئلہ ہے کہ جو شخص محض زبان سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لے اس کا قتل جائز نہیں پس جس مذہب نے دشمن کے ہاتھ میں یہ سپر دے رکھی ہو کہ ایک مرتبہ زبان سے کلمہ پڑھ لینے پر فوراً چھوڑ دیئے جاؤ گے کیا وہ مذہب جبر اور اکراہ سے پھیل سکتا ہے جبر کی اس میں گنجائش ہی نہیں۔ ہر کافر تقیہ کر کے کلمہ پڑھ کر قتل سے بچ سکتا ہے اور پھر قدرت اور موقع پانے پر اپنے سابق مذہب کی طرف عود کر سکتا ہے آخر اس کی کیا وجہ کہ جن لوگوں نے بقول معترضین جبر اور اکراہ سے اسلام کو قبول کیا تھا وہ ساری عمر کیوں اس جبر کے پابند رہے موقع پا کر اپنے سابق مذہب کی طرف کیوں نہ لوٹ گئے۔ فَتِلْكَ عشرة كاملة۔

اسلام اور مسئلۂ غلامی

حق جل شانہ نے جو عزت اور کرامت انسان کو دی وہ کسی مخلوق کو نہیں دی۔ اپنی خاص صفات کمالیہ علم وقدرت سمع وبصر۔ تکلم وارادہ کا مظہر اور تجلی گاہ بنایا اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا مسجود ملائکہ بنایا تمام مخلوق پر اس کو فضیلت دی حتی کہ ابلیس لعین یہ بول اٹھا هٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ۔ تمام کائنات کو اس کے لئے پیدا کیا اور اس کو اپنی عبادت اور عبودیت کے لئے بنایا اس کو وہ حریت اور آزادی عطا فرمائی کہ تمام روئے زمین اس کی ملک اور تصرف میں دی کما قال تعالیٰ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ط لیکن جب اس نادان انسان نے اپنے خالق اور پروردگار کے واجب الاطاعت ہونے ہی سے انکار کر دیا اور خداوند ذوالجلال سے بغاوت (کفر) کی ٹھان لی اور انبیاء ومرسلین سے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے میدان میں نکل آیا تو ساری کرامتیں اور عزتیں خاک میں مل گئیں اور وہ حریت اور

آزادی جو اس کو عطا کی گئی تھی وہ یکلخت سلب کر لی گئی اور حق جل وعلا نے اس باغی اور سرکش انسان کو اپنے اُن عبادِ صالحین کا (جنھوں نے اس کا بول بالا کرنے کے لئے جان بازی اور سرفروشی کی) عبد اور مملوک بنا دیا اور ان کو یہ اجازت دی کہ بہائم اور اموالِ مملوکہ کی طرح جس طرح چاہو اس کی خرید و فروخت کرو تم کو اس کی بیع و شراء ہبہ اور رہن کا کلی اختیار ہے یہ تمھاری بغیر اجازت کے کوئی تصرف نہیں کر سکتا جرم کی سزا اس کی نوعیت کے لحاظ سے ہوتی ہے جس درجہ کا جرم ہوگا اسی درجہ کی سزا ہوگی چوری اور زنا کے مجرم چند روز سزا پانے کے بعد رہا کر دیئے جاتے ہیں کیونکہ یہ جرم رعیت کے مقابلہ میں ہے لیکن بغاوت کا جرم معاف نہیں کیا جاتا کیونکہ وہ حکومت کے مقابلہ میں ہے اور حکومت سے انحراف اور سرتابی ہے اس وجہ سے ارشاد ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ[1]

تحقیق اللہ تعالیٰ اس جرم کو معاف نہیں کریں گے کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور شرک سے کم درجہ کے جو گناہ ہیں وہ جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے۔

کیونکہ کافر و منکر اصولی طور پر خدا تعالیٰ کو واجب الاطاعت اور اس کے بھیجے ہوئے قانون کو واجب العمل نہیں سمجھتا اور نہ اپنے کو خداوند ذو الجلال کی مرضی کا پابند خیال کرتا ہے اس لئے یہ شخص خدا کا باغی ہے اگرچہ فطری یا عقلی یا اخلاقی طور پر اس سے ایسے ہی اعمال صادر ہوتے ہوں کہ جو شریعت کے مطابق ہوں کیونکہ یہ اطاعت اور متابعت نہیں بلکہ محض صورۃً توافق اور موافقت ہے اُصولی طور پر تو مخالف اور باغی ہی ہے اور ظاہر ہے کہ اُصولی مخالفت اور کلی نافرمانی اور اعتقادی انحراف کے ہوتے ہوئے جزئی اور ظاہری موافقت کیا معتبر ہو سکتی ہے اس لئے بغیر ایمان اور تسلیم کے مغفرت ناممکن ہے اور تمام اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ فاضلہ بغیر ایمان کے ہیچ ہیں بخلاف مؤمن فاسق کے کہ اس کی مخالفت جزئی ہے وہ اُصولی طور پر خدا اور اس کے رسول کو واجب الاطاعت سمجھتا ہے جب کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو بارگاہِ ربوبیت میں رجوع ہو کر بصد عجز و نیاز اور بہزار خجالت و ندامت عفوِ تقصیر کی درخواست کرتا ہے اسی وجہ سے ارشاد ہے۔

---

[1] النساء: آیۃ ۴۸۔

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ط اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ط [1]	اور ایک غلام مسلمان آزاد کافر سے کہیں بہتر ہے اگرچہ وہ تم کو پسند آئے کیونکہ یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔

جان نثار اور وفادار کو باغی اور غدار کے برابر کر دینا عقل اور فطرت اور قوانین سلطنت میں صریح ظلم ہے وہ کونسی متمدن حکومت ہے کہ جس کے قانون میں۔ فرمانبردار اور مجرم تمام احکام میں مساوی ہوں خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ۔ [2]	کیا ہم اپنے فرمانبرداروں کو مجرموں کے برابر کر دیں کہ دونوں کے احکام میں کوئی فرق نہ رہے۔

تمام متمدن حکومتوں میں باغیوں اور پولیٹیکل مجرموں کی سزا چوروں اور بدمعاشوں اور دھوکہ بازوں اور جعل سازوں سے کہیں زیادہ ہے جس پر بغاوت اور سازش کا جرم ہو اس کی سزا بجز سزائے موت یا عمر بھر کی جلائے وطنی کے اور کچھ نہیں ہوتی اگرچہ مادہ تمرد وعصیان اور سرکشی کا دونوں مجرموں میں ہے مگر چوروں اور بدمعاشوں کا تمرد رعیت کے کسی ایک یا چند افراد کے مقابلہ میں ہوتا ہے اور باغیوں اور پولیٹیکل مجرموں کا تمرد اور عصیان سلطان وقت اور حکومت اور قانونِ حکومت کے مقابلہ میں ہوتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ یہ حکومت ہی مٹ جائے۔ اور تمام متمدن حکومتوں کی نظر میں بغاوت سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں۔ چوری اور بدکاری کا جرم بغاوت کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا حکومتوں کا مسلمہ قانون ہے کہ جو شخص بغاوت کرے تو اس کی تمام فطری آزادی یکلخت سلب ہو جاتی ہے اور مال وجائداد سب ضبط ہو جاتی ہے اور حقیر وذلیل چوپایہ کا معاملہ اس کے ساتھ کیا جاتا ہے اگرچہ مجرم کتنا ہی لائق اور عاقل اور فاضل کیوں نہ ہو اور عجب نہیں کہ یہ مجرم عقل اور فہم اور تعلیم میں صدر جمہوریہ سے بھی بڑھ کر ہو پس جبکہ خالی اور مجازی حکومتوں کو اپنے باغیوں کی آزادی سلب کرنے کا اختیار ہے تو اس خداوند ذوالجلال کو (جس نے ان باغیوں کو وجود اور حیات اور عقل اور فہم کی دولت عطا کی ہے) یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے باغیوں (کافروں) سے اپنی دی ہوئی آزادی سلب کر سکے۔

---

[1] البقرۃ، آیہ: ۲۲۱۔ [2] القلم، آیہ: ۳۵۔

الحاصل: ۔ چونکہ غلامی خداوند ذوالجلال سے بغاوت یعنی کفر کی سزا ہے اس لئے اس مسئلہ کا ذکر توریت اور انجیل میں بھی پایا جاتا ہے بلکہ کوئی ملت اور مذہب ایسا نہیں کہ جس میں غلامی کا مسئلہ نہ ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ استرقاق اور غلامی کا مسئلہ تمام ادیان اور ملل کا اجماعی اور اتفاقی مسئلہ ہے۔

استرقاق اگر قبیح لذاتہ ہوتا تو کسی شریعت میں جائز نہ ہوتا توریت وانجیل سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تک تمام انبیاء ومرسلین اس کو جائز رکھتے آئے۔ معاذ اللہ اگر استرقاق قبیح لذاتہ تھا یا کوئی وحشیانہ رسم تھی یا کوئی شرمناک فعل تھا تو حضراتِ انبیاء نے اس کو کیسے جائز رکھا؟ کیا حضرات انبیاء کرام کو اس کا علم نہ تھا کہ استرقاق قبیح لذاتہ ہے اور قانونِ فطرت کے خلاف ہے ماریہ قبطیہ بطور کنیز آپ کے فراش میں تھیں جن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے کیا نبی اکرم ﷺ مدۃ العمر اس قبیح ذاتی کے مرتکب رہے اور معاذ اللہ قانون فطرت کے خلاف کرتے رہے اور اگر بفرضِ محال حضرات انبیاء سے اس بارے میں کوئی اجتہادی غلطی ہوگئی تھی تو پھر سوال یہ ہے کہ اس علیم وقدیر نے بذریعہ وحی کے اس غلطی پر کیوں نہ متنبہ کیا۔

اسلام سے پیشتر کوئی قوم ایسی نہ تھی کہ جس میں غلامی کا رواج نہ ہو اسلام آیا اس نے فقط غلامی کو جائز رکھا لیکن ان تمام حیا سوز اور خلاف انسانیت امور کو جو غلاموں کے ساتھ برتے جاتے تھے یکلخت بند کردیا، ان کے اور ان کے آقاؤں کے حقوق متعین کیے طرح طرح سے ان کے آزاد کرنے کی راہیں بتلائیں جو کتب حدیث اور فقہ میں بہ تفصیل مذکور ہیں۔

ہاں اسلام نے غلامی کو بالکلیہ ختم نہیں کردیا کیونکہ وہ خداوند ذوالجلال سے بغاوت یعنی کفر کی سزا ہے جب تک اس عالم میں کفر اور شرک باقی ہے اس وقت تک استرقاق اور غلامی بھی باقی ہے اور رہنی چاہیئے جب جرم موجود ہے تو سزا کیوں نہ ہو، شریعت نے اصل غلامی کو باقی رکھا اور اس کے مفاسد کی اصلاح کردی، اس میں شک نہیں کہ غلامی بہت بڑی ذلت ہے لیکن کفر اور شرک کی ذلت اس سے کہیں زائد ہے، ہر جرم کا قبح اور اس کی برائی محدود ہے مگر خداوند ذوالجلال سے بغاوت اور سرتابی کے قبح اور برائی کی کوئی حد اور نہایت نہیں یہی وجہ ہے کہ کفر کی سزا دائمی عذاب اور ایمان کی جزا دائمی ثواب مقرر ہوئی کیونکہ کفر کے قبح اور

برائی کی اور ایمان کے حسن اور خوبی کی کوئی حد اور نہایت نہیں اور اسلام کا مقصد ہی کفر کو ذلیل کرنا ہے چوری اور بدکاری کا منشاء حرص اور شہوت ہے اور خداوند ذوالجلال سے بغاوت کا منشاء اباء اور استکبار یعنی تکبّر اور نخوت ہے کما قال تعالیٰ، اَبیٰ وَاسْتَکْبَرَ وَ کَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ۔ اس لئے اوّل الذکر جرائم کی سزا اُن کے مناسب تجویز کی گئی اور جس جرم کا منشا تکبر اور نخوت تھا اس کی سزا ذلّت یعنی غلامی سے تجویز کی گئی۔ وجزاء سیئة سیئة بمثلها اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو تسلیم کیا اور اس کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی دکھلائی حق جل وعلا نے اُن کی عزّت افزائی فرمائی کہ اُن کو۔ ان متکبّرین اور باغیوں کا مالک اور آقا بنادیا وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۝

جو شخص اس عالم میں خیر و شر۔ ایمان اور کفر۔ نیک اور بد، مؤمن اور کافر کی تقسیم کا قائل ہے اس کے لئے اس مسئلہ میں کوئی اشکال نہیں اور جو شخص سرے سے خیر اور شر نیک اور بد کی تقسیم ہی کا قائل نہیں اس سے ہمارا کوئی خطاب نہیں وہ انسان نہیں بلکہ حیوانِ مطلق ہے۔

قرآن کریم میں مَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ کا لفظ پندرہ جگہ آیا ہے اور گناہوں کے کفارہ میں غلام کے آزاد کرنے کا حکم بھی قرآن کریم میں صراحۃً مذکور ہے اور اسی طرح غلاموں کو مکاتب بنانے کا حکم بھی قرآن کریم میں صراحۃً مذکور ہے اس قسم کی تمام آیات سے غلامی کا ثبوت اس درجہ واضح ہے کہ کسی بینا اور شنوا کے لئے تو مجال انکار نہیں اور حدیث میں ہے المکاتب عبد مابقی علیه درهم مکاتب غلام ہے جب تک کہ اس پر ایک درہم بھی باقی رہے سعد بن معاذؓ نے جب بنی قریظہ کے بارے میں یہ حکم دیا کہ تقتل مقاتلتهم وتسبی ذریتهم کہ ان کے لڑنے والے جوان تو قتل کئے جائیں اور ان کی ذریت غلام بنالی جائے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ قَضَیْتَ بِحُکْمِ اللّٰہِ اے سعد تو نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا اور غزوۂ اوطاس کے استرقاق کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ کہ قرآن وحدیث سے غلامی کا ثبوت اظہر من الشّمس ہے۔

عارف رومی قدس اللہ سرہ السامی مثنوی ص ۱۲۱ دفتر چہارم میں فرماتے ہیں:

درتفسیر ایں حدیث نبوی کہ	اس حدیث نبوی کی تفسیر میں
اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰے خلق الملائکة ورکب فیھم العقل خلق البھائم ورکب فیھا الشھوة وخلق بنی آدم ورکب فیھم العقل والشھوة فمن غلب عقله علٰی شھوته فھوا علٰے من الملائکة ومن غلب شھوته علٰے عقله فھو ادنی من البھائم صدق النبی صلے اللّٰه علیه وسلم ط	کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا اور ان میں خالص عقل رکھی اور بہائم کو پیدا کیا اور ان میں شہوت رکھی اور بنی آدم کو پیدا کیا اور ان میں عقل اور شہوت دونوں رکھی پس جس کی عقل شہوت پر غالب آ گئی وہ فرشتوں سے بھی اعلیٰ اور ارفع ہے اور جس کی شہوت عقل پر غالب آ گئی وہ بہائم سے بھی بدتر ہے بے شک ایسا ہی ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا۔

درحدیث آمد کہ یزدان مجید ❊ خلق عالم راسہ گونہ آفرید

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تین قسم پر پیدا فرمایا ہے۔

یک گرہ راجملہ علم و عقل وجود ❊ آں فرشتہ است وندانند جز سجود

ایک گروہ کو سراپا علم و دانش اور مجسم جود و کرم بنایا یہ فرشتوں کا گروہ ہے جو سوائے سجود یعنی اطاعت خداوندی کے سوا کچھ نہیں جانتا۔

نیست اندر عنصرش حرص وہوا ❊ نُور مطلق زندہ ازعشق خدا

اس کی ماہیت میں حرص اور ہوائے نفسانی کا کہیں نام ونشان نہیں نُور سے پیدا ہوئے ہیں خدا کے عشق اور محبت سے ان کی زندگی ہے۔

یک گروہے دیگر ازدانش تہی! ❊ ہمچو حیواں ازعلف درفربہی

دوسرا گروہ وہ ہے کہ جو عقل و دانش سے بالکل خالی ہے جیسے حیوان جس کا کام سوائے چرنے اور موٹے ہونے کے کچھ نہیں۔

اونہ بیند جز کہ اصطبل وعلف ❊ ازشقاوت غافل ست وازشرف

وہ سوائے اصطبل اور چارہ کے کچھ نہیں جانتا شقاوت اور سعادت سے بالکل بے خبر ہے۔

آن سوم ہست آدمی زادہ بشر ؛ از فرشتہ نیمی ونیمش زخر

تیسرا گروہ یہ انسان ہے جس کا نصف حصہ ملکی ہے اور نصف حماری یعنی حیوانی ہے ملکیت اور سیوانیت سے مل کر بنا ہے۔

نیم خرخود مائل سفلی بود ؛ نیم دیگر مائل علوی بود

اس بشر کا نصف حماری حیوانات کی طرح سفلیات کی طرف مائل ہے اور دوسرا نصف ملکی ملائکہ کی طرح مائل بہ علویات ہے۔

تاکدامیں غالب آید درنبرد ؛ زیں دوگانہ تاکدامیں بُردنرد

اور ان حصوں میں باہمی جنگ سے دیکھیے کہ اب اس جنگ میں کون غالب آئے اور اس امتحان میں کون بازی لے جائے۔

عقل گرغالب شود پس شدفزوں ؛ از ملائک ایں بشردر آزموں

پس اگر اس امتحان میں عقل غالب آ گئی اور حیوانیت مغلوب ہوگئی تو پھر یہ شخص ملائکۃ اللہ سے بھی افضل اور بہتر ہے کہ باوجود حیوانی اور شہوانی موانع کے عقل کو ترجیح دی۔ بخلاف ملائک کے کہ ان کے میلان علوی میں کوئی شئی مزاحم نہیں۔

شہوت ارغالب شہود پس کمتراست ؛ از بہائم ایں بشر زاں کمتراست

اگر شہوت غالب آ گئی تو پھر یہ شخص بہائم اور حیوانات سے بھی بدتر ہے، کما قال تعالیٰ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔

آں دوقوم آسودہ ازجنگ وحراب ؛ ویں بشر بادو مخالف در عذاب

وہ دونوں گروہ یعنی فرشتے اور بہائم، نفس اور شیطان کے مجاہدہ اور مقابلہ سے فارغ ہیں۔ مگر یہ تیسری نوع یعنی انسان عقل اور شہوت کی مخالفت اور منازعت سے ایک عذاب اور کشمکش میں ہے۔

ویں بشرہم زامتحاں قسمت شدند ؛ آدمی شکل اندوسہ امت شدند

پھر یہ بشر باعتبار امتحان اور ابتلاء کے تین قسموں پر منقسم ہے، کما قال تعالٰے فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ط وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ج اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝

یک گروہ مستغرق مطلق شدہ ❙ ہمچو عیسیٰ بالملک ملحق شدہ

ایک گروہ وہ ہے کہ جو اللہ جل جلالہ کی محبت اور عشق میں مستغرق اور فنا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی طرح فرشتوں کے ساتھ ملحق ہوگیا۔

فائدہ: حضرت عیسیٰ علیہ السّلام چونکہ نفخۂ جبریلی سے پیدا ہوئے ہیں اس لئے وہ صورۃً انسان اور معنًی فرشتہ ہیں تفصیل کے لئے فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کی مراجعت کی جائے۔

نقش آدم لیک معنی جبرئیل ❙ رستہ از خشم وہواؤ قال وقیل

یہ گروہ صورۃً بشر ہے اور معنًی جبرئیل ہے شہوت اور غضب اور ہر قسم کی قیل وقال سے معرا اور مبرّا ہیں یہ گروہ مقرّبین اور سابقین کا ہے۔

قسم دیگر باخر اں ملحق شدند ❙ خشم محض وشہوت مطلق شدند

دوسرا گروہ وہ ہے کہ جو گدھوں اور جانوروں کے ساتھ ملحق ہوگیا ہے اور سراپا شہوت وغضب بن گئے ہیں کما قال تعالٰے كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ وقال تعالٰے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔

وصفت جبریلی درایشان بودرفت ❙ تنگ بُود آنخانہ وآں وصف رفت

وصف جبریلی اُن سے جاتا رہا ظرف کی تنگی سے وہ وصف ان میں باقی نہ رہا یہ دوسرا گروہ اصحاب الشمال کا ہے۔

ماندیک قسم دگر اندر جہاد ❙ نیم حیوان نیم حے بارشاد

تین قسموں میں سے ایک قسم باقی رہ گئی وہ عوام مؤمنین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب المیمنہ یعنی اصحاب الیمین فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے لیکن ہنوز ان کا نفس مطمئنہ نہیں ہوا۔ ایمان۔ اللہ کی طرف کھینچتا ہے اور نفس لذائذ اور شہوات کی طرف لیجانا چاہتا ہے عجب کشمکش میں ہیں کبھی نفس حیوانی غالب آتا ہے اور کبھی ایمان اور ہدایت غالب آتی ہے

روز وشب در جنگ واندر کشمکش ❗ کردہ چالش اولش با آخرش

عارف رومی کا یہ کلام ہم نے مختصراً مع مختصر توضیح کے ذکر کر دیا ہے اب اصل مقصد کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

آمدم بہ سر مطلب:۔ انسان کو جو صفت حریت اور وصف آزادی حاصل ہے، وہ اس کی ذات اور ماہیت کا اقتضاء نہیں (کہ اس وصف کا انفکاک اس سے محال ہو) بلکہ صفات ملکی کے ساتھ متصف ہونے کا ثمرہ ہے، جب تک صفات ملکی کیساتھ متصف رہا اس وقت تک اس کو آزادی حاصل رہی اور جب صفات بہیمیہ کیساتھ متصف ہوا تو وہ حریت اور آزادی سب ختم ہوگئی نصوص قرآنیہ سے یہ امر صراحۃً ثابت ہے کہ انسان کفر اور شرک کرنے سے بہائم اور حیوانات کے حکم میں ہو جاتا ہے کما قال تعالیٰ!

اِنْ ہُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا۔ [1] — نہیں ہیں یہ کافر مگر مثل چوپایوں کے بلکہ ان سے کہیں زیادہ گم کردہ راہ ہیں۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ [2] — تحقیق بدترین حیوانات اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو اللہ کے منکر ہوئے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ [3] — اور کافر دنیا میں خوب عیش کرتے ہیں اور چوپاؤں کی طرح اندھا دھن اور کھڑے کھڑے اور چلتے چلتے کھاتے ہیں۔ اَللّٰہُم احفظنا من ذٰلِكَ۔

جیسا کہ آجکل اس حیوانی تہذیب اور بہیمی تمدّن کا چرچا ہے حق تعالیٰ نے جو خبر دی تھی آجکل کی متمدّن مجالس میں اس کی تصدیق بلکہ مشاہدہ ہو رہا ہے کیا دنیا کے عقلاء اخلاقی مجرموں کو حیوانات اور بہائم سے بدتر نہیں سمجھتے تو پھر اگر اسلام خدا کے باغیوں کو حیوانات سے بدتر بتلاتا ہے تو کیا غلط کہتا ہے۔

پس جس طرح حیوانات پکڑنے اور شکار کرنے سے مملوک ہو جاتے ہیں اسی طرح

---

[1] الفرقان، آیۃ: ۴۴ [2] الانفال، آیۃ: ۵۵ [3] محمد، آیۃ: ۱۲۔

خداوند ذوالجلال کے باغی اسیر اور گرفتار کرنے سے مملوک بن جاتے ہیں اور جس طرح حیوانات میں قید اور صید ملک کا سبب ہے اسی طرح کفار پر غلبہ اور استیلاء ان کے تملک اور استرقاق کا سبب تام ہے۔ انسان اور حیوان میں جو فرق ہے وہ محض عقل اور ادراک کی بنا پر ہے اور اسی وجہ سے تمام عقلا کے نزدیک غیر ذوی العقول ہونے کی وجہ سے حیوانات کی بیع وشراء فقط جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے پس انسان جب بے عقلی پر اتر آئے اور کسی کی حق تلفی کرے تو بسا اوقات عدالت بھی اس کی بیع وشراء کو کالعدم قرار دیتی ہے اور بسا اوقات عدالت جبراً اس کے اموال واملاک فروخت کر کے لوگوں کے حق دلاتی ہے کیا یہ حریت اور آزادی کا سلب نہیں۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:۔ جاننا چاہیئے کہ انسان کو جو فطرۃً آزاد کہا جاتا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حریت اور آزادی انسان کی نفس ماہیت کے لوازم اور مقتضیات سے ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، اس لئے فطرتاً آزاد ہے اور جب اسلام زائل ہو گیا تو آزادی بھی زائل ہو گئی اور یہ غلامی اس جرم کی سزا ہے جو خلاف فطرت ہے اور اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آزادی انسان کا فطری حق ہے تو ہمارا یہ سوال ہے کہ یہ حق کس کا دیا ہوا ہے اور کیا یہ ایسا اٹل حق ہے کہ کوئی جرم کرو، کفر کرو، شرک کرو، خداوند ذوالجلال سے بغاوت کرو، اس کے اتارے ہوئے قانون کے اجراء اور تنفیذ میں مزاحمت کرو، اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کو جھٹلاؤ، ان کا تمسخر کرو، ان کا مقابلہ کرو، اس کے پرستاروں کو ستاؤ غرض یہ کہ جو جرم چاہو کرو مگر تمھارا یہ حق آزادی کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا۔

سمجھ لو اور خوب سمجھ لو کہ تمام ادیان سماویہ اور ملل الٰہیہ اس پر متفق ہیں کہ کفر وشرک کے بعد حیات اور وجود کا حق بھی باقی نہیں رہتا۔ صفتِ حریت اور وصفِ آزادی کا تو ذکر ہی کیا ہے اور ایسی آزادی تو کسی بڑی سے بڑی متمدن اور جمہوری حکومت میں بھی نہیں کہ حکومت کو بھی نہ مانو، وزراء اور حکام سلطنت کو بھی نہ مانو۔ قانونِ حکومت کو بھی نہ مانو اور اس کے خلاف تقریریں کرو اور اس کے اجراء اور تنفیذ میں مزاحمت کرو اور پھر بھی تم آزاد رہو اور نہ کوئی گرفتاری عمل میں آئے۔ اور نہ کوئی مقدمہ چلایا جائے اور نہ تمھاری زمین اور جائداد پر حکومت

قبضہ کرے اور تمھاری دولت کا سرمایا جو بنک میں جمع ہے وہ بھی ضبط نہ ہو۔ کیوں نہیں۔ جب تم حکومت سے بغاوت کرو گے تو حکومت بھی وہ سب کچھ کرے گی جس کے تم مستحق ہو اعضاء جسمانی اور حیاتِ انسانی اُمور فطریہ میں سے ہیں لیکن حدود وقصاص میں اعضاء جسمانی کا قطع اور حیات انسانی کا ازالہ اور اعدام واجب ہو جاتا ہے۔ ارتکاب جرم سے فطری حقوق ختم ہو جاتے ہیں اور کفر سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں۔

سیاسی غلامی

فرنگی قومیں اسلامی غلامی کا ذکر کرتی ہیں مگر توریت اور بائبل میں جو غلامی کا مسئلہ مذکور ہے اس کا نام نہیں لیتیں اور سیاسی غلامی کو اپنے لئے واجب اور ضروری سمجھتے ہیں موجودہ سیاست نے پوری قوم اور پورے ملک کو غلام بنانے کے طریقے ایجاد کر دیئے ہیں اس لئے انفرادی غلامی کی ضرورت نہیں رہی اور آج بھی اس دَور جمہوریت اور مساوات میں سفید فام کو سیاہ فام پر ترجیح دیتے ہیں چنانچہ امریکہ کی ولایات متحدہ میں سرخ فام باشندوں کے لئے سیاہ فام باشندوں سے الگ قانون بنا رکھا ہے۔

سلسلۂ غزوات وسرایا

یعنی

راہِ خداوندی میں حضرات صحابۂ کرام کی بے مثال جانبازی اور سرفروشی اور خداوندذوالجلال سے سرتابی اور گردن کشی کرنے والوں کی سرکوبی اور گردن کشی کا ایک باب

جہاد کا حکم نازل ہوا اور آپ نے جہاد وقتال شروع فرمایا اور اطراف وجوانب میں لشکر روانہ فرمائے جس جہاد میں آپ نے بہ نفسِ نفیس شرکت فرمائی۔ علماء سیرؒ کی اصطلاح میں اس کو غزوہ کہتے ہیں اور جس میں آپ شریک نہیں ہوئے اس کو سریہ اور بعث کہتے ہیں۔

تعدادِ غزوات

موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحٰق، واقدی، ابن سعد، ابن جوزی، دمیاطی عراقی نے غزوات کی تعداد ستائیس بتائی ہے اور سعید بن مسیب [1] سے چوبیس اور جابر بن عبداللہ [2] سے اکیس اور زید بن ارقمؓ [3] سے انیس کی تعداد مروی ہے علامہ سہیلی فرماتے ہیں، وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ بعض علماء نے چند غزوات کو قریب قریب اور ایک سفر میں ہونے کی وجہ سے ایک غزوہ شمار کیا اس لئے ان کے نزدیک غزوات کی تعداد کم رہی اور ممکن ہے کہ بعض کو بعض غزوات کا علم نہ ہوا ہو۔ [4]

تعدادِ سرایا

علیٰ ہذا سرایا کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ ابن سعد سے چالیس اور ابن عبدالبر سے پینتیس اور محمد بن اسحٰق سے اڑتیس اور واقدی سے اڑتالیس اور ابن جوزی سے چھپن کی تعداد منقول ہے۔ (تفصیل کے لئے زرقانی ص ۳۸۸ ج ا کی مراجعت کریں)

سریۂ حمزہ رضی اللہ عنہ

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ہجرت کے سات مہینے بعد رمضان المبارک ۱ھ میں یا ربیع الاوّل ۲ھ میں علی اختلاف الاقوال تیس [5] مہاجرین کی جمعیت کو حضرت حمزہؓ کی سر

[1] رواہ عبدالرزاق بسند صحیح ۱۲۔ [2] رواہ ابویعلی باسناد صحیح۔ [3] رواہ البخاری ومسلم والترمذی ۱۲۔ [4] فتح الباری۔ ج ۷، ص ۲۱۸ زرقانی ج: ا ص: ۳۸۸ [5] بعض کہتے کہ اس سریہ میں کچھ انصار بھی تھے ابن سعد کہتے کہ صحیح یہ ہے کہ انصار میں سے کوئی نہ تھا، غزوۂ بدر سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے بھی سریے روانہ کیے ان میں کوئی انصاری نہ تھا اس لئے کہ انصار نے مدینہ میں رہ کر حفاظت کا وعدہ کیا تھا باہر جا کر لڑنے کا وعدہ نہیں کیا تھا اس لئے آپ نے غزوۂ بدر میں انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمھاری کیا رائے ہے۔ طبقات ابن سعد ص ۳ ج ۳ قسم اوّل زرقانی ص ۳۹۰ ج ا

کردگی میں سیف البحر کی طرف روانہ فرمایا تاکہ قریش کے تین سو سواروں کا قافلہ جو ابوجہل کی سرکردگی میں شام سے مکہ واپس آرہا ہے اس کا تعاقب کریں ہجرت کے بعد یہ پہلا سریہ تھا اس جمعیت میں مہاجرین کے سوا انصار میں سے کوئی نہ تھا۔ جب حضرت حمزہ سیف البحر پر پہنچے اور فریقین کا آمنا سامنا ہوگیا اور جنگ کے لئے صفیں قائم ہوگئیں۔ تو مجدی بن عمرو جہنی نے درمیان میں پڑ کر بیچ بچاؤ کرادیا ابوجہل قافلہ لے کر مکہ چلا گیا اور حضرت حمزہ مدینہ واپس آ گئے۔[۱]

سریۂ عبیدۃ بن حارث رضی اللہ عنہ

پھر ہجرت کے آٹھ مہینہ بعد ماہ شوال ۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین رضی اللہ عنہم کے ساٹھ یا اسی سواروں پر عبیدۃ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر رابغ کی طرف روانہ فرمایا۔ اس سریہ میں کوئی انصاری نہ تھا وہاں پہنچ کر قریش کے دو سو سواروں کی جمعیت سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ مگر لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ صرف سعد ابن ابی وقاصؓ نے ایک تیر چلایا۔ یہ پہلا تیر تھا جو اسلام میں چلایا گیا۔ ابوسفیان[۲] بن حرب یا عکرمتہ بن ابی جہل یا مکرز بن حفص علی اختلاف الاقوال اس جماعت کے افسر تھے۔ مقداد بن عمرو۔ اور عتبہ بن غزوان جو پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے مگر قریش کے پنجہ میں ہونے کی وجہ سے ہجرت سے مجبور تھے۔ قریش کے قافلہ کے ساتھ ہو لئے تاکہ جب موقع پڑے تو مسلمانوں میں جا ملیں۔

چنانچہ اس موقع پر جب مسلمانوں اور قریش کا مقابلہ ہوا تو یہ دونوں حضرات کفار کے گروہ نکل کر مسلمانوں میں آملے[۳]

حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ کی روانگی چونکہ نہایت قریب قریب ہے اس لئے علماء کا اختلاف ہے بعض حضرت حمزہ کی روانگی کو مقدم بتاتے ہیں اور بعض حضرت عبیدہ کی روانگی کو مقدم کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقتہ الحال۔

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں بعث معاً واقع ہوئے اس لئے اشتباہ ہوگیا کسی نے سریہ حمزہ کو مقدم بتلایا اور کسی نے سریۂ عبیدہ کو پہلے بتلایا اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ صحیح ہے۔

سریۂ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

پھر ماہ ذی قعدہ ۱ھ میں بیس مہاجرین کی پاپیادہ جمعیت کو سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں خرار کی طرف روانہ فرمایا۔

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۳ ص: [۲] البدایۃ والنہایۃ ج: ۲، ص: ۲۴۴ [۲] ابوسفیان بن حرب عکرمہ بن ابی جہل فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے مکرز بن حفص کو کسی نے صحابہ میں ذکر نہیں کیا صرف ابن حبان نے کتاب الثقات میں اس قدر کہا ہے یقال لہ صحبۃ کہا جاتا ہے کہ مکرز بن حفص صحابی ہیں زرقانی ص ۳۹۰ ج ۱ [۳] زرقانی۔ ج: ۱، ص: ۳۹۱

خرار جحفہ کے قریب ایک وادی ہے۔ غدیر خم بھی اسی کے قریب میں واقع ہے۔

یہ لوگ دن کو چھپ جاتے اور رات کو چلتے خرار پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریش کا قافلہ نکل چکا ہے، یہ لوگ مدینہ واپس آ گئے [1]

جاننا چاہئے کہ واقدی اور محمد ابن سعد کے نزدیک یہ تینوں سریے ۱ھ میں روانہ کئے گئے اور محمد بن اسحٰق یہ کہتے ہیں کہ یہ تینوں سریے ۲ھ میں بعد غزوۂ ابواء کے روانہ کئے گئے [2] اور ابن ہشام نے بھی اپنی سیرت میں اسی کو اختیار کیا ہے کہ اوّل غزوۂ وَدّان کو ذکر کیا اور پھر سریۂ عبیدۃ بن الحارث اور پھر سریۂ حمزہ کو ذکر کیا اور ناچیز نے حافظ ابن قیم اور علامہ قسطلانی اور علامہ زرقانی کا اتباع کیا۔

غزوۂ ابواء [3]

یہ پہلا غزوہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس تشریف لے گئے اور غزوۂ تبوک آخری غزوہ ہے۔

شروع صفر ۲ھ میں ساٹھ مہاجرین کو جن میں کوئی انصاری نہ تھا اپنے ہمراہ لے کر قافلہ قریش اور بنو ضمرہ پر حملہ کرنے کے لئے ابواء کی طرف روانہ ہوئے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اس غزوہ میں جھنڈا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

جب آپ ابواء پہنچے تو قریش کا قافلہ نکل چکا تھا بنی ضمرہ کے سردار مخشی بن عمرو سے صلح کر کے واپس ہوئے شرائط صلح یہ تھیں کہ بنو ضمرہ نہ مسلمانوں سے جنگ کریں گے اور نہ مسلمانوں کے کسی دشمن کی مدد کریں گے اور نہ مسلمانوں کو کبھی دھوکہ دیں گے اور عند الضرورت مسلمانوں کی اعانت اور امداد کرنی ہوگی۔ [4]

اس غزوہ کو غزوۂ وَدّان بھی کہتے ہیں۔ ابواء اور وَدّان دو مقام ہیں جو قریب قریب ہیں جن میں صرف چھ میل کا فاصلہ ہے۔

اس غزوہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ روز کے بعد بلا قتال مدینہ منورہ واپس ہو گئے اس سفر میں نوبت قتال کی نہیں آئی (عیون الاثر ص ۲۲۶ ج ا و فتح الباری ص ۲۱۷ ج ۷)

---

[1] زاد المعاد۔ ج:۲، ص:۸۳ [2] ابن الاثیر: ج:۲، ص:۴۱ [3] الابواء بفتح الہمزۃ وسکون الموحدۃ وبالمد قریۃ من عمل الفرع بینہا وبین الجحفۃ من جہۃ المدینۃ ثلاثۃ وعشرون میلا۔ فتح الباری ص ۲۱۷ ج ۷ کتاب المغازی۔

[4] طبقات ابن سعد۔ ج:۲، ص:۳

غزوۂ بواط

پھر آپ کو بذریعہ وحی یہ معلوم ہوا کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ مکہ جارہا ہے اس لئے آپ ماہ ربیع الاول ۲ھ یا ربیع الثانی میں دو سو صحابہ کو لے کر قریش کے اس قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے بواط کی طرف روانہ ہوئے اور سائب بن عثمان بن مظعون کو جو سابقین اوّلین اور مہاجرین حبشہ میں سے ہیں۔ مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا۔

قریش کے اس قافلہ میں ڈھائی ہزار اونٹ تھے اور امیہ بن خلف اور سو آدمی قریش کے تھے بواط پہنچکر معلوم ہوا کہ قافلہ نکل چکا ہے اس لئے آپ بلا جدال وقتال مدینہ منورہ واپس آ گئے[1]

غزوۂ عُشیرہ

اثناء جمادی الاولیٰ ۲ھ میں آپ نے دو سو مہاجرین کو لے کر قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے عُشیرہ کی طرف خروج فرمایا۔ جو ینبع کے قریب ہے اور مدینہ میں ابوسلمۃ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور سواری کے لئے تیس اونٹ ہمراہ لئے جس پر صحابہ نوبت بہ نوبت سوار ہوتے تھے۔

آپکے پہنچنے سے کئی روز پیشتر قافلہ نکل چکا تھا آپ بقیہ ماہ جمادی الاولیٰ اور چند راتیں جمادی الثانیہ تک وہیں قیام پذیر رہے اور بنی مدلج سے معاہدہ کر کے بلا جنگ کئے ہوئے مدینہ واپس ہوئے معاہدہ کے الفاظ یہ تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ہٰذا کتاب من محمد رسول اللہ لبنی ضمرة بانھم آمنون علی اموالھم وانفسھم وان لھم النصر علی من رامھم ان لا یحاربوافی دین اللہ مابل بحر صوفة وان النبی اذا دعاھم لنصرہ اجابوہ علیھم بذٰلک ذمة اللہ وذمة رسولہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
یہ ایک تحریر ہے محمد رسول اللہ کی طرف سے بنو ضمرہ کے لئے کہ ان کے جان و مال سب محفوظ رہیں گے اور جو شخص بنو ضمرہ سے جنگ کا ارادہ کرے گا تو اس کے مقابلہ میں بنو ضمرہ کی مدد کی جائے گی بشرطیکہ بنو ضمرہ اللہ کے دین میں کوئی مزاحمت نہ کریں جب تک دریا صوف کو تر کرے یعنی یہ شرط ہمیشہ کے لئے ہے نبی کریم جب انکو

[1] زرقانی۔ ج ۱ ص ۳۹۴

ولھم النصر علی من برواتقی۔ ؎	مدد کے لئے بلائیں تو حاضر ہوں گے۔ یہ ان پر اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہے اور جو شخص ان میں نیک اور پرہیزگار رہے گا اس کی مدد کی جائے گی۔

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کونسا غزوہ وقوع میں آیا محمد بن اسحاق اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ سب سے پہلا غزوہ۔ ابواء ہے پھر بواط اور پھر عشیرہ اور اسی ترتیب کو امام بخاری نے صحیح بخاری میں اختیار فرمایا اور اسی کو حافظ عسقلانی نے شرح بخاری میں اختیار فرمایا۔ اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ پہلا غزوہ غزوۂ عشیرہ ہے۔ ؎

نیز علماء سیر کا اس میں اختلاف ہے کہ اول الذکر تین سریے یعنی سریۂ حمزہؓ وسریۂ عبیدہ سریۂ سعد۔ یہ تین سریے ہجرت کے پہلے سال میں۔ غزوۂ ابواء کے بعد ۲ھ میں وقوع میں آئے۔ اکثر علماء نے ان تین سریوں کو ہجرت کے پہلے سال میں غزوۂ ابواء سے مقدم ذکر کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اذن قتال کے بعد مغازی کی ابتداء بعوث اور سرایا سے ہوئی اور حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب میں اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اول الذکر تین سرایا کو یعنی سریۂ حمزہ اور سریۂ عبیدہ اور سریۂ سعد کو ہجرت سے پہلے سال کے واقعات میں شمار کیا اور اس ناچیز نے غزوات اور سرایا کی ترتیب میں اکثر قسطلانی اور زرقانی کا اتباع کیا ہے اور محمد بن اسحاق وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ مغازی کی ابتداء غزوۂ ابواء سے ہے اور اس کے بعد سریۂ حمزہ وسریۂ عبیدہ روانہ کئے گئے چونکہ حضور پر نور نے ان دونوں سریوں کی روانگی کا حکم معاً دیا اس لئے روایت کرنے والوں کو اشتباہ ہو گیا کہ کونسا سریہ پہلے روانہ کیا گیا اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں اسی ترتیب کو اختیار فرمایا کہ اول غزوۂ ودان کو ذکر کیا اور پھر سریۂ عبیدۃ ابن الحارث کو اور پھر سریہ حمزہ کو اور پھر اس کے بعد غزوۂ بواط کو اور پھر غزوۂ عشیرہ کو ذکر کیا۔ اور ان تمام سرایا اور غزوات کو ۲ھ کے واقعات سے شمار کیا۔

غزوۂ بدر صغریٰ

غزوۂ سفوان

غزوۂ بدر اولیٰ:۔ غزوۂ عشیرہ سے واپسی کے بعد تقریباً دس روز آپ نے مدینہ میں قیام فرمایا

؎ روض الانف۔ ج ۲، ص ۵۸، زرقانی ج ۱، ص ۱۹۶۔ ؎ تاریخ الخمیس۔ ج ۱، ص ۳۶۱

ہوگا کہ کرز بن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ پر شب خون مارا اور لوگوں کے اونٹ اور بکریاں لے بھاگا آپ یہ خبر سنتے ہی اس کے تعاقب میں مقام سَفْوَان تک گئے جو بدر کے قریب ایک موضع ہے مگر آپ کے اس مقام پر پہنچنے سے پہلے ہی کرز یہاں سے نکل چکا تھا۔ اس لئے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

سَفْوَان چونکہ بدر کے قریب ایک موضع ہے اور آپ اُس کے تعاقب میں بدر تک گئے، اس لئے اس غزوہ کو غزوۂ بدر اُولیٰ کہتے ہیں اور غزوۂ سَفْوَان بھی کہتے ہیں۔ اس غزوہ میں جاتے وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا گئے[۱]

کرز بن جابر رؤساء قریش میں سے تھے بعد میں مشرف باسلام ہوئے

اور رسول اللہ ﷺ نے جب عرنیین کے تعاقب میں بیس سواروں کا ایک دستہ روانہ فرمایا تو کرز بن جابر رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر بنایا۔ فتح مکہ میں شہید ہوئے[۲]

سریۂ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

غزوۂ سَفْوَان سے واپسی کے بعد۔ ماہ رجب ۲ھ میں رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو مقام نخلہ[۳] کی طرف روانہ فرمایا اور گیارہ مہاجرین کو آپ کے ہمراہ کیا جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ابوحذیفۃ بن عتبہ رضی اللہ عنہ
۲۔ عُکّاشتہ بن محصن رضی اللہ عنہ
۳۔ عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ
۴۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۵۔ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
۶۔ واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۷۔ خالد بن بکیر رضی اللہ عنہ
۸۔ سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ
۹۔ عامر بن ایاس رضی اللہ عنہ
۱۰۔ مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ
۱۱۔ صفوان بن بیضاء رضی اللہ عنہ

[۱] زرقانی ج:۱ص:۳۹۶، عیون الاثر ج:۱ص:۲۲۷ [۲] اصابہ ج:۳ ص:۲۹۰۔ [۳] نخلہ۔ مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام ہے مکہ سے ایک دن اور ایک رات کا راستہ ہے یہ وہی مقام ہے جہاں جنات نے آپ کا کلام سنا تھا ۱۲ زرقانی ج ۱ص ۳۹۰

یہ گیارہ مہاجرین آپ کے ہمراہ تھے اور بارھویں خود امیر سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک سریہ میں بھیجنے کا ارادہ کیا اور یہ فرمایا کہ تم پر ایسے مرد کو امیر بناؤں گا جو تم میں سب سے زیادہ بھوک اور پیاس پر صابر ہوگا۔ بعد ازاں عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا یہ اسلام میں پہلے امیر تھے[1]

معجم طبرانی میں باسناد حسن، جندب بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب عبداللہ بن جحش کو روانہ فرمایا تو ایک خط لکھ کر دیا اور یہ حکم کیا کہ جب تک دو دن کا راستہ نہ قطع کرلو اس وقت تک اس خط کو کھول کر نہ دیکھنا دو روز کا راستہ طے کرنے کے بعد اس خط کو دیکھنا جو اس میں لکھا ہو اس پر عمل کرنا اور اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو مجبور نہ کرنا۔

چنانچہ دو روز کا راستہ طے کرنے کے بعد عبداللہ بن جحش نے آپ کا والا نامہ کھول کر دیکھا تو اس میں یہ تحریر تھا کہ تم برابر چلے جاؤ یہاں تک کہ مکہ اور طائف کے مابین مقام نخلہ میں جا کر اترو اور قریش کا انتظار کرو اور ان کی خبروں سے مطلع کرتے رہو۔

عبداللہ بن جحش نے اس تحریر کو پڑھ کر یہ کہا سمعًا وطاعۃً میں نے آپ کے حکم کو سنا اور اطاعت کی اور تمام ساتھیوں کو اس مضمون سے آگاہ کیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ میں تم میں سے کسی کو مجبور نہیں کرتا جس کو شہادت عزیز ہو وہ میرے ساتھ چلے۔ چنانچہ سب نے طیب خاطر سے آپ کی مرافقت کو منظور کیا اور آپ کے ساتھ ہوئے۔

راستہ میں سعد اور عتبہؓ کا اونٹ راستہ سے بھٹک کر کہیں چلا گیا اس لئے یہ دونوں حضرات اونٹ کی تلاش میں پیچھے رہ گئے اور گم ہو گئے اور بقیہ حضرات نے مقام نخلہ پہونچ کر قیام کیا (فتح الباری ص ۱۴۳ ج ۱ باب مایذکر فی المناولۃ وکتاب اہل العلم الی البلدان وعیون الاثر وزرقانی ص ۳۹۷ ج ۱)

اسلام میں پہلی غنیمت

قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے مکہ واپس آرہا تھا اُس دن رجب الحرام کی آخری

---

[1] زرقانی۔ ج:۱، ص: ۳۹۷

تاریخ تھی (اس مہینہ میں قتل وقتال حرام تھا)[1] غُرّہ شعبان کے اشتباہ میں اس قافلہ پر حملہ کردیا۔

واقد بن عبداللہ نے قافلہ کے سرگروہ عمرو بن الحضرمی کے ایک تیر مارا جس سے وہ مرگیا اس کے مرتے ہی قافلے والے سراسیمہ اور پریشان ہوکر بھاگ اُٹھے اور مسلمانوں نے قافلے کے تمام مال واسباب پر قبضہ کرلیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کرلیا۔ اس وقت تک تقسیم غنائم کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے محض اپنے اجتہاد سے چار خمس غانمین پر تقسیم کردیئے اور ایک خمس (پانچواں حصہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رکھ چھوڑا جب مدینہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی آپ نے فرمایا میں نے تم کو شہر حرام میں قتال کا حکم نہیں دیا تھا۔ خیر جب تک کوئی وحی نازل نہو اس وقت تک مالِ غنیمت اور قیدیوں کو حفاظت سے رکھو۔ اس پر عبداللہ بن جحش اور اُن کے رفقاء بہت نادم اور پشیمان ہوئے اِدھر مشرکین اور یہود نے یہ کہنا شروع کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب نے شہر حرام میں قتل وقتال کو حلال کرلیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْہِ قُلْ قِتَالٌ فِیْہِ کَبِیْرٌ وَّصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ کُفْرٌ بِہٖ	آپ سے ماہِ حرام میں قتال کرنے کی بابت دریافت کرتے ہیں۔ آپ جواب میں کہہ دیجئے کہ بیشک ماہ حرام میں قصداً

[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں چار مہینوں میں قتل وقتال حرام تھا۔ ذی قعد۔ ذی الحجہ۔ محرم تین مہینے مسلسل اور ایک رجب۔ ذی الحجہ کا مہینہ حج کا مہینہ ہے۔ ایک مہینہ ماقبل اور ایک مہینہ مابعد کا اس لئے حرام کیا گیا تا کہ دور دراز سے آنے والے حجاج امن کے ساتھ حج کرکے واپس ہوجائیں اور ماہ رجب میں عمرہ کرنے کے لئے اکثر وہی لوگ آتے تھے جو مکّہ سے دس پندرہ یوم کے مسافت پر رہتے تھے، اس لئے ماہِ رجب کو حرام کیا گیا۔ چودہ پندرہ آمد کے اور چودہ پندرہ روز واپسی کے ملحوظ رکھ کر حرام کردیا گیا نیز غلّہ جات کے قافلے بھی انہی مہینوں میں آتے تھے اس لئے ان مہینوں کو حرام کیا گیا تا کہ لوگوں کے جان ومال لوٹ مار سے مامون رہیں۔ کماقال تعالیٰ جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّھْرَ الْحَرَامَ۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے وقت سے شروع اسلام تک یہی حکم رہا، یہاں تک کہ آیت سیف سے یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ اور ان مہینوں میں قتال کی اجازت دی گئی لیکن باوجود جہاد وقتال کی اجازت کے عظمت وحرمت اب بھی ان مہینوں کی باقی ہے۔ کماقال تعالٰی مِنْھَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْھِنَّ اَنْفُسَکُمْ۔ یعنی چار مہینے حرام ہیں۔ ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو، یعنی اللہ کی نافرمانی نہ کرو عطا فرماتے ہیں کہ ان مہینوں میں جہاد وقتال کے حرام ہونے کا حکم اب بھی باقی ہے۔ منسوخ نہیں ہوا۔ روض الانف ص ۶۰ ج ۲

وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا [1]

قتال کرنا بڑا گناہ ہے لیکن خدا کے راستے سے کسی کو روکنا اور خدا کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اہلِ حرم کو حرم سے نکالنا اللہ کے نزدیک یہ جرم سب جرموں سے زیادہ سخت اور بڑا ہے اور کفر اور شرک کا فتنہ اس قتل سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اور یہ کافر ہمیشہ تم سے جنگ کرتے رہیں گے تا کہ تم کو تمھارے دین سے ہٹا دیں اگر ان میں طاقت ہو۔

خلاصہ یہ کہ کسی اشتباہ اور التباس کی بنا پر نادانستہ طور پر شہر حرام میں قتل وقتال کا واقع ہو جانا کوئی بڑی چیز نہیں البتہ کفر وشرک کا فتنہ اور مسلمانوں کا مسجد حرام سے دیدہ ودانستہ روکنا ایک عظیم فتنہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں، اس آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد آپ نے خمس قبول فرمالیا اور باقی مالِ غنیمت کو مجاہدین پر تقسیم کر دیا عبداللہ بن جحش اور ان کے رفقاء اس آیت کو سُن کر خوش ہو گئے اب اس کے بعد عبداللہ بن جحش اور اُن کے رفقاء کو اجر اور ثواب کی طمع دامنگیر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اس غزوہ پر کچھ اجر کی بھی اُمید رکھ سکتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [2] تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا ایسے لوگ بلاشبہ اللہ کی رحمت کی اُمید کر سکتے ہیں اور کیوں نہیں اللہ تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

یہ اسلام میں پہلی غنیمت تھی اور عمرو بن حضرمی پہلا مقتول تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا قریش نے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کا فدیہ بھیجا آپ نے فرمایا جب تک میرے ساتھی سعد اور عتبہ واپس نہ آ جائیں اس وقت تک میں تمھارے قیدیوں کو نہ چھوڑوں

[1] سورۃ البقرۃ، آیت ۲۱۷ [2] ایضا، آیت ۲۱۸

گا۔ اس لئے کہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ تم ان کو قتل نہ کردو، اگر تم میرے ساتھیوں کو قتل کرو گے تو میں بھی تمھارے آدمیوں کو قتل کروں گا۔

اس کے چند دن بعد سعد اور عتبہ واپس آگئے آپ نے فدیہ لے کر عثمان اور حکم کو چھوڑ دیا۔ عثمان تو رہا ہوتے ہی مکہ واپس ہوگیا اور مکہ ہی میں جا کر کافر مرا۔ اور حکم بن کیسان مسلمان ہوگئے اور مدینہ ہی میں رہے یہاں تک کہ غزوۂ بئر معونہ میں شہید ہوئے۔[1]

اور اسی بارے میں عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے۔

تَعُدُّوْنَ قَتْلاً فِی الْحَرَامِ عَظِیْمَۃً ﴿ وَاَعْظَمُ مِنْہُ لَوْیَرَی الرشد رَاشِدٗ

صدودُ کُمْ عَمَّایقول مُحَمَّدٌ ﴿ وَکُفرٌبہ واللّٰہُ رَاءٍ وشاھدٗ

تم لوگ شہر حرام یعنی رجب کے مہینہ میں قتل وقتال کو بڑی شئی خیال کرتے ہو حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشاد فرماتے ہیں اس سے روکنا اور ان کے ساتھ کفر کرنا اس سے کہیں بڑھ کر ہے کاش کوئی سمجھدار ذرا خیال کرے اور اللہ خوب دیکھنے والا اور مشاہدہ کرنے والا ہے۔

واخراجکم من مسجد اللہ اَہْلَہٗ ﴿ لِئلاً یُریٰ فِی الْبَیْتِ لِلّٰہِ سَاجِدٗ

اور تمھارا اللہ کے گھر سے اللہ والوں کو نکالنا تا کہ اللہ کو سجدہ کرنے والا کوئی نظر نہ آئے یہ بھی شہر حرام میں قتال کرنے سے کہیں بڑھ کر ہے۔

فانا وان عَیّر تُمُو نَا بقتلہٖ ﴿ وَاَرْجَفَ بالاسلام باغ وحاسدٗ

سَقَیْنَا مِنِ ابْنِ الحضرمی رِمَاحَنَا ﴿ بِنَخْلَۃَ لَمَّا اوقد الحَرْبَ وَاقِدٗ

دما وابن عبداللہ عثمان بیننا ﴿ ینازعہ غلٌ من القید عَانِدٗ

تم اگرچہ ہم کو اس قتل پر عار دلاؤ اور حاسد لوگ اسلام کے متعلق کتنی ہی جھوٹی خبریں اڑائیں لیکن ہم کو پروانہیں بے شک ہم نے عمرو بن الحضرمی کے خون سے مقام نخلہ میں اپنے نیزوں کو سیراب کیا جبکہ واقد بن عبداللہ نے لڑائی کی آگ بھڑکائی اور عثمان بن عبداللہ ہمارے مابین اسیر تھا جس کو طوق وسلاسل اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ والعاند المائل یعنی یمیل فیمیلہ ویجذبہ[2] (سیرۃ ابن ہشام ص ۹ ج ۲ و حسن الصحابہ ص ۳۰۲ ج ۱)

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج:۲ ص:۷ زرقانی ج:۱ ص:۳۹۷ [2] سیرۃ ابن ہشام ج:۲ ص:۹

غزوۂ بدر کبریٰ ان یعظمی۔ان۔ثانیہ

رَمَضَانُ الْمُبَارَك ۲ھ

یہ غزوہ غزواتِ اسلام میں سب سے بڑا غزوہ ہے اس لئے کہ اسلام کی عزت وشوکت کی ابتداء اور علیٰ ہذا کفر اور شرک کی ذلت ورسوائی کی ابتدا بھی اسی غزوہ سے ہوئی۔

اور اللہ جل جلالہٗ کی رحمت سے اسلام کو بلا ظاہری اور مادی اسباب کے محض غیب سے قوت حاصل ہوئی اور کفر وشرک کے سر پر ایسی کاری ضرب لگی کہ کفر کے دماغ کی ہڈی چور چور ہوگئی میدانِ بدر[1] جس کا شاہد عدل اب تک موجود ہے اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے اس دن کو قرآن کریم میں یَوْمُ الْفُرْقَانِ فرمایا یعنی حق اور باطل میں فرق اور امتیاز کا دن بلکہ یہ مہینہ ہی فرقان تھا یعنی رمضان المبارک تھا جس میں حق جل وعلا نے قرآن مجید اور فرقان حمید کو نازل فرما کر حق اور باطل، ہدایت اور ضلالت کا فرق واضح فرمایا۔ اور پھر اسی مہینہ میں روزے فرض فرمائے تا کہ محبین ومخلصین۔ عاشقین ووالہین کا امتحان فرمائے کہ کون اس کا محبّ صادق ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اس کی محبت میں سخت سے سخت گرمی میں شدائد کو برداشت کرتا ہے اور کون محبّ کاذب ہے۔ کہ اپنے پیٹ اور جبڑوں کا زر خرید غلام ہے غرض یہ کہ یہ مہینہ ہی فرقان کا ہے کہ اس میں مختلف حیثیات اور متعدد جہات سے مخلص اور غیر مخلص کا فرق ظاہر اور نمایاں ہوجاتا ہے۔

آغازِ قصہ

شروع رمضان میں رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی کہ ابوسفیان قریش کے قافلۂ تجارت کو شام سے مکہ واپس لا رہا ہے جو مال واسباب سے بھرا ہوا ہے۔

آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے اس کی خبر دی اور فرمایا یہ قریش کا کاروانِ تجارت ہے جو مال واسباب سے بھرا ہوا ہے تم اس کی طرف خروج کرو۔ عجب نہیں کہ حق جل وعلا تم کو وہ قافلہ غنیمت میں عطا فرمائے۔

---

[1] بدر ایک گاؤں کا نام ہے کہ جو مدینہ منورہ سے چار منزل اور اٹھائیس فرسخ یعنی تقریباً اسی میل کے فاصلہ پر ہے بدر بن مخلد بن نضر بن کنانہ یا بدر بن الحارث کی طرف منسوب ہے، جو اس کا بانی تھا اور بعض کہتے ہیں کہ بدر ایک کنویں کا نام ہے کنویں ہی کے نام سے بستی مشہور ہوگئی (زرقانی ص ۴۰۲ ج ۱)

چونکہ جنگ وجدال اور قتل وقتال کا وہم وگمان بھی نہ تھا اس لئے بلا کسی جنگی تیاری اور اہتمام کے نکل کھڑے ہوئے ابوسفیان کو یہ اندیشہ لگا ہوا تھا اس لئے جب ابوسفیان حجاز کے قریب پہنچا تو ہر راہ گیر اور مسافر سے آپ کے حالات اور خبریں دریافت کرتا۔ تا آنکہ بعض مسافروں سے اس کو یہ خبر ملی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے اصحاب کو تیرے قافلے کی طرف خروج کا حکم دیا ہے۔ ابو سفیان نے اسی وقت ضمضم غفاری کو اجرت دے کر مکہ روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ قریش کو اطلاع کردے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنے قافلہ کی خبر لیں اور اپنے سرمایہ کو بچانے کی کوشش کریں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو لے کر اس قافلہ سے تعارض کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔[1]

کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

لم اتخلف من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی غزوۃ غزاھا الا فی غزوۃ تبوک غیرانی تخلفت عن غزوۃ بدر ولم یعاتب احدا تخلف عنھا انما خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یرید عیر قریش حتی جمع اللّٰہ بینھم وبین عدوھم علی غیر میعاد (صحیح بخاری باب قصۃ غزوۃ بدر)

میں کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ہوں مگر غزوۂ تبوک سے غزوہ تبوک کے علاوہ غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا لیکن غزوۂ بدر سے تخلف کرنے والوں پر کوئی عتاب نہیں ہوا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف قافلۂ قریش کے ارادہ سے نکلے تھے حسب الاتفاق بلا کسی قصد کے اللہ نے مسلمانوں کو ان کے دشمنوں سے بھڑا دیا۔

(**نکتہ**) کعب بن مالکؓ نے غزوۂ تبوک اور غزوۂ بدر کے تخلف کو علیحدہ علیحدہ حرف استثناء سے ذکر فرمایا۔ دونوں کو ایک حرف استثناء سے مستثنیٰ نہ کیا۔ اور اس طرح نہیں فرمایا الا فی غزوۃ تبوک وغزوۃ بدر بلکہ غزوۂ تبوک کے استثناء کے لئے حرفِ اِلّا اور غزوۂ بدر کے لئے حرف

---

[1] یہ روایت سیرۃ ابن ہشام میں اس سند کے ساتھ مذکور ہے۔ قال ابن اسحٰق فحدثنی محمد بن مسلم الزہری وعاصم بن عمر بن قتادۃ وعبداللہ بن ابی بکر ویزید بن رومان عن عروۃ بن الزبیر وغیرہم من علمائنا عن ابن عباسؓ الخ اس سند کے صحیح اور قوی بلکہ شرط بخاری اور مسلم پر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ۱۲۔ وذلک ظاہر لمن کان لہ قلب اوالقی السمع وھو شہید۔ البدایۃ والنہایۃ ج:۳، ص:۲۵۶۔

غیر کا استعمال کیا۔ اور اس طرح فرمایا الافی غزوۃ تبوک غیرانی تخلفت عن غزوۃ بدر اور دونوں کو ایک حرف استثناء کے ساتھ مستثنیٰ نہ کیا۔ کیونکہ دونوں تخلف ایک نوع اور ایک قسم کے نہ تھے۔ غزوۂ تبوک کا تخلف مذموم تھا تبوک سے تخلف کرنے والوں پر بارگاہ خداوندی سے عتاب نازل ہوا اور غزوۂ بدر کا تخلّف مذموم نہ تھا چنانچہ جو شخص غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوا اس پر کوئی عتاب نہیں۔ اس لئے غزوۂ بدر کے تخلف کو حرف غیر کے ساتھ ذکر فرمایا تا کہ غزوۂ بدر کے تخلف کا غزوۂ تبوک کے تخلّف سے مغایر اور مباین ہونا معلوم ہو جائے۔ فافہم ذلک فانہ دقیق ولطیف۔[1]

ابن سعد فرماتے ہیں کہ یہ وہی قافلہ تھا جس کے لئے آپ نے غزوۂ ذی العشیرہ میں دوسو مہاجرین کو ہمراہ لے کر خروج فرمایا تھا اب یہ قافلہ شام سے واپس آ رہا تھا چونکہ آپ کا خروج فقط قافلہ کی غرض سے تھا اس لئے عجلت میں بہت تھوڑے آدمی آپ کے ہمراہ ہو سکے اور یہ سفر چونکہ جہاد وقتال کے لئے نہ تھا اس لئے نہ جانے والوں پر کسی قسم کا عتاب اور کسی قسم کی ملامت نہیں کی گئی۔

روانگی: ۱۲ رمضان المبارک کو رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ تین سو تیرہ یا چودہ یا پندرہ آدمی[2] آپ کے ہمراہ تھے بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ اتنی جماعت میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے ایک گھوڑا حضرت زبیر بن عوام کا اور ایک حضرت مقداد کا تھا۔ اور ایک ایک اونٹ تین تین آدمیوں میں مشترک تھا۔ نوبت بنوبت سوار ہوتے تھے۔ ابولبابہؓ اور علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک تھے جب رسول اللہ ﷺ کے پیادہ چلنے کی نوبت آتی تو ابولبابہ اور علیؓ عرض کرتے یا رسول اللہ آپ سوار ہو جائیں ہم آپ کے بدلہ میں پیادہ چل لیں گے۔ آپ یہ ارشاد فرماتے تم چلنے میں مجھ سے زیادہ قوی نہیں اور میں تم سے زیادہ خدا کے اجر سے بے نیاز نہیں۔

بیر ابی عنبہ پر پہنچ کر (جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے) تمام جماعت کا معاینہ فرمایا جو کم عمر تھے ان کو واپس فرما دیا مقام روحاء میں پہنچ کر ابولبابہ بن عبدالمنذر کو مدینہ کا حاکم مقرر فرما کر واپس کیا۔

---

[1] فتح الباری ج ۷، ص: ۲۲۳ [2] تین سو تیرہ کا قول مسند احمد و بزار اور معجم طبرانی میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے اور چودہ کا قول معجم طبرانی میں ابوایوب انصاری سے اور پندرہ کا قول بیہقی میں باسناد حسن عبداللہ بن عمرو بن العاص سے منقول ہے۔ فتح الباری ص ۲۲۷ ج ۷ باب عدۃ اصحاب بدر۔

اس لشکر میں تین علم تھے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں اور دوسرا مصعب بن عمیرؓ اور تیسرا کسی انصاری کے ہاتھ میں تھا۔

جب مقام صفراء کے قریب پہنچے تو بَسْبَس بن عمرو جُہنیؓ اور عدی بن ابی الزغباء جہنیؓ کو قافلۂ ابی سفیان کے تجسس کے لئے آگے روانہ کیا۔[۱]

اور اُدھر ضمضم غفاری ابوسفیان کا پیام لے کر مکہ پہنچا کہ تمھارا قافلہ معرضِ خطر میں ہے دوڑو اور جلد از جلد اس کی خبر لو۔

اس خبر کا پہنچنا تھا کہ تمام مکہ میں ہل چل پڑ گئی اس لئے کہ قریش کا کوئی مرد اور عورت ایسا نہ رہا تھا کہ جس نے اپنی پوری پونجی اور سرمایہ اس میں شریک نہ کر دیا ہو، اس لئے اس خبر کے سنتے ہی تمام مکہ میں جوش پھیل گیا۔ اور ایک[۲] ہزار آدمی پورے ساز و سامان کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ ابوجہل سردار لشکر تھا۔

قریش نہایت کروفر اور سامان عیش وطرب کے ساتھ گانے بجانے والی عورتوں اور طبلوں اور طبلچیوں کو ساتھ لے کر اکڑتے ہوئے اور اتراتے ہوئے روانہ ہوئے۔ کما قال تعالیٰ

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ [۳]

اے مسلمانو تم اُن کافروں کی طرح مت ہو جانا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور اپنی قوت و شوکت کو دکھلاتے ہوئے نکلے ہیں۔

تقریباً تمام سرداران قریش شریک لشکر ہوئے صرف ابولہب کسی وجہ سے نہ جا سکا اور اپنے بجائے ابوجہل کے بھائی عاص بن ہشام کو روانہ کیا۔

عاص بن ہشام کے ذمہ ابولہب کے چار ہزار درہم قرض تھے اور مفلس ہو جانے کی وجہ سے ادا کرنے کی استطاعت نہ رہی تھی اس لئے قرض کے دباؤ میں ابولہب کے عوض جنگ میں جانا قبول کیا۔[۴]

---

[۱] الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج:۲،ص:۶۔ [۲] کما رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی عن ابن عباس عن عمر وابن سعد عن ابن مسعودؓ اور موسیٰ بن عقبہ اور ابن عائذ کی مغازی میں ہے کہ ساڑھے نو سو تھے، دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں لڑنے والے تو ساڑھے نو سو تھے اور بقیہ پچاس خدمت گار وغیرہ تھے۔ ۱۲ زرقانی ص۴۰۱ ج ا [۳] الانفال، آیۃ:۴۷ [۴] الطبقات الکبریٰ ج:۲، ص:۷۔

اوراسی طرح امیہ بن خلف ناخلف نے بھی اوّل اوّل بدر میں جانے سے انکار کیالیکن ابوجہل کے جبر اوراصرار سے ساتھ ہولیا۔

امیہ کے انکار کا سبب یہ تھا کہ سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ زمانۂ جاہلیت سے امیہ کے دوست تھے۔امیہ جب بغرض تجارت شام جاتا تو راستہ میں مدینہ میں سعد بن معاذ کے پاس اترتا اور سعد بن معاذ جب مکّہ جاتے تو امیہ کے پاس اُترتے آنحضرت ﷺ کے ہجرت مدینہ کے بعد ایک مرتبہ سعد بن معاذ عمرہ کرنے کے لئے مکّہ آئے اور حسب دستور امیہ کے پاس ٹھہرے اور امیہ سے یہ کہا کہ طواف کرنے کے لئے مجھے ایسے وقت لے چلو کہ حرم لوگوں سے خالی ہو یعنی ہجوم نہ ہو۔امیہ دوپہر کے وقت سعد بن معاذ کو لے کر نکلا۔طواف کررہے تھے کہ ابوجہل سامنے سے آگیا اور یہ کہنے لگا اے ابوصفوان (یہ امیہ کی کنیت ہے) یہ تمھارے ساتھ کون شخص ہے۔امیہ نے کہا سعد ہے ابوجہل نے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ شخص اطمینان سے طواف کررہا ہے تم ایسے بے دینوں کو ٹھکانہ دیتے ہو اور ان کی اعانت اور امداد کرتے ہو، اے سعد خدا کی قسم اگر یہ ابوصفوان یعنی امیہ تمھارے ساتھ نہ ہوتا تو تم یہاں سے صحیح وسالم واپس نہیں جاسکتے تھے۔سعد نے بلند آواز سے کہا اگر تو مجھے طواف سے روکے گا تو خدا کی قسم میں مدینہ سے تیرا شام کا راستہ بند کردوں گا۔امیہ نے سعد سے کہا کہ تم ابوالحکم (یعنی ابوجہل) پر اپنی آواز نہ بلند کرو۔ یہ اس وادی کا سردار ہے۔سعد نے ترش روئی سے کہا کہ اے امیہ بس رہنے دے خدا کی قسم میں نے رسُول اللہ ﷺ سے سُنا ہے تو حضور پرنُور کے اصحاب اور احباب کے ہاتھ سے قتل ہوگا امیہ نے کہا کہ کیا میں مکّہ میں مارا جاؤں گا۔سعد نے کہا یہ مجھے معلوم نہیں کہ تو کہاں اور کس جگہ مارا جائے گا۔یہ سُن کر امیہ گھبرا گیا اور بہت ڈر گیا اور جاکر اپنی بیوی اُم صفوان سے اس کا تذکرہ کیا اور ایک روایت میں ہے کہ امیہ نے یہ کہا واللہ مایکذب محمد فکادان یحدث، خدا کی قسم محمد کبھی غلط نہیں کہتے۔ اور قریب تھا کہ خوف وہراس کی وجہ سے امیہ کا پیشاب اور پیخانہ خطا ہوجائے۔ (فتح الباری ص ۲۲۰ ج۔ ۷) اور امیہ پر اس درجہ خوف وہراس غالب ہوا کہ یہ ارادہ کرلیا کہ کبھی مکّہ سے باہر نہ نکلوں گا چنانچہ جب ابوجہل نے لوگوں سے بدر کی طرف

نکلنے کو کہا تو امیہ کو مکہ سے نکلنا بہت گراں تھا اس کو اپنی جان کا ڈر تھا۔ ابو جہل، امیہ کے پاس آیا اور چلنے کے لئے اصرار کیا۔ ابو جہل نے جب یہ دیکھا کہ امیہ چلنے پر تیار نہیں تو یہ کہا کہ آپ سردار ہیں اگر آپ نہیں نکلیں گے تو آپ کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی نہیں نکلیں گے غرض ابو جہل امیہ کو چمٹا رہا اور برابر اصرار کرتا رہا۔ بالآخر یہ کہا کہ اے ابو صفوان تیرے لئے نہایت عمدہ اور تیز رو گھوڑا خرید دوں گا (تا کہ جہاں خطرہ محسوس کرو فوراً اس پر بیٹھ کر واپس آجاؤ) امیہ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور گھر میں جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ میرے سفر کا سامان تیار کر دو۔ بیوی نے کہا کہ اے ابو صفوان تم کو اپنے یثربی بھائی کا قول یاد نہیں رہا امیہ نے کہا میرا ارادہ تھوڑی دُور تک جانے کا ہے پھر واپس آجاؤں گا پس امیہ اسی ارادہ سے روانہ ہوا اور جس منزل میں اترتا اپنا اونٹ ساتھ باندھتا۔ مگر قضاء وقدر نے بھاگنے کا موقع نہیں دیا۔ بدر پہنچا اور میدان قتال میں صحابہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ (بخاری شریف۔ غزوۂ بدر) غرض یہ کہ امیہ کو اپنے قتل کا یقین تھا ابو جہل کی زبردستی سے ساتھ ہو لیا ابو جہل خود بھی تباہ ہوا اور دوسروں کو بھی تباہ کیا۔ احلوا قومهم دار البوار جهنم يصلونها وبئس القرار۔

قریش کی روانگی کی اطلاع اور صحابہ سے مشورہ اور حضرات صحابہ کرام کی جان نثارانہ تقریریں

روحاء سے چل کر جب آپ مقام صفراء پر پہنچے تو بَسبَس رضی اللہ عنہ اور عدی رضی اللہ عنہ نے آکر آپ کو قریش کی روانگی کی اطلاع دی، اس وقت آپ نے مہاجرین اور انصار کو مشورہ کے لئے جمع فرمایا اور قریش کی اس شان سے روانگی کی خبر دی ابو بکر رضی اللہ عنہ سنتے ہی فوراً کھڑے ہو گئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہار جان نثاری فرمایا اور بسر وچشم آپ کے اشارے کو قبول کیا اور دل و جان سے اطاعت کیلئے کمربستہ ہو گئے اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے بھی نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہار جان نثاری فرمایا۔

حضرت مقداد بن سود رضی اللہ عنہ کی جان نثارانہ تقریر[1]

بعدازاں مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

امض لما امرك الله (تعالیٰ) نحن معك والله لانقول كماقالت بنو اسرائيل لموسى اذهب انت و ربك فقاتلا اناههنا قاعدون ولكن اذهب انت وربك فقاتلا انا معكما مقاتلون۔

یارسول اللہ جس چیز کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے اس کو انجام دیجئے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں خدا کی قسم ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ ہرگز نہ کہیں گے کہ اے موسیٰ تم اور تمہارا رب جاکر لڑلو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ ہم بنی اسرائیل کے خلاف یہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا پروردگار۔ جہاد وقتال کریں ہم بھی آپ کے ساتھ جہاد وقتال کریں گے۔

یہ ابن اسحٰق کی روایت کے الفاظ ہیں[2] اور بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:۔

ولكنا نقاتل عن يمينك وعن شمالك وبين يديك وخلفك

ہم آپ کے دائیں اور بائیں آگے اور پیچھے سے لڑیں گے۔

راویِ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس وقت دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور فرطِ مسرت سے چمک اٹھا (بخاری شریف ص ۵۶۴، غزوۂ بدر)

ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے مقداد کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو قافلۂ ابی سفیان کی خبر دی اور فرمایا کہ اگر تم اس کی طرف خروج کرو تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو غنیمت عطا

---

[1] محمد بن اسحٰق کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مقداد نے یہ تقریر مقام صفراء میں فرمائی اور صحیح بخاری اور نسائی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدر کے دن یہ تقریر کی (فتح الباری ص ۲۲۳ ج ۷) دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں اوّل حضرت مقداد نے یہ تقریر صفراء میں آپ کے جواب میں کی اور بعدازاں مختلف مقامات پر بطور (استلذاذ یعنی لذت حاصل کرنے کے لئے) ان جان نثارانہ اور مخلصانہ کلمات کو بار بار دہراتے رہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲۔

[2] زرقانی ج ۱ ص ۴۱۲: سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۱۳:

فرمائے ہم نے عرض کیا بہتر ہے اور روانہ ہو گئے جب ایک دو دن کا راستہ طے کر چکے تب آپ نے ہم کو مکّہ سے قریش کے روانہ ہونے کی خبر دی اور جہاد وقتال کے لئے تیار ہو جانے کا ارشاد فرمایا۔ بعض لوگوں نے کچھ تأمل کیا (کیونکہ گھر سے اس ارادہ سے نہ چلے تھے) حضرت مقداد کھڑے ہوئے اور اظہار جان نثاری فرمایا کاش ہم سب ایسا ہی کہتے جیسا مقداد نے کہا۔ (رواہ ابن ابی حاتم) یعنی کاش ابتداء ہم سب ایسا ہی کہتے اس لئے کہ بعد میں پھر سب نے یہی کہا دلوں میں سب کے وہی تھا جو حضرت مقداد فرما رہے تھے چنانچہ مسند احمد میں باسناد حسن مروی ہے:۔

قال اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لانقول کما قالت بنو اسرائیل ولکن انطلق انت وربک فقاتلا انامعکم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اصحاب نے متفقہ طور پر یہ کہا۔ یارسول اللہ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہ کہیں گے ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں۔

باوجود اس شافی اور کافی جواب کے آپ نے تیسری بار پھر یہی ارشاد فرمایا۔

اشیروا علیّ ایھا الناس	اے لوگو مجھ کو مشورہ دو۔

سردارِ انصار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ۔ نبی اکرم افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بلیغ اشارہ اور دقیق نکتہ کو سمجھ گئے اور فوراً عرض کیا۔ یارسول اللہ شاید روئے سخن انصار کی طرف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔[1]

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی جان نثارانہ تقریر

اس پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

یارسول اللّٰہ قد اٰمنابک وصدقناک وشھدنا ان ماجئت بہ ھو الحق	یارسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور اس امر کی گواہی دی کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور

[1] چونکہ انصار نے آپ سے صرف بیعت عقبہ میں اس کا عہد کیا تھا کہ جو دشمن آپ پر حملہ آور ہوگا۔ اس وقت ہم آپ کے حامی اور مددگار ہوں گے۔ مدینہ سے باہر جا کر آپ کے ساتھ جنگ کرنے کا وعدہ نہ تھا اس لئے آپ بار بار انصار کی طرف دیکھتے تھے سعد بن معاذ نے آپ کے اس اشارہ کو سمجھ کر جواب دیا اور خوب جواب دیا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ آمین ۱۲۔ البدایہ والنہایہ ص ۲۶۲ ج ۳ راجع عیون الاثر ص ۲۴۷ ج ۱

واعطيناك على ذالك عهودا وموائيق على السمع والطاعة ولعلك يا رسول الله خرجت لا مر فاحدث الله غيره فامض لما شئت وصل حبال من شئت واقطع حبال من شئت وسالم من شئت وعاد من شئت وخذ من اموالنا ما شئت واعطنا ما شئت وما اخذت منا كان احب الينا مما تركت وما امرت به من امرنا فامرنا تبع لامرك لئن سرت حتى تاتى برك الغماد لنسيرن معك فوالذى بعثك بالحق لواستعرضت بنا ہذا البحر لخضناه وماتخلف منا رجل واحد ومانكره ان نلقى عدونا انا لصبر عند الحرب صدق عند اللقاء ولعل الله يريك منا ماتقربه عينك فسربنا على بركة الله (زرقانی ص ۳۱۲ ج ۱)

اطاعت اور جان نثاری کے بارے میں ہم آپ کو پختہ عہد و میثاق دے چکے ہیں۔ یارسول اللہ آپ مدینہ سے کسی اور ارادہ سے نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری صورت پیدا فرمادی جو منشاء مبارک ہو اس پر چلیے اور جس سے چاہیں تعلقات قائم فرمائیں اور جس سے چاہیں تعلق قطع کریں اور جس سے چاہیں صلح کریں اور جس سے چاہیں دشمنی کریں ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں ہمارے مال میں سے جس قدر چاہیں لیں اور جس قدر چاہیں ہم کو عطا[1] فرمائیں اور مال کا جو حصہ آپ لیں گے وہ اس حصہ سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہوگا کہ جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے اور اگر آپ ہم کو برک الغماد جانے کا حکم دیں گے تو بالضرور ہم آپ کے ساتھ جائیں گے قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا ہے اگر آپ ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم اسی وقت سمندر میں کود پڑیں گے اور ہم میں کا ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا ہم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو مکروہ

[1] اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہمارے اموال اصل میں آپ کی ملک ہیں اگر ہمارے مال میں سے ہمارے لئے آپ کچھ چھوڑ دیں گے تو گویا وہ آپ کا عطیہ ہوگا۔ ۱۲ منہ عفا عنہ۔

نہیں سمجھتے البتہ تحقیق ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر اور مقابلہ کے
سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ چیز
دکھائے گا جس کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی پس اللہ کے
نام پر ہم کو لے کر چلیے۔

تنبیہ: بعض روایات میں سعد بن معاذ کے بجائے سعد بن عبادہ کا ذکر آیا ہے مگر یہ صحیح نہیں راوی کا وہم ہے اس لئے کہ سعد بن عبادہ بالاتفاق بدر میں حاضر نہیں ہوئے تفصیل کیلئے زرقانی کی مراجعت کی جائے۔۱۲

رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے یہ جان نثارانہ جوابات سن کر مسرور ہوئے اور فرمایا اللہ کے نام پر چلو اور تم کو بشارت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ابوجہل یا ابو سفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر ضرور فتح و نصرت عطا کروں گا۔

اور مجھ کو قوم کفار کے پچھاڑے جانے کی جگہیں دکھلا دی گئی ہیں کہ فلاں شخص فلاں جگہ اور فلاں شخص فلاں جگہ پچھاڑا جائے گا۔

وقال تعالیٰ:

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِيْنَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۔[1]	اور اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ تم سے یہ وعدہ کرتا تھا کہ کافروں کی دو جماعتوں میں سے ایک جماعت تم کو دے گا اور تم یہ پسند کرتے ہو کہ غیر ذی شوکت جماعت تم کو ملے اور اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ حق کو اپنے آیات سے ثابت کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ظاہر طور پر واضح ہو جائے

عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب

ادھر نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے صحابہ کو یہ خبر دی کہ مجھ کو قوم کی پچھاڑے جانے کی جگہیں دکھلائی گئیں اور ادھر مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کی پھوپی عاتکہ بنت عبدالمطلب نے

[1] سورۃ انفال، آیۃ: ۷

ضمضم غفاری کے مکہ پہنچنے سے پہلے یہ خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار آیا اور ابطح میں اونٹ بٹھا کر بآواز بلند یہ پکار رہا ہے۔

الا انفروا یا آل غدرٍ لمصارعکم فی ثلاث	اے اہل غدر اپنے مقتل اور پچھڑنے کی جگہ کی طرف تین دن میں نکل جاؤ۔[1]

لوگ اس کے اردگرد جمع ہو گئے، پھر وہ اپنا اونٹ لئے ہوئے مسجد حرام میں گیا اور پھر یہی آواز دی اس کے بعد جبل ابی قبیس پر چڑھا اور اوپر سے پتھر کی ایک چٹان پھینکی جب وہ چٹان پہاڑ کے دامن میں پہنچی تو چور چور ہو گئی اور مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ رہا کہ جس میں اس کا کوئی ٹکڑا جا کر نہ گرا ہو۔

عاتکہ نے یہ خواب اپنے بھائی حضرت عباس سے ذکر کیا اور کہا اے بھائی خدا کی قسم آج میں نے یہ خواب دیکھا ہے اور اندیشہ ہے کہ تیری قوم پر کوئی بلا اور مصیبت آنے والی ہے دیکھو اس خواب کو کسی سے بیان نہ کرنا عباس گھر سے باہر نکلے اور اپنے دوست ولید بن عتبہ سے اس خواب کا ذکر کیا اور یہ تاکید کی کہ اس خواب کا کسی اور سے ذکر نہ کرنا مگر ولید نے اپنے باپ عتبہ سے اس خواب کا لفظ بلفظ تذکرہ کر دیا اسی طرح بات تمام مکہ میں پھیل گئی۔ دوسرے تیسرے روز حضرت عباس مسجد حرام میں گئے تو دیکھا کہ ابوجہل ایک مجمع کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے ابوجہل نے حضرت عباس کو دیکھتے ہی یہ کہا کہ اے ابوالفضل تمہارے مرد تو نبوت کے مدعی تھے ہی اب تمہاری عورتیں بھی نبوت کا دعویٰ کرنے لگیں میں نے دریافت کیا۔ کیا بات ہے، ابوجہل نے عاتکہ کے خواب کا ذکر کیا، اسی اثناء میں ضمضم غفاری۔ ابوسفیان کا پیام لے کر اس شان سے مکہ میں پہنچا کہ پیراہن چاک ہے اور اونٹ کی ناک کٹی ہوئی ہے اور یہ پکارتا آرہا ہے کہ اے گروہ قریش اپنے کاروان کی خبر لو اور جلد از جلد ابوسفیان کے قافلہ کی مدد کو پہنچو۔

یہ خبر سنتے ہی قریش پورے سازوسامان کے ساتھ مکہ سے نکل کھڑے ہوئے اور بدر میں پہنچ کر خواب کی تعبیر بحالت بیداری آنکھوں سے دیکھ لی۔[2] وقال الہیثمی رواہ الطبرانی

---

[1] چونکہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول سے غدر کیا تھا، اس لئے عالم رؤیا میں ان کو آل غدر کہا گیا اور عجب نہیں کہ غدر سے شیطان مراد لیا گیا ہو اور چونکہ مشرکین شیطان کے تابع تھے اس لئے ان کو آل غدر کہا گیا ہو واللہ اعلم۔

[2] مستدرک للحاکم ج:۳، ص:۱۹، مجمع الزوائد ج:۶، ص:۷۱

مرسلا وفیہ ابن لہیعۃ وفیہ ضعف وحدیثہ حسن۔ مجمع الزوائد۔ موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں ہے کہ ضمضم غفاری جب مکہ آیا تو قریش کو عاتکہ کے خواب سے ڈر پیدا ہو گیا۔[۱]

ف۔ عاتکہ بنت عبدالمطلب کے اسلام میں اختلاف ہے ابن سعد فرماتے ہیں کہ عاتکہ مسلمان ہوئیں اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ۱۲۔ (اصابہ ترجمہ عاتکہ بنت عبدالمطلب)[۲]۔

جُہَیم بن الصَّلت کا خواب

غرض یہ کہ قریش پورے ساز وسامان کے ساتھ گاتے بجاتے روانہ ہوئے جب مقام جحفہ میں پہنچے تو جہیم بن صلت نے یہ خواب دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے اور ایک اُونٹ اس کے ہمراہ ہے۔ وہ آکر کھڑا ہوا اور یہ کہتا ہے قتل ہوا عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ابو الحکم بن ہشام یعنی ابو جہل۔ اور امیہ بن خلف اور فلاں فلاں۔ بعد ازاں اس شخص نے اُونٹ کے ایک برچھا مار کر لشکر میں چھوڑ دیا۔ لشکر میں کوئی خیمہ ایسا نہ رہا جس پر اس کے خون کے چھینٹے نہ پڑے ہوں۔ ابو جہل کو جب اس خواب کی اطلاع ہوئی تو بہت برہم ہوا اور یہ کہا کہ یہ بنی المطلب میں دوسرا نبی پیدا ہوا ہے کل کو جب مقابلہ ہوگا تب اس کو معلوم ہو جائے گا کہ جنگ میں ہم میں سے کون قتل ہوگا۔[۳]

بسبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے قافلہ کے جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ جب مقام بدر پر پہنچے تو ایک ٹیلہ کے نیچے جہاں ایک پانی کا چشمہ تھا اپنے اونٹوں کو بٹھلایا اتنے میں دو عورتیں دکھائی دیں جن میں سے ایک دوسری پر اپنے قرض کا تقاضہ کرتی تھی تو اس نے یہ کہا کہ کل یا پرسوں قریش کا قافلہ شام سے آنے والا ہے، اس وقت محنت ومزدوری سے جو کماؤں گی اس سے تیرا حق ادا کر دوں گی۔

مجدی بن عمرو جہنی بھی پانی کے چشمہ پر موجود تھا اور یہ تمام گفتگو سن رہا تھا۔ جب قرضدار عورت نے قرضخواہ عورت سے یہ کہا کہ کل یا پرسوں قریش کا قافلہ آنے والا ہے۔ اس وقت قافلہ کا کچھ کام کر کے تیرا حق ادا کر دوں گی تو مجدی نے یہ کہا سچ کہتی ہے اور یہ کہہ کر بیچ بچاؤ کرا دیا بسبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سنتے ہی اونٹ پر سوار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ کی اطلاع دی۔

---

[۱] البدایہ والنہایہ ج:۳ ص:۲۵۸ [۲] الاصابہ، ج۴، ص:۳۵۷ [۳] البدایہ والنہایہ: ج: ۳، ص: ۲۶۵۔ عیون الاثر۔ ج: ا ص: ۲۵

بسبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چلے جانے کے بعد ابوسفیان۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل وحرکت کی خبر لینے کی غرض سے اس مقام پر پہنچا اور مجدی بن عمرو سے دریافت کیا کہ کیا تم نے کسی کو یہاں آتے جاتے دیکھا ہے۔

مجدی نے کہا کسی کو نہیں دیکھا صرف دو سواروں کو دیکھا کہ اس ٹیلہ کے نیچے آکر اونٹ بٹھلائے اور پانی پلایا اور مشکیزہ پانی سے بھر کر چلدیئے ابوسفیان فوراً اس مقام پر پہنچا وہاں کچھ مینگنیاں پڑی تھیں ایک مینگنی کو اٹھا کر توڑا اس میں سے ایک گٹھلی برآمد ہوئی۔

ابوسفیان نے اس گٹھلی کو دیکھکر کہا۔ خدا کی قسم۔ یثرب (مدینہ) کے کھجور کی گٹھلی ہے فوراً وہاں سے واپس ہوا اور قافلہ کا رُخ بدل دیا۔ اور ساحل کے راستہ سے قافلہ کو بچا کر صحیح سالم لے گیا اور قریش کو یہ پیام دے کر بھیجا۔ انکم انما خرجتم لتمنعوا عیر کم ورجالکم واموالکم وقد نجاھا اللّٰہ فارجعوا۔ یعنی تم اس لئے نکلے تھے کہ قافلہ کو اور اپنے آدمیوں کو اور اَپنے اموال کو بچالو اللہ نے سب کو بچالیا۔ لہٰذا تم سب ملّہ واپس ہو جاؤ۔

ابوجہل نے کہا جب تک ہم بدر پہنچ کر تین دن تک کھاپی کر اور گا بجا کر خوب مزے نہ اڑالیں اس وقت تک ہرگز واپس نہ ہوں گے۔

اخنس بن شریق سردار بنی زہرہ نے کہا کہ اے بنی زہرہ تم فقط اَپنے اموال کی حفاظت کے لئے نکلے تھے۔ سو اللہ نے تمھارے اموال بچالئے اب ہمیں لڑنے کی ضرورت نہیں بے وجہ ہم کو ہلاکت میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے جیسا کہ یہ شخص (ابوجہل) کہتا ہے لہٰذا تم واپس ہو جاؤ قبیلہ بنی زہرہ کے تمام لوگ اپنے سردار اخنس بن شریق کے کہنے سے واپس ہوگئے اور بنی زہرہ میں سے کوئی شخص بھی بدر میں شریک نہیں ہوا اور دیگر بعض نے بھی یہی کہا کہ جب ہمارا قافلہ صحیح سالم بچ گیا تو اب جنگ کی کیا ضرورت رہی مگر ابوجہل نے ایک نہ سُنی اور بدر کی طرف روانہ ہوا۔[1]

اور ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اَپنے اصحاب کے بدر پر پہنچ گئے۔ مگر قریش نے پہلے پہنچ کر پانی کے چشمہ پر قبضہ کرلیا اور مناسب موقعوں کو اپنے لئے چھانٹ لیا۔ بخلاف مسلمانوں کے کہ ان کو نہ پانی ملا اور نہ جگہ مناسب ملی۔ ریتلا میدان تھا جہاں چلنا ہی دشوار تھا۔ ریت میں

[1] سیرۃ ابن ہشام ج:۲، ص:۱۴۔ البدایۃ والنہایۃ۔ ج:۳، ص:۲۶۶

پیر دھنس دھنس جاتے تھے حق جل وعلا نے باران رحمت نازل فرمائی جس سے تمام ریت جم گیا۔ اور پانی جمع کرنے کیلئے مسلمانوں نے چھوٹے چھوٹے حوض بنائے تا کہ پانی وضواور غسل کے کام آسکے سورۂ انفال میں حق تعالےٰ شانہ نے اس احسان کو ذکر فرمایا ہے

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ [1]

اور اللہ تعالیٰ تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تا کہ تم کو پاک کردے اور تم سے شیطان کی گندگی دور کردے اور تا کہ تمھارے دلوں کو مضبوط کردے اور تمھارے قدموں کو جمادے۔

یہ پانی اگر چہ مسلمانوں نے اپنی ضرورت کے لئے جمع کیا تھا مگر نبی اکرم رحمت عالم۔ رافت مجسم نے اپنے دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو اس سے پینے کی اجازت دی۔

جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی اور زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص اور چند صحابہ کو قریش کی خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا اتفاق سے ان کو دو غلام ہاتھ آگئے ان کو پکڑ لائے اور دریافت کرنا شروع کیا رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے ان غلاموں نے کہا ہم قریش کے سقہ ہیں پانی لانے کے لئے نکلے ہیں۔ ان لوگوں کو ان کے کہنے کا کچھ یقین نہ آیا اور یہ سمجھ کر ان کو کچھ مارا کہ شاید مار پیٹ کے خوف سے ابوسفیان کا کچھ حال بتلائیں جب ان پر کچھ مار پڑی تو کہنے لگے کہ ہم ابوسفیان کے آدمی ہیں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے مارنا چھوڑ دیا

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ جب ان غلاموں نے سچ کہا تو تم نے ان کو مارا اور جب جھوٹ کہا تو چھوڑ دیا، خدا کی قسم یہ قریش کے آدمی ہیں (یعنی ابوسفیان کے ہمراہیوں میں سے نہیں) آپ نے فرمایا کہ قریش کہاں ہیں ان غلاموں نے کہا واللہ اس عقنقل ٹیلہ کے پیچھے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کتنے لوگ ہیں۔ جواب دیا کہ بہت ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کی تعداد کتنی ہے، غلاموں نے کہا ہم کو ان کی شمار اور تعداد معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا روزانہ کھانے کے لئے کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ جواب دیا کہ ایک دن نو اور ایک دن دس آپ نے فرمایا ہزار اور نو سو کے درمیان ہیں۔

---

[1] سورۂ انفال، آیۃ: ۱۱

بعد ازاں آپ نے دریافت کیا کہ سرداران قریش میں سے کون کون ہیں۔ انھوں نے کہا کہ عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ اور ابو البختری بن ہشام اور حکیم بن حزام اور نوفل بن خویلد اور حارث بن عامر اور طعیمۃ بن عدی اور نضر بن الحارث اور زمعۃ بن اسود اور ابو جہل بن ہشام اور امیہ بن خلف اور نبیہ اور منبہ پسران حجاج اور سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدود۔ یہ سن کر آپ اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمایا کہ مکہ نے آج اپنے تمام جگر گوشوں کو تمھاری طرف پھینک دیا ہے۔ الغرض اس طرح آپ نے قریش کا حال معلوم کیا۔

جنگ کی تیاری

جب صبح ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے لڑائی کی تیاری کی اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی رائے سے آپ کے قیام کے لئے ٹیلہ پر ایک چھپر بنایا گیا۔

ان سعد بن معاذ رضی الله عنه قال یا نبی الله الانبنی لك عریشاتكون فیه ونعد عندك ركائبك ثم نلقی عدونا فان اعزنا الله واظهرنا كان ذلك ما احببنا وان كانت الاخری جلست علی ركائبك فلحقت بمن ورائنا من قومنا فقد تخلف عنك اقوام یانبی الله مانحن باشدلك حباسنهم ولو ظنوا انك تلقی حربا ماتخلفوا عنك یمنعك

سعد بن معاذ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی کیا آپ کے لئے ایک چھپر نہ بنا دیں جس میں آپ تشریف رکھیں اور سواریاں آپ کے قریب تیار رکھیں پھر ہم دشمن سے جا کر مقابلہ کریں پس اگر اللہ نے ہم کو عزت دی اور دشمن پر غلبہ عطا فرمایا تو ہماری عین تمنا ہے اور اگر خدا نخواستہ دوسری صورت پیش آئی تو آپ سواری پر سوار ہو کر ہماری قوم کے باقی ماندہ لوگوں سے جا ملیں اور قوم کے جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں، اے پیغمبر خدا ہم ان سے زیادہ[1] آپ کے محب نہیں۔ اگر ان کو کسی وجہ سے اس میں بھی یہ

[1] ایسا انتہائی اخلاص ہے کہ باوجود انتہا درجہ کے محب اور جان نثار ہونے کے نہ زبان سے اور نہ قلب سے اس محبت کا کوئی دعویٰ ہے۔ محب مخلص وہی ہے جس کی اپنے اخلاص پر بھی نظر نہ ہو۔ ۱۲ منہ عفا عنہ

الله بهم يناصحون ويجاهدون معك فاثنى عليه رسول الله صلے الله عليه وسلم خيرا ودعاله بخير ثم بنى لرسول الله صلے الله عليه وسلم عريش فكان فيه۔

گمان ہوتا کہ آپ کو جنگ کا سامنا ہوگا تو ہرگز پیچھے نہ رہتے شاید اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ آپ کی حفاظت فرماتا اور وہ نہایت اخلاص اور خیر خواہی سے آپ کے ساتھ جہاد کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کی تعریف کی اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی بعد ازاں آپ کے لئے ایک چھپر بنایا گیا آپ اس میں رہے۔

یہ چھپّر ایک ایسے بلند ٹیلہ پر بنایا گیا جس پر کھڑے ہو کر تمام میدان کارزار نظر آتا تھا حضرت انس[1] حضرت عمر سے راوی ہیں کہ جس شب کی صبح کو میدان کارزار گرم ہونیوالا تھا، اس شب میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم ہم کو میدان کارزار کی طرف لے کر چلے تا کہ اہل مکہ کی قتل گاہیں ہم کو آنکھوں سے دکھلا دیں چنانچہ آپ دست مبارک سے اشارہ فرماتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے هذا مصرع فلان غداً انشاء الله یہ ہے فلاں کی قتل گاہ صبح کو انشاء اللہ اور مقام قتل پر ہاتھ رکھ کر نام بنام اسی طرح صحابہ کو بتلاتے رہے قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا کسی ایک نے بھی اس جگہ سے سر مو تجاوز نہ کیا جہاں آپ نے اَپنے دست مبارک سے اس کے قتل کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ (رواہ مسلم)

(باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل ببدر)[2]

بعد ازاں آپ اور آپ کے یارِ غار رفیق جان نثار صدیق المہاجرین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس عریش (چھپر[3]) میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی اور صدیق الانصار سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھپر کے دروازہ پر تلوار لے کر کھڑے ہو گئے۔[4]

---

[1] مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ کسی نے حضرت انس سے پوچھا کیا آپ بھی بدر میں حاضر ہوئے تھے آپ نے فرمایا میں بدر سے کہاں غائب ہوسکتا تھا اور حضرت انس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیلئے آپ کے ہمراہ گئے تھے۔ صغیر السن ہونے کی وجہ سے قتال میں شریک نہیں ہوئے آپ کی عمر اس وقت دس گیارہ سال کی تھی اسی وجہ سے آپ کا بدریین میں شمار نہیں کیا گیا۔ زرقانی ص ۲۳۲ ج ۱ [2] زرقانی۔ ج۔ ا ص: ۲۱۴، ۲۱۶

[3] یہ چھپر کھجور کی شاخوں کا تھا۔ ۱۲ طبقات ابن سعد [4] طبقات ابن سعد ج ۲ ص: ۹

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں بدر کی شب میں کوئی شخص ہم میں سے ایسا نہ تھا جو سو نہ رہا ہو سوائے آپ کی ذات بابرکات علیہ الف الف صلوات والف والف تحیات کہ تمام شب نماز اور دُعا، گریہ وزاری میں گزاری اور اسی طرح صبح کردی (رواہ الطبرانی وابن جریر وابن خزیمۃ وغیرہم)

طلوع فجر ہوتے ہی آپ نے یہ آواز دی الصلاۃ عباد اللہ ۔اے اللہ کے بندو نماز کا وقت آگیا۔ آواز کا سننا تھا کہ سب جمع ہوگئے۔ آپ نے ایک درخت کی جڑ میں کھڑے ہوکر سب کو نماز پڑھائی۔ اور نماز سے فارغ ہوکر اللہ کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی کی ترغیب دی (رواہ ابن ابی شیبۃ واحمد وابن جریر وصححہ، منتخب کنز العمال ص ۹۸ ج ۴)

بعد ازاں آپ نے اصحاب کی صفوں کو سیدھا کیا ادھر کفار کی صفیں تیار تھیں ماہ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ ہے اور جمعہ کا روز ہے کہ ایک طرف سے حق کی جماعت اور دوسری طرف سے باطل کی جماعت میدانِ[1] فرقان کی طرف بڑھی۔

رسُول اللہ ﷺ نے جب قریش کی عظیم الشان جماعت کو پورے سازوسامان کے ساتھ میدانِ کارزار کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو بارگاہِ ایزدی میں یہ عرض کیا، اے اللہ۔

اللّٰھم ہذہ قریش قداقبلت بخیلائہا وفخرہا تحادك وتكذب رسولك اللہم فنصرك الذی وعدتنی اللہم احنہم الغداۃ۔	یہ قریش کا گروہ ہے جو تکبّر اور غرور کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا ہے تیری مخالفت کرتا ہے اور تیرے بھیجے ہوئے پیغمبر کو جھٹلاتا ہے اے اللہ اپنی فتح ونصرت نازل فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا، اور اے اللہ ان کو ہلاک کر۔

سیرۃ ابن ہشام۔ فتح الباری، باب قول اللّٰہ تعالٰی اذتستغیثون ربکم الی قولہ شدید العقاب

بعد ازاں آپ نے لشکر اسلام کو مرتّب فرمایا ترتیب اور صف آرائی کے وقت دست مبارک میں ایک تیر تھا، صف میں سے سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ ذرا آگے کو نکلے ہوئے تھے

[1] حق تعالےٰ شانہ نے یوم بدر کو یوم الفرقان فرمایا ہے یعنی حق اور باطل میں فرق اور فیصلہ کا دن اسی مناسبت سے اس ناچیز نے اس میدان کو میدانِ فرقان سے تعبیر کیا ہے کہ اسی میدان میں حق اور باطل نور اور ظلمت کا فرق نمایاں ہوا۔ ۱۲

آپ نے بطورِ تلطف سواد بن غزیہ کے پیٹ پر تیر کا ایک ہلکا سا کوچہ دے کر فرمایا استو یا سواد۔ اے سواد سیدھا ہو جا۔

سواد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

یارسول اللّٰہ اوجعتنی وقد بعثك اللّٰہ بالحق والعدل فَاَقِدْنی۔	یارسول آپ نے مجھ کو دردمند کیا اور تحقیق اللہ نے آپ کو حق اور عدل کے ساتھ بھیجا ہے میرا بدلہ دید یجئے۔

آپ نے شکمِ مبارک سے پیراہن شریف کو اٹھا کر سواد سے فرمایا اپنا بدلہ لے لو۔

سواد رضی اللہ عنہ نے شکمِ مبارک کو گلے لگالیا اور بوسہ دیا اور عرض کیا یارسول اللہ شاید یہ آخری ملاقات ہو آپ مسرور ہوئے اور سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کے لئے دُعائے خیر فرمائی۔ (اصابہ، ترجمہ سواد بن غزیہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکرِ اسلام کو مرتب اور اُس کی صفوف کو صفوف ملائکہ کی طرح درست اور ہموار فرما کر عریش (چھپر) میں تشریف لے گئے صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ عریش میں داخل ہوئے اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر عریش کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔

ابو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔[2]

وَسُمِّیت صدِّیقا وکُلُّ مهاجر	سِوَاكَ یُسَمّٰی باسمه غَیر منكرِ
آپ کا نام صدیق رکھا گیا۔ اور ہر مہاجر	آپ کے سوا دوسرے نام سے پکارا جاتا ہے
سَبَقْتَ اِلی الاسلامِ وَاللّٰهُ شَاهِدٌ	وَکُنْتَ جَلِیْسًا بالعریش المشهَّر
آپ نے اسلام کی طرف سبقت کی اور اللہ گواہ ہے۔	اور چھپر میں آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نشین تھے
وبالغار اذسُمِّیتَ بالغار صاحبا	وکنت رَفیقا للنبی المطهر

اور علیٰ ہذا غار میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اسی وجہ سے آپ کو یارِ غار کہا جاتا ہے۔

(استیعاب لابن عبدالبر، ترجمہ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

---

[1] الاصابہ ج:۲ ص۹۵۔ سیرۃ ابن ہشام ج:۲ ص:۱۷۔

[2] سیرۃ ابن ہشام ج:۲ ص:۱۷۔

قریش جب مطمئن ہوئے تو آغاز جنگ سے پہلے عمیر بن وہب کو جمحی کو مسلمانوں کی جماعت کا اندازہ لینے کے لئے بھیجا۔ عمیر بن وہب گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کے اردگرد پھر کر واپس آئے اور یہ کہا کہ کم وبیش تین سو آدمی ہیں لیکن مجھ کو ذرا مہلت دو کہ یہ دیکھ آؤں کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے اور جماعت تو کہیں کمین گاہ میں چھپی ہوئی نہیں۔ چنانچہ عمیر گھوڑے پر سوار ہو کر دور دور ایک چکر لگا کر واپس آئے اور یہ کہا کہ کوئی کمین اور مدد نہیں لیکن اے گروہ قریش میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ مدینہ کے اونٹ موت احمر (قتل) کو اپنے اوپر لادے ہوئے ہیں اس قوم کا سوائے ان کی تلواروں کے کوئی پناہ اور سہارا نہیں، خدا کی قسم میں یہ دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں میں سے جب تک اپنے مقابل کو نہ مارلے گا اس وقت تک ہرگز نہ مارا جائے گا۔ پس اگر ہمارے آدمی بھی انھیں کے برابر مارے گئے تو پھر زندگی کا لطف ہی کیا رہا سوچ کر کوئی رائے قائم کرلو۔

حکیم بن حزام نے کہا بالکل درست ہے اور اٹھ کر عتبہ کے پاس گیا اور کہا اے ابوالولید آپ قریش کے سردار اور بڑے ہیں کیا آپ کو یہ پسند نہیں کہ ہمیشہ خیر اور بھلائی کے ساتھ آپ کا ذکر ہوتا رہے عتبہ نے کہا۔ کیا ہے حکیم نے کہا کہ لوگوں کو لوٹا لے چلو۔ اور عمرو بن حضرمی کا خون بہا اپنے ذمہ لے لو۔ عتبہ نے کہا میں عمرو بن حضرمی کا خون بہا اور دیت کا ذمہ دار ہوں لیکن ابوجہل سے بھی مشورہ کرلو اور کھڑے ہو کر یہ خطبہ دیا۔

میدانِ کارزار میں عتبہ کی تقریر

اے گروہ قریش واللہ تم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب سے جنگ کر کے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ سب تمھارے قرابت دار ہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اپنے باپ اور بھائی بنی الاعمام اور بنی الاخوال کے قاتلوں کو دیکھتے رہو گے۔ محمد اور عرب کو چھوڑ دو، اگر عرب نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ختم کردیا تو تمھاری مراد پوری ہوئی اور اگر اللہ نے ان کو غلبہ دیا تو وہ بھی تمھارے لئے باعثِ عزت وشرف ہوگا (کیونکہ وہ تمھاری ہی قوم کے ہیں ان کا غلبہ تمھارا غلبہ ہے) دیکھو میری نصیحت کو رد مت کرو اور مجھکو سفیہ اور نادان نہ بناؤ۔

حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ میں ابوجہل کے پاس آیا۔ ابوجہل اس وقت زرہ پہن کر ہتھیار سجا رہا تھا۔ میں نے کہا عتبہ نے مجھ کو یہ پیام دے کر بھیجا ہے۔

ابو جہل سنتے ہی غصہ سے بھڑک اٹھا اور یہ کہا کہ عتبہ اس لئے بھی لڑائی سے جان چراتا ہے کہ اس کا بیٹا ابو حذیفہ مسلمانوں کے ساتھ رہے اس پر کوئی آنچ نہ آئے۔ خدا کی قسم ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے جب تک اللہ ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مابین فیصلہ نہ کردے اور عمرو بن الحضرمی کے بھائی عامر بن الحضرمی کو بلا کر یہ کہا کہ یہ تیرا حلیف، عتبہ لوگوں کو لوٹا کر لے جانا چاہتا ہے اور تیرے بھائی کا خون تیری آنکھوں کے سامنے ہے، عامر نے سنتے ہی واعمراہ واعمراہ ہائے عمرو ہائے عمرو کا نعرہ لگانا شروع کیا جس سے تمام فوج میں جوش پھیل گیا۔ اور سب لڑائی کے لئے تیار ہو گئے[۱]

(**فائدہ**) ابو جہل۔ عمرو بن حضرمی کے خون کا ذکر لوگوں کو محض جوش دلانے کیلئے کرتا تھا اصل مقصد جس کے لئے قریش مکہ سے نکلے تھے وہ کاروان تجارت کی حفاظت تھی جب وہ بچ نکلا تو لوگ جنگ کے لئے آمادہ نہ تھے اور قدم قدم پر واپسی کا مسئلہ زیر بحث آتا تھا لہٰذا کسی علامہ کا یہ گمان کرنا کہ قریش محض عمرو بن حضرمی کے خون کا بدلہ لینے کے لئے مدینہ پر حملہ کرنے کی نیت سے نکلے تھے بالکل غلط ہے، تمام روایات کے خلاف ہے۔

آغاز جنگ

ابو جہل کی طعن آمیز گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ عتبہ بھی ہتھیار سجا کر جنگ کے لئے تیار ہو گیا اور گروہ مشرکین میں سب سے پہلے عتبہ بن ربیعہ ہی اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر میدان میں آیا۔ اور للکار کر اپنا مُبَارِز اور مقابل طلب کیا۔

لشکر اسلام میں سے تین شخص مقابلہ کے لئے نکلے۔ عوف اور مُعَوِّذ پسران حارث[۲] اور عبداللہ بن رواحہ۔

---

[۱] زرقانی ج:۱ ص:۴۱۶۔ سیرۃ ابن ہشام۔ ج:۲: ص:۱۶

[۲] عوف اور معوذ کے باپ کا نام حارث ہے اور ماں کا نام عفراء ہے۔ عفراء بھی صحابیہ ہیں۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں، عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ایک خاص خصوصیت ہے جو کسی اور صحابیہ میں نہیں پائی جاتی۔ وہ یہ کہ عفراء نے اوّل نکاح حارث سے کیا حارث سے تین بیٹے ہوئے عوف اور معوذ اور۔ معاذ، حارث کے بعد بکیر بن یالیل سے نکاح کیا جس سے چار لڑکے ہوئے، ایاس اور عاقل اور خالد اور عامر اور یہ ساتوں بیٹے تین پہلے شوہر کے اور چار دوسرے شوہر کے سب کل کے کل غزوۂ بدر میں شریک تھے ایسی صحابیہ جس کے ساتوں لڑکے بدر میں شریک ہوئے ہوں صرف عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا و عنہم ہیں ۱۲۔ زرقانی ص ۴۱۶ ج ۱

عتبہ نے پوچھا تم کون ہو۔ ان لوگوں نے کہا (رھط من الانصار) یعنی ہم گروہ انصار سے ہیں۔ عتبہ نے کہا مالنابکم من حاجة یعنی ہم کو تم سے مطلب نہیں ہم تو اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں، اور ایک شخص نے للکار کر یہ آواز دی۔

یامحمد اَخرِج اِلینا اکفاء نا مِنْ قَوْمِنَا۔	اے محمد ہماری قوم میں سے ہماری جوڑ کے ہم سے لڑنے کو بھیج۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو حکم دیا کہ صف قتال کی طرف واپس آجائیں اور حضرت علی اور حضرت حمزہ اور حضرت عبیدۃ بن الحارث کو نام بنام مقابلہ کے لئے نکلنے کا ارشاد فرمایا۔

حسب الارشاد یہ تینوں مقابلہ کے لئے نکلے۔ چہروں پر چونکہ نقاب تھے اس لئے عتبہ نے دریافت کیا تم کون ہو عبیدہ نے کہا میں عبیدہ ہوں حمزہ نے کہا میں حمزہ ہوں علی نے کہا میں علی ہوں عتبہ نے کہا:

نعم اکفاءٌ کِرامٌ	ہاں تم ہمارے جوڑ اور برابر کے ہو اور محترم ہو۔

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

قوموا یابنی ہاشم بحقکم الذی بعث اللہ بہ نبیکم اذ جاء وابباطلھم لیُطفِؤا نور اللّٰہِ	اے بنی ہاشم اٹھو اس حق کے ساتھ جس کو اللہ نے تمہارے نبی کو دے کر بھیجا ہے یہ باطل کو لے کر اللہ کا نور بجھانے آئے ہیں۔

ذکر قتل عتبہ وشیبہ وولید

اس کے بعد جنگ شروع ہوگئی۔ عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ [۱] عتبہ کے مقابلہ میں نکلے اور حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیبہ کے اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولید کے مقابل ہوئے۔

---

[۱] یہ محمد بن اسحٰق کی روایت ہے کہ عبیدہ عتبہ کے اور حمزہ شیبہ کے مقابل ہوئے موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں اس کے برعکس ہے کہ عبیدہ شیبہ کے اور حمزہ عتبہ کے مقابل ہوئے۔ سیر کی کل روایات اس پر متفق ہیں کہ حضرت علی ولید کے مقابل تھے لیکن ابوداؤد کی ایک صحیح الاسناد روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی شیبہ کے مقابل تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم والتفصیل فی باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح الباری باب قتل ابی جہل ص ۲۲۱ ج ۷ وزرقانی ص ۴۱۷ ج ۱۔

حضرت علی اور حضرت حمزہ نے تو اَپنے اپنے مقابل کا ایک ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا۔ عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی زخمی ہوئے اور اَپنے مقابل کو بھی زخمی کیا۔ بالآخر عتبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تلوار کا ایسا وار کیا جس سے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر کٹ گئے حضرت علی اور حمزہ اپنے اپنے مقابل سے فارغ ہو کر حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امداد کو آپہنچے اور عتبہ کا کام تمام کیا۔ اور عبیدہ کو اٹھا کر آپ کی خدمت میں لے آئے، عبیدہ کی پنڈلی کی ہڈی سے خون جاری تھا۔ عبیدہ نے دریافت کیا۔ یارسول اللہ کیا میں شہید ہوں [1] آپ نے فرمایا ہاں اس پر عبیدہ نے کہا کاش اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو یقین کرتے کہ ان کے اس شعر کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔

وَنُسْلِمُ حَتّٰی نُصَرَّعَ حَوْلَه ❗ وَنَذْهَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَآئِلِ

ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دشمنوں کے حوالہ کر سکتے ہیں کہ جب ہم سب اُن سے پہلے قتل کر دیئے جائیں اور اپنے بیٹوں اور بیبیوں سے بے خبر ہو جائیں اور اس کے بعد یہ شعر پڑھے:

فَاِنْ يَّقْطَعُوْا رِجْلِيْ فَاِنِّيْ مُسْلِمٌ ❗ اُرَجِّيْ بِه عَيْشًا مِنَ اللّٰهِ عَالِيَا

اگر کافروں نے میرا پیر کاٹ دیا تو کوئی مضائقہ نہیں اس کے صلہ میں اللہ عزّ وجل سے بہت ہی بلند عیش کا امیدوار ہوں یعنی پیر قطع ہو جانے سے یہ حیات فانیہ قطع ہو گی۔ مگر اس کے بدلہ میں ایسی حیات ملے گی جو کبھی منقطع نہ ہو گی۔

وَاَلْبَسَنِي الرَّحْمٰنُ مِنْ فَضْلِ مَنِّه ❗ لِبَاسًا من الاسلام غَطّٰى الْمَسَاوِيَا

اور کیوں نہ امید کروں خداوند مہربان ہی نے محض اپنی مہربانی سے مجھکو اسلام کا لباس پہنایا جس نے تمام برائیوں کو ڈھانک لیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ جس جسم پر اسلام اور تقویٰ کا لباس نہ ہو تو وہ عریاں اور برہنہ ہے۔ عالم شہادت والے اگرچہ اس عریانی کا احساس نہ کر سکیں لیکن عالم غیب کے رہنے والے اس برہنگی کو ضرور محسوس کرتے ہوں گے۔ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ جب حضرت لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام ہوئے تو یہ شعر کہا۔

[1] ایک روایت میں ہے کہ جب صحابہ نے یہ حالت دیکھی تو عبیدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت لے کر حاضر ہوئے عبیدہؓ نے اپنا رخسار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر رکھ کر یہ کہا کہ یارسول اللہ اگر ابو طالب زندہ ہوتے اور ہم کو دیکھتے تو وہ جان لیتے کہ ہم ان سے زیادہ اس شعر کے مستحق ہیں اس کے بعد وفات پائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اشهد انک شهيد میں گواہی دیتا ہوں کہ تو شہید ہے۔ (رواہ الشافعی) البدایۃ والنہایۃ ص ۲۷۴ ج ۳

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ اِذْلَمْ يَاتِنِي اَجَلِي ⁞ حَتّٰى اكْتَسَيْتُ مِنَ الْاِسْلَام سِرْبَالًا

یہ شعر بھی اسی کا مؤید ہے اگر اندیشۂ طوالت نہ ہوتا۔ تو کتاب وسنّت سے کچھ اور شواہد ذکر کرتا۔ حضرات اہل علم ادنیٰ توجہ سے معلوم کر سکتے ہیں۔

فائدہ: عتبہ اور شیبہ۔ اصل میں جنگ سے اس لئے جان چراتے تھے کہ اوّل تو عاتکہ اور پھر جہیم بن صلت کے خواب کیوجہ سے پریشان تھے اور پھر یہ کہ مکہ سے چلتے وقت یہ ماجرا پیش آیا کہ عدّاس رضی اللہ عنہ نے (جو عتبہ اور شیبہ کے غلام تھے اور نصرانیت سے تائب ہو کر طائف کی واپسی میں حضور کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہو چکے تھے) جب عتبہ اور شیبہ بدر کے لئے روانہ ہونے لگے تو جاتے وقت عدّاس نے عتبہ اور شیبہ کے پیر پکڑے اور یہ کہا:

بابي وامي انتما والله انه لرسول الله وما تساقان الا الیٰ مصار عکما۔ ⁞ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں خدا کی قسم وہ یعنی محمد بلاشبہ اللہ کے رسُول ہیں۔ اور نہیں ہانکے جارہے ہو تم مگر اپنے اپنے مقتل (قتل گاہ) کی طرف

اور رو پڑے۔ عاص بن شیبہ نے حضرت عدّاس کو روتے ہوئے دیکھ کر رونے کا سبب دریافت کیا تو عدّاس نے کہا کہ میں اپنے ان آقاؤں کی وجہ سے روتا ہوں کہ دونوں اللہ کے رسُول سے قتال اور جنگ کے لئے جارہے ہیں، عاص نے کہا۔ کیا واقعی وہ اللہ کے رسول ہیں۔ عدّاس کانپ اٹھے اور یہ کہا:

ای والله انه لرسول الله الی الناس کافة (اصابه ترجمه عداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ⁞ ہاں خدا کی قسم تحقیق وہ اللہ کے رسول ہیں جو تمام لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

عدّاس کا یہ کلام عتبہ اور شیبہ کے دل میں اُتر چکا تھا کہ یہ سب لوگ مارے جائیں گے اس لئے عتبہ اور شیبہ جنگ سے جان چراتے تھے، فقط ابوجہل کے طعن کی وجہ سے عتبہ اور شیبہ نے سبقت کی، ابوجہل بار بار عتبہ اور شیبہ کو بزدلی اور نامردی کا طعنہ دیتا تھا۔ اس لئے سب سے پہلے یہ دونوں جنگ کی طرف بڑھے تاکہ اپنے سے بزدلی اور نامردی کے طعنہ کو

دور کریں ابواُسید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن یہ ارشاد فرمایا اَپنے تیروں کو وقت کے لئے بچا رکھنا۔ جب کافر تم پر ہجوم کر دیں اور قریب آ جائیں اس وقت تیر مارنا (بخاری شریف غزوہ بدر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ خداوندی میں دعاء فتح

عتبہ اور شیبہ کے قتل کے بعد میدان کارزار گرم ہو گیا آں حضرت ﷺ چھپّر سے برآمد ہوئے اور صحابہ کی صفوف کو ہموار کیا۔ اور پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لیے ہوئے عریش (چھپّر) میں واپس تشریف لے گئے اور سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر چھپّر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے حضور پُر نور نے جب اَپنے اصحاب اور احباب کی قلت اور بے سروسامانی کو اور اعداء کی کثرت اور قوت کو دیکھا تو نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور دعاء میں مشغول ہو گئے اور یہ دعاء مانگتے تھے۔

اللّٰھُمَّ انی انشد عھدك ووعدك اللھم ان شئت لم تعبد۔	اے اللہ میں تیرے عہد اور وعدہ کی وفا کی درخواست کرتا ہوں اے اللہ اگر تو چاہے تو تیری پرستش نہ ہو۔

آنحضرت ﷺ پر خشوع و خضوع کی ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ بارگاہ خداوندی میں کبھی سربسجود تضرع وابتہال فرماتے اور کبھی سائلانہ اور فقیرانہ ہاتھ پھیلا پھیلا کر فتح و نصرت کی دُعا مانگتے تھے۔ محویت کا یہ عالم تھا کہ دوش مُبارک سے رداء گر گر پڑتی تھی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ میں نے بدر کے دن کچھ قتال کیا اور آپ کی طرف آیا دیکھا کہ آپ سربسجود ہیں اور یَاحَیُّ یَاقَیُّوْم کہتے جاتے ہیں میں لوٹ گیا اور قتال میں مصروف ہو گیا اور کچھ دیر بعد پھر آپ کی طرف آیا پھر اسی حال میں پایا تین مرتبہ اسی حال میں پایا چوتھی بار اللہ نے آپ کو فتح دی۔ (رواہ النسائی والحاکم فتح الباری۔ باب قول اللہ تعالیٰ اذتستغیثون ربکم،) صحیح مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے مجھ سے بیان کیا کہ جب بدر کا دن ہوا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ مشرکین مکّہ ایک ہزار

ہیں اور آپ کے اصحاب تین سو سے کچھ زیادہ ہیں تو آپ عریش (چھپر) میں تشریف لے گئے اور مستقبل قبلہ ہو کر بارگاہ خداوندی میں دُعاء کے لئے ہاتھ پھیلائے

اَللّٰھُمَّ اَنْجِزْلِی مَاوعدتنی اَللّٰھُم ان تھلك ہذہ العصابة من اھل الاسلام لاتعبدفی الارض۔ | اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما۔ اے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین میں تیری پرستش نہ ہوگی۔

اس لئے کہ آپ خاتم النبین ہیں اور یہ اُمت آخری امت ہے اگر خدانخواستہ آپ اور آپ کے صحابہ ہلاک ہوگئے تو پھر زمین پر کوئی اللہ کی عبادت کرنے والا نہ رہے گا، نیز اس دُعا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فتح ونصرت کی دعاء فقط مسلمانوں کی جان بچانے کے لئے نہ تھی بلکہ اس لئے کہ زمین پر اللہ جل جلالہٗ کی عبادت اور بندگی باقی رہے ایسا نہ ہو کہ زمین اللہ کی عبادت سے خالی رہ جائے۔

دیر تک ہاتھ پھیلائے ہوئے یہی دُعا فرماتے رہے کہ اے اللہ اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین پر تیری پرستش نہ ہوگی۔ اسی حالت میں چادر مبارک دوش مبارک سے گر پڑی۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چادر اٹھا کر دوش مبارک پر ڈال دی اور پیچھے سے آکر آپ کی کمر سے چمٹ گئے، یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ ابوبکر نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور عرض کیا:

حَسْبُكَ فَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰی رَبِّكَ | بس کافی ہے تحقیق آپ نے اپنے اللہ کے حضور میں بہت الحاح آہ وزاری کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حق جل وعلا کی عظمت وجلال اور شان استغناء وبے نیازی پر تھی کما قال تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ۔ وقال تعالیٰ وَاللّٰہُ ہُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ اس لئے چشمہائے مبارک سے گریہ وزاری کے چشمے جاری اور رواں تھے۔ لیکن ابوبکر کو آپ کی اس بے تابانہ اور مضطربانہ الحاح وزاری سے یقین آ گیا کہ آپ کی دُعا مستجاب اور مقبول ہوئی، کما قال تعالیٰ:۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْاَرْضِ ط [1]	آیا وہ ذات کہ جو مضطر اور بیقرار کی دعا کو قبول کرتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے اور تم کو زمین میں صاحب تصرف بناتا ہے

غرض یہ کہ صدیق اکبر مقام رجا میں تھے اور آنحضرت ﷺ مقام خوف میں تھے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

شبہ یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ کی طرف سے فتح اور نصرت کا وعدہ تھا تو حضور پُر نور کیوں اس درجہ مضطرب تھے۔

جواب

یہ ہے کہ حق جل شانہ کی طرف سے حق کی فتح و نصرت کا وعدہ مجمل تھا کوئی زمان و مکان اور کوئی واقعہ اور محل معین نہ تھا اور آنحضرت ﷺ کی نظر حق جل وعلا کی شان بے نیازی پر تھی کہ وہ مالک مطلق ہے جو چاہے سو کرے۔ مقام ربوبیت کا ادب یہی ہے کہ باوجود وعدہ برحق کے اُس سے ڈرتا رہے اور یہ سمجھتا رہے کہ کوئی شئی کسی حال میں اس پر واجب نہیں بندہ کا کام مانگنے کا ہے وہ جو کچھ عطا فرمائے وہ اس کا فضل اور انعام ہے اور اگر وعدۂ نصرت کا وقت معیّن بھی ہو تو اس میں یہ احتمال ہے کہ ممکن ہے کہ اس وعدہ کا وقوع اور تحقیق ایسے مخفی اسباب و شرائط پر معلّق ہو جن سے اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت اور مصلحت کی بنا پر اپنے پیغمبروں کو بھی آگاہ نہ کیا ہو کما قال تعالیٰ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ اللہ تعالیٰ پر یہ امر واجب نہیں کہ کسی واقعہ اور کسی وعدہ کے اسباب و شروط سے انبیاء کرام کو آگاہ کرے بسا اوقات حکمت بالغہ کا اقتضاء یہ ہوتا ہے کہ اصل حقیقت سر مکتوم رہے تاکہ بندہ کی نظر سے اللہ کی عظمت اور ہیبت اور شان لا ابالی او جھل نہ ہو جائے۔

اس لئے حضرات انبیاء کرام کا اس طرح کی والہانہ اور مضطربانہ دعا مانگنا۔ اس لئے نہیں ہوتا کہ ان کو وعدۂ خداوندی پر وثوق نہیں ہوتا بلکہ خداوند ذوالجلال کی لا ابالی کا خوف ان پر غالب ہوتا ہے۔ (ماخوذ از مدارج النبوۃ)

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

---

[1] سورۃ النمل آیۃ: ۶۲۔

کفاک مناشدتك ربك فانه سینجزلك ماوعدك	بس اللہ سے آپ کا یہ سوال کافی ہے تحقیق وہ اپنے وعدہ کو ضرور پورا فرمائے گا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ وَمَاجَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّابُشْرٰی وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ج وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ [1]	یاد کرو اس وقت کو کہ جب تم اللہ سے فریاد کر رہے تھے پس اللہ نے تمھاری دعا قبول کی کہ میں تمھاری ایک ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا جو یکے بعد دیگرے آنے والے ہوں گے اور نہیں بنایا اللہ نے اس امداد کو مگر محض تمھاری بشارت اور خوشخبری کے لئے اور اس لئے کہ تمھارے دل مطمئن

ہو جائیں اور حقیقت میں مدد نہیں مگر اللہ کی جانب سے بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

صحیح بخاری کی روایت میں ہے، آپ اس وقت عریش (چھپّر) سے باہر تشریف لائے اور زبان مبارک پر یہ آیت تھی۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ [2]	عنقریب کافروں کی یہ جماعت شکست کھائے گی اور پشت پھیر کر بھاگے گی۔

ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ دعا مانگتے مانگتے آپ پر نیند طاری ہوگئی، تھوڑی دیر بعد آپ بیدار ہوئے اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔

ابشر یا ابابکر اتاك نصر اللّٰه ہذا جبریل اٰخذ بعنان فرسه یقوده علی ثنا یاه الغبار [3]	اے ابو بکر تجھ کو بشارت ہو تیرے پاس اللہ کی مدد آ گئی۔ یہ جبریل امین گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے ہیں دانتوں پر ان کے غبار ہے۔

---

[1] سورۂ انفال، آیہ ۱۰ [2] سورۂ قمر، آیہ ۴۵ [3] فتح الباری ج ۷۔ ص: ۲۲۴۔ عیون الاثر۔ ج ۱۔ ص: ۲۵۵

اہلِ اسلام کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتوں کا نزول

اوّل حق تعالیٰ نے ایک ہزار اور پھر تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتے مسلمانوں کی امداد کے لئے اتارے۔

نکتہ: چونکہ اس جنگ میں کفار و مشرکین کے امداد کے لئے ابلیس لعین اپنا لشکر لے کر حاضر ہوا اس لئے حق جل وعلا نے مسلمانوں کی امداد کے لئے جبرئیل ومیکائیل واسرافیل کی سرکردگی میں آسمان سے اپنے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا چونکہ شیطان خود سراقہ بن مالک کی شکل میں اور اُس کے لشکر کے لوگ بنی مدلج کے مردوں کی شکل میں ظاہر ہوئے (جیسا کہ دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے) [1]

اسی وجہ سے فرشتے بھی مردوں ہی کی شکل میں نمودار ہوئے جیسا کہ علامہ سہیلی اور امام قرطبی نے تصریح کی ہے۔[2]

اور جن حضرات کی امداد اور اعانت کے لئے، آسمان سے فرشتے اترے وہ حضرات اگر چہ صورۃً انسان تھے مگر معنًی فرشتے تھے اور بلاشبہ اس کا مصداق تھے۔

نقش آدم لیک معنی جبرئیل　　رستہ از جملہ ہواؤ قال وقیل

ابو اُسَید ساعدی رضی اللہ عنہ (جو صحابہ بدریین میں سے ہیں) فرماتے ہیں کہ بدر کے دن فرشتے زرد رنگ کے عماموں میں اُترے شملے مونڈھوں کے درمیان چھوڑے ہوئے تھے۔(رواہ ابن جریر باسناد حسن) اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے زبیر بن عوام سے روایت کیا ہے اور زبیر رضی اللہ عنہ خود بھی بدر کے دن زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کے عماموں کا رنگ سیاہ تھا اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ سفید تھا۔

حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ صحیح روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عماموں کا رنگ زرد تھا سیاہ اور سفید رنگ کے بارے میں جس قدر بھی روایتیں ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔[3]

---

[1] الخصائص الکبریٰ۔ ج:۱،ص:۲۰۴　[2] روض الانف۔ ج:۲،ص:۸۸۔　[3] زرقانی، ج:۱،ص:۴۲۴۔

نکتہ: عجب نہیں کہ فرشتوں کے عماموں کا رنگ زرد۔ مسلمانوں کے فرحت ومسرت کے لئے رکھا گیا ہو اس لئے کہ زرد رنگ کو دیکھ کر فرحت ومسرت ہوتی ہے کما قال تعالیٰ:

صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِيْنَ [1]	دیکھنے والوں کو فرحت اور مسرت بخشتا ہے

الحاصل حق جل شانہ نے مسلمانوں کی امداد کے لئے فرشتوں کا لشکر آسمان سے نازل فرمایا۔ اوّل تو ملائکہ کا فقط نزول ہی موجب خیر وبرکت تھا۔ جیسے غزوۂ حنین میں فقط ملائکہ کا نزول ہی فتح کا باعث ہوا۔ کما سیاتی انشاء اللہ تعالیٰ

دوسرا انعام حق تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ مسلمانوں کو روحانی طور پر تقویت پہنچائیں۔ کما قال تعالیٰ۔

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔	اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں پس تم اہل ایمان کو ثبات اور استقامت میں قوت پہنچاؤ۔

جس طرح حق تعالیٰ نے شیطان کو دلوں میں وسوسے ڈالنے کی قدرت دی ہے اسی طرح ملائکہ مکرمین کو دلوں میں نیک باتوں کے القاء کی قدرت عطا فرمائی ہے جس کو لمہ اور الہام کہتے ہیں۔ سو فرشتوں نے مسلمانوں کے دلوں میں خداوند ذوالجلال سے سرکشی کرنے والوں کے مقابلہ میں سرفروشی اور جانبازی کا القاء کیا کہ تم اللہ اور اُس کے رسول سے بغاوت کرنے والوں کے مقابلہ میں ثابت قدم رہو نِعْمَ الْمَوْلٰى اور نِعْمَ النَّصِيْرُ تمھارا حامی اور مددگار ہے اور اُس کے فرشتوں کا لشکر تمھاری پشت پناہی کے لئے حاضر ہے۔ پھر کیا فکر اور کیا غم ہے اور فتح وشکست کا مدار دلوں کی قوت اور ضعف پر ہے اس طرح مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کر دیا۔

تیسرا انعام حق تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ فرشتوں کو مسلمانوں کے دشمنوں سے جہاد اور قتال کا حکم دیا۔

---

[1] سورۂ بقرہ، آیۃ: ۶۹

چوتھا انعام یہ فرمایا کہ فرشتوں کو ان کا معین اور مددگار بنایا، اصل جہاد کرنے والے صحابہ تھے، فرشتے ان کے تابع تھے، جیسا کہ مدکم کا لفظ اس طرف اشارہ کرتا ہے۔

پانچوں انعام یہ فرمایا کہ کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈالا کما قال تعالیٰ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ۔

فرشتوں کو طریقہ جہاد وقتال کی تعلیم

فرشتوں کو چونکہ آدمیوں کے قتل کا طریقہ معلوم نہ تھا اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے ان کو قتل کا طریقہ بتلایا۔

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔ [1] | اے فرشتو پس مارو کافروں کی گردنوں پر اور کاٹ دو ان کے ہر پور کو۔

ربیع بن انس سے مروی ہے کہ بدر کے دن فرشتوں کے مقتولین انسانوں کے مقتولین سے علیحدہ طور پر پہچانے جاتے تھے۔ مقتولین ملائکہ کے گردنوں اور پوروں پر آگ کے سیاہ نشان تھے۔ (فتح الباری باب شہود الملائکۃ ببدر)

صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مسلمان مرد ایک مشرک کے پیچھے دوڑا اوپر سے ایک کوڑے اور سوار کی آواز سنائی دی کہ اے [2] حیزوم آگے بڑھ۔ اس کے بعد جو اس مشرک پر نظر پڑی تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ مشرک زمین پر چت پڑا ہوا ہے۔ اور اس کی ناک اور چہرہ کوڑے کی ضرب سے پھٹ کر نیلا ہو گیا ہے۔

انصاری نے آکر یہ تمام واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا آپ نے سن کر فرمایا تو نے سچ کہا۔ یہ تیسرے آسمان کی امداد تھی۔ [3]

صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے لئے یہ ارشاد فرمایا:

---

[1] سورۂ انفال، آیہ: ۱۲ [2] حیزوم حضرت جبرئیل کے گھوڑے کا نام ہے۔ ۱۲ زرقانی ص ۴۱۶ ج ۱ [3] فتح الباری ج: ۷، ص: ۲۴۲۔

ہذا جبرئیل آخذ برأس فرسه علیه اداة الحرب۔ (بخاری شریف باب شہود الملائکہ بدرا۔)	یہ ہیں جبرئیل جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں سامانِ جنگ سے آراستہ ہیں۔

سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بدر کے دن ہم نے یہ دیکھا کہ ہم میں کا کوئی شخص جب مشرک کی طرف اشارہ کرتا ہے تو قبل اس کے کہ تلوار اس تک پہنچے اس کا سر کٹ کر زمین پر گر جاتا ہے، حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اور ان کے تلمیذ بیہقی نے اور نیز ابونعیم نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔[1]

سہل بن سعد راوی ہیں کہ ابواسید نے مجھ سے یہ کہا کہ اے بھتیجے اگر میں اور تو بدر میں ہوتے تو میں تجھ کو وہ گھاٹی دکھلاتا جہاں سے فرشتے ہماری امداد کے لئے برآمد ہوئے تھے جس میں کوئی شک اور شبہ نہیں (رواہ الطبرانی وفیہ سلامۃ بن روح وثقہ ابن حبان وضعفہ غیرہ لغفلۃ فیہ۔)

الحاصل جنگ بدر میں مسلمانوں کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتوں کا نازل ہونا اور پھر مسلمانوں کے ساتھ ہو کر ان کا جہاد وقتال کرنا۔ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے صراحۃً ثابت ہے جس میں کسی کے انکار اور شبہ کی گنجائش نہیں۔

فرشتوں کا گھوڑوں پر سوار ہونا یہ بھی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے بعض روایات میں ہے کہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔[2]

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ملائکہ نے سوائے بدر کے اور کسی اور موقعہ پر قتال نہیں کیا۔ ہاں مسلمانوں کی فقط تائید اور تقویت اور تکثیر جماعت اور سکینت وطمانیت کیلئے فرشتوں کا نازل ہونا دوسرے مواقع میں بھی ثابت ہوا ہے۔ مثلاً غزوۂ حنین میں ملائکہ کا نزول سورۂ توبہ میں مذکور ہے، کما قال تعالیٰ:

وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔	اور ایسے لشکر اتارے جن کو تم نہیں دیکھتے تھے۔

---

[1] زرقانی۔ ج:۳، ص:۴۲۷ [2] زرقانی۔ ج:۳، ص:۴۲۷

مگر بخاری اور مسلم کی ایک حدیث میں غزوۂ احد میں بھی جبرئیل و میکائیل کا قتال کرنا مذکور ہے لیکن وہ قتال تمام مسلمانوں کی طرف سے نہ تھا۔ صرف ذات بابرکات علیہ افضل الصلوات والتحیات کی حمایت وحفاظت کے لئے تھا۔[1]

نکتہ: چونکہ یہ عالم۔ عالم اسباب ہے، اس لئے حق جل وعلا نے عالم اسباب کی رعایت سے۔ فرشتوں کو لشکر کی صورت میں مسلمانوں کی امداد کے لئے نازل فرمایا ورنہ ایک ہی فرشتہ سب کے لئے کافی تھا۔ اصل فاعل تو اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر اس عالم میں اس کی قدرت کا ظہور اسباب اور وسائط کے ذریعہ سے ہوتا ہے اس لئے عالم اسباب کے طریقے کے مطابق فرشتوں کا ایک لشکر مسلمانوں کی مدد کے لئے بھیجا۔[2]

رسول اللہ ﷺ عریش سے باہر تشریف لائے اور جہاد وقتال کی ترغیب دی اور فرمایا کہ قسم اُس ذات پاک کی کہ جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے آج جو شخص صبر وتحمل اخلاص اور صدق نیت کے ساتھ اللہ کے دشمنوں سے سینہ سپر ہو کر جہاد کرے گا اور پھر اللہ کی راہ میں مارا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائے گا۔

عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اس وقت کچھ کھجوریں تھیں جن کے کھانے میں مشغول تھے۔ یکا یک جب یہ کلمات طیبات ان کے کان میں پہنچے تو سنتے ہی بول اٹھے۔

بخ بخ انما بینی وبین ان ادخل الجنة الا ان یقتلنی هؤلاء	واہ۔ واہ میرے اور جنت کے مابین فاصلہ ہی کیا رہ گیا مگر صرف اتنا کہ یہ مجھکو قتل کرڈالیں۔

اور کھجوریں ہاتھ سے پھینکدیں اور تلوار لے کر جہاد شروع کیا اور کرد نا شروع کیا یہاں تک کہ شہید ہوئے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔[3]

عوف بن حارث[4] نے عرض کیا۔

---

[1] ایضا: ج ۱، ص: ۴۲۵ [2] فتح الباری، ج ۷، ص: ۲۴۳ [3] ابن ہشام۔ ج ۲، ص: ۱۸۔ طبقات ابن سعد ج ۳۔ ص: ۲۶ [4] باپ کا نام حارث اور ماں کا نام عفراء ہے یعنی معاذ اور معوذ کے بھائی ۱۲۔

یارسول اللّٰہ مایضحک الربّ من عبدہ [1]	یارسول اللہ پروردگار کو بندہ کی کیا چیز ہنساتی ہے۔ یعنی خوش کرتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بندہ کا برہنہ ہوکر خدا کے دشمن کے خون سے اپنے ہاتھ کو رنگ دینا۔

عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سنتے ہی زرہ اتار کر پھینک دی اور تلوار لے کر قتال شروع کیا یہاں تک کہ شہید ہوگئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ابوجہل کی دعا اور لوگوں کو جنگ کے لئے جوش لانا

عتبہ اور شیبہ اور ولید کے قتل ہو جانے کے بعد۔ ابوجہل نے لوگوں کو یہ کہہ کر ہمت اور جرأت دلائی اور جنگ پر آمادہ کیا۔

اے لوگو۔ عتبہ اور شیبہ اور ولید کے قتل ہونے سے گھبراؤ نہیں ان لوگوں نے عجلت سے کام لیا قسم ہے لات اور عزّیٰ کی ہم اس وقت تک ہرگز واپس نہ ہوں گے جب تک ہم اُن کو رسّیوں میں نہ باندھ لیں گے۔

اور اُس کے بعد ابوجہل نے اللہ سے یہ دعا مانگی۔ اے اللہ ہم میں سے جو قرابتوں کا قطع کرنے والا اور غیر معروف امور کا مرتکب ہو اس کو ہلاک فرما۔ اور ہم میں سے جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو آج اس کو فتح اور نصرت دے۔

اس پر اللہ جل جلالہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ط وَاِنْ	اگر تم فتح طلب کرتے تھے تو دیکھ لو تمہارے سامنے فتح آگئی اب اگر آئندہ کو باز آگئے تو

---

[1] یعنی جس امر سے بندہ کو خداوند ذوالجلال کی انتہائی رضامندی حاصل ہو۔ جس مقام پر خوشنودی کے ساتھ بشارت وکرامت مسرت ومحبت کا اظہار مقصود ہو وہاں بجائے رضا کے ضحک کا استعمال ہوتا ہے تاکہ انتہائی خوشنودی اور انتہائی رضامندی اور غایت محبت پر دلالت کرے اس لئے کہ آقا بسا اوقات اپنے خادم سے راضی ہوتا ہے۔

مگر اس کا اظہار نہیں کرتا ضحک کا لفظ خوشنودی اور اس کے اظہار دونوں پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کے حق میں حدیث میں آیا ہے۔

اللّٰهم الق طلحة يضحك اليك وتضحك اليه	اے اللہ طلحہ سے اس حال میں ملاقات فرما کہ وہ تجھ کو دیکھ کر ہنسے اور تو اس کو دیکھ کر ہنسے۔

یعنی ایسی ملاقات فرما کہ جو انتہائی رضامندی اور انتہائی محبت کو ظاہر کرتی ہو۔ ضحک خداوندی کے یہ معنی ہیں خوب سمجھ لو (روض الانف ص ۶۹ ج ۲)

تَعُوۡدُوۡا نَعُدۡ وَلَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡكُمۡ فِئَتُكُمۡ شَيۡـئًا وَّلَوۡ كَثُرَتۡ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝ ؎۱	تمھارے لئے بہتر ہے اور تمھاری جماعت ذرہ برابر تمھارے کام نہ آئیگی اگرچہ وہ جماعت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ اور تحقیق اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

(اخرجہ ابن اسحاق والحاکم وصححہ والبیہقی عن عبداللہ بن ثعلبۃ بن صعیر خصائص کبریٰ ص ۲۰۳ ج ازادالمعادص ۸۹ ج ۲ وقال ابن کثیر۔ اخرجہ الامام احمد والنسائی ورواہ الحاکم ثم قال صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ۔ البدایۃ والنہایۃ ص ۲۸۲ ج ۳)

دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوجہل کی دعاء کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا۔ اے پروردگار اگر (خدانخواستہ) یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین میں کبھی تیری پرستش نہوگی۔ ایک طرف ابوجہل دعا مانگ رہا تھا اور دوسری طرف آنحضرت ﷺ مشغول دعاء تھے اس کے بعد فریقین میں گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔ اس وقت آں حضرت ﷺ عریش (چھپّر) سے باہر تشریف لائے اور صحابہ کو جہاد وقتال کی ترغیب دی اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص خدا کی راہ میں مارا جائے گا حق تعالیٰ اس کو جنّت میں داخل فرمائے گا۔؎۲

بعد ازاں آنحضرت ﷺ نے جبرئیل امین کے اشارے سے ایک مشت خاک؎۳ لے کر مشرکین کے چہروں پر پھینک ماری اور صحابہ کو حکم دیا کہ کافروں پر حملہ کرو مشرکین میں کوئی بھی ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ اور ناک اور مُنہ میں یہ مٹی نہ پہنچی ہو۔

خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس مشتِ خاک میں کیا تاثیر تھی کہ اس کے پھینکتے ہی دشمن بھاگ اُٹھے، اسی بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَا رَمَيۡتَ اِذۡ رَمَيۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۝ ؎۴	اور نہیں پھینکی وہ مشت خاک آپ نے جس وقت کہ آپ نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی۔

؎۱ سورۂ انفال، آیۃ: ۱۹۔ ؎۲ زرقانی۔ ج: ۱۔ ص: ۴۲۷، تاریخ ابن الاثیر ج: ۲، ص: ۴۷ ؎۳ مشت خاک کے پھینکنے کا واقعہ معجم طبرانی میں حکیم ابن حزام اور عبداللہ بن عباس سے مروی ہے حافظ ہیثمی فرماتے ہیں کہ حکیم بن حزام کی روایت کی سند حسن ہے اور ابن عباس کے روایت کے رجال۔ بخاری کے رجال ہیں۔ مجمع الزوائد ص ۸۴ ج ۶

؎۴ سورۂ انفال، آیۃ: ۱۷

یعنی ظاہراً اگرچہ آپ نے ایک مٹھی خاک کی پھینکی لیکن ایک ہزار لشکر جرار کے ہر فرد کی آنکھ اور ناک میں اُس مُشت خاک کے ریزوں کا پہنچانا آپ کا کام نہ تھا بلکہ یہ اللہ کا کام اور اس کی کی قدرت کا ایک کرشمہ تھا۔

جب جنگ کی شدت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ شاہت الوجوہ (یہ چہرے خراب ہوئے) پڑھ کر ایک مٹھی سنگریزے قریش کی طرف پھینکے اور صحابہ کو حملہ کا حکم دیا۔

ایک لمحہ کی مہلت اور ایک لحظہ کا وقفہ نہ گزرا کہ اعداء اللہ کے چہروں پر حسی اور معنوی ذلت کا غبار چھا گیا اور آنکھیں ملنے لگے۔ اُدھر مسلمانوں نے دھاوا بول دیا۔ ابنِ شہاب زہری اور عروۃ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مشتِ خاک کی عجب شان بنائی ہر شخص سرنگوں اور حیران تھا کہ کہاں اور کدھر جائے۔

مشتِ خاک کا پھینکنا تھا کہ کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہوگیا اور بڑے بڑے بہادر اور جانباز قتل اور قید ہونے لگے اور مسلمان، خدا کے دشمنوں کے قتل کرنے اور گرفتار کرنے میں مشغول ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ عریش میں تشریف فرما تھے اور سعد بن معاذ دروازہ پر تلوار لے کر ذات قدسی صفات اور مَلَکی سِمات علیہ افضل الصلوات والتحیات کی حفاظت کر رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ قریش کو گرفتار کرنے میں مشغول ہیں۔ اور سعد بن معاذ کے چہرہ پر ناگواری کے آثار اس درجہ نمایاں ہیں، کہ گویا کراہتہ اور ناگواری کوئی محسوس شئی ہے جو سعد کے چہرہ میں رکھی ہوئی نظر آتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے سعد غالباً تجھ کو قریش کا گرفتار کرنا۔ ناگوار ہے۔ سعد نے عرض کیا۔

اجل واللّٰہ یا رسول اللّٰہ کانت اوّل وقعۃ اوقعھا اللّٰہ تعالٰی باھل الشرک فکان الاثخان فی القتل احب الی	ہاں۔ خدا کی قسم یا رسول اللہ یہ پہلا حادثہ ہے۔ جو اللہ تعالٰے نے اہل شرک پر نازل فرمایا میرے نزدیک خدا کے ساتھ شرک کرنے والوں کا قتل اور خونریزی ان کے

۱؎ یہ ترجمہ کلمہ فا کا ہے اس لئے کہ روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں:۔
فولو امد برین اور فانھزموا اور کلمہ فا باجماع ائمہ نحو تعقیب بلا مہلت کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم ۱۲

من استبقاء الرجال۔ (سیرۃ ابن ہشام ص ۱۸ ج ۲)	زندہ چھوڑنے سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔

جن کے قلوب حق جل وعلا کی توحید وتفرید سے لبریز ہو چکے ہوں اُن کے دلوں میں خدا کے ساتھ شرک کرنے والوں کے لئے کہاں گنجائش ہوسکتی ہے۔

نیز تخلق باخلاق اللہ کا اقتضاء بھی یہی ہے کہ شرک کو معاف نہ کیا جائے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَایَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَیَغۡفِرُ مَادُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَمَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدِ افۡتَرٰۤی اِثۡمًا عَظِیۡمًا۔ [1]	تحقیق اللہ تعالیٰ شرک معاف نہیں کرتا البتہ جو گناہ شرک سے کم درجہ کا ہو اس کو معاف کر دیتا ہے جس کے لئے چاہے اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے اس نے بڑے ہی جرم کا ارتکاب کیا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیشتر ہی یہ ارشاد فرمایا تھا کہ کچھ لوگ بنی ہاشم اور دیگر قبائل کے رضاء اور رغبت سے نہیں بلکہ قریش کے محض جبر اور اکراہ سے آئیں ہیں۔ ان کو قتل نہ کیا جائے۔ ہمیں ان سے قتل وقتال کی ضرورت نہیں لہٰذا تم میں سے جو شخص ابوالبختری بن ہشام اور عباس بن عبدالمطلب کو پائے تو قتل نہ کرے اس لئے صحابہ بجائے قتل کے ان لوگوں کی گرفتاری کے درپے رہے۔

چنانچہ مجذر بن زیاد انصاری نے جب ابوالبختری کو دیکھا تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو تیرے قتل سے منع کیا ہے۔

ابوالبختری [2] کے ساتھ ایک رفیق تھا جو مکہ سے اس کے ساتھ آیا تھا جس کا نام جُنادۃ بن مَلیحہ تھا۔ ابوالبختری نے کہا میرا رفیق بھی۔ مجذرؓ نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم ہم تیرے رفیق کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے، رسول اللہ ﷺ نے ہم کو صرف تیری بابت حکم دیا ہے ابو البختری نے کہا خدا کی قسم یہ مجھ سے ممکن نہیں کہ میں اپنے ساتھی کو چھوڑ دوں۔ کل کو مکہ کی

---

[1] سورۂ نساء، آیۃ ۴۸۔

[2] ابوالبختری اگرچہ مشرف باسلام نہ ہوئے لیکن مکہ میں آپ کے حامی اور مددگار رہے۔ آنحضرت ﷺ کو ابوالبختری کی طرف سے کبھی کوئی ناگواری پیش نہیں آئی۔ اور مقاطعہ اور ظالمانہ صحیفہ کے نقض میں پیش قدمی کی ۱۲ سیرۃ ابن ہشام ص ۱۵ ج ۲ البدایۃ والنہایۃ ص ۲۸۵ ج ۲

عورتیں مجھ کو یہ طعنہ دیں گی کہ فقط اپنی جان بچانے کے لئے اپنے رفیق کو چھوڑ دیا۔ اور یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ کے لئے آگے بڑھا۔

لَن یُسْلِمَ اِبن حُرَّۃٍ زَمِیلَہٗ ⁝ حتی یموتَ اویریٰ سَبِیْلَہٗ

ایک شریف زادہ اپنے رفیق کی اعانت اور دستگیری سے کبھی دستکش نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ مرجائے یا اپنا راستہ دیکھے۔

ابوالبختری کا مقابلہ پر آنا تھا کہ مجذر رضی اللہ عنہ کی تلوار نے کام تمام کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

والذی بعثك بالحق لقد جهدت ان يستاسر فآتيك به فابى الا ان يقاتلنى فقاتلته فقتلته ⁝ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا البتہ تحقیق میں نے پوری کوشش کی کہ ابوالبختری قید ہو جائے اور میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کردوں لیکن وہ نہ مانا یہاں تک مقاتلہ اور مقابلہ کیا تو میں نے اس کو قتل کر دیا۔

اُمیّہ بن خلف اور اس کے بیٹے کا قتل

اُمیّہ بن خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھا جس وقت جنگ بدر کا کوئی وہم وگمان بھی نہ تھا۔ اس وقت سعد بن معاذ کی زبانی مکّہ ہی میں اپنے قتل کی پیشین گوئی سن چکا تھا۔ اس لئے بدر کے موقع پر جنگ میں شریک ہونے سے جان چراتا ابوجہل نے یہ کہہ کر

اَدْرِکُوْا عِیْرَکُمْ ⁝ اپنے تجارتی قافلہ کی خبر لو (یعنی قافلہ ابی سفیان کی)

لوگوں کو جنگ کے لئے آمادہ کیا اُمیہ نے پہلوتہی کی۔ ابوجہل نے کہا اے ابوصفوان

آپ اس وادی کے سردار ہیں، آپ کی پہلوتہی کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی پہلوتہی کریں گے۔ ابوجہل برابر اصرار کرتا رہا۔ اُمیّہ جب مجبور ہوگیا تو یہ کہا کہ خدا کی قسم میں ایک نہایت عمدہ بہادر تیز رواونٹ خریدوں گا تا کہ جب موقع ملے تو راستہ ہی سے واپس آجاؤں اور اپنی بیوی اُمِّ صفوان سے جا کر کہا کہ سفر کا سامان تیار کردے۔ ام صفوان نے کہا کیا تم کو اپنے یثربی بھائی کا قول (کہ تم محمد ﷺ کے اصحاب کے ہاتھ سے مارے جاؤ گے) یاد نہیں رہا۔ امیہ نے کہا کیوں نہیں، خوب یاد ہے میرا ارادہ جانے کا نہیں تھوڑی دور تک ساتھ جاتا ہوں اور پھر موقع پا کر واپس ہوجاؤں گا، اسی طرح تمام منزلیں طے کرتا ہوا بدر تک پہنچ گیا۔ (بخاری شریف باب من یقتل ببدر۔)[1]

جب بدر کے میدان میں آیا تو بلال رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی جن کو اُمیہ مکّہ میں گرم پتھّروں پر لٹایا کرتا تھا۔ بلال نے امیہ کو دیکھتے ہی انصار کو للکارا۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، زمانۂ جاہلیت سے اُمیّہ کے دوست تھے، وہ یہ چاہتے تھے کہ اُمیہ قتل نہو بلکہ گرفتار اور اسیر ہوجائے (شاید اللہ تعالیٰ اس بہانہ سے اس کو ہدایت نصیب فرمائے اور ہمیشہ کے عذاب سے نجات پائے)

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں کچھ زرہیں تھیں جو کافروں سے چھینی تھیں۔ ان کو تو زمین پر ڈال دیا اور اُمیہ اور اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بلال نے دیکھ کر آواز دی پکڑو کفر کے سردار امیہ کو نہ بچوں میں اگر اُمیہ بچ جائے۔ انصار یہ آواز سنتے ہی دوڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے اُمیہ کے بیٹے کو آگے کردیا انصار نے اس کو قتل کردیا اور اُمیہ کی طرف دوڑے عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیہ کے اُوپر لیٹ گئے مگر انصار نے اسی حالت میں پیروں کے نیچے سے تلواریں چلا کر اُمیہ کو قتل کیا جس سے عبدالرحمٰن کے پیر پر زخم آیا اور مدّتوں تک اس زخم کا نشان باقی رہا۔

عبدالرحمٰن بن عوف فرمایا کرتے تھے خدا بلال پر رحم فرمائے میری زرہیں بھی گئیں اور میرے قیدی بھی ہاتھ سے گئے (صحیح بخاری کتاب الوکالۃ)

---

[1] فتح الباری ج:۷، ص:۳۲۱

ابو جہل عدوُّ اللہ۔ فرعونِ اُمّت رسول اللہ کا قتل

عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن صف میں کھڑا تھا اچانک نظر جو پڑی تو دیکھتا کیا ہوں کہ میرے دائیں بائیں انصار میں کے دو نوجوان ہیں۔ اس لئے مجھ کو اندیشہ ہوا (کہ لوگ آکر مجھکو دو لڑکوں کے درمیان کھڑا دیکھ کر نہ آگھیریں)

اسی خیال میں تھا کہ ایک نے آہستہ سے کہا اے چچا مجھکو ابو جہل دکھاؤ کہ کونسا ہے میں نے کہا اے میرے بھتیجے ابو جہل کو دیکھ کر کیا کرو گے اس نوجوان نے کہا میں نے اللہ سے یہ عہد کیا ہے کہ اگر ابو جہل کو دیکھ پاؤں تو اس کو قتل کر ڈالوں، یا خود مارا جاؤں اس لئے کہ مجھ کو خبر ملی ہے کہ ابو جہل رسول اللہ ﷺ کو سب وشتم کرتا ہے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر اس کو دیکھ پاؤں تو میرا سایہ اس کے سایہ سے جدا نہ ہوگا یہاں تک کہ ہم میں سے جس کی موت پہلے مقدر ہو چکی ہے نہ مر جائے۔

اُن کی یہ گفتگو سُن کر دل سے یہ آرزو جاتی رہی کہ کاش میں بجائے دو لڑکوں کے دو مَردوں کے مابین ہوتا میں نے اشارہ سے ابو جہل کو بتایا سنتے ہی۔ شکرے اور باز کی طرح ابو جہل پر دوڑے اور اس کا کام تمام کیا۔ (بخاری شریف کتاب الجہاد باب من لم یخمس الاسلاب، و بخاری شریف جلد دوم باب غزوۂ بدر)

یہ دونوجوان عفراء کے بیٹے[1] معاذ اور معوّذ تھے۔

عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن ابی بکر بن حزم۔ معاذ بن عمرو بن الجموح سے راوی ہیں کہ میں ابو جہل کی تاک میں تھا۔ جب موقع پڑا تو اس زور سے تلوار کا وار کیا کہ ابو جہل کی ٹانگ کٹ گئی۔

ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے (جو فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے) باپ کی حمایت میں

---

[1] صحیح بخاری کی روایت جو غزوۂ بدر کے بیان میں مذکور ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اور معوذ عفراء کے بیٹے ابو جہل کے قاتل تھے لیکن کتاب الجہاد کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن الجموح تھے۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ عفراء کے بیٹوں کے ساتھ معاذ بن عمرو بن الجموح بھی شریک قتل تھے بلکہ معاذ بن عمرو بن الجموح ہی نے قتل میں زیادہ حصہ لیا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے سلب معاذ بن عمرو بن الجموح ہی کو دلوایا۔ (کذافی فتح الباری ص ۲۳۰ ج ۷ غزوۂ بدر و فتح الباری ص ج ۶ من لم یخمس الاسلاب و زرقانی ص ۴۲۸ ج ۱)

معاذ کے شانہ پر اس زور سے تلوار ماری کہ ہاتھ کٹ گیا لیکن تسمہ لگا رہا ہاتھ بیکار ہو کر لٹک گیا مگر سبحان اللہ معاذ شام تک اسی حالت میں لڑتے رہے۔ جب ہاتھ کے لٹکنے سے تکلیف زیادہ ہونے لگی تو ہاتھ کو قدم کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا کہ وہ تسمہ علیحدہ ہو گیا۔ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔ مگر معوّذ بن عفراء ابو جہل سے فارغ ہو کر لڑائی میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ جام شہادت نوش فرمایا۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

فتح کے بعد ابو جہل کی لاش کی تلاش

ابو جہل اگر چہ زخمی خوب ہو چکا تھا لیکن زندگی کی رمق ابھی کچھ باقی تھی۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا کہ ہے کوئی کہ ابو جہل کی خبر لائے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کر لاشوں میں تلاش کیا، دیکھا کہ ابھی اس میں کچھ رمق باقی ہے۔

یہ بخاری کی روایت ہے۔ ابنِ اسحاق اور حاکم کی روایت میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو جہل کی گردن پر پیر رکھ کر یہ کہا۔

اخزاك الله یاعدو الله	ذلیل اور رسوا کیا تجھکو اللہ نے اے اللہ کے دشمن۔

اور بعد ازاں اُس کا سر کاٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر لا کر ڈال دیا اور یہ عرض کیا:

ہذا راس عدو الله ابی جهل[1]	یہ سر ہے اللہ کے دشمن ابو جہل کا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰہِ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّاهُوَ۔	قسم ہے اُس خدا کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں کیا یہ ابو جہل ہی کا سر ہے۔

میں نے عرض کیا:

نعم والله الذی لااله غیره	ہاں قسم ہے اُس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ ابو جہل ہی کا سر ہے۔

[1] وعن عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما قتل ابو جہل حمل راسہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ ابن ماجہ بسند جید ۱۲ زرقانی ص ۱۳ ج ۲

آپ نے اللہ کا شکر کیا اور تین مرتبہ زبان مبارک سے یہ فرمایا:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِی اعز الاسلام وَاَهله۔ ؎ | حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے اسلام کو اور اسلام والوں کو عزت بخشی۔

بعض روایات میں ہے کہ آپ نے سجدۂ شکر بھی ادا فرمایا (عمدۃ القاری باب قتل ابی جہل)

اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے (اس شکریہ میں) ایک دوگانہ پڑھا۔ (رواہ ابن ماجہ عن عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ؎

ایک روایت میں عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں ابو جہل کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا ابو جہل نے آنکھیں کھولیں اور کہا اے بکریوں کے چرانے والے البتہ تو بہت اونچے مقام پر چڑھ بیٹھا ہے۔ میں نے کہا۔

الحمدلله الذی مکننی من ذلك | حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھکو یہ قدرت دی۔

پھر کہا کس کو فتح اور غلبہ نصیب ہوا میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو، پھر کہا تیرا کیا ارادہ ہے میں نے کہا تیرا سر قلم کرنے کا۔ کہا کہ اچھا یہ میری تلوار ہے اس سے میرا سر کاٹنا یہ بہت تیز ہے تیری مراد اور مدعا کو جلد پورا کرے گی اور دیکھو میرا سر شانوں کے پاس سے کاٹنا تاکہ دیکھنے والوں کی نظروں میں مہیب (ہیبتناک) معلوم ہو۔

اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف واپس ہو تو میرا یہ پیام پہنچا دینا کہ میرے دل میں بہ نسبت گزشتہ کے آج کے دن تمہاری عداوت اور بغض کہیں زیادہ ہے ابن مسعود فرماتے ہیں کہ بعد ازاں میں نے اس کا سر قلم کیا اور لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یارسول اللہ یہ اللہ کے دشمن ابو جہل کا سر ہے اور اس کا پیام پہنچایا۔ آپ نے اللہ اکبر کہا۔ اور فرمایا کہ یہ میرا اور میری امت کا فرعون تھا جس کا شر اور فتنہ موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کے شر اور فتنہ سے کہیں بڑھ کر تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے فرعون نے مرتے وقت تو ایمان کا کلمہ پڑھا مگر اس امت کے فرعون نے مرتے وقت بھی کفر اور تکبر ہی کے کلمات کہے اور ابو جہل کی تلوار ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی۔ (کذا فی شرح السیر الکبیر الامام السرخسی ص ۷ ج ۲)

؎ فتح الباری ج ۷، ص: ۲۳۰ ؎ البدایۃ والنہایۃ: ج ۳، ص ۱۸۹

یعنی جس طرح نبی اکرم ﷺ فضائل وکمالات میں تمام انبیاء ومرسلین (صلوات اللّٰہِ عَلَیہِمْ اَجْمَعِیْن) سے افضل و برتر تھے۔ اسی طرح آپ کی اُمّت کا فرعون تمام اُمم کے فراعنہ سے کفر اور شقاوت میں بڑھ کر تھا کہ مرتے وقت بھی اُس کی آنکھ نہ کھلی اور سکراتِ موت نے بھی اس کے کفر اور تکبر کو متزلزل نہ کیا بلکہ کفر اور تکبّر میں اور اضافہ ہوگیا۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک آمین)

(**نکتہ**) ابن عبّاس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس رات رسول اللہ ﷺ نے جنّات کی طرف جانے کا قصد فرمایا تو یہ ارشاد فرمایا:

ليقم معي من لم يكن في قلبهٖ مثقال ذرة من كبر فقام ابن مسعود فحمله رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مع نفسه	میرے ساتھ چلنے کے لئے وہ شخص اُٹھے جس کے دل میں ذرہ برابر تکبّر نہ ہو آپ کے اس ارشاد کے بعد ابنِ مسعودؓ کھڑے ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو اپنے ہمراہ لے گئے۔

(بنایہ شرح الہدایۃ للحافظ العینی ص ۲۸۶ ج ۱)

عجب نہیں کہ ابوجہل کے آخری قتل کی سعادت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس لئے حاصل ہوئی ہو کہ یہ اللہ کے خاص بندے تھے جن کا قلب تکبّر اور غرور کے شوائب سے پاک اور منزہ تھا[1] اور ابوجہل غرورِ مجسّم اور سراپا تکبّر تھا جس کے قلب میں جزلاتجزیٰ کے مقدار بھی تواضع کا نام ونشان نہ تھا۔

اس لئے ابوجہل کا قتل حق جل وعلا نے ایسے مُبارک اور مسعود شخص کے ہاتھ سے مقدر فرمایا کہ جو اللہ کا ایسا خاص بندہ ہو کہ جس کے قلب میں ذرّہ برابر بھی غرور اور تکبّر نہ ہو، واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم رضی اللہ تعالیٰ عن عبداللہ ابن مسعود وارضاہ وجزاہ عن الاسلام مایحبہ ویرضاہ آمین

(**فائدہ**)۔ ابوجہل[2] کا اصلی لقب ابوالحَکَم تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل کا لقب

---

[1] شاید اسی وجہ سے عہد صحابہ اور تابعین میں جب بلا کسی قید اور نسبت کے عبداللہ بولا جاتا تھا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مراد لئے جاتے تھے کہ ان میں عبدیت کی ایک خاص شان تھی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

[2] ابوجہل میں لفظ ابو مضاف ہے اور جہل مضاف الیہ اور نکرہ ہے جس میں کسی قسم کی تعیین نہیں اس لئے اس کی تشریح جہل مطلق کے لفظ سے کردی گئی ۱۲۔

عطا فرمایا۔ (فتح الباری باب ذکر النبی ﷺ من یقتل ببدر) یعنی جہل مطلق کا باپ اور مربی جب تک زندہ رہا اس وقت تک برابر اس سے ہر قسم کی جہالت کا توالد اور تناسل ہوتا رہا۔

عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ [1] کی لڑتے لڑتے تلوار ٹوٹ گئی، آپ نے ایک چھڑی مرحمت فرمائی جو عکاشہؓ کے ہاتھ میں جاتے ہی تیغ براں بن گئی اسی سے قتال کیا یہاں تک کہ اللہ نے فتح دی۔ اس تلوار کا نام ''عون'' تھا۔ ہر غزوہ میں یہ تلوار ساتھ رہتی [2]۔

عبیدۃ بن سعید بن العاص۔ بدر کے دن غرق آہن تھا سوائے آنکھوں کے کوئی شئی دکھلائی نہیں دیتی تھی۔ حضرت زبیر نے تاک کر اس کی آنکھ میں ایسا نیزہ مارا کہ پار ہو گیا۔ اور وہ فوراً ہی مر گیا۔ حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے اُوپر پیر رکھ کر پوری قوت کے ساتھ نیزہ کھینچا تب نکلا لیکن اس کے کنارے ٹیڑھے ہو گئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے بطور یادگار اس نیزہ کو حضرت زبیر سے مانگ لیا۔ آپ کی وفات کے بعد ابو بکر کے پاس رہا، پھر حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی اور پھر عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے پاس رہا۔

معرکۂ بدر میں حضرت زبیر کے زخم آئے ایک زخم شانہ پر اس قدر گہرا آیا کہ عروۃ بن زبیر بچپن میں اس زخم میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ عبد الملک بن مروان نے عروۃ بن الزبیر سے کہا تم زبیر کی تلوار پہچانتے ہو۔

---

[1] ایک مرتبہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ ستر ہزار آدمی میری امت کے جنت میں بلا حساب و کتاب داخل ہوں گے چہرے ان کے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے عکاشہ رضی اللہ عنہ سنتے ہی کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ سے دعا فرمایئے کہ اللہ مجھ کو انھیں لوگوں میں سے بنائے آپ نے فرمایا تو انھیں میں سے ہے، اس پر انصار میں کا ایک اور شخص کھڑا ہوا اور اس نے بھی یہی درخواست کی آپ نے ارشاد فرمایا۔ عکاشہ سبقت لے گیا۔ (بخاری شریف)

مقصود نفی نہ تھی کہ تو ان ستر ہزار میں سے نہیں بلکہ سوالات کے سلسلہ کو ختم کرنا تھا، فافہم ذلک واستقم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جب طلیحہ بن خویلد اسدی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور صدیق اکبر نے خالد بن الولید کو اس فتنہ کے استیصال کے لئے روانہ فرمایا اس میں حضرت عکاشہ بھی شریک تھے کہ طلیحہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے طبقات ابن سعد ص ۶۴ ج ۳ بدریین مہاجرین

[2] البدایہ والنہایہ ج: ۳، ص: ۹۰

عروہ نے کہا۔ ہاں۔ عبدالملک نے کہا کس طرح۔ عروہ نے کہا۔ اس میں بدر کے دن دندانے پڑ گئے تھے عبدالملک نے کہا سچ کہتے ہو۔ اور تائید کے لئے یہ مصرع پڑھا:

بھن فلول من قراع الکتائب۔ ان تلواروں میں دندانے ہیں بڑے بڑے لشکروں کے مارنے سے۔ (صحیح بخاری غزوۂ بدر)

اسیرانِ بدر

بحمد اللہ فتح مُبین پر لڑائی کا خاتمہ ہوا قریش کے ستر آدمی[1] قتل اور ستر گرفتار اور اسیر ہوئے مقتولین کی لاشوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے بدر کے کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا مگر امیہ بن خلف کہ اس کی لاش اس قدر پھول گئی تھی کہ جب زرہ نکالنے کا ارادہ کیا تو اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اس لئے وہیں مٹی میں دبا دی گئی[2]۔

جب عتبہ بن ربیعہ کی لاش کنویں میں ڈالی جانے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ عتبہ کے بیٹے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر حزن اور ملال کے آثار ہیں۔ آپ نے فرمایا اے ابو حذیفہ کیا باپ کی اس حالت کو دیکھ کر تیرے دل میں کچھ خیال گزرا ہے۔ ابو حذیفہ نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم کوئی خیال نہیں، صرف اتنی بات ہے کہ میرا باپ صاحب رائے اور حلیم اور بُردبار اور صاحبِ فضل تھا، اس لئے امید تھی کہ یہ فہم و فراست اسلام کی طرف رہنمائی کرے گی لیکن جب اس کو کفر پر مرتے دیکھا تو رنج ہوا رسول اللہ ﷺ نے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

مقتولین بدر کی لاشوں کا کنویں میں ڈلوانا

انس بن مالکؓ ابو طلحہؓ سے راوی ہے کہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے چوبیس[3]

---

[1] جیسا کہ صحیح بخاری میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ اس پر تمام اہل سیر کا اتفاق ہے کہ جب غزوۂ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے تو اسوقت حق تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔ اولما اصابتکم مصیبة قد اصبتم مثلیها (فتح الباری ص ۲۳۸ ج ۷ باب من فضل من شہد بدرا کے ایک باب بعد۔ فافہم۔ [2] زرقانی ج ۱ ص ۴۳۲۔ [3] مقتول تو ستر ہوئے تھے لیکن اس کنویں میں صرف چوبیس سردار ڈالے گئے باقی مقتول کسی اور جگہ پھنکوا دیئے گئے (فتح الباری ص ۲۳۴ ج ۷ باب قتل ابی جہل)۔

سرداران قریش کی لاشوں کے متعلق ایک نہایت خبیث[۱] ناپاک اور گندہ کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا، کنویں میں جو ڈالے گئے وہ سردار کفار تھے اور باقی مقتولین کسی اور جگہ ڈلوا دیئے گئے۔

اور آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب آپ کسی قوم پر غلبہ اور فتح پاتے تو تین شب وہاں قیام فرماتے۔ اسی عادت کے مطابق جب تیسرا روز ہوا تو آپ نے سواری پر زین کسنے کا حکم دیا حسب الحکم پھر آپ چلے اور صحابہ آپ کے پیچھے چلتے تھے۔ صحابہ کو یہ خیال تھا کہ شاید کسی ضرورت کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں، یہاں تک کہ آپ اُس کنویں کے کنارے پر جا کھڑے ہوئے اور نام بنام فلاں بن فلاں کہہ کر آواز دی اور یا عتبہ اور یا شیبہ اور یا امیہ اور یا ابا جہل اس طرح نام لے کر پکارا اور یہ فرمایا تم کو یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے تحقیق جس چیز کا ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا ہم نے اُس کو حق پایا کیا تم نے بھی اَپنے رب کے وعدہ کو حق پایا۔

یہ بخاری کی روایت ہے۔ ابن اسحٰق کی روایت میں اس قدر اور اضافہ ہے، اے گڑھے والو تم اَپنے نبی کے حق میں بہت بُرا قبیلہ تھے۔ تم نے مجھ کو جھٹلایا اور لوگوں نے میری تصدیق کی تم نے مجھکو نکالا۔ اور لوگوں نے ٹھکانہ دیا۔ تم نے مجھ سے قتال کیا اور لوگوں نے میری مدد کی۔ امین کو تم نے خائن بتلایا۔ اور صادق کو کاذب کہا۔ اللہ تم کو بری جزا دے بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ بے جان لاشوں سے کلام فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میرے کلام کو تم ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر وہ جواب نہیں دے سکتے۔[۲]

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک طویل قصیدہ میں فرماتے ہیں:

ینادیھم رسول اللہ لما	قذفناھم کباکب فی القلیب

[۱] ایمان طہارۃ ہے اور کفر نجاست ہے۔ لقولہ تعالیٰ۔ انما المشرکون نجس۔ اہل شرک کی لاشوں کے لئے ایسا ہی کنواں مناسب تھا۔ کفر مثل جنابت، ایمان ہی کے غسل سے زائل ہو سکتی ہے۔ کفر عالم غیب میں حدث اکبر ہے۔ اور ایمان طہارت کبریٰ بمنزلہ غسل کے ہے اور کفر کے تمام شعبے یعنی معاصی اور ذنوب بمنزلہ حدث اصغر کے ہیں اور ایمان کے تمام شعبے یعنی طاعات طہارت صغریٰ بمنزلہ وضو کے ہیں۔ فافہم ۱۲ مفصل بحث ان شاء اللہ العزیز حجۃ الوداع کے بیان میں آئے گی۔ (واللہ الموفق وہو المستعان)

[۲] زرقانی، ج:۱، ص ۴۴۳۔ البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۳، ص: ۲۹۲

جب ہم نے ان کی جماعتوں کو کنویں میں پھینک دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو آواز دی

الم تجد وا کلامی کان حقا ؂ وامر اللّٰہ یاخذ بالقلوب

کیا تم نے میری بات کو حق نہیں پایا اور اللہ تعالیٰ دلوں کا مالک ہے۔

فمانطقوا ولو نطقوا لقالوا ؂ صدقت وکنت ذا رأی مصیب

پس کوئی جواب نہیں دیا اور اگر بالفرض جواب دیتے تو یہی کہتے کہ آپ نے سچ کہا اور آپ ہی کی رائے صائب اور درست تھی۔

(فائدہ) ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الجملہ میت بھی سنتا ہے جمہور صحابہ وتابعین کا یہی مسلک ہے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سماع موتی کی منکر نہیں۔ تفصیل کے لئے کتب حدیث کی مراجعت کی جائے اور مدارج النبوۃ کی بھی مراجعت کریں۔

فتح کی بشارت کے لئے مدینہ منوّرہ قاصد روانہ کرنا

بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے اس فتح مبین کی بشارت اور خوشخبری سُنانے کے لئے مدینہ منورہ قاصد روانہ فرمائے اہلِ عالیہ کی طرف عبداللہ بن رواحہ کو اہلِ سافلہ کی طرف زید بن حارثہ کو روانہ فرمایا۔

اسامۃ بن زید فرماتے ہیں کہ یہ بشارت اس وقت ہمارے کانوں میں پہنچی جس وقت کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحب زادی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجۂ محترمہ حضرت رقیّہ رضی اللہ عنہا کو مٹی دے رہے تھے۔ ان کی تیمارداری کے لئے حضور پُرنور عثمان غنیؓ کو مدینہ چھوڑ آئے تھے اسی وجہ سے حضرت عثمان بدر میں شریک نہ ہو سکے، مگر چونکہ یہ تخلف حضور پُرنور کے حکم سے تھا اس لئے حضرت عثمان حکماً بدر میں شمار کیے گئے میں نے دیکھا کہ زید بن حارثہ کو لوگ گھیرے ہوئے ہیں اور زید مصلّے پر کھڑے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں مارا گیا عتبہ بن ربیعہ اور شیبۃ بن ربیعہ اور ابوجہل بن ہشام اور زمعۃ بن الاسود اور ابوالبختری بن ہشام اور امیہ بن خلف اور نبیہ اور منبہ پسران حجاج۔

میں نے کہا اے باپ کیا یہ خبر سچ ہے زید نے کہا۔ ہاں خدا کی قسم بالکل حق ہے۔

زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ کو مدینہ منورہ روانہ فرمانے کے بعد آپ روانہ ہوئے اور اسیرانِ بدر کا قافلہ آپ کے ہمراہ تھا۔ مالِ غنیمت عبداللہ بن کعب انصاری کے سپرد فرمایا۔

جب آپ مقام روحاء میں پہنچے تو آپ کو کچھ مسلمان ملے جنھوں نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اس فتح مبین کی مبارک باد دی۔ اس پر سلمۃ بن سلامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کس چیز کی مبارکباد دیتے ہو خدا کی قسم بڑھیوں سے پالا پڑا۔ رسّی میں بندھے ہوئے اونٹوں کی طرح ان کو ذبح کر کے ڈال دیا۔

(یعنی ہم نے کوئی بڑا کام ہی نہیں کیا جس پر ہم مبارک باد کے مستحق ہوں)

رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور یہ فرمایا یہی تو مکہ کے سادات اور اشراف تھے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

فتح کے بعد آں حضرت ﷺ نے بدر میں تین روز قیام فرمایا۔ تین روز قیام کے بعد مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے اور مالِ غنیمت عبداللہ بن کعب کے سپرد فرمایا اور مقام صفراء میں پہنچ کر مالِ غنیمت کو تقسیم فرمایا۔ ہنوز مالِ غنیمت کی تقسیم کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اصحاب بدر میں مالِ غنیمت کی تقسیم میں مختلف الرائے ہو گئے جوان یہ کہتے تھے کہ مالِ غنیمت ہمارا حق ہے کہ ہم نے کافروں کو قتل کیا۔ بوڑھے چونکہ جھنڈوں کے نیچے رہے اور قتل و قتال میں زیادہ حصّہ نہیں لیا، وہ یہ کہتے تھے کہ ہم کو بھی مالِ غنیمت میں شریک کیا جائے اس لئے کہ جو کچھ فتح ہوا وہ ہماری ہی پُشت پناہی سے فتح ہوا، اگر خدانخواستہ تم کو شکست ہوتی تو ہماری ہی پناہ لیتے اور ایک جماعت کہ جو نبی کریم ﷺ کی حفاظت کر رہی تھی وہ اپنے کو اس مال کا مستحق سمجھتی تھی۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی، يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ ط آپ سے مالِ غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ مالِ غنیمت اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا ہے۔ یعنی مالِ غنیمت کے مالک حق تعالیٰ ہیں اور رسول اللہ، اللہ کے نائب ہیں جس طرح مناسب سمجھیں تقسیم کر دیں مقام صفراء میں پہنچ کر آپ نے یہ تمام مال مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا۔[1]

[1] تفسیر قرطبی، ج:۷، ص:۳۶۷۔ البدایۃ والنہایۃ۔ ج:۳۔ ص:۳۰۱

علاوہ ازیں مال غنیمت میں سے اُن آٹھ آدمیوں کو بھی حصہ دیا، کہ جو آپ کے حکم سے یا اجازت سے بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے۔

(۱)۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کو آنحضرت ﷺ ان کی بی بی رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی علالت کی وجہ سے مدینہ میں چھوڑ گئے تھے۔

(۲)۔ طلحہ بن عبید اللہ۔

(۳)۔ سعید بن زید، ان دونوں صاحبوں کو مدینہ سے ابوسفیان کے قافلہ کی خبر لینے کے لئے روانہ کیا تھا۔

(۴)۔ ابولبابہ ان کو آنحضرت ﷺ مدینہ ہی میں بغرض انتظام چھوڑ گئے تھے۔

(۵)۔ عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کو عالیہ میں چھوڑ گئے تھے۔

(۶)۔ حارث بن حاطب اُن کو کسی وجہ سے بنی عمرو بن عوف کی طرف واپس لوٹا دیا تھا۔

(۷)۔ حارث بن الصمۃ۔

(۸)۔ خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ۔ یہ اصحاب اگر چہ معرکہ بدر میں شریک نہیں ہوئے لیکن آنحضرت ﷺ نے ان کو بدر کی غنیمت میں سے حصہ دیا اور بدریین میں شامل فرمایا واللہ عالم[1]

فائدہ:۔ جاننا چاہیے کہ یہ آیت یعنی **یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ** دربارہ تقسیم غنائم مجمل ہے اور **وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ** الآیۃ مفصل ہے جس میں مال غنیمت کی تقسیم کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ ابوعبید اس طرف گئے ہیں کہ غنائم بدر میں سے خمس نہیں نکالا گیا مگر امام بخاری اور امام ابن جریر وغیرہ اس طرف گئے ہیں کہ غنام بدر میں سے خمس نکالا گیا تھا جیسا کہ صحیحین میں حضرت علی سے ان دو اونٹنیوں کے بارے میں کہ جن کے کوہانوں کو حضرت حمزہ نے کاٹ ڈالا تھا یہ منقول ہے کہ ان میں سے ایک اونٹنی وہ تھی کہ جو بدر کے خمس میں سے ان کو ملی تھی حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہی قول صحیح اور راجح ہے۔[2]

اور اسی مقام صفراء میں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں میں سے نضر بن حارث کے قتل کا

---

[1] ابن الاثیر ج:۲، ص:۵۱

[2] البدایۃ والنہایۃ، ج:۳، ص:۳۰۱-۳۰۲

حکم دیا۔ اور صفراء سے چل کر جب مقام عرق الظبیہ میں پہنچے تو عقبۃ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا۔ اور اسی جگہ اس کی گردن ماری گئی۔ [1]

نضر بن حارث کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اور عقبۃ بن ابی معیط کو عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور باقی قیدیوں کو لے کر حضور مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

فائدہ:۔ نضر اور عقبہ رسول اللہ ﷺ کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھے بد زبان اور دریدہ دہن تھے قول اور فعل سے آپ کی تذلیل اور توہین سب وشتم میں استہزاء اور تمسخر میں، ہاتھ اور زبان سے ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا تھا۔ اس لئے خاص طور پر تمام قیدیوں سے صرف ان دو کی گردن مارنے کا حکم دیا اسی عقبۃ بن ابی معیط نے جبکہ آپ بارگاہ خداوندی میں سربسجود تھے۔ آپ کی پُشت مبارک پر اونٹ کی اُوجھ لا کر رکھی تھی اور آپ کا گلا گھونٹا تھا، دلائل ابی نعیم میں باسناد صحیح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اس نے نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور پر تھوکا تھا۔ [2] الغرض ذاتِ قدسی صفات (علیہ الف الف صلوات والف الف تحیات) کا استہزاء اور تمسخر تو اس کی غذا ہی تھی۔

نَبیُّ اللّٰہ کا مقابلہ اور مقاتلہ۔ محاربہ اور مجادلہ اگرچہ جرم عظیم اور خسران مبین ہے لیکن اَللّٰـہ کے نَبی کی شان میں گستاخانہ کلمات زبان سے نکالنا سب وشتم کرنا۔ اس کے ساتھ استہزاء و تمسخر کرنا یہ جرم، محاربہ اور مقاتلہ کے جرم سے کہیں زیادہ شدید اور سخت ہے، کیونکہ یہ منصب نبوت کی توہین ہے۔ انشاء اللہ العزیز اس مسئلہ پر مفصل کلام پھر کسی موقع پر کریں گے۔ حضرات اہل علم اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ قدس اللہ سرہ کی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول [3]، کی مراجعت فرمائیں جو اس موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے۔

الغرض نبی اکرم ﷺ منزل بمنزل ٹھہرتے ہوئے اور قیدیوں کا قافلہ ہمراہ لئے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے۔

---

[1] زرقانی ج ۱ ص ۴۴۹ [2] الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰۷ [3] یہ کتاب دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن میں طبع ہوئی ہے، کتاب کا حجم ۶۰۰ صفحہ ہے۔ ۱۲

اسیران بدر کی مسلمانوں میں تقسیم اور اُن کے ساتھ سلوک اور احسان کا حکم

مدینہ منورہ پہنچ کر، قیدیوں کو صحابہ میں تقسیم فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا۔

استو صوابالا ساری خیرا ؛ قیدیوں کے ساتھ بھلائی اور سلوک کرو

(رواہ الطبرانی فی الکبیر وقال الحافظ الہیثمی اسنادہ حسن)

چنانچہ صحابہ کا یہ حال تھا کہ جن کے پاس قیدی تھے وہ اوّل کھانا قیدیوں کو کھلاتے اور بعد میں خود کھاتے اور اگر نہ بچتا تو خود کھجور پر اکتفا کرتے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے عینی بھائی ابوعزیز بن عمیر بھی قیدیوں میں تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں انصار کے جس گھر میں تھا ان کا یہ حال تھا کہ صبح وشام جو تھوڑی بہت روٹی پکتی وہ تو مجھ کو کھلا دیتے اور خود کھجور کھاتے۔ میں شرماتا اور ہر چند اصرار کرتا کہ روٹی آپ کھائیں لیکن نہ مانتے اور یہ کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو قیدیوں کے ساتھ سلوک کا حکم دیا ہے قال الہیثمی رواہ الطبرانی فی الصغیر والکبیر واسنادہ حسن (مجمع الزوائد ص ۸۶ ج ۶)

اسیرانِ بدر کی بابت مشورہ

مدینہ منورہ پہنچ جانے کے چند روز بعد آپ نے صحابہ سے اسیرانِ بدر کے بارہ میں مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے اسیران بدر کے بارہ میں صحابہ سے مشورہ طلب کیا کہ اس بارہ میں رائے دیں۔ اور ابتداء از خود یہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اَمْکَنَکُم مِنْھُمْ ؛ تحقیق اللہ نے تم کو ان پر قدرت دی ہے

حضرت عمر نے عرض کیا یارسول اللہ مناسب یہ ہے کہ سب کی گردن اُڑا دی جائے رحمت عالم رأفت مجسم ﷺ نے اس رائے کو پسند نہ فرمایا اور دوبارہ یہ ارشاد فرمایا:

یَآاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہ قَدْ امکنکم وَاِنَّمَاھُمْ اِخوانکم بالامس۔[1]	اے لوگو تحقیق اللہ نے تم کو ان پر قدرت دی ہے اور کل یہ تمھارے بھائی تھے۔

حضرت عمر نے پھر وہی عرض کیا۔ آپ نے پھر وہی ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تم کو ان پر قدرت دی ہے اور کل یہ تمھارے بھائی تھے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگ فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جائیں (مسند احمد) وقال الہیثمی رواہ احمد عن شیخہ علی بن عاصم بن صہیب وھو کثیر الخطاء لا یرجع اذا قیل لہ الصواب وبقیۃ رجال احمد رجال الصحیح۔[2]

صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ ہر شخص اپنے عزیز کو قتل کرے علی کو حکم دیں کہ وہ اپنے بھائی عقیل کی گردن ماریں اور مجھ کو اجازت دیں کہ میں اپنے فلاں عزیز کی گردن ماروں اس لئے کہ یہ لوگ کفر[3] کے پیشوا اور سردار ہیں۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ لوگ آپ ہی کی قوم کے ہیں میری

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً ہی اِنَّ اللّٰہ اَمْکَنَکُم مِنْھُم کہہ کر عفو اور ترحم کی طرف اشارہ فرمایا تھا لیکن حضرت عمر نے جب قتل کا مشورہ دیا تو دوبارہ مزید تاکید کے ساتھ عفو اور ترحم کی تلقین فرمائی کہ قدرت کے بعد عفو خاص کر اپنے بھائیوں سے مکارم اخلاق سے ہے، کلمۂ یا کلام عرب میں ندائے بعید کے لئے مستعمل ہوتا ہے یعنی اے وہ لوگو جو عفو سے بعید ہیں ان کو چاہیے کہ عفو اور ترحم سے قریب ہو جائیں ۱۲۔ اور یا اللہ میں کلمۂ یا کے استعمال کے یہ معنی ہیں کہ اے اللہ ہم گنہگار اپنی نالائقی اور بدکرداری کی وجہ سے تیری رحمت سے دور جا پڑے ہیں۔ ہم دور افتادگان رحمت سے اپنی رحمت قریب فرما حق جل وعلا بندوں کے ساتھ رگ جان سے زیادہ قریب ہے لیکن باوجود اس قرب کے اس کے لئے صرف یا کا استعمال کرنا ندائے بعید کے لئے وضع ہوا ہے وہ اسی معنی کر ہے جو ہم نے بیان کئے۔ فافہم ۱۲

[2] مجمع الزوائد۔ ج:۶، ص:۸۷ [3] عبد اللہ بن مسعود کی روایت میں ہے کہ عبد اللہ بن رواحہ نے آگ میں جلانے کا مشورہ دیا اور حضرت عمر نے یہ عرض کیا۔

یَارسو اللّٰہ کذبوك واخرجوك وقاتلوك فاضرب اعناقھم	یا رسول اللہ ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا آپ کو مکہ سے نکالا اور آپ سے قتال کیا پس ان کی گردنیں مارنے کا حکم دیجئے۔

ترمذی ص ۱۴۴ ج ۲ کتاب التفسیر وص ۲۰۴ ج ا کتاب الجہاد باب ما جاء فی المشورۃ مستدرک ص ۲۱۰ ج ۳

یہ روایت مسند احمد جامع ترمذی اور مستدرک وغیرہ میں مذکور ہے، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن اور حاکم نے اس کو صحیح بتلایا ہے۔ در منثور ص ۲۰۱ ج ۳ (تنبیہ) مشورہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی شریک تھے، جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے مگر کسی روایت میں حضرت علی کا کوئی جواب منقول نہیں واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲ زرقانی ص ۴۴۱ ج ا

رائے میں ان کو فدیہ لے کر آزاد فرما دیں عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی ہدایت دے اور پھر یہی لوگ کافروں کے مقابلے میں ہمارے معین اور مددگار رہوں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رائے کو پسند فرمایا۔ (صحیح مسلم باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر واباحۃ الغنائم)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر اور عمر کی رائے سُن کر یہ ارشاد فرمایا اے عمر تیری شان حضرت نوح اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی سی ہے جنھوں نے اپنی اپنی قوم کے حق میں یہ دُعا کی۔ نوح علیہ السّلام نے یہ دعا کی تھی:

رَبِّ لَاتَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ط اِنَّکَ اِنْ تَذَرْھُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَا یَلِدُوْآ اِلَّافَاجِرًا کَفَّارًا۔ [۱]	اے پروردگار مت چھوڑ زمین پر کافروں میں سے کسی بسنے والے کو تو اگر ان کو چھوڑ دے گا تو یہ لوگ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور نہیں جنیں گے الا بدکار اور کفر کرنے والے کو۔

اور موسیٰ علیہ السّلام نے یہ دعا مانگی۔

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِھِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ۔ [۲]	اے ہمارے پروردگار مٹا دے ان کے مالوں کو اور مہر کر دے ان کے دلوں پر کہ نہ ایمان لائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب کو دیکھیں۔

اور اے ابوبکر تیری شان حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السّلام کی سی ہے جنھوں نے یہ دعا مانگی۔ ابراہیم علیہ السّلام نے یہ دعا فرمائی۔

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○	پس جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے وابستہ ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو آپ بڑے کثیر المغفرت

اور کثیر الرحمت ہیں اور اس کو ایمان کی توفیق دے سکتے ہیں۔

اور عیسیٰ علیہ السّلام قیامت کے دن یہ فرمائیں گے۔

[۱] سورۂ نوح، آیۃ: ۲۷۔ [۲] سورۂ یونس، آیۃ: ۸۸۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ط	اے اللہ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں آپ ان کے مالک ہیں اور اگر آپ ان کی مغفرت فرمائیں تو آپ بڑے غالب اور حکمت والے ہیں جس مجرم کو چاہیں معاف کریں اور آپ کی معافی حکمت سے خالی نہیں ہو سکتی۔

آپ کی شان رحمۃ للعالمینی نے ابوبکر کی رائے کو پسند کیا اور قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، حافظ ذہبی نے بھی تلخیص میں اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔ (مستدرک ص ۲۱ ج: ۳)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عبداللہ بن عمر اور ابوہریرہ اور ابوایوب انصاری سے بھی مروی ہے [۱] آپ صحابہ سے مشورہ فرما ہی رہے تھے کہ وحی نازل ہوئی کہ آپ صحابہ کو قتل اور فدیہ کا اختیار دے دیں جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں کہ جبرئیل امین نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اسیرانِ بدر کے بارے میں آپ اپنے اصحاب کو اختیار دیں چاہیں قتل کریں اور چاہیں فدیہ لیکر آزاد کر دیں مگر شرط یہ ہے کہ سال آئندہ تم میں سے اتنے ہی قتل کیے جائیں گے۔ صحابہ نے کفار سے فدیہ لینے اور سال آئندہ اپنے قتل ہونے کو اختیار کیا۔ (رواہ الترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم باسناد صحیح عن علیؓ) [۲]

مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ابوعبیدہ سے مرسلاً روایت ہے کہ جبرئیل امین نے رسول اللہ ﷺ سے آکر یہ عرض کیا کہ آپ کے رب نے اسیرانِ بدر کے بارے میں آپ کو اختیار دیا ہے، آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آج ہم اُن سے اُن کو فدیہ لے کر آزاد کر دیں تا کہ ہم کو اُن کے مقابلے میں اس سے ایک گونہ قوت حاصل ہو اور سال آئندہ حق تعالیٰ جس کو چاہیں شہادت کی عزت و کرامت سے

---

۱ البدایۃ والنہایۃ۔ ج:۳، ص ۲۹۸۔ ۲ فتح الباری۔ ج:۷، ص:۲۲۹۔

سرفراز فرمائیں۔[1] ابن سعد کی روایت میں ہے کہ سال آئندہ ہم میں سے ستر آدمی جنت میں داخل ہوں۔[2]

فدیہ لینے پر عتاب الٰہی کا نزول

الحاصل رسول اللہ ﷺ نے صدیق اکبر کی رائے کو پسند فرمایا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا حکم دیا اور دیگر اکابر صحابہ کی فدیہ لینے کی رائے اس لئے لی تھی کہ شاید یہی لوگ آئندہ چل کر مسلمان ہو جائیں اور اسلام کے معین و مددگار بنیں اور فدیہ سے فی الحال جو مال حاصل ہو وہ جہاد میں مدد دے اور دینی کاموں میں اس سے سہارا لگے اور ممکن ہے کہ فدیہ کا مشورہ دینے والوں میں کچھ افراد ایسے بھی ہوں کہ جن کا زیادہ مقصود حصول مال ومنال ہو جس کا منشاء حُبِّ دنیا ہے اگرچہ وہ دنیائے حلال ہی ہو یعنی مال غنیمت۔ اس پر بارگاہِ خداوندی سے عتاب ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی:۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ط تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَاق وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ [3]

کسی نبی کے لئے یہ لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی آئیں یہاں تک کہ ان کو قتل کرے اور زمین میں خوب ان کا خون بہائے تم دنیا کا مال ومنال چاہتے ہو اور اللہ آخرت کی مصلحت چاہتا ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا نوشتہ مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو اس چیز کے بارے میں جو تم نے لی ہے ضرور تم کو بڑا عذاب پہنچتا۔

اس خطاب سراپا عتاب کے اصل مخاطب وہی لوگ ہیں جنھوں نے زیادہ تر مالی فائدہ اور دنیاوی مصلحت کو پیش نظر رکھ کر فدیہ کا مشورہ دیا تھا جیسا کہ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا سے مترشح ہوتا ہے۔ باقی جن حضرات نے محض دینی اور اُخروی مصالح کی بناء پر فدیہ کا مشورہ دیا تھا وہ فی الحقیقت اس عتاب میں داخل نہیں اور حضور پُر نور نے محض صلہ رحمی اور

[1] در منثور۔ ج:۳،ص:۲۰۲۔ [2] الطبقات الکبریٰ: ج:۲،ص:۱۴۔ [3] سورۂ انفال، آیۃ: ۶۷۔

رحمدلی کی بناء پر فدیہ کی رائے کو پسند فرمایا اور تاکہ دوسروں کو مالی فائدہ پہنچ جائے اور دوسروں کو مالی نفع پہنچانے کا تصور جود وکرم ہے اور غایت درجہ محمود ہے اور اپنے لئے مالی فائدے کو ملحوظ رکھنا یہ ناپسندیدہ ہے آیت میں عتاب ان لوگوں پر ہے جن کی زیادہ نظر مالی فائدہ پر تھی۔
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور صدیق اکبر عتاب ربانی سن کر رو پڑے، حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے رونے کا سبب دریافت کیا، آپ نے فرمایا:

ابکی للذی عرض علی اصحابك من اخذہم الفداء لقد عرض علی عذاب بهم ادنی من ہذه الشجرة۔	تیرے ساتھیوں پر فدیہ لینے کی وجہ سے من جانب اللہ جو عذاب پیش کیا گیا اس کی وجہ سے روتا ہوں میرے سامنے ان کا عذاب اس درخت کے قریب پیش کیا گیا۔

(صحیح مسلم ص ۹۳ ج ۲)

(فائدہ) عذاب فقط دکھلایا گیا، اتارا نہیں گیا۔ مقصود فقط تنبیہ تھی۔ بعد ازاں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر اس وقت عذاب آتا تو سوائے عمر کے کوئی نہ بچتا، اور ایک روایت میں ہے کہ اور سوائے سعد بن معاذ کے۔[1]
چونکہ سعد بن معاذ کی بھی یہی رائے تھی کہ قتل کئے جائیں اس لئے حضرت عمر کے ساتھ ان کو مستثنیٰ کیا گیا۔ عبداللہ بن رواحہ اگرچہ فدیہ کے مخالف تھے مگر ان کا خیال یہ تھا کہ ان سب کو آگ میں جلا دیا جائے جس کو شریعت پسند نہیں کرتی اس لئے عبداللہ بن رواحہ کا ذکر نہیں کیا گیا چونکہ اس غزوے سے احقاق حق اور ابطال باطل اور کافروں کی جڑ کاٹنی مقصود تھی۔
کما قال تعالیٰ:

وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِيْنَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ○ [2]	اور اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ حق کو اپنے وعدوں سے ثابت کرے اور کافروں کی بیخ کنی کرے تاکہ علانیہ طور پر حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا واضح ہو جائے اگرچہ مجرمین کو ناگوار ہو۔

---
[1] زرقانی، ج: ۱، ص: ۴۴۲۔
[2] سورۂ انفال، آیۃ: ۷

اسی لئے اس غزوہ میں من جانب اللہ خاص طور پر مسلمانوں کو قتل مشرکین کا حکم دیا گیا تھا کما قال تعالیٰ:

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔ [۱]	کافروں کی گردنوں پر مارو اور ان کے ہر پور کو کاٹ ڈالو۔

اور دوسری آیت میں ارشاد فرماتے ہیں:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۝ [۲]	پس جب کافروں سے جنگ کرو تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب ان کا خون خوب بہا چکو تو پھر ان کو قید کرو اور قید کرنے کے بعد یا تو ان پر احسان کرو یا اُن سے فدیہ لے لو اور یہ حکم اس وقت تک ہے کہ جب لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک اعداء اللہ کی اس درجہ خونریزی نہ ہو جائے کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے اور حق کی ہیبت و دبدبہ قائم نہ ہو جائے اس وقت تک فدیہ لینا جائز نہیں۔

ہاں اسلام کی عظمت وہیبت دبدبہ اور شوکت قائم ہو جانے کے بعد اگر فدیہ لے کر آزاد کر دیں تو مضائقہ نہیں۔

اس موقع پر منشاء خداوندی یہ تھا کہ خونریزی کی جائے تا کہ دلوں میں اسلام کی ہیبت اور شوکت بیٹھ جائے اور کفر کی جڑ کٹ جائے اور آئندہ کے لئے کفر اسلام کے مقابلہ میں سر نہ اٹھا سکے۔

مسلمانوں نے چونکہ اعداء اللہ کی کافی خونریزی سے قبل فدیہ لیا اس لئے بارگاہِ خداوندی سے عتاب آیا۔[۳]

یہ وقت ترحم کا نہ تھا بلکہ شدت اور سختی کا تھا وقال ابوالطیب

---

[۱] سورۂ انفال، آیۃ:۱۲۔ [۲] سورۂ محمد، آیۃ:۴۔ [۳] احکام القرآن للجصاص۔ج:۳،ص:۷۲۔

وضع الندیٰ فی موضع السیف بالعلے | مضرٌ کوضع السیف فی موضع الندیٰ

بخشش اور کرم کو تلوار کی جگہ رکھنا ایسا ہی مضر ہے جیسا کہ تلوار کو رحم اور کرم کی جگہ رکھنا مضر ہے۔

دنیا کی کوئی حکومت بدون قتل اور خونریزی کے قوی اور مستحکم نہیں ہو سکتی۔

لن یسلم الشرف الرفیع من الاذی | حتّٰی یراق علی جوانبه الدم

یعنی شرف رفیع۔ ایذاء سے محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک کہ اس کے اطراف جوانب میں خون نہ بہادیا جائے۔

اسلام تو فقط مجرمین کے قتل کا حکم دیتا ہے لیکن جن حکومتوں کو تہذیب اور تمدن کا دعویٰ ہے وہ اپنا دبدبہ قائم کرنے کے خیال میں مجرم اور غیر مجرم کا کوئی فرق نہیں کرتیں۔ بلا کسی استثناء کے قتل عام کا حکم دے ڈالتی ہیں، جس میں بے قصور عورتیں اور بچے سب ہی شامل ہوتے ہیں اور اس مہذب لشکر سے جو حیاء سوز افعال ظہور میں آتے ہیں وہ دنیا سے مخفی نہیں، مشین گنوں اور توپوں اور ہوائی جہازوں سے بمباری کر کے نہایت بے رحمی اور بے دردی کے ساتھ تمام شہر کو چند منٹ میں نذر آتش کر دیا جاتا ہے۔

بحمد اللہ اسلام اس قساوت اور بے رحمی اور سنگدلی سے بالکل پاک اور منزہ ہے اسلام نے جہاد میں جاتے وقت اپنے پیروؤں کو بچوں، عورتوں، بوڑھوں، راہبوں کے قتل کی سختی سے ممانعت کی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

شبہ یہ ہے کہ منجانب اللہ فدیہ اور قتل دونوں کا اختیار دے دیا گیا تھا تو پھر فدیہ لینے پر کیوں عتاب آیا۔ علامہ طیبی طیب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ یہ اختیار فقط ظاہری اور صوری تھا۔ لیکن معنوی اور حقیقی لحاظ سے وہ اختبار (یعنی امتحان تھا کہ

دیکھیں اعداء اللہ کے قتل کو اختیار کرتے ہیں یا سامان دنیا کو) جیسا کہ ازواج مطہرات نے جب آنحضرت ﷺ پر مزید نان ونفقہ کا تقاضہ کیا تو یہ آیت اُتری

يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيْمًا ۝ [1]

اے نبی آپ اپنی عورتوں سے یہ کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو جوڑا دے کر مناسب طرح سے رخصت کر دوں اور اگر اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے عالم آخرت میں تم میں سے جو نیکوکار ہیں اُن کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت میں ظاہراً اگرچہ ازواج مطہرات کو اختیار دیا گیا کہ خواہ دنیا اور اُس کی زینت کو اختیار کریں اور خواہ اللہ اور اُس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کریں لیکن حقیقت میں یہ اختیار نہیں تھا بلکہ اختبار یعنی امتحان اور آزمائش تھی۔

اور جیسا کہ ہاروت ماروت کا تعلیم سحر کے لئے بابل میں اُتارنا محض فتنہ اور امتحان و ابتلاء اور آزمائش کے لئے تھا۔ جادو کے سیکھنے اور نہ سیکھنے کا اختیار دینا مقصود نہ تھا۔

اور جیسا کہ شب معراج میں آپ کے سامنے شراب اور دودھ کے دو برتن پیش کئے گئے اور آپ نے دودھ کو اختیار کیا اس پر جبریل نے فرمایا کہ اگر آپ شراب کو اختیار فرماتے تو آپ کی اُمت گمراہی میں پڑ جاتی۔

خلاصۂ کلام:۔ یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابۂ کرام نے جو فدیہ کا مشورہ دیا وہ محض دینی اور اُخروی مصلحت کی بناء پر تھا اور بعض نے زیادہ تر مالی فوائد کو پیشِ نظر رکھ کر فدیہ لینے کا مشورہ دیا اس لئے یہ آیت عتاب نازل ہوئی اور اس عتاب کے اصل مخاطب وہی لوگ ہیں کہ جن کو زیادہ تر مالی فائدہ پیش نظر تھا جیسا کہ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا کے لفظ سے مترشح ہوتا ہے اور مطلب عتاب کا یہ ہے کہ تم اللہ کے رسول کے اصحاب ہو کر دنیا کے

---

[1] سورۃ الاحزاب، آیۃ: ۲۸م۲۹۔

فانی مال و متاع اور حقیر اسباب پر کیوں نظر کرتے ہو۔اے اصحاب رسول تم جیسے سابقین اور مقربین کی شان جلیل اور منصب عالی کے ہرگز ہرگز مناسب نہیں کہ دنیا حلال (مال فدیہ وغنیمت) پر نظر کرو باقی حضور پرنور نے جو فدیہ کی رائے کو پسند فرمایا اس کا منشاء محض صلہ رحمی اور رحم دلی تھا معاذ اللہ۔حضور پرنور اور صدیق اکبر کے سامنے ذرہ برابر بھی مالی فائدہ پیش نظر نہ تھا، اس لئے وہ اس عتاب میں داخل نہیں بارگاہ رسالت میں تو پوری دنیا ہی کا وجود وعدم برابر تھا وہاں فدیہ کے دراہم معدودہ پر کیا نظر ہوتی۔

فائدہ جلیلہ:۔ اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ حضرات انبیاء کرام بھی کبھی اجتہاد فرماتے ہیں۔اور کبھی اس اجتہاد میں خطا بھی ہو جاتی ہے لیکن حق جل شانہ اپنے نبی کو کبھی اس خطا پر قائم نہیں رہنے دیتے بلکہ بذریعہ وحی اس پر متنبہ فرما دیتے ہیں لیکن انبیاء کرام کے اجتہاد اور مجتہدین کے اجتہاد میں زمین وآسمان کا فرق ہے وہ یہ کہ نزول وحی کے بعد نبی کے اجتہاد پر عمل ساقط نہیں ہو جاتا اس لئے کہ حضور پرنور نے جو اجتہاد سے فدیہ لینے کا حکم دیا تھا وہ آیت کے نزول کے بعد بھی باقی رہا اور اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں کیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے قتل کی طرف رجوع نہیں فرمایا بلکہ اسی فدیہ پر قائم رہے بخلاف مجتہد کے کہ اگر اس کو اجتہاد کے بعد یہ ظاہر ہو کہ میرا یہ اجتہاد فلاں نص کے خلاف ہے تو اس پر اجتہاد سابق سے رجوع لازم ہے جاننا چاہیئے کہ نبی اور رسول کا اجتہاد وحی خفی ہوتا ہے لقولہ تعالیٰ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى اگر حق جل شانہ نبی کے اجتہاد پر سکوت فرمائیں تو وہ اجتہاد۔وحی خفی کے درجہ میں آجاتا ہے اور اس کا وہی حکم ہوتا ہے کہ جو وحی جلی کا حکم ہوتا ہے اور نبی کے اجتہاد کے خلاف اگر کوئی وحی نازل ہو جاتی ہے تو یہ وحی جلی اس وحی (یعنی اجتہاد نبوی) کے لئے ناسخ بن جاتی ہے جیسے ایک آیت دوسری آیت کے لئے اور ایک حدیث دوسری حدیث کے لئے ناسخ ہوتی ہے، اسی طرح حق تعالیٰ کی نص اور وحی جلی، وحی خفی (یعنی اجتہاد نبوی) کی ناسخ ہوتی ہے اور نسخ کی حکمتیں اللہ ہی کو معلوم ہیں، اللہ کے نبی نے غیر منصوص امر میں جو اجتہاد کیا وہ بھی حق تعالیٰ ہی کے غیبی اشارہ سے تھا لقولہ تعالیٰ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ آپ نے جو رائے اور مشورہ دیا وہ بھی اللہ کی اراءۃ اور اشارہ سے تھا۔اور بعد میں جو

اس کے خلاف حکم نازل ہوا وہ بھی اللہ ہی کا حکم ہے اور ایک حکم دوسرے حکم کے لئے ناسخ ہے۔ وَاللّٰہُ یَفْعَلُ مَایَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَایُرِیْدُ۔ نبی سے اجتہاد میں کوئی خطاء واقع ہو تو اللہ تعالیٰ ہی بذریعہ وحی اس پر تنبیہ کر سکتے ہیں۔ معاذ اللہ کسی انسان کی یہ مجال نہیں کہ وہ نبی اور رسول کے کسی اجتہاد پر تنقید اور تبصرہ کر سکے اللہ تعالیٰ کے سکوت اور تقریر کے بعد نبی کے اجتہاد پر تنقید اور تبصرہ کرنا ایسا ہی کفر ہے جیسا کہ وحی جلی پر تبصرہ اور تنقید کرنا کفر ہے مومن کی شان تو یہ ہے۔

زبان تازہ کردن باقرار تو ❊ نینگیختن علت از کار تو

یہ مقام نبوت اور بارگاہ رسالت ہے، کہ جہاں ہوائے نفسانی کا کوسوں اور منزلوں بھی گزر نہیں ایسے مقام میں گرفتاران ہوس کا دم مارنا کمال ابلہی و نادانی ہے۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ❊ کہ جاہا سپر باید انداختن

مسئلہ کی تفصیل اگر درکار ہو تو حضرات اہل علم شرح تحریر الاصول اور شرح مسلم الثبوت لبحر العلوم کی مراجعت کریں۔

نیز جاننا چاہئے کہ حضرات انبیاء کی خطاء اجتہادی کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ حضرات انبیاء غلطی سے حق کو چھوڑ کر باطل کا ارتکاب کر بیٹھے ہیں بلکہ ان کی خطا کے معنی یہ ہیں کہ کسی وقت بھول چوک سے اولیٰ اور افضل کے خلاف ادنیٰ کر بیٹھتے ہیں اور بجائے عزیمت کے رخصت پر عمل کر گزرتے ہیں جیسے داؤد علیہ السّلام اور سلیمان علیہ السّلام ہر ایک کا اجتہاد ہوائے نفسانی سے پاک اور منزہ تھا اور ہر اجتہاد وحی خفی اور وحی باطنی تھا مگر وحی جلی نے قیاس سلیمانی کو قیاس داؤدی سے اولیٰ اور افضل قرار دیا۔ وحی جلی نے جو قیاس سلیمانی کی تحسین کی اس کا یہ مطلب نہیں کہ قیاس داؤدی غلط تھا بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اللہ کے نزدیک قیاس سلیمانی بہ نسبت قیاس داؤدی کے زیادہ احسن اور اقرب الی مصالح الخصمین تھا،

معاذ اللہ ان دو قیاسوں میں وہ نسبت نہ تھی جو حق اور باطل میں ہوتی ہے بلکہ وہ نسبت تھی جو کامل اور اکمل اور فاضل اور افضل اور عالی اور اعلیٰ میں ہوتی ہے یا عزیمت اور رخصت میں ہوتی ہے اور فقہاء حنفیہ نے جو قیاس جلی اور قیاس استحسان کی تقسیم فرمائی ہے، اس کا ایک

ماخذ یہی قیاس داؤدی اور قیاس سلیمانی ہے، اس ناچیز نے حضرات انبیاء کی خطاء اجتہادی کے جو معنی بیان کئے ہیں وہ خیالی اور حاشیۂ خیالی سے سمجھے ہیں حضرات مدرسین اصل کی مراجعت فرمائیں۔ یہ ناچیز تو ترجمان محض ہے۔

مقدار فدیہ

فدیہ کی مقدار علی حسب الحیثیت ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم تک تھی اور جو لوگ نادار تھے اور فدیہ نہیں ادا کر سکتے تھے وہ بلا کسی معاوضہ اور فدیہ کے آزاد کر دیئے گئے۔

اور جو لوگ ان میں سے لکھنا جانتے تھے ان سے یہ شرط ٹھہری کہ دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دیں اور آزاد ہو جائیں یہی ان کا فدیہ ہے، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی طرح لکھنا سیکھا (طبقات ابن سعد ص ۱۴ ج ۲ قسم اوّل سیرۃ ابن ہشام راجع، زرقانی ص ۴۴۲ ج ۱) [۱]

اسیران بدر میں۔ ابوعزہ عمرو بن عبداللہ بن عثمان میں بھی فدیہ کی استطاعت نہ تھی اس لئے آپ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نادار اور عیال دار ہوں مجھ پر احسان فرمایئے آپ نے احسان فرمایا اور بلا فدیہ لئے رہا کر دیا۔ مگر یہ شرط فرمائی کہ ہمارے مقابلے میں کسی کی مدد نہ کرنا۔ ابوعزہ نے اس شرط کو منظور کیا اور آپ کی شان میں کچھ مدحیہ اشعار بھی کہے لیکن اسلام نہیں لائے۔ جنگ احد میں بحالت کفر قتل ہوئے اور اسی طرح مطلب بن حنطب اور صیفی ابن ابی رفاعہ بلا فدیہ رہا کئے گئے۔ [۲]

جس وقت مکہ میں قریش کی ہزیمت اور شکست کی خبر پہنچی تو تمام شہر میں تہلکہ پڑ گیا سب سے پہلے مکہ میں حَیسمانِ خزاعی پہنچا لوگوں نے کہا بتلاؤ کیا خبر ہے کہا مارا گیا، عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ابوالحکم بن ہشام (یعنی ابوجہل) اور امیہ بن خلف اور زمعہ بن اسود اور نبیہ اور مُنبہ پسران حجاج اور فلاں فلاں سردارانِ قریش۔ صفوان بن امیہ اس وقت حطیم میں بیٹھا ہوا تھا سن کر یہ کہا کہ سمجھ میں نہیں آتا۔ شاید یہ شخص دیوانہ ہو گیا ہے بطور امتحان ذرا اس سے دریافت تو کرو کہ صفوان بن امیہ کہاں ہے حیسمان نے کہا یہی تو صفوان بن امیہ ہے جو حطیم میں بیٹھا ہوا ہے میں نے اپنی آنکھوں سے اس کے باپ اور بھائی کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ [۳]

---

[۱] زرقانی ج: ۱ ص: ۴۴۲ [۲] سیرۃ ابن ہشام، ج: ۲ ص: ۳۱ [۳] سیرۃ ابن ہشام ص: ۲۶

ابن عباس فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابو رافع نے بیان کیا کہ عباس کے گھرانے میں اسلام داخل ہو چکا تھا لیکن ہم لوگ اپنے اسلام کو چھپاتے تھے۔

جب قریش جنگِ بدر کے لئے روانہ ہوئے تو ہم خبروں کے منتظر رہتے تھے، حیسمان خزاعی نے آکر جب قریش کی شکست کی خبر سنائی تو ہم رسول اللہ ﷺ کے غلبہ کو سن کر اپنے دل میں بے حد خوش ہوئے میں اس وقت زمزم کی سائبان کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اور میری زوجہ ام فضل بھی وہیں تھیں اتنے میں ابولہب بھی آگیا۔

لوگوں نے ابوسفیان[1] بن حارث کو سامنے سے آتے دیکھکر ابولہب سے کہا یہ ابوسفیان ہیں بدر سے واپس آئے ہیں۔ ابولہب نے ابوسفیان کو بلا کر اپنے پاس بٹھلایا اور بدر کا حال دریافت کیا۔ ابوسفیان نے کہا:

واللّٰہ ماھو الا ان لقینا القوم فمنحناھم اکتافنا یضعون السلاح مناحیث شاؤاو یاسروننا کیف شاؤاو ایم اللّٰہ مع ذلک مالمت الناس لقینا رجالا بیضابیض علی خیل بلق بین السماء والارض واللّٰہ ماتلیق شیئا ولایقوم لھا شیٔ

خدا کی قسم کوئی خبر نہیں مگر یہ کہ ایک قوم سے ہم مقابل ہوئے اور اپنے مونڈھے ان کے حوالہ کئے جس طرح چاہتے تھے وہ ہم میں ہتھیار چلاتے تھے اور جس طرح چاہتے تھے قید کرتے تھے اور اسی وجہ سے میں لوگوں کو ملامت نہیں کرتا خدا کی قسم سفید مرد بلق گھوڑوں پر سوار، آسمان اور زمین کے درمیان معلق۔ ہمارے مقابل تھے خدا کی قسم وہ کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑتے تھے اور کوئی چیز ان کے سامنے نہیں ٹھہرتی۔

قال ابو رافع قلت واللّٰہ تلک الملائکۃ

ابو رافع کہتے ہیں میں نے کہا خدا کی قسم یہ فرشتے تھے۔

---

[1] ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم الہاشمی رسول اللہ ﷺ کے ابن عم اور رضاعی بھائی ہیں آپ کو اور ان کو حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا ہے فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ انھیں کے بارہ میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے یہ ارشاد فرمایا۔ ابوسفیان بن الحارث سید فتیان اہل الجنۃ یعنی ابوسفیان بن حارث جوانان جنت کے سردار ہیں مفصل قصہ انشاء اللہ تعالیٰ فتح مکہ کے بیان میں آئے گا۔ ۱۲ اصابہ ص ۹۰ ترجمہ ابوسفیان بن حارث باب الکنیٰ ۱۲

یہ سنتے ہی ابولہب اس قدر مشتعل ہوا کہ زور سے میرے ایک طمانچہ رسید کیا اور اٹھا کر زمین پر پٹک دیا اور مارنے کے لئے میرے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور میں کمزور بدن کا تھا۔

ام فضل اٹھیں اور ایک ستون اٹھا کر ابولہب کے سر پر اس زور سے مارا کہ سر زخمی ہو گیا اور یہ کہا کہ اس کا آقا (عباسؓ) موجود نہ تھا اس لئے تو نے اس کو کمزور سمجھا۔

ابولہب پر ایک ہفتہ نہ گزرا کہ ایک طاعونی پھوڑے میں مبتلا ہوا اور مر گیا۔ لاش اس قدر متعفن ہو گئی تھی کہ کوئی قریب بھی نہیں جا سکتا تھا۔

تین دن کے بعد بیٹوں نے محض عار کے خیال سے ایک گڑھا کھدوا کر لاٹھیوں سے لاش کو دبوا دیا۔[۱] (وقال الہیثمی رواہ الطبرانی والبزار وفی اسنادہ حسین بن عبیداللہ وثقہ ابو حاتم وغیرہ وضعفہ جماعۃ وبقیۃ رجالہ ثقات)۔[۲]

بیان کیا جاتا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب اس مقام سے گزرتیں جہاں ابولہب اس طرح سے مرا تھا تو کپڑے سے منہ ڈھانک لیتی تھیں۔[۳]

جیسا کہ نبی اکرم ﷺ جب دیارِ ثمود پر سے گزرے تو چہرۂ انور کو کپڑے سے چھپا لیا اور سواری کو تیز کر دیا۔ اشارہ اس طرف تھا کہ مواقع عذاب پر جب گزر ہو تو ایسا ہی کرنا چاہئے۔ ام المؤمنین نے اسی سنّت پر عمل فرمایا۔[۴]

قریش کو جب اپنے خویش اور اقارب کے قتل کا حال معلوم ہوا تو نوحہ وزاری شروع ہو گئی ایک ماہ تک اسی طرح گریہ وزاری کرتے رہے بعد ازاں یہ منادی کر دی گئی کہ کوئی شخص گریہ وزاری نہ کرے محمد (ﷺ) اور اُن کے ساتھیوں کو جب خبر پہنچے گی تو بہت خوش ہوں گے اور نہ کوئی اپنے قیدیوں کا فدیہ دے کہیں محمد (ﷺ) فدیہ کی مقدار نہ بڑھا دیں۔[۵]

لیکن باوجود اس اعلان اور منادی کے مطلب بن ابی وداعہ چار ہزار درہم لے کر قریش سے پوشیدہ شب کو مدینہ روانہ ہوا، مدینہ پہنچ کر اپنے باپ ابووداعہ کا فدیہ ادا کیا اور باپ کو چھڑا کر مکّہ لے آیا۔ اس کے بعد سلسلہ پڑ گیا اور لوگوں نے اپنے اپنے قیدیوں کو فدیہ بھیج بھیج کر چھڑانا شروع کر دیا۔ (ابن ہشام ص ۲۷ ج ۲۔)

---

[۱] قال العلامۃ السیوطی اخرجہ ابن اسحٰق وابن سعد وابن جریر والحاکم والبیہقی وابونعیم ۱۲ خصائص کبریٰ ص ۲۰۷ ج ۱

[۲] مجمع الزوائد ج: ۶ ص: ۸۹۔ [۳] البدایۃ والنہایۃ: ج: ۳ ص: ۳۰۹ [۴] زرقانی ج: ۱ ص ۴۵۳

[۵] زرقانی، ج: ۱، ص: ۴۵۳

انھیں قیدیوں میں سہیل بن عمرو بھی تھے۔نہایت زیرک اور فصیح اللسان تھے، مجمعوں میں آپ کی مذمت کیا کرتے تھے۔حضرت عمر نے عرض کیا یارسول اللہ اجازت دیجئے کہ سہیل کے نیچے کے دو دانت اکھاڑ ڈالوں تا کہ اس قابل ہی نہ رہے کہ کسی موقع پر آپ کے خلاف زبان ہلا سکے، نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ان کو چھوڑ دو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان سے کوئی خوشی دکھلائے (رواہ البیہقی فی الدلائل۔ اصابہ ترجمہ سہیل بن عمرو) چنانچہ صلح حدیبیہ انھیں کی سعی سے ہوئی جس کو اللہ نے فتح مبین فرمایا اور فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے۔

ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عمر کے جواب میں یہ فرمایا۔ **لامثل به فيمثل الله بي وان كنت نبيا۔** میں کسی کا مثلہ نہیں کرتا۔ مبادا کہیں خداتعالیٰ میرا مثلہ نہ کرے اگرچہ میں نبی ہوں۔

انھیں قیدیوں میں ابوسفیان بن حرب کا بیٹا عمرو بھی تھا۔جب ابوسفیان سے کہا گیا کہ اپنے بیٹے عمرو کو فدیہ دے کر چھڑالو تو ابوسفیان نے یہ جواب دیا کہ ایسے ممکن ہے کہ میرا آدمی بھی مارا جائے اور فدیہ بھی دوں۔ میرا ایک بیٹا حنظلہ تو قتل ہو گیا اور دوسرے عمرو کا فدیہ دوں جب تک چاہیں قید رکھیں اسی اثناء میں سعد بن نعمان انصاری مدینہ سے مکہ عمرہ کرنے کے لئے آئے ابوسفیان نے ان کو اپنے بیٹے کے معاوضہ میں پکڑ لیا۔

انصار کی درخواست پر آپ نے عمرو بن ابی سفیان کو دے کر سعد کو چھڑا لیا۔[1]

انھیں قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے داماد ابوالعاص بن ربیع بھی تھے آنحضرت کی صاحبزادی حضرت زینب جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے تھیں آپ کی زوجیت میں تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ابوالعاص کی خالہ تھیں ان کو بمنزلہ اولاد کے سمجھتی تھیں۔ خود حضرت خدیجہ نے آپ سے کہہ کر بعثت سے قبل زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد ابوالعاص سے کیا تھا، ابوالعاص مالدار اور امانت دار بڑے تاجر تھے، بعثت کے بعد حضرت خدیجہ اور آپ کی کل صاحبزادیاں ایمان لائیں مگر ابوالعاص شرک پر قائم رہے۔

---

[1] ابن ہشام، ج:۲،ص:۲۷

قریش نے ابوالعاص پر بہت زور دیا کہ ابولہب کے بیٹوں کی طرح تم بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کو طلاق دے دو جہاں چاہو گے وہاں تمھارا نکاح کر دیں گے لیکن ابوالعاص نے صاف انکار کر دیا اور کہدیا کہ زینب جیسی شریف عورت کے مقابلے میں دنیا کی کسی عورت کو پسند نہیں کرتا۔

جب قریش جنگ بدر کے لئے روانہ ہوئے تو ابوالعاص بھی اُن کے ہمراہ تھے منجملہ اور لوگوں کے آپ بھی گرفتار ہوئے اہلِ مکّہ نے جب اَپنے اَپنے قیدیوں کا فدیہ روانہ کیا تو حضرت زینب نے اَپنے شوہر ابوالعاص کے فدیہ میں اپنا وہ ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ نے شادی کے وقت ان کو دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ہار کو دیکھکر آب دیدہ ہو گئے اور صحابہ سے فرمایا اگر مناسب سمجھو تو اس ہار کو واپس کر دو اور اس قیدی کو چھوڑ دو۔

اسی وقت تسلیم اور انقیاد کی گردنیں خم ہوگئیں قیدی بھی رہا کر دیا گیا اور ہار بھی واپس ہو گیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے یہ وعدہ لے لیا کہ مکّہ پہنچ کر زینب کو مدینہ بھیج دیں۔ ابوالعاص نے مکّہ پہنچ کر زینب کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی اور اَپنے بھائی کنانہ بن ربیع کے ہمراہ روانہ کیا۔

کنانہ نے عین دوپہر کے وقت حضرت زینب کو اونٹ پر سوار کرایا اور ہاتھ میں تیر کمان لی۔ اور روانہ ہوئے آپ کی صاحب زادی کا علی الاعلان مکّہ سے روانہ ہونا قریش کو بہت شاق معلوم ہوا چنانچہ ابوسفیان وغیرہ نے ذی طوی میں آکر اُونٹ کو روک لیا۔ اور یہ کہا کہ ہم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کو روکنے کی ضرورت نہیں لیکن اس طرح علانیہ طور پر لے جانے میں ہماری ذلّت ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اس وقت تو مکّہ واپس چلو اور رات کے وقت لے کر روانہ ہو جاؤ۔ کنانہ نے اس کو منظور کیا۔ ابوسفیان سے پہلے ھبّار بن اسود نے (جو بعد میں چل کر مسلمان ہوئے) جا کر اونٹ روکا اور حضرت زینب کو ڈرایا۔ خوف سے حمل ساقط ہوگیا۔ اس وقت کنانہ نے تیر کمان سنبھالی اور یہ کہا کہ جو شخص اونٹ کے قریب بھی آئے گا تیروں سے اس کے جسم کو چھلنی کر دوں گا۔

الغرض کنانہ مکہ واپس آ گئے اور دو تین راتیں گزرنے پر شب کو روانہ ہوئے۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو حکم دیا کہ تم جا کر مقام بطن یاجج میں ٹھہرو جب زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آجائیں تو ان کو اپنے ہمراہ لے آنا۔

یہ لوگ بطن یاجج پہنچے اور اُدھر سے کنانہ بن ربیع آتے ہوئے ملے۔ کنانہ وہیں سے واپس ہو گئے اور زید بن حارثہ مع اپنے رفیق کے صاحب زادی کو لے کر مدینہ روانہ ہوئے جنگ بدر کے ایک ماہ بعد مدینہ پہنچیں۔

صاحب زادی آپ کے پاس رہنے لگیں اور ابوالعاص مکہ میں مقیم رہے۔ فتح مکہ سے قبل ابوالعاص بغرض تجارت شام کی طرف روانہ ہوئے۔ چونکہ اہلِ مکہ کو آپ کی امانت و دیانت پر اعتماد تھا اس لئے اور لوگوں کا سرمایہ بھی شریک تجارت تھا۔

شام سے واپسی میں مسلمانوں کا ایک دستہ مل گیا اس نے تمام مال و متاع ضبط کر لیا۔ اور ابوالعاص چھپ کر مدینہ حضرت زینب کے پاس آ پہنچے۔

رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے تو حضرت زینب نے عورتوں کے چبوترہ سے آواز دی، اے لوگو میں نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دی ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اور ارشاد فرمایا:

ایها الناس هل سمعتم ماسمعت قالوا نعم قال اماو الذی نفسی بیده ماعلمت بشیٔ من ذلك حتی سمعت ماسمعتم انه یجیر علی المسلمین ادناهم	اے لوگو کیا تم نے بھی سنا ہے جو میں نے سُنا لوگوں نے کہا۔ ہاں آپ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات پاک کی کہ محمد کی جان اس کے ہاتھ میں ہے مجھکو اس کا مطلق علم نہیں جو اور جس وقت تم نے سُنا وہی میں نے سُنا، تحقیق خوب سمجھ لو کہ مسلمانوں میں کا ادنیٰ سے ادنیٰ اور کمتر سے کمتر بھی پناہ دے سکتا ہے۔

اور یہ فرما کر صاحب زادی کے پاس تشریف لے گئے اور یہ فرمایا کہ اے بیٹی اس کا اکرام کرنا مگر خلوت نہ کرنے پائے کیونکہ تو اس کے لئے حلال نہیں یعنی تو مسلمان ہے اور وہ مشرک اور کافر۔ اور اہلِ سریہ سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو اس شخص (یعنی ابوالعاص) کا تعلق ہم

سے معلوم ہے اگر مناسب سمجھو تو ان کا مال واپس کردو ورنہ وہ اللہ کا عطیہ ہے جو اللہ نے تم کو عطا فرمایا ہے۔ اور تم ہی اس کے مستحق ہو۔

سنتے ہی صحابہ نے کل مال واپس کر دیا، کوئی ڈول لاتا تھا اور کوئی رسّی، کوئی لوٹا اور کوئی چمڑے کا ٹکڑا۔ غرض یہ کہ کل مال ذرّہ ذرہ کر کے واپس کر دیا۔

ابوالعاص کل مال لے کر مکّہ روانہ ہوئے اور جس جس کا حصّہ تھا اس کو پورا کیا۔ جب شرکاء کے حصے دے چکے تو یہ فرمایا:

یامعشر قریش هل بقی لاحد منکم عندی مال یاخذه قالوا لافجزاك الله خیرا فقد وجدناك وفیا کریما قال فانا اشهدان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله والله مامنعنی من الاسلام عنده الاتخوف ان آکل اموالکم فلما اداها الله الیکم وفرغت منها اسلمت۔

اے گروہ قریش کیا کسی کا کچھ مال میرے ذمّہ باقی رہ گیا ہے جو اس نے وصول نہ کرلیا ہو۔ قریش نے کہا نہیں۔ پس اللہ تجھکو جزائے خیر دے تحقیق ہم نے تجھکو وفادار اور شریف پایا۔ کہا پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد اللہ کے بندے اور اُس کے رسُول ہیں میں اب تک فقط اس لئے مسلمان نہیں ہوا کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ میں نے مال کھانے کی خاطر ایسا کیا ہے جب اللہ نے تمھارا مال تم تک پہنچادیا اور میں اس ذمّہ داری سے سبکدوش ہوگیا تب مُسلمان ہوا۔

بعد ازاں ابوالعاص رضی اللہ عنہ مکّہ سے مدینہ چلے آئے رسول اللہ ﷺ نے پھر حضرت زینب کو آپ کی زوجیت میں دے دیا۔[1]

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اوّل کافی سمجھا گیا کوئی جدید نکاح نہیں ہوا اور بعض روایات میں اس کی تصریح ہے کہ جدید نکاح ہوا اور فقہا کے نزدیک یہی روایت صحیح

[1] سیرۃ ابن ہشام، ج:۲، ص:۲۸

ہے اس لئے کہ اگر پہلا نکاح کافی ہوتا تو آپ صاحبزادی سے یہ نہ فرماتے کہ تو اس کے لئے حلال نہیں۔

انھیں قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس بھی تھے، جن کو کعب بن عمرو ابوالیسرؓ نے گرفتار کیا تھا حضرت عباس قوی اور جسیم تھی ابوالیسرؓ نحیف الجسم اور ضعیف القوی اور قصیر القامت تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوالیسر تو نے عباس کو کیسے گرفتار کیا۔

ابوالیسر نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص نے میری امداد کی کہ جس کو میں نے کبھی نہ اس سے پہلے دیکھا نہ بعد میں اور اس کی ہیئت ایسی اور ایسی تھی آپ نے فرمایا:

لقد اعانك عليه ملك كريم ؛ تحقیق ایک محترم فرشتے نے تیری امداد کی۔

یہ روایت مسند احمد اور طبقات ابن سعد وغیرہ میں ابن عباس سے مروی ہے اور دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم میں حضرت علی سے مروی ہے، علاوہ ازیں اور بھی مختلف طُرق سے یہ روایت مروی ہے۔[1] اور معجم طبرانی میں خود ابوالیسرؓ سے اور مسند احمد میں براء بن عازبؓ سے مروی ہے۔ فتح الباری باب شہود الملائکۃ ببدر کے ایک باب بعد حافظ ہیثمی فرماتے ہیں، رواہ احمد والبزار ورجال احمد رجال الصحیح غیر حارثۃ بن مضرب وھو ثقۃ (مجمع الزوائد باب غزوۃ بدر)۔

حضرت عباس کی بندش ذرا سخت تھی رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت عباس کی کراہ سنی تو نیند اڑ گئی انصار کو جب اس کا علم ہوا تو آپ کی گرہ کھول دی اور مزید برآں یہ درخواست کی کہ اگر حضور اجازت دیں تو ہم اپنے بھانجے[2] عباس کا فدیہ چھوڑ دیں، آپ نے یہ جواب دیا۔

والله لاتذرن منه درهما ؛ خدا کی قسم اس سے ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔

حضرت عباس سے جب فدیہ کا مطالبہ کیا گیا تو اپنی ناداری کا عذر کیا آپ نے فرمایا اچھا وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور تمھاری بیوی اُمّ فضل نے مل کر دفن کیا تھا۔

---

[1] الخصائص الکبریٰ۔ ج:۱ص:۲۰۲ [2] انصار نے حضرت عباس کو بھانجا اس لئے کہا کہ حضرت عباس کی دادی۔ عبدالمطلب کی والدہ انصار میں کی تھیں فتح الباری ص ۲۲۸ ج ۷ اور بھانجا کہنے میں اس طرف اشارہ تھا کہ اس پر فدیہ چھوڑنے کا احسان ہماری گردن پر ہے نہ کہ آپ کی ذات بابرکات پر اس لئے کہ یہ فدیہ ہم اپنا بھانجا ہونے کی حیثیت سے چھوڑتے ہیں آپ کے چچا ہونے کی حیثیت سے نہیں، یہ حضرات انصار کا سلیقہ اور حسنِ ادب تھا رضی اللہ عنہم۔

حضرت عباس سنتے ہی حیران رہ گئے اور عرض کیا بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں میرے اور اُمّ فضل کے سوا کسی کو بھی اس کا علم نہ تھا۔ حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شرط مسلم پر صحیح ہے۔ (مستدرک ترجمۃ العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دلائل ابی نعیم میں باسناد حسن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس پر سو اوقیہ اور عقیل بن ابی طالب پر اسی اوقیہ[1] فدیہ لگایا۔ (تمام قیدیوں میں سب سے زائد فدیہ حضرت عباس کا تھا)

حضرت عباس نے عرض کیا کہ کیا آپ نے قرابت کی وجہ سے میرا فدیہ اس قدر زائد تجویز کیا ہے (یعنی قرابت کا اقتضاء تو یہ تھا کہ آپ میرے فدیہ میں تخفیف فرماتے۔ لیکن بجائے تخفیف کے آپ نے میرے فدیہ کی مقدار سب سے زائد کر دی) اُس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَى إِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ [2]

اے نبی آپ ان قیدیوں سے کہہ دیجئے جو آپ کے قبضہ میں ہیں کہ (تم اس فدیہ پر کچھ افسوس نہ کرو) اگر اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں میں کچھ بھلائی دیکھے گا یعنی دل سے اسلام لے آئیں گے تو جو تم سے لیا گیا ہے اُس سے کہیں زائد اور بہتر تم کو عطا فرما دے گا اور تمھاری مغفرت بھی فرمائے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

حضرت عباس بعد میں فرمایا کرتے تھے کاش مجھ سے اس وقت اضعاف مضاعفہ فدیہ لے لیا جاتا۔[3]

حق جل وعلا نے جتنا مجھ سے لیا اس سے بہتر اور زائد مجھکو دے دیا۔ سو اوقیہ کے بدلہ میں سو غلام عطا فرمائے جو سب کے سب تاجر ہیں یہ وعدہ حق تعالیٰ نے دنیا ہی میں پورا فرما دیا۔ دوسرا وعدہ مغفرت کا تھا اس کا میں امیدوار ہوں۔[4]

---

[1] ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ [2] سورۂ انفال آیۃ ۷۰۔ [3] فتح الباری۔ ج ۷ ص: ۲۴۸۔
[4] درمنثور۔ ج ۳ ص: ۲۰۲

یہ ناچیز کہتا ہے (غفر اللہ لہ) انشاء اللہ تعالیٰ یہ دوسرا وعدہ بھی ضرور پورا ہوگا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَایُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ اور کلمۂ انشاء اللہ تبرکاً کہتا ہوں نہ کہ تعلیقاً۔

اسیرانِ بدر میں نوفل بن حارث بھی تھے۔ جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فدیہ دینے کو کہا تو یہ جواب دیا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں جو فدیہ میں دے سکوں۔

آپ نے فرمایا وہ نیزے کہاں ہیں جو تم جدہ میں چھوڑ آئے ہو نوفل نے کہا بخدا اللہ کے بعد میرے سوا کسی کو بھی اُن کا علم نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ نیزے فدیہ میں دیئے جن کی تعداد ایک ہزار تھی۔ آپ نے حضرت عبّاس اور نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان رشتۂ مواخات قائم فرمایا اور زمانۂ جاہلیت میں بھی دونوں آپس میں دوست تھے اور تجارت میں شریک رہتے تھے۔ (مستدرک، ترجمہ نوفل بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

عُمیر بن وہب جمحی اسلام کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھا مکّہ کے زمانۂ قیام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو ایذائیں پہنچائی تھیں قیدیوں میں اس کا بیٹا وہب بن عُمیر بھی تھا۔

ایک دن عُمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ صفوان نے مقتولین بدر کا تذکرہ کر کے کہا کہ اب زندگی کا مزہ نہیں رہا۔ عُمیر نے کہا ہاں خدا کی قسم۔ سردارانِ قریش کے قتل ہو جانے کے بعد حقیقت میں زندگی کا مزہ ہی جاتا رہا۔ اگر میرے ذمّہ قرض اور بچّوں کا فکر نہ ہوتا تو ابھی جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر آتا۔ صفوان بہت خوش ہوا۔ اور کہا تیرا قرض اور اہل وعیال کی خبر گیری سب میرے ذمّہ ہے اور اُسی وقت صفوان نے تلوار صیقل کرائی اور زہر میں بجھا کر عمیر کو دی عمیر مدینہ پہنچا اور مسجد نبوی کے دروازہ پر اونٹ ٹھہرایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمیر کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ کسی ناپاک ارادہ سے آیا ہے، اسی وقت حضرت عمر نے اُس کی تلوار کا پرتلہ پکڑ لیا اور کھینچتے ہوئے آپ کے سامنے لا کھڑا کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اسے چھوڑ دو اور عمیر سے پوچھا کہ کیوں آئے ہو۔ عمیر نے کہا اپنے قیدی کو چھڑانے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا سچ کہو کیا اس لئے آئے ہو، سچ بتلاؤ کہ تم نے اور صفوان نے حطیم میں بیٹھ کر کیا مشورہ کیا تھا عمیر نے گھبرا

کر کہا میں نے کیا مشورہ کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے میرے قتل کا ذمہ لیا تھا، اس شرط پر کہ صفوان تیرے اہل وعیال کی خبر گیری کرے اور تیرا قرض اَدا کرے عمیر نے کہا:

اشهدانك رسول الله- ان هذا الحديث كان بيني وبين صفوان في الحجر لم يطلع عليه احد غيري وغيره فاخبرك به فآمنت بالله ورسوله

میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اس واقعہ کا سوائے میرے اور صفوان کے کسی کو علم نہ تھا۔ پس اللہ ہی نے آپ کو اس کی خبر دی پس ایمان لایا میں اللہ اور اس کے رسول پر۔

یہ روایت معجم طبرانی میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہے اور دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم میں مرسلاً مذکور ہے۔[۱]

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ عمیر نے یہ کہا:

والله انی لاعلم ما آتاك به الا الله فالحمد لله الذی هدانی للاسلام وساقنی هذا المساق ثم تشهد

قسم ہے اللہ کی میں یقین کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع نہیں کی پس شکر ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو اسلام کی ہدایت دی اور مجھ کو یہاں کھینچ کر لایا اور اُس کے بعد کلمۂ شہادت پڑھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اپنے بھائی کو دین کی باتیں سمجھاؤ اور قرآن پڑھاؤ اور اس کے قیدی کو چھوڑ دو اسی وقت قیدی عُمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کر دیا گیا۔

عُمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسُول اللہ میں نے اللہ کے نُور کے بُجھانے کی بہت کوشش کی اور جن لوگوں نے اللہ عزوجل کے دین کو قبول کیا، ان کو طرح طرح سے ستایا۔ اب مجھ کو اجازت دیجئے کہ مکہ جا کر اللہ اور اُس کے رسُول کی طرف لوگوں کو بلاؤں اور اسلام

[۱] الخصائص الکبریٰ۔ ج:۱ ص:۲۰۸

کی دعوت دوں شاید اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے اور اللہ کے دشمنوں کو ستاؤں جیسا کہ اس سے قبل اللہ کے دوستوں کو ستایا آپ نے اجازت دی۔

عُمیر مدینہ سے روانہ ہوئے اور صفوان بن امیہ لوگوں سے یہ کہتا پھرتا تھا۔ اے لوگو چند روز میں مَیں تم کو ایسی بشارت سناؤں گا جو تم کو بدر کا صدمہ بھلا دے گی اور ہر وارد وصادر سے عمیر کی خبریں دریافت کرتا رہتا تھا یہاں تک کہ عمیر کے اسلام لانے کی خبر پہنچی۔ صفوان یہ خبر سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا۔ اور قسم کھائی کہ خدا کی قسم عمیرؓ سے بات بھی نہ کروں گا اور نہ اسے کبھی کوئی نفع پہنچاؤں گا۔ عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ پہنچے اور دعوتِ اسلام میں مصروف ہو گئے بہت سے لوگ آپ کی وجہ سے مسلمان ہو گئے اور جو لوگ اسلام کے دشمن تھے اُن کو خوب ستایا۔

صلاۃ العید

بدر سے مراجعت کے بعد شوال کی یکم کو آپ نے عید کی نماز ادا فرمائی۔ یہ پہلی عید الفطر تھی۔ (زرقانی جلد اوّل۔ ص: ۴۵۴)

فضائلِ بدریین

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسُول اللہ ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں (مفصّل قصہ انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں آئے گا) حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

لعل اللہ اطلع الی اھل بدر فقال اعملوا ماشئتم فقد وجبت لکم الجنۃ (بخاری شریف باب فضل من شھد بدرا)	تحقیق اللہ نے اہل بدر کے طرف نظر فرمائی اور یہ کہہ دیا جو چاہے کرو۔ جنت تمھارے لئے واجب ہو چکی ہے۔

معاذ اللہ۔ اعملوا ماشئتم (جو چاہے کرو) سے اہلِ بدر کو گناہوں کی اجازت دینا مقصود نہیں بلکہ ان کے صدق اور اخلاص کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ بارگاہِ خداوندی میں اہل بدر کی مخلصانہ جانبازی اور محبانہ اور والہانہ سرفروشی مسلّم ہو چکی ہے۔ مرتے دم تک اِن لوگوں کا

قدم جادۂ محبت ووفا سے کبھی ڈگمگانے والانہیں ان کے قلوب اللہ اور اُس کے رسُول کی محبت اوراطاعت سے لبریز ہیں۔ معصیت اور نافرمانی کی ان کے دلوں میں کہیں گنجائش نہیں اگر بمقتضائے بشریت کسی وقت کوئی معصیت صادر ہو جائے گی تو فوراً توبہ اور استغفار کی طرف رجوع کریں گے بہر حال اہلِ بدر جو کچھ بھی کریں جنّت ان کے لئے واجب ہے اطاعت کریں گے تب جنّت واجب ہے اور اگر بالفرض بمقتضائے بشریت معصیت کر بیٹھیں گے تو فوراً توبہ اور استغفار اور تضرع اور ابتہال کریں گے جس سے ان کے لئے جنّت اور مغفرت واجب ہو جائے گی بلکہ عجب نہیں کہ اور درجے بلند ہو جائیں جیسا کہ آدم علیہ السلام کے توبہ سے اور درجے بلند ہوئے۔ (تفصیل کے لئے مدارج السالکین کی مراجعت کریں)

بارگاہ خداوندی سے اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ کا خطاب اُنھیں حضرات کو ہو سکتا ہے جن کے قُلوب حق جل وعلا کی محبت وعظمت، خوف اور خشیت رغبت اور ہیبت سے لبریز ہوں اور ایسے ہی جنّت کی بشارت ان لوگوں کو دی جاتی ہے جن کو ہر وقت اپنے نفس سے نفاق کا اندیشہ رہتا ہو۔ (ہذا توضیح ما قالہ الحافظ ابن قیم فی شرح ہذا الحدیث فی کتاب الفوائد ص ۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لن یدخل النار احد شهد بدرا۔	جو شخص بدر میں حاضر ہوا وہ ہرگز جہنم میں نہ جائے گا۔

یہ حدیث مسند احمد میں ہے مسند اس کی شرط مسلم پر ہے۔ (فتح الباری باب فضل من شہد بدرا۔)

رفاعۃ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السّلام نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سوال کیا کہ آپ اہلِ بدر کو کیا سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا سب سے افضل اور بہتر۔ جبرئیل نے کہا اسی طرح دو فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے سب فرشتوں سے افضل اور بہتر ہیں۔ (صحیح بخاری باب شہود الملائکۃ بدرا)

تعداد بدریین

حضرات بدریین رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کی تعداد میں روایتیں مختلف ہیں مشہور تو یہ ہے کہ تین سو تیرہ تھے۔

اشتباہ اور اختلاف کی وجہ سے محدثین کے اقوال مختلف ہیں حافظ ابن سید الناس نے عیون الاثر میں سب کو جمع کر دیا اور تین سو تریسٹھ نام شمار کرائے تا کہ کسی قول کی بنا پر بھی کوئی نام رہنے نہ پائے۔ احتیاطاً سب کو ذکر کر دیا۔ یہ مطلب نہیں کہ بدریین کی تعداد تین سو تریسٹھ ہے۔ مسند احمد اور مسند بزار اور معجم طبرانی میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اہلِ بدر تین سو تیرہ تھے۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بدر کے لئے روانہ ہوئے تو کچھ دُور چل کر اصحاب کو شمار کرنے کا حکم دیا۔ جب شمار کئے گئے تو تین سو چودہ تھے آپ نے ارشاد فرمایا پھر شمار کرو۔ دوبارہ شمار کر ہی رہے تھے کہ دُور سے دُبلے اُونٹ پر ایک شخص سوار آتا ہوا نظر آیا۔ اُس کو شامل کر کے تین سو پندرہ ہوئے۔ (رواہ الطبرانی والبیہقی)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بدر کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو تین سو پندرہ آدمی آپ کے ہمراہ تھے (رواہ البیہقی واسنادہ حسن)

یہ تین روایتیں ہیں لیکن حقیقت میں سب متفق اور متحد ہیں اس لئے کہ اگر اُس آخری شخص اور نبی اکرم ﷺ کو بھی شمار کیا جائے تو تین سو پندرہ تھے اور اگر اُس آخری شخص اور آپ کی ذات بابرکات علیہ افضل الصلوات والتحیات کو اصحاب کے ساتھ شمار نہ کیا جائے تو پھر تعداد تین سو تیرہ ہے اس سفر میں کچھ صغیر السن یعنی کم عمر بچے بھی آپ کے ہمراہ تھے جیسے براء بن عازب۔ عبداللہ بن عمر۔ انس بن مالک۔ جابر بن عبداللہ۔ مگر ان کو قتال کی اجازت نہ تھی۔

اگر ان کم سن بچوں کو بھی بدریین میں شمار کر لیا جائے تو پھر تعداد تین سو انیس ہو جاتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عمر سے مروی ہے کہ اہل بدر تین سو انیس تھے۔

براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بدر کے دن میں اور ابن عمر چھوٹے سمجھے گئے، اُس روز مہاجرین ساٹھ سے کچھ اوپر تھے اور انصار دو سو چالیس سے کچھ زائد تھے۔ (بخاری شریف)

براء بن عازب فرماتے ہیں ہم یہ کہا کرتے تھے کہ اصحاب بدر تین سو دس سے کچھ زیادہ تھے جتنے طالوت کے ساتھ تھے جنھوں نے نہر کو پار کیا۔ اور خدا کی قسم نہر سے وہی لوگ پار ہوئے جو بڑے پکے مؤمن اور مخلص تھے۔ (بخاری شریف)

یہ تمام تفصیل فتح الباری باب عدۃ اصحاب بدر میں مذکور ہے ۱۔

علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر میں مسلمانوں کی امداد کے لئے ستر جن بھی حاضر ہوئے تھے۔ آھ

آٹھ آدمی ایسے تھے کہ جو اس غزوہ میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے لیکن اہلِ بدر میں شمار کئے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت میں سے ان کو حصہ عطا فرمایا:

(۱)۔ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو رسول اللہ ﷺ حضرت رقیہ کی علالت کی وجہ سے مدینہ چھوڑ گئے تھے۔

(۲)، (۳)۔ طلحہ اور سعید بن زید۔ ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ نے قریش کے قافلہ کے تجسس کے لئے بھیجا تھا۔

(۴)۔ ابولبابہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روحاء سے مدینہ پر اپنا قائم مقام بنا کر واپس فرمایا۔

(۵)۔ عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عوالی مدینہ پر مقرر فرمایا۔

(۶)۔ حارث بن حاطب بنی عمرو بن عوف کی طرف سے آپ کو کوئی خبر پہنچی تھی، اس لئے آپ نے حارث بن حاطب کو بنی عمرو کی طرف واپس بھیجا۔

(۷)۔ حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے چوٹ آجانے کی وجہ سے مقام روحاء سے واپس فرما دیا تھا۔

(۸)۔ خوات بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پنڈلی میں چوٹ آجانے کی وجہ سے مقام صفراء سے واپس کر دیئے گئے تھے۔

یہ ابن سعد کا بیان ہے۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر کا بھی حصہ لگایا جو اس وقت حبشہ میں تھے اور کہا جاتا ہے کہ سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد نے راستہ میں انتقال فرمایا۔ اور صبیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولی احیحہ بیماری کی وجہ سے واپس ہوئے ۲۔

جریدۂ اسماءِ حضرات بدریین رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنا معہم اجمعین

ائمہ حدیث اور علماء سیر نے اپنی اپنی تصانیف میں اسماء بدریین کے ذکر کا خاص اہتمام

---

۱ فتح الباری ج: ۷، ص: ۲۲۶ ۲ زرقانی۔ ج: ۱، ص: ۴۰۹

فرمایا ہے مگر حروف تہجی کے لحاظ سے سب سے پہلے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسماء بدریین کو مرتب فرمایا اور اہلِ بدر سے صرف چوالیس نام اپنی جامع صحیح میں ذکر فرمائے جو ان کی شرائط صحت واستناد کے مطابق تھے ۱۔

علامہ دوانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ہم نے مشائخ حدیث سے سنا ہے کہ صحیح بخاری میں اسماء بدریین کے ذکر کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور بار ہا اس کا تجربہ ہو چکا ہے ۲۔

جریدۂ اسماء حضرات بدریین
مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنا معہم اجمعین

سید المھاجرین وامام البدریین واشرف الخلائق اجمعین خاتم الانبیاء والمرسلین سَیِّدُنَا وَمَولٰنا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَشرف وکرم. الی یوم الدّین

(۱)۔ ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲)۔ ابوحفص عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳)۔ ابوعبداللہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۴)۔ ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵)۔ حمزۃ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۶)۔ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷)۔ انسہ حبشی مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۸)۔ ابوکبشہ فارسی مولی رسول صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۹)۔ ابومرثد کناز بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۰)۔ مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی کناز بن حصین کے بیٹے۔

(۱۱)۔ عبیدۃ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے دونوں بھائی۔

(۱۲)۔ طفیل بن حارث رضی اللہ تعالےٰ عنہ

۱ فتح الباری۔ ج:۷، ص:۲۵۳ ۲ زرقانی۔ ج:۱، ص:۴۰۹

(۱۳)۔ حصین بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۴)۔ مسطح عوف بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۵)۔ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۶)۔ سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۷)۔ صبیح مولی ابی العاص امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۸)۔ عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۹)۔ عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۰)۔ شجاع بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بھائی۔
(۲۱)۔ عقبہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۲)۔ یزید بن رقیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۳)۔ ابو سنان بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی۔
(۲۴)۔ سنان بن ابی سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی ابو سنان بن محصن کے بیٹے اور عکاشہ کے بھتیجے۔
(۲۵)۔ محرز بن نضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۶)۔ ربیعہ بن اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۷)۔ ثقف بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے دونوں بھائی۔
(۲۸)۔ مالک ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۹)۔ مدلج بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۰)۔ سوید بن مخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۱)۔ عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۲)۔ خباب مولیٰ عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1]
(۳۳)۔ زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۴)۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۵)۔ سعد کلبی مولی حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
(۳۶)۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۷)۔ سویبط بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۸)۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳۹)۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بھائی
(۴۰)۔ عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] یہ خباب عتبہ بن غزوان کے آزاد کردہ غلام ہیں خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سابقین اولین میں سے ہیں یہ ان کے علاوہ ہیں فقط نام میں اشتراک ہے۔

(۴۱)۔ مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴۲)۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴۳)۔ مسعود بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴۴)۔ ذو الشمالین بن عبد عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴۵)۔ خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴۶)۔ بلال بن رباح مولی ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
(۴۷)۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۴۸)۔ صہیب بن سنان رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴۹)۔ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۵۰)۔ ابوسلمۃ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵۱)۔ شماس بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۵۲)۔ ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵۳)۔ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۵۴)۔ معتب بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵۵)۔ زید بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی۔
(۵۶)۔ مجمع مولی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
(۵۷)۔ عمرو بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بھائی۔
(۵۸)۔ عبداللہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵۹)۔ واقد بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶۰)۔ خولی بن ابی خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶۱)۔ مالک بن ابی خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶۲)۔ عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۶۳)۔ عامر بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۶۴)۔ عاقل بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶۵)۔ خالد بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶۶)۔ ایاس بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶۷)۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۶۸)۔ عثمان بن مظعون جمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بیٹے۔
(۶۹)۔ سائب بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۰)۔ قدامۃ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۱)۔ عبداللہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۲)۔ معمر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۳)۔ خنیس بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷۴)۔ ابوسبرۃ بن ابی رہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۵)۔ عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۶)۔ عبداللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۷)۔ عمیر بن عوف مولیٰ سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۷۸)۔ سعد بن خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۹)۔ ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

(۸۰)۔ عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸۱)۔ سہیل بن وہب[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے بھائی۔

(۸۲)۔ صفوان بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸۳)۔ عمرو بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸۴)۔ وہب بن سعد[۲] رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸۵)۔ حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸۶)۔ عیاض بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جریدۂ اسماء حضرات بدریین انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنا معہم اجمعین آمین یارب العالمین

(۱)۔ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

(۲)۔ عمرو بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی سعد بن معاذ کے بھائی۔

(۳)۔ حارث بن اوس بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی سعد بن معاذ کے بھتیجے۔

(۴)۔ حارث بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵)۔ سعد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶)۔ سلمۃ بن سلامۃ بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[۱] سہیل اور صفوان کے باپ کا نام وہب ہے اور ماں کا نام بیضاء ہے پسران بیضاء کے نام سے مشہور ہیں۔

[۲] ابن ہشام فرماتے ہیں یہ تین ابن اسحق نے تو نہیں ذکر کئے لیکن اور بہت سے اہل علم نے ان تین کو بھی بدریین میں شمار کیا ہے سیرۃ ابن ہشام ص ۳۹ ج ۲ تا ص ۴۲ ج ۲

(۷)۔عباد بن بشر بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸)۔سلمۃ بن ثابت بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۹)۔رافع بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۰)۔حارث بن حزمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۱)۔محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۲)۔سلمۃ بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۳)۔ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۴)۔عبید بن التیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۵)۔عبداللہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۶)۔قتادہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۷)۔عبید بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۸)۔نصر بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۹)۔معتب بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۰)۔عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۱)۔مسعود بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۲)۔ابوعبس بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۳)۔ابو بردہ ہانی بن نیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۴)۔عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۵)۔معتب بن قشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۶)۔عمرو بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۷)۔سہل بن حُنَیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲۸)۔مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۹)۔رفاعۃ بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۰)۔سعد بن عبید بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۱)۔عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۲)۔رافع بن عنجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۳)۔عبید بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۴)۔ثعلبۃ بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳۵)ابولبابۃ بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۶)۔حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۷)۔حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۸)۔عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۹)۔انیس بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴۰)۔معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴۱)۔ثابت بن اقرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴۲)۔عبداللہ بن سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴۳)۔زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۴۴)۔ربعی بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۴۵)۔عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۴۶)۔عاصم بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۴۷)۔ابوضیاح بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴۸)۔ابوحنۃ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی ابوضیاح کے بھائی....

(۴۹)۔ سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵۰)۔ حارث بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یعنی خوات بن جبیر بن النعمان اور عبداللہ بن جبیر بن النعمان کے چچا۔

(۵۱)۔ خوات بن جبیر بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵۲)۔ منذر بن محمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

(۵۳)۔ ابوعقیل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵۴)۔ سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵۵)۔ منذر بن قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵۶)۔ مالک بن قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵۷)۔ حارث بن عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵۸)۔ تمیم مولی سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵۹)۔ جبر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶۰)۔ مالک بن نمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶۱)۔ نعمان بن عصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶۲)۔ خارجۃ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶۳)۔ سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶۴)۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۶۵)۔ خلاد بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۶۶)۔ بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۶۷)۔ سماک بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۶۸)۔ سبیع بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۶۹)۔ عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۰)۔ عبداللہ بن عبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۱)۔ یزید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۲)۔ خبیب بن اساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۳)۔ عبداللہ بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۴)۔ حریث بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۵)۔ سفیان بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۶)۔ تمیم بن یُعار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۷)۔ عبداللہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷۸)۔ زید بن المزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۷۹)۔ عبداللہ بن عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸۰)۔ عبداللہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸۱)۔ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی راس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے۔

(۸۲)۔ اوس بن خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۸۳)۔ زید بن ودیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸۴)۔ عقبۃ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸۵)۔رفاعۃ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۸۶)۔عامر بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۸۷)۔معبد بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۸۸)۔عامر بن البکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۸۹)۔نوفل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۹۰)۔عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۹۱)۔اوس بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۹۲)۔نعمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۹۳)۔ثابت بن ہزال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۹۴)۔مالک بن دعشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۹۵)۔ربیع بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۹۶)۔ورقۃ بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۹۷)۔عمرو بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربیع اور ورقہ کے بھائی ہیں یا حلیف علی اختلاف الاقوال
(۹۸)۔مجذر بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۹۹)۔عباد بن خشخاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۰۰)۔نحاب بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۰۱)۔عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۰۲)۔عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۰۳)۔ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۰۴)۔منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۰۵)۔ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۰۶)۔مالک بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۰۷)عبدربہ بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۰۸)۔کعب بن جمّاز رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۰۹)۔ضمرۃ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۱۰)۔زیاد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۱۱)۔بسبس بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۱۲)۔عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۱۳)۔قراش بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۱۴)۔حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۱۵)۔عمیر بن الحمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۱۶)۔تمیم مولیٰ خراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۱۷)۔عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۱۸)۔معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۱۹)۔معوذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۲۰)۔خلاد بن عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۲۱)۔عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۲۲)۔حبیب بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۲۳)۔ثابت بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۲۴)۔عمیر بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۲۵)۔بشر بن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۲۶)۔طفیل بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۲۷)۔طفیل بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۲۸)۔سنان بن صیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۲۹)۔عبداللہ بن جد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۳۰)۔عتبہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۳۱)۔جبار بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۳۲)۔خارجہ بن حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۳۳)۔عبداللہ بن حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۳۴)۔یزید بن المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۳۵)۔معقل بن المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۳۶) عبداللہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۳۷) ضحاک بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۳۸)۔سعاد بن زریق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۳۹)۔معبد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۴۰)۔عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دونوں بھائی ہیں
(۱۴۱)۔عبداللہ بن مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۴۲)۔جابر بن عبداللہ بن رئاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۴۳)۔خلید بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۴۴)۔نعمان بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۴۵)۔ابو المنذر یزید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۴۶)۔سُلیم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۴۷)۔قطبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۴۸)۔عنترہ مولی سُلیم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۴۹)۔عبس بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۵۰)۔ثعلبۃ بن غنمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۵۱)۔ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۵۲)۔سہل بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۵۳)۔عمرو بن طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۵۴)۔معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۵۵)۔قیس بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۵۶)۔حارث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۵۷)۔جبیر بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۵۸)۔سعد بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۵۹)۔عقبۃ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں بھائی ہیں
(۱۶۰)۔ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۶۱)۔مسعود بن خلدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۶۲)۔عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۶۳)۔اسعد بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۶۴)۔فاکہ بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۶۵)۔معاذ بن ماعص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۶۶)۔عائذ بن ماعص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۶۷)۔مسعود بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۶۸)۔رفاعۃ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۶۹)۔خلاد بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۷۰)۔عبید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۷۱)۔زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۷۲)۔فروۃ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۷۳)۔خالد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۷۴)۔جبلۃ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۷۵)۔عطیہ بن نویرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۷۶)۔خلیفۃ بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۷۷)۔عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۷۸)۔سراقۃ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۷۹)۔حارثہ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۸۰)۔سلیم بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۸۱)۔سہیل بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۸۲)۔عدی بن زغباء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۸۳)۔مسعود بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۸۴)۔ابوخزیمۃ بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۸۵)۔رافع بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۸۶)۔عوف بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۸۷)۔معوذ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۸۸)۔معاذ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تینوں عفراء کے بیٹے۔

(۱۸۹)۔نعمان بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۹۰)۔عامر بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۹۱)۔عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۹۲)۔عصیمہ اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۹۳)۔ودیعہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۹۴)۔ابوالحمراء مولیٰ حارث بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۹۵)۔ثعلبۃ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۹۶)۔سہیل بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۹۷)۔حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۹۸)۔ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۹۹)۔انس بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۰۰)۔اوس بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۰۱)۔ابو شیخ ابی بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی حسان بن ثابتؓ کے بھائی
(۲۰۲)۔ابوطلحہ زید بن اسہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۰۳)۔حارثہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۲۰۴)۔عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۰۵)۔سلیط بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۲۰۶)۔ابوسلیط بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۰۷)۔ثابت بن خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۲۰۸) عامر بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۰۹)۔محرز بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۲۱۰)۔سواد بن غزیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۱۱)۔ابوزید قیس بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۲۱۲)۔ابوالاعور بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۱۳)۔سلیم بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۲۱۴)۔حرام بن ابی صعصعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۱۵)۔قیس بن ابی صعصعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۲۱۶)۔عبداللہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۱۷)۔عصیمہ اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۲۱۸)۔ابوداود عمیر بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۱۹)۔سراقہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۲۲۰)۔قیس بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۲۱)۔نعمان بن عبدعمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۲۲۲)۔ضحاک بن عبدعمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۲۳)۔سلیم بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۲۲۴)۔جابر بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۲۵)۔سعد بن سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۲۲۶)۔کعب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۲۷)۔بجیر بن ابی بجیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۲۲۸)۔عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۲۹)۔ملیل بن وبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (۲۳۰)۔عصمہ بن الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۳۱)۔ہلال بن المعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسماء ملائکہ بدریین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین

جنگ بدر میں فرشتوں کا آسمان سے مسلمانوں کی امداد کے لئے نازل ہونا اور پھر ان کا جہاد وقتال میں شریک ہونا آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے پہلے معلوم ہو چکا ہے لیکن روایات حدیث سے صرف فرشتوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں جو ہدیۂ ناظرین ہے۔

(۱)۔افضل الملائکۃ المکرمین امین اللہ تعالیٰ بینہ وبین الانبیاء والمرسلین سیدنا جبرئیل علیہ الصلاۃ والتسلیم رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔[۱]

[۱] ظاہر قرآن اور حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل امین تمام ملائکہ سے افضل ہیں واخرج الطبرانی بسند ضعیف عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔قال قال رسول اللہ ﷺ الا اخبرکم بافضل الملائکۃ جبرئیل۔۱۲روح المعانی ص ۳۰۱ ج

(۲)۔ سیدنا میکائیل علیہ الصلاۃ والسلام

(۳)۔ سیدنا اسرافیل علیہ الصلاۃ والسلام

اخرجہ احمد والبزار ابو یعلی والحاکم وصححہ والبیہقی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وخصائص کبری ص ۲۰۱ ج ۱۔

چونکہ روایت میں اوّل جبرئیل کا اور پھر میکائیل کا اور پھر اسرافیل علیہم السلام کا آسمان سے نازل ہونا مذکور ہے۔ اس لئے ذکر میں بھی نزول کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا۔

اسماء شہداء بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ

قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔[1]

مکن گریہ برگور مقتول دوست ⁞ بروخرمی کن کہ مقبول اوست

(۱)۔ عبیدۃ بن الحارث بن مطلب مہاجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

معرکۂ بدر میں پیر کٹ گیا تھا مقام صفراء میں پہنچ کر وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے وہیں دفن فرمایا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ مقام صفراء میں نزول فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم یہاں مشک کی خوشبو پاتے ہیں، آپ نے فرمایا تعجب کیا ہے، یہاں ابو معاویہ کی قبر ہے (ابو معاویہ حضرت عبیدۃ بن الحارث کی کنیت ہے) (استیعاب للحافظ ابن عبد البر ص ۴۲۵ ج ۱ ترجمہ عبیدۃ بن الحارث بر حاشیۂ اصابہ)

(۲)۔ عُمیر بن ابی وقاص مہاجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بدر کے لئے لوگ جمع ہوئے تو میں نے بھائی

---

[1] سورۂ آل عمران، آیۃ: ۱۶۹

عمیر کو دیکھا کہ اِدھر اُدھر چھپتا پھرتا ہے میں نے کہا اے بھائی تجھکو کیا ہوا کہا مجھکو اندیشہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھ کو دیکھ پائیں اور چھوٹا سمجھ کر واپس فرمادیں اور میں جانا چاہتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ مجھکو شہادت نصیب فرمائے جب رسول اللہ ﷺ نے لشکر کا معاینہ فرمایا تو عمیر بھی پیش کیے گئے آپ نے صغیر السن ہونے کی وجہ سے واپسی کا حکم دیا۔ عمیر یہ سن کر رو پڑے، آپ نے ان کا یہ ذوق وشوق دیکھ کر اجازت دیدی بالآخر جنگ میں شریک ہوئے اور جام شہادت نوش فرمایا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اس وقت سولہ سال کی تھی۔[1]

(۳)۔ ذوالشمالین بن عبد عمرو مہاجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام زہری اور ابن سعد اور ابن سمعانی فرماتے ہیں کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین ایک ہی شخص کے دو نام ہیں اور جمہور محدثین کے نزدیک دو شخص ہیں ذوالشمالینؓ تو جنگ بدر میں شہید ہوئے اور ذوالیدین رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی زندہ رہے۔۱۲

(۴)۔ عاقل بن البکیر مہاجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سابقین اولین میں سے ہیں دار ارقم میں مشرف باسلام ہوئے پہلا نام ان کا غافل تھا رسول اللہ ﷺ نے بجائے غافل کے عاقل نام رکھا، (اصابہ ترجمہ عاقل بن بکیرؓ)۔ مشرف باسلام ہونے سے قبل آخرت سے غافل اور بے خبر تھے۔ اسلام لانے سے عاقل اور ہوشیار بنے اس لئے ان کا یہ نام تجویز فرمایا واللہ اعلم۔ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔ عمر اس وقت چونتیس سال کی تھی۔[2]

(۵)۔ مہجع بن صالح مولی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ قتال کے وقت حضرت مہجع کی زبان پر یہ الفاظ تھے أَنَا مِهْجَعٌ وَإِلَىٰ رَبِّي أَرْجِعُ میں مہجع ہوں اور اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والا ہوں (رواہ ابن ابی شیبۃ)[3]

(۶)۔ صفوان بن بیضاء مہاجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بدری ہونا تو ان کا مسلّم ہے لیکن غزوۂ بدر میں ان کا شہید ہونا مختلف فیہ ہے، ابن اسحٰق

---

[1] الطبقات الکبریٰ۔ ج:۲ص:۱۰۶۔ اصابہ ج:۳ ص:۳۵ [2] الطبقات الکبریٰ۔ ج:۳ص:۲۸۲۔
[3] کنز العمال۔ ج:۵ ص:۲۶۹۔

اور موسیٰ بن عقبہ اور ابن سعد کہتے ہیں غزوۂ بدر میں طعیمۃ بن عدی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ ابن حبان کہتے ہیں ۳۰ھ میں اور حاکم کہتے ہیں ۳۸ھ میں وفات پائی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲۔ (اصابہ ترجمہ صفوان بن بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

(۷)۔ سعد بن خیثمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

صحابی اور صحابی کے بیٹے شہید اور شہید کے بیٹے۔ سعد غزوۂ بدر میں شہید ہوئے اور باپ یعنی خیثمہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔

حضرت سعد بیعت عقبہ میں بھی شریک تھے رسول اللہ ﷺ نے بنی عمرو کا ان کو نقیب بنایا تھا۔ (اصابہ)

رسول اللہ ﷺ نے جب عیر ابی سفیان کے لئے خروج کا حکم دیا تو خیثمہ نے سعد سے کہا اے بیٹا ہم میں سے ایک کا بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے لئے گھر رہنا ضروری ہے۔ تم ایثار کرو اور مجھ کو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جانے کی اجازت دو اور تم یہاں ٹھہرو۔ اس پر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاف انکار کر دیا اور یہ عرض کیا۔

لو كان غير الجنة أثرتك به انى ارجوا الشهادة فى وجهى هذا	جنت کے سوا اگر اور کوئی معاملہ ہوتا تو ضرور ایثار کرتا اور آپ کو اپنے نفس پر ترجیح دیتا لیکن میں اس سفر میں اپنے شہید ہونے کی قوی امید رکھتا ہوں۔

بعد ازاں باپ اور بیٹے کے مابین قرعہ اندازی ہوئی۔ قرعہ سعد کے نام پر نکلا بیٹے باپ سے زیادہ خوش نصیب نکلے اور شاداں وفرحاں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ معرکۂ بدر میں عمرو بن عبدود یا طعیمۃ بن عدی کے ہاتھ سے شہید ہوئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(۸)۔ بشر بن حارث انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۹)۔ یزید بن حارث انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۰)۔ عمیر بن الحمام انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

بدر کے دن یہ ارشاد فرمایا۔ اے لوگو اٹھو جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کی برابر ہے، عُمیر نے کہا بخِ بخِ (واہ واہ) آپ نے ارشاد فرمایا اے عُمیر کس چیز نے تجھ کو بخ بخ کہنے پر آمادہ کیا عمیر نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم کچھ نہیں مگر صرف یہ اُمید کہ شاید میں بھی جنت والوں میں سے ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا **فَاِنَّکَ من اھلھا** پس تحقیق بلاشُبہ تو اہلِ جنت سے ہے بعد ازاں کھجوریں نکال کر کھانا شروع کیں مگر فوراً ہی پھینک دیں اور یہ کہا کہ اگر ان کے کھانے میں مشغول ہو گیا تو پھر زندگی بڑی طویل ہے کھجوریں پھینک کر قتال میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ شہید ہو گئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابنِ اسحٰق کی روایت میں ہے کہ عُمیر نے تلوار ہاتھ میں لی اور یہ کلمات ان کی زبان پر تھے

رَکضًا الی اللّٰہ بغیر زاد — الا التقی وعمل المعاد
اللہ کی طرف بغیر توشہ ہی کے دوڑو — مگر تقویٰ اور عمل آخرت

والصبر فی اللّٰہ علی الجھاد
اور جہاد فی سبیل اللہ پر صبر کا توشہ ضرور ہمراہ لے لو

وکل زاد عُرضَۃ النَفَاد — غیر التقی والبر والرشاد
اور ہر توشہ معرضِ فناء میں ہے — مگر تقویٰ اور بھلائی اور رشد
کا توشہ کبھی نہ خراب ہو سکتا ہے اور نہ فنا۔

(استیعاب للحافظ ابن عبد البر ص ۴۸۲ ج ۲ حاشیہ اصابہ۔ واصابہ ص ۳۱ ج ۲ ترجمہ عمیر بن حمامؓ زرقانی ص ۴۴ اج ا البدایۃ والنہایۃ ص ۲۷۷ ج ۳)

(۱۱)۔ رافع بن معلّٰی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۲)۔ حارثہ بن سراقہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حارثہ بن سراقہ بن حارث رضی اللہ عنہما صحابی اور صحابی کے بیٹے شہید اور شہید کے بیٹے۔ بیٹے یعنی حضرت حارثہ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے اور حضرت سراقہ غزوۂ حنین میں (فتح الباری باب فضل من شہد بدراً)۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ حارثہ بدر میں شہید ہوئے اور وہ نوجوان تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے واپس تشریف لائے تو حارثہ کی والدہ۔ رُبیّع بنت نضر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو خوب معلوم

ہے کہ مجھکو حارثہ سے کس قدر محبت تھی، پس اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں اور اگر دوسری صورت ہے تو پھر آپ دیکھ لیں گے کہ میں کیا کروں گی یعنی خوب گریہ وزاری کروں گی، آپ نے فرمایا کیا (دیوانی) ہوگئی۔ ایک جنت نہیں اُس کے لئے بہت سی جنتیں ہیں اور تحقیق وہ بلاشبہ جنت الفردوس میں ہے (صحیح بخاری غزوۂ بدر)۔

(۱۳)۔ عوف بن حارث انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۴)۔ معوذ بن حارث انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ — یہ دونوں بھائی ہیں والدہ کا نام عفراء ہے عوف بن حارثؓ کی شہادت کا واقعہ گزر چکا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جو اصحاب بدر میں شہید ہوئے حق جل وعلا نے ان پر تجلّی فرمائی اور اپنے دیدار پُر انوار سے اُن کی آنکھوں کو منور فرمایا اور کہا اے میرے بندو کیا چاہتے ہو۔ . .

اصحاب نے عرض کیا اے پروردگار جن نعمائے جنت سے تو نے ہم کو سرفراز فرمایا کیا اس سے بڑھکر بھی کوئی نعمت ہے حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا بتاؤ کیا چاہتے ہو چوتھی مرتبہ اصحاب نے یہ عرض کیا اے پروردگار یہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں پھر ہمارے جسموں میں لوٹا دی جائیں تاکہ پھر تیری راہ میں قتل ہوں جیسے اب قتل ہوئے (رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات) وہذا موقوف لفظا مرفوع حکما لانہ لامدخل للرای فیہ۔ واللہ اعلم ۱۲[1]

اسماء اسیران بدر

روایات صحیحہ سے پہلے معلوم ہو چکا کہ جنگ بدر میں ستّر کافر مقتول ہوئے اور ستر اسیر۔ ابن ہشام نے بروایت محمد بن اسحاق۔ اور حافظ ابن سید الناس نے عیون الاثر میں مقتولین اور قیدیوں کے نام ذکر کیئے ہیں۔ اس وقت اسیرانِ بدر میں سے مشہورین کے نام ذکر کرتے ہیں اور جو ان میں سے مشرف باسلام ہوا اس کے نام کے ساتھ اس کی بھی تصریح پیش کی جاتی ہے۔

---

[1] زرقانی، ج:۱، ص:۴۴۵

(۱)۔عباس بن عبد المطلب۔

رسول اللہ ﷺ کے عم محترم ہیں جو عمر میں آپ سے صرف دو سال بڑے تھے فتح مکہ سے کچھ قبل علانیہ طور پر اسلام کا اظہار فرمایا۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲)۔عقیل بن ابی طالب۔

رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی صلح حدیبیہ کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت عقیل حضرت جعفر سے دس سال بڑے تھے اور اسی طرح حضرت جعفر حضرت علی سے دس سال بڑے تھے اور ابو طالب کے سب سے بڑے بیٹے طالب (جن کے نام پر یہ کنیت ہے) وہ حضرت عقیل سے دس سال بڑے تھے اسلام کی دولت سے محروم رہے۔باقی تینوں بھائی عقیلؓ۔جعفرؓ۔علیؓ مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

(۳)۔نوفل بن حارث۔

ان کے اسلام لانے کا واقعہ پہلے گذر چکا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جس سال غزوۂ خندق ہوا اس سال مشرف باسلام ہوئے یعنی ۵ھ میں۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴)۔سائب بن عبید۔

(۵)۔نعمان بن عمرو۔

(۶)۔عمرو بن سفیان بن ابی حرب۔

(۷)۔حارث بن ابی وحرہ۔

(۸)۔ابو العاص بن ربیع۔

بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔اسلام لانے کا واقعہ پہلے مفصل گزر چکا ہے۔۱۲

(۹)۔ابو العاص بن نوفل۔

(۱۰)۔ابو ریشہ بن ابی عمر۔

(۱۱)۔عمرو بن ازرق۔

(۱۲)۔عقبہ بن عبدالحارث۔

(۱۳)۔عدی بن الخیار۔

(۱۴)۔عثمان بن عبدشمس۔

(۱۵)۔ابوثور۔

(۱۶)۔عزیز بن عمیر عبدری۔

بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ[۱]

(۱۷)۔اسود بن عامر۔

(۱۸)۔سائب بن ابی حبیش۔

فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔فاطمہؓ بنت ابی حبیش مستحاضہ کے بھائی ہیں۔[۲]

(۱۹)۔حویرث بن عباد۔

(۲۰)۔سالم بن شداخ۔

(۲۱)۔خالد بن ہشام۔

یعنی ابوجہل بن ہشام کے بھائی بعض علماء نے ان کو مؤلفۃ القلوب میں ذکر کیا ہے۔[۳]

(۲۲)۔امیۃ بن ابی حذیفہ۔

(۲۳)۔ولید بن ولید بن مغیرہ۔

(۲۴)۔صیفی بن ابی رفاعہ۔

(۲۵)۔ابوالمنذر بن ابی رفاعہ

(۲۶)۔ابوعطاء عبداللہ بن ابی السائب۔

بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔قُرّاء مکہ میں سے تھے مجاہد وغیرہ نے آپ سے علم قراءت حاصل کیا۔[۴]

---

[۱] روض الانف۔ج:۲،ص:۱۰۶ اصابہ ص۴۳۳ ج۴ باب الکنی [۲] ایضا اصابہ ص۲ ج۲ عیون الاثر ص۳۰۰ [۳] اصابہ ص۴۱۲ ج۱۔
[۴] روض الانف۔ج:۲،ص:۱۰۶۔وعیون الاثر ص۳۰۷

(۲۷)۔ مطلب بن حنطب۔

بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[۱]

(۲۸)۔ خالد بن اعلم۔

(۲۹)۔ ابو وداعہ سہمی۔

فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳۰)۔ سروۃ بن قیس۔

(۳۱)۔ حنظلۃ بن قبیصہ۔

(۳۲)۔ حجاج بن حارث۔

علامہ سہیلی فرماتے ہیں حجاج بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہاجرین حبشہ میں سے ہیں غزوۂ احد کے بعد حبشہ سے مدینہ واپس آئے لہذا اسیران بدر میں انکا ذکر کرنا مصنف کا وہم ہے۔ (روض الانف ص ۱۰۷ ج ۲)

(۳۳)۔ عبداللہ بن ابی بن خلف۔

فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جنگ جمل میں شہید ہوئے۔

(۳۴)۔ ابوعزہ عمرو بن عبداللہ۔

(۳۵)۔ فاکہ مولی امیۃ بن خلف۔

(۳۴)۔ وہب بن عمیر۔

وہب اور اس کے باپ عمیر کے اسلام لانے کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔

(۳۷)۔ ربیعہ بن دراج۔

(۳۸)۔ سہیل بن عمرو۔

بعد میں مشرف باسلام ہوئے اور شام میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حدیبیہ میں قریش کی طرف سے صلح کے لئے آئے۔ ۱۲

(۳۹)۔ عبد بن زمعہ۔

اُمّ المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[۱] ایضا

(۴۰)۔عبدالرحمن بن مشنوء۔

(۴۱)۔طفیل بن ابی قنیع۔

(۴۲)۔عقبہ بن عمرو۔

(۴۳)۔قیس بن سائب مخزومی۔

بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ جاہلیت میں آپ کے شریک تجارت تھے جیسا کہ پہلے گزرا۔

(۴۴)۔نسطاس مولیٰ امیہ بن خلف۔

غزوۂ احد کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (روض الانف ص ۱۰۰ ج ۲)

اسلام کے مقابلہ میں قوم اور وطن کی حمایت

غزوۂ بدر اسلام اور کفر کا معرکہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن کو یوم الفرقان فرمایا ہے کہ حق اور باطل میں فرق ہونے کا دن ہے۔

مکہ میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ جو اسلام تو قبول کر چکے تھے مگر جب حضور پرنور نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو یہ لوگ اپنی قوم اور قبیلہ کے لحاظ سے مکہ ہی میں رُکے رہے، جب جنگِ بدر کا موقع آیا تو ان میں کے کچھ لوگ بدر میں قومِ کفار کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آئے اور جنگِ بدر میں مارے گئے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَآئِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ط قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ط وَسَاءَتْ مَصِيرًا إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا	تحقیق جن لوگوں کی فرشتوں نے ارواح قبض کیں در آنحالیکہ وہ لوگ اپنی جانوں پر بڑے ظلم کرنے والے تھے فرشتوں نے ان سے یہ کہا کہ تم کس حال میں تھے ان لوگوں نے کہا کہ ہم بیچارہ اور لاچار تھے زمین میں اس لئے ہجرت نہ کر سکے فرشتوں نے کہا کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ قوم اور وطن کو چھوڑ کر وہاں سے ہجرت کر جاتے پس ایسے لوگوں کا

يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَّلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۝ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ۝ (سورۂ نساء، آیۃ: ۹۸)

ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت برا ٹھکانہ ہے مگر جو مرد اور عورتیں اور لڑکے درحقیقت بے چارہ اور بے بس ہیں اور ہجرت کے لئے کوئی چارہ نہیں پاتے پس ایسے لوگوں کے متعلق اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قصور کو معاف کردے اور اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان ناسامن المسلمین کانوامع المشرکین یکثرون سواد المشرکین علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأتی السهم فیرمی به فیصیب احدهم فیقتله اویُضربُ فیقتل فانزل اللہ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلٰئِكَةُ ظَالِمِیْ اَنْفُسِهِمْ الاٰیة (بخاری شریف ص ۶۶۱ کتاب التفسیر سورۃ النساء)

غزوۂ بدر[۱] میں کچھ مسلمان مشرکین کی تعداد اور جماعت بڑھانے کے لئے کفار مکہ کے ساتھ نکلے تو میدان میں کوئی تیر آکر اُس مسلمان کے لگتا اور اس سے وہ مارا جاتا اور کبھی تلوار کی ضرب سے وہ مارا جاتا پس جو مسلمان بدر میں کافروں کے ساتھ آئے تھے اور مارے گئے اُن کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ. الاٰیة

اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی روایت کو امام بخاری کتاب الفتن ص ۱۰۴۹ میں دوبارہ لائے ہیں اور اس پر ترجمہ رکھا (باب من کرہ ان یکثر سواد الفتن اوالظلم) یعنی اہل فتنہ اور اہلِ کفر اور اہل معصیت کی تعداد بڑھانے کی کراہت، کا بیان۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ اپنے ترجمہ قرآن میں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ الخ کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں یعنی ''بترک ہجرت از دار الحرب بدار الاسلام وتکثیر سواد کفار واللہ اعلم''۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے کافروں کی فوج میں جانا تاکہ فقط کافروں کی تعداد زیادہ معلوم ہو یہ بھی ناجائز ہے اگرچہ مسلمانوں سے نہ لڑنے کا ارادہ ہے

[۱] غزوۂ بدر کا لفظ متن بخاری میں تو نہیں لیکن دوسری روایت میں مذکور ہے جس کو حافظ عسقلانی نے فتح الباری ص ۱۹۸ ج ۸ کتاب التفسیر میں اور پھر فتح الباری کتاب الفتن ص ۳۲ ج ۱۳ میں ذکر کیا ہے اور علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری ص ۹۰ ج ۷ و ص ۱۷۷ ج ۱۰ ذکر کیا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔ ۱۲

اور نہ لڑے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے کافروں کی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے حضرات اہلِ علم فتح الباری ص ۲۳۲ ج ۱۳ وعمدۃ القاری ص ۵۲۵ ج ۸ اور قسطلانی کی مراجعت کریں اور مزید تفصیل اگر درکار ہو تو تفسیر قرطبی اور تفسیر در منثور ص ۲۰۵ ج ۲ کی مراجعت کریں۔

اور حدیث میں ہے **من کثر سواد قوم فھومنھم** ۔یعنی جو شخص کسی قوم کی جماعت اور تعداد کو بڑھائے وہ اسی قوم سے ہے۔

غزوۂ بدر پر دوبارہ نظر

غزوۂ بدر کا بیان ختم ہوا اور اس بارے میں آیات اور صحیح اور صریح روایات ناظرین کے سامنے آگئیں جن سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ کا غزوۂ بدر سے مقصد قریش کے اس کاروانِ تجارت پر یلغار کرنا تھا کہ جو ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے واپس آرہا تھا قریش مکہ کے کسی حملہ کا دفاع مقصود نہ تھا علامہ شبلی کی سیرۃ النبی میں رائے یہ ہے کہ غزوۂ بدر کا مقصد کاروان تجارت پر حملہ کرنا نہ تھا بلکہ آپ کو مدینہ میں یہ خبر آگئی تھی کہ قریش ایک عظیم جمعیت لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے نکلے ہیں اس لئے آنحضرت ﷺ اُن کی مدافعت کے قصد سے نکلے اور بدر کا معرکہ پیش آیا۔ غزوۂ بدر سے آپ کا مقصود کاروانِ تجارت پر حملہ کرنا نہ تھا بلکہ قریش کے حملہ کا دفاع مقصود تھا۔ علامہ شبلی کا خیال ختم ہوا۔

علامہ شبلی کا یہ خیال تمام محدثین اور مفسرین کی تصریحات بلکہ تمام صحیح اور صریح روایات کے خلاف ہے۔

(۱)۔ روی ابن ابی حاتم عن ابی ایوب قال قال لنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ونحن بالمدینة انی اخبرت عن عیرابی سفیان فھل لکم ان تخرجوا الیھا لعل اللّٰہ یغنمناھا قلنا نعم فخرجنا فلما

ابن ابی حاتم نے ابو ایوب انصاریؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ہم سے مدینہ میں یہ فرمایا کہ مجھکو یہ خبر دی گئی ہے کہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ آرہا ہے کیا تم کو یہ مرغوب ہے کہ تم اُس تجارتی قافلہ کے لینے کے لئے خروج کرو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس قافلہ کے

سرنا یوما او یومین قال قد اخبروا اخبرنا فاستعدوا للقتال فقالوا لا واللہ مالنا طاقة بقتال القوم (ولکنا اردنا العیر) فاعاده فقال له المقداد لا تقول لك كما قالت بنو اسرائيل الحديث۔
(فتح الباری ص۲۲۳ ج۷ و زرقانی ص۴۱۳)

اموال کو بطور غنیمت ہم کو عطا فرمائے صحابہ نے عرض کیا ہاں ہم کو یہ امر مرغوب ہے اس کے بعد ہم روانہ ہو گئے ایک یا دو روز کی منزل قطع کرنے کے بعد حضور نے یہ فرمایا کہ کفار مکہ کو ہماری روانگی کی اطلاع مل چکی ہے اور وہ تیار ہو کر ہمارے مقابلہ اور مقاتلہ کی لئے آ رہے ہیں تم بھی ان سے جہاد وقتال کے لئے تیار ہو جاؤ صحابہ نے عرض

کیا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم (ظاہر اسباب میں) ہم میں یہ طاقت نہیں کہ ہم مٹھی بھر جماعت قریش کے اُس مسلح لشکر جرار کا مقابلہ کر سکیں، جز ایں نیست کہ ہم تو ابوسفیان کے کاروان تجارت پر حملہ کرنے کے لئے نکلے تھے یعنی ہمیں اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ قریش سے اس طرح مقابلہ کرنا پڑے گا تو کچھ تیار ہو کر نکلتے آپ نے اسی کلام کا اعادہ فرمایا مقداد رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم بنی اسرائیل کی طرح آپ سے یہ نہیں کہیں گے اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ کہ آپ اور آپ کا پروردگار جا کر لڑلو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں بلکہ ہم آپ کے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے ہر طرف سے اور ہر طرح سے لڑیں گے۔ (ترجمہ ختم ہوا)
(فتح الباری ص۲۲۴ ج۷ غزوۂ بدر)

(۲)۔ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

لما سمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بابی سفیان مقبلا من الشام ندب المسلمین الیهم وقال هذه عیر قریش فیها اموالهم فاخرجوا الیها

نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے جب یہ سنا کہ ابوسفیان تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آ رہا ہے تو آپ نے مسلمانوں کو اسکی طرف خروج کی دعوت دی اور یہ فرمایا کہ یہ قریش کا قافلہ آ رہا ہے جس میں

۱؎ بین القوسین کا جملہ البدایة والنهایة ص۲۶۲ ج۳ اور تفسیر ابن کثیر ص۲۸۷ ج۲ سورۂ انفال کی روایت میں مذکور ہے اس لئے یہ جملہ وہاں سے لیا گیا ہے ۱۲ عفا اللہ عنہ

لعل اللّٰه ان ینفلكموها فانتدب الناس فخف بعضهم وثقل بعضهم وذلك انهم لم يظنوا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلقى حربا وكان ابو سفيان قد استنفر حين دنا من الحجاز يتجسس الاخبار الحديث

(البدایہ والنہایہ ص ۲۵۶ ج ۳ و تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۸ ج ۳ سورۂ انفال و زرقانی ص ۴۱۱ ج ۱)

اُن کے بے شمار اموال ہیں پس تم اس پر حملہ کرنے کے لئے نکلو شاید اللہ تعالیٰ وہ تمام اموال تم کو غنیمت میں عطا فرمائے پس کچھ لوگ آپ کے ہمراہ نکلے اور کچھ نہیں نکلے جسکی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو اس کا وہم وگمان بھی نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں سے کوئی جنگ پیش آجائے گی۔ ابوسفیان کو اس کا کھٹکا لگا ہوا تھا اس لئے وہ برابر جستجو میں تھا یہاں تک کہ جب ابوسفیان کو یہ پتہ لگ گیا کہ

آنحضرت ﷺ نے اس قافلہ پر حملہ کے لئے خروج فرمایا ہے تو فوراً ضمضم غفاری کو قاصد بنا کر مکہ روانہ کیا الیٰ آخر القصة۔ اس لئے حافظ عسقلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔

والسبب في ذلك ان النبي صلى الله عليه وسلم ندب الناس الى تلقى ابى سفيان لاخذ مامعه من اموال قريش وكان من معه قليلا فلم يظن اكثر الانصار انه يقع قتال فلم يجزمعه منهم الا القليل ولم ياخذوا اهبة الاستعداد كما ينبغى بخلاف المشركين فانهم خرجوا

غزوۂ بدر کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کی طرف خروج کی دعوت دی تا کہ اس کے ذخائر اموال پر قبضہ کریں کیونکہ اس قافلہ میں اموال بہت تھے اور آدمی کم تھے (تیس[1] یا چالیس تھے) اس لئے اکثر انصار کو یہ گمان بھی نہ ہوا کہ نوبت قتال کی آئے گی اس لئے بہت تھوڑے آدمی آپ کیساتھ نکلے اور لڑائی کی خاص تیاری نہیں

[1] کمافی شرح المواہب للزرقانی ص ۴۱۰ ج ۱

مستعدین ذابین عن اموالھم۔ [1]

کی بخلاف مشرکین کے کہ وہ پوری تیاری کے ساتھ مکہ سے نکلے تا کہ اپنے اموال کی حفاظت اور مدافعت کریں۔

ابوسفیان کو جب یہ خبر ملی کہ حضور پُرنور کاروانِ تجارت پر حملہ کرنے کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے ہیں تو اس نے فوراً ضمضم غفاری کو پیغام دے کر مکّہ روانہ کیا۔

یامعشر قریش اللَّطِیْمَۃَ اللَّطِیمۃ اموالکم مع ابی سفیان قد عرض لھامحمد فی اصحابہ لا اری ان تدرکوھا الغوثَ۔الغوثَ [2]

اے گروہ قریش دوڑو اور خبر لو اپنے اُن اُونٹوں کی جو کپڑوں اور سامان سے لدے ہوئے ہیں اور خبر لو اپنے مالوں کی محمد اپنے اصحاب کے ساتھ اُن سے تعرض کیلئے روانہ ہوگئے ہیں میں گمان نہیں کرتا تم اپنے اموال کو صحیح وسالم پاسکو گے۔ المدد المدد یعنی جلد از جلد قافلہ کی مدد کو پہنچو،

ابوسفیان نے ضمضم غفاری کے روانہ کرنے کے بعد نہایت احتیاط سے کام لیا، اور ساحل کے راستے سے قافلہ کو بچا کر نکل گیا۔ اور جب قافلہ مسلمانوں کی زد سے نکل گیا تو ابوسفیان نے ایک دوسرا پیغام قریش کے نام روانہ کیا وہ پیغام یہ تھا۔

قال ابن اسحاق ولما رأی ابو سفیان انہ قد احزر عیرہ ارسل الی قریش انکم انما خرجتم لتمنعوا عیرکم ورجالکم واموالکم فقد نجاھا اللہ فارجعوا [3]

محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب ابوسفیان نے دیکھا کہ اب اپنے قافلہ کو مسلمانوں سے بچا کر نکال لے گیا تو قریش کی طرف ایک پیغام بھیجا کہ تم فقط اپنے کاروانِ تجارت اور آدمیوں اور مالوں کی حفاظت کیلئے نکلے تھے اللہ نے ان سب کو بچالیا لہٰذا تم اب مکہ لوٹ جاؤ۔

[1] فتح الباری ج:۷، ص۲۲۲ [2] البدایۃ والنھایۃ۔ج:۳، ص:۱۵۸ [3] ایضاً۔ص:۲۲۶

ابوسفیان کا یہ پیغام قریش کو اس وقت پہنچا کہ جب قریش مقام جحفہ میں پہنچ چکے تھے لوگوں نے چاہا کہ لوٹ جائیں مگر ابوجہل نے قسم کھالی کہ ہم اسی شان سے بدر تک جائیں گے اور بغیر لڑے واپس نہوں گے مگر اخنس بن شریق نے ابوجہل کی بات کو نہ مانا اور بنی زہرہ سے مخاطب ہوکر یہ کہا

یابنی زهرة قدنجی الله لکم اموالکم وخلص لکم صاحبکم مخرمة بن نوفل وانما نفرتم لتمنعوه وماله فاجعلوا ابهاجبنها وارجعوا فانه لاحاجة لکم بان تخرجوا فی غیر ضیعة لامایقول ہذا قال فرجعوا فلم یشهد هازهری واحد۔ [1]

اے بنی زہرہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مالوں کو بچالیا اور تمہارے ساتھی مخرمہ کو بھی بچالیا جز ایں نیست کہ تم تو فقط مالوں کو مسلمانوں کی دست برد سے بچانے کے لئے نکلے تھے، سو وہ بچ نکلے، لہٰذا تم سب لوٹ جاؤ بے ضرورت نکلنے سے کیا فائدہ اخنس کے کہتے ہی تمام بنی زہرہ راستہ ہی سے لوٹ گئے اور ایک آدمی بھی بنی زہرہ میں کا بدر کے معرکہ میں شریک نہیں ہوا۔

بنو ہاشم تو اوّل ہی سے جنگ میں جانا نہیں چاہتے تھے، عاتکہ بنت عبدالمطلب کے خواب کی وجہ سے چلنے پر آمادہ نہ تھے۔ پھر جہیم کے خواب نے اور متردّد کر دیا اور پھر جب ابوسفیان کا پیغام آگیا کہ کاروان تجارت صحیح سالم بچ نکلا تو اور بہت سے تردّد میں پڑ گئے چنانچہ طالب بن ابی طالب اور کچھ لوگ ان کے ساتھ مکہ واپس چلے گئے۔ پھر جب اخنس بن شریق۔ بنی زہرہ کو لے کر واپس ہوگیا تو اور تذبذب میں پڑ گئے مگر ابوجہل کی ضد اور ہٹ دھرمی اور اس کے رعب کی وجہ سے بدر کی طرف روانہ ہوئے۔

عتبہ اور شیبہ ابتداہی سے چلنے پر تیار نہ تھے اور اخیر وقت تک یہ چاہتے رہے کہ مکہ واپس ہوجائیں جیسا کہ مفصل گزر چکا۔

کیا اب اس قسم کی صریح اور ناقابل تاویل روایات کے بعد بھی کسی مؤوّل کے لئے یہ گنجائش ہے کہ کہے کہ حضور پُرنور اور صحابہ کرام کاروانِ تجارت پر حملہ کرنے کے لئے نہیں

[1] البدایة والنہایة ج:۳،ص:۲۶۶

نکلے تھے بلکہ قریش کی جو جمعیت مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے نکلی تھی حضور پُرنور اس کی مدافعت کیلئے بدر پر تشریف لے گئے تھے۔

آنحضرت ﷺ صحابہ کرام کو ہمراہ لے کر جب مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو آپ کا مقصد صرف قریش کا کاروانِ تجارت تھا ابوجہل اور اس کی جمعیت کا وہم وگمان بھی نہ تھا بلکہ نفس الامر میں کہیں اُس کا وجود اور نام ونشان بھی نہ تھا۔

جیسا کہ ابوجہل اور قریش کے کہیں حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ہم کوئی جمعیت لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوں بلکہ جب ابوسفیان کے قاصد ضمضم غفاری نے مکّہ پہنچ کر یہ خبر سنائی کہ تمھارا کاروان تجارت خطرہ میں ہے مسلمان اس پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، اس وقت مکّہ میں ہلچل پڑگئی اور قریش ابوجہل کے سرکردگی میں بڑی شان وشوکت سے زرہیں پہن کر اور پوری طرح مسلح ہوکر اپنے کاروان تجارت کو بچانے کے لئے نکلے قریش کو مقام جحفہ میں پہنچ کر ابوسفیان کی طرف سے اطلاع ملی کہ قافلہ صحیح سالم بچ نکلا ہے اور حضور پُرنور ﷺ کو مقام صفراء میں پہنچ کر اطلاع ملی کہ کاروانِ تجارت تو نکل گیا ہے اور قریش پوری تیاری کے ساتھ مسلح ہوکر آرہے ہیں چونکہ مسلمان کسی جنگ کی نیت سے نہیں نکلے تھے اس لئے آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے (جس کی پوری تفصیل پہلے گذر چکی) لہٰذا کسی علامہ کا یہ خیال کرنا کہ حضور پُرنور نے اوّل سے آخر تک کسی وقت بھی تجارتی قافلہ پر حملہ کی نیت نہیں کی بلکہ ابتداء ہی سے حضور پرنور نے جو سفر شروع فرمایا وہ قریش کے اُس فوجی لشکر کے مقابلہ اور دفاع کے لئے تھا جو از خود مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے اقدام کرتا ہوا چلا آرہا تھا۔ یہ خیال ایک خیال خام ہے جو اپنی ایک مزعوم درایت اور خود ساختہ اصول پر مبنی ہے جس پر تمام ذخیرۂ احادیث نبویہ اور ارشادات قرآنیہ اور روایاتِ سیرت اور واقعات تاریخیہ کو قربان کرنا چاہتے ہیں افسوس اور صد افسوس کہ جن اعداء اللہ نے اللہ کے نبی اور اس کے تابعین کو جانی اور مالی نقصان پہنچایا ہو اور ان کو ان کے گھروں سے نکالا ہو اور اُن کے اموال پر ناجائز قبضے کیے ہوں اور آئندہ کے لئے بھی اُن کے یہی عزائم ہوں اور ایک لمحہ کے لئے اسلام اور مسلمانوں کے مٹانے کی تدبیر سے غافل نہ ہوں سو اگر مسلمان اُن کو جانی یا مالی نقصان پہنچانے کے لئے کوئی اقدام کریں تو اس کو خلاف تہذیب اور خلاف انسانیت سمجھا

جائے اور جن روایات میں کچھ تاویل چل سکے وہاں تاویل کر لی جائے اور جہاں تاویل نہ چل سکے اُن کا ذکر ہی نہ کیا جائے تا کہ اپنے خود ساختہ اصول پر زور نہ پڑے یہ شان علم اور امانت کے خلاف ہے قراطیس تبدونہا وتخفون کثیرا غزوۂ بدر سے پہلے جس قدر مہمیں روانہ کی گئیں وہ اکثر و بیشتر قریش کے تجارتی قافلوں ہی پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کی گئیں پھر غزوۂ بدر ہی میں کیوں اشکال پیش آیا۔

رہا یہ دعویٰ کہ مسلمانوں کو کافروں پر ابتداء از خود حملہ کرنا جائز نہیں جب تک کہ کفار از خود حملہ نہ کریں مطلب یہ کہ جہاد کے لئے از خود اقدام جائز نہیں بلکہ جب کافر ابتداء حملہ آور ہوں تو ان کا دفاع کیا جائے سو اس کا جواب ابتداء میں بحث جہاد میں بالتفصیل گزر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔ کفار مکہ جو مسلمانوں کو تیرہ برس تک جانی اور مالی ہر قسم کا نقصان پہنچا چکے ہوں اور ہر قسم کے مظالم اُن پر کر چکے ہوں اور آئندہ کے لئے با قاعدہ دھمکیاں دے رہے ہوں اور مسلمانوں کی سازشوں میں سرگرداں ہوں اور اس بارے میں مراسلتیں جاری ہوں ان کے جان و مال پر مسلمانوں کے لئے از خود حملہ کرنا۔ جائز نہ ہو عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے۔

خلاصۂ کلام

یہ کہ ان تمام روایات سے روز روشن کی طرح یہ امر واضح ہو گیا کہ حضور پُر نور اور صحابۂ کرام مدینہ سے کاروان تجارت کے ارادہ سے نکلے تھے اور قریش مکہ اور ابوجہل۔ اسی کاروان تجارت کے بچانے کے لئے نکلے تھے مؤمن و کافر سب کا مطمح نظر یہی کاروان تجارت تھا۔ اور ہر دو فریق یہی سمجھے ہوئے تھے علامہ سمجھیں یا نہ سمجھیں نیز غزوۂ بدر سے پہلے جو غزوات اور سرایا پیش آئے وہ اکثر و بیشتر اقدامی تھے دفاعی نہ تھے ابتداء حضور پُر نور کی طرف سے ہوئی۔

قتل عصماء یہودیہ

(۲۶/رمضان المبارک ۲ھ)

عصماء ایک یہودی عورت تھی جو رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتی تھی اور طرح طرح آپ کو ایذا پہنچاتی تھی۔ لوگوں کو آپ سے اور اسلام سے برگشتہ کرتی۔ ہنوز آپ بدر سے واپس نہوئے تھے کہ پھر اسی قسم کے اشعار کہے۔ عُمَیر بن عدی رضی اللہ عنہ کو سُنتے ہی جوش آ گیا اور یہ منت مانی اگر اللہ کے فضل سے رسول اللہ ﷺ بدر سے صحیح سالم واپس آ گئے تو اس کو ضرور قتل کروں گا۔

رسول اللہ ﷺ جب بدر سے مظفر و منصور صحیح سالم تشریف لائے تو عمیرؓ شب کے وقت تلوار لے کر روانہ ہوئے اور اس کے گھر میں داخل ہوئے چونکہ نابینا تھے اس لئے عصماء کو ہاتھ سے ٹٹولا اور بچے جو اس کے اِردگرد تھے اُن کو ہٹایا اور تلوار کو سینہ پر رکھ کر اس زور سے دبایا کہ پشت سے پار ہو گئی۔

نذر پوری کر کے واپس ہوئے اور صبح کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اَدا فرمائی اور واقعہ کی اطلاع دی اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ پر اس بارے میں کچھ مؤاخذہ تو نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔

لاينتطح فيها عنزان	اس بارے میں دو بھیڑیں بھی سر نہ ٹکرائیں گی۔

یعنی یہ ایسا فعل ہی نہیں کہ جس میں کوئی کسی قسم کا اختلاف اور نزاع کر سکے۔ انسان تو درکنار بھیڑ اور بکریاں بھی اس میں اَپنے سینگ نہ ٹکرائیں گی۔

پیغمبر برحق کی شان میں گستاخی کرنے والے کا قتل کہیں قابل مؤاخذہ ہو سکتا ہے؟ بلکہ اعظم قربات اور افضل عبادات میں سے ہے جس میں کوئی نزاع ہی نہیں کر سکتا۔ جانور بھی اس کو حق سمجھتے ہیں۔

مُصنّف حماد بن سلمہ میں مذکور ہے کہ یہ عورت ایام ماہواری کے خون آلود کپڑے مسجد میں لاکرڈالا کرتی تھی۔

الغرض رسول اللہ ﷺ عُمیر کے اس فعل سے بیحد مسرور ہوئے اور صحابہ سے مخاطب ہوکر فرمایا:

اذااحببتم ان تنظروا الی رجل نصر اللہ ورسولہ بالغیب فانظروا الی عمیر بن عدی۔	اگر ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے اللہ اور اُس کے رسُول کی غائبانہ مدد کی ہو تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔

حضرت عمر نے فرمایا اس اَعمیٰ (نابینا) کو دیکھو تو سہی کہ کس طرح چھپ کر اللہ کی طاعت کیلئے روانہ ہوا۔ رسُول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کو اَعمیٰ (نابینا) نہ کہو یہ تو بصیر (بینا) ہیں۔ یعنی ظاہراً اگرچہ اَعمیٰ (نابینا) ہیں مگر دل کے بصیر اور بینا ہیں۔ رمضان المبارک کی پانچ راتیں باقی تھیں جس وقت یہ عورت قتل کی گئی۔ تفصیل کے لئے زرقانی ص ۴۵۳ ج ۱ اور الصارم المسلول علی شاتم الرسول للحافظ ابن تیمیہؒ از ص ۹۴ تا ص ۱۰۳ مراجعت کریں وطبقات ابن سعد ص ۱۸ ج ۲ وعیون الاثر ص ۲۹۳ ج ۲ دیکھیں

حضرت جابر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمیرؓ بیمار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انطلقوا بنا الی البصیر الذی فی بنی واقف نعودہ۔	ہم کو اس بینا کے پاس لے چلو جو بنی واقف میں رہتا ہے اس کی عیادت کریں گے۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

فَبَعْثُہٗ عُمَیْرا الخَطْمِیّا	لِقَتْلِ عصماء ھَجَتِ النبیّا

صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

غزوۂ قرقرۃُ الکُدرِ

غزوۂ بدر سے مراجعت کے بعد شروع شوال میں سُلیم اور غطفان کے اجتماع کی خبر پاکر آپ نے دوسو آدمیوں کے ساتھ خروج فرمایا۔ جب آپ چشمہ کُدر پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ دشمنان اسلام پہلے ہی سے آپ کی خبر پاکر منتشر ہو چکے ہیں۔ تین روز قیام فرما کر بلا جدال وقتال واپس آگئے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے آپ نے ایک سریہ اُن کے تعاقب میں روانہ فرمایا جو غنیمت میں پانسو اونٹ لے کر واپس ہوا۔

بقیہ شوال اور ذی قعدہ آپ مدینہ میں مقیم رہے اور اسی عرصہ میں اسیران بدر فدیہ لے کر رہا کیے گئے۔[1]

قتل ابی عفک یہودی

شوال ہی میں رسول اللہ ﷺ نے سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ[2] کو ابو عفک یہودی کے قتل کے لئے روانہ فرمایا:

ابو عفک مذہباً یہودی تھا، بوڑھا تھا ایک سو بیس سال کی عمر تھی رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں شعر کہتا تھا اور لوگوں کو آپ کی عداوت پر برانگیختہ کرتا تھا۔ جب اس کی دریدہ دہنی حد سے گذر گئی تو یہ ارشاد فرمایا:

من لی بھذا الخبیث	کون ہے جو میرے لئے (یعنی محض میری عزت وحرمت کے لئے) اس خبیث کا کام تمام کرے۔

سالم بن عمیر نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے پہلے ہی منت مانی ہوئی ہے کہ ابو عفک کو قتل کردوں گا یا خود مرجاؤں گا۔ یہ سنتے ہی سالم تلوار لے کر روانہ ہوئے۔ گرمی کی رات تھی کہ ابو عفک غفلت کی نیند سو رہا تھا۔ پہنچتے ہی تلوار اُس کے جگر پر رکھی اور اس زور سے دبایا کہ پار ہو کر بستر تک پہنچ گئی عدوّ اللہ ابو عفک نے ایک چیخ ماری۔ لوگ دوڑے مگر کام تمام ہو چکا تھا۔[3]

حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

فَبَعْثُہٗ سالِمًا الٰی عَفَك	قتله آذی النبی وافك

اے کذب وافترٰی علی النبی ﷺ ص ۲۱۲

---

[1] زرقانی، ج:۱،ص:۴۵۴ [2] سالم بن عمیر بدری بھی ہیں اور بیعت عقبہ میں بھی شریک ہوئے ہیں خوف خداوندی سے بہت رونے والے تھے۔ گریہ وبکا کی خاص کیفیت آپ پر طاری رہتی تھی ۱۲۔ اصابہ ترجمہ سالم بن عمیر ۱۲ حضرت معاویہ کے زمانہ میں انتقال فرمایا ۱۲ چوں خدا خواہد کہ یاری کند۔ میل مارا جانب زاری کند ۱۲ [3] الطبقات الکبریٰ ابن سعد، ج:۲،ص ۱۹۔ الصارم المسلول لابن تیمیہ۔ ص:۱۰۳۔ عیون الاثر ص ۲۱۲ عیون الاثر ص ۳۲۴۔ زرقانی ج ۱،ص:۴۵۵

غزوۂ بنی قینقاع

۱۵/شوال یوم شنبہ ۲ھ

بنی قینقاع۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادری کے لوگ تھے نہایت شجاع اور بہادر تھے زرگری کا کام کرتے تھے۔ شوال کی پندرہ سولہ تاریخ کو بروز شنبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بازار میں تشریف لے گئے اور سب کو جمع کر کے وعظ فرمایا:

یامعشر یهود احذروا من الله مثل ما نزل بقریش من النقمة واسلموا فانكم قد عرفتم انی نبی مرسل تجدون ذلك فی كتابكم وعهد الله الیكم

اے گروہ یہود اللہ سے ڈرو جیسے بدر میں قریش پر خدا کا عذاب نازل ہوا کہیں اسی طرح تم پر نازل نہو اسلام لے آؤ اس لئے کہ تحقیق تم خوب پہنچانتے ہو کہ میں بالیقین اللہ کا نبی اور اس کا رسول ہوں جس کو تم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہو اور اللہ نے تم سے اس کا عہد لیا ہے۔

یہود یہ سنتے ہی مشتعل ہو گئے اور یہ جواب دیا کہ آپ اس غرہ میں ہرگز نہ رہنا کہ ایک ناواقف اور ناتجربہ کار قوم یعنی قریش سے مقابلہ میں آپ غالب آ گئے۔ واللہ اگر ہم سے مقابلہ ہو تو خوب معلوم ہو جائے گا کہ ہم مرد ہیں اس پر حق جل وعلا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ط فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰی كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ط وَاللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ [1]

تحقیق تمہارے لئے نشانی ہے ان دو جماعتوں میں کہ باہم ایک دوسرے سے لڑی ایک جماعت تو خدا کی راہ میں قتال کرتی تھی اور دوسری جماعت کافروں کی تھی کہ مسلمانوں کو اپنے سے دو چند دیکھتی تھی کھلی آنکھوں سے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے

[1] آل عمران، آیۃ: ۱۳

اپنی امداد سے قوت دیتے ہیں تحقیق اس میں عبرت ہے اہلِ بصیرت کے لئے۔

رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے تو بنی قینقاع اور بنی قریظہ اور بنی نضیر سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ ہم نہ آپ سے جنگ کریں گے اور نہ آپ کے دشمن کو کسی قسم کی مدد دیں گے، مگر سب سے پہلے بنی قینقاع نے عہد شکنی کی اور نہایت درشتی سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیا اور آمادۂ جنگ ہو گئے۔

یہ لوگ مضافات مدینہ میں رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اپنے بجائے ابولبابہ بن عبدالمنذر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرما کر بنی قینقاع کی طرف خروج فرمایا۔ ان لوگوں نے قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پندرہ شوال سے لے کر غرۂ ذی قعدہ تک ان کا محاصرہ فرمایا۔ بالآخر مجبور ہو کر سولھویں روز یہ لوگ قلعہ سے اُتر آئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی مشکیں باندھنے کا حکم دیا۔

راس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول کی الحاح وزاری کی وجہ سے قتل سے تو درگزر فرمایا مگر مال واسباب لے کر جلائے وطنی کا حکم دے دیا۔ اور مالِ غنیمت لے کر مدینہ منورہ واپس ہوئے ایک خمس خود لیا اور چار خمس غانمین پر تقسیم فرمایا، بدر کے بعد یہ پہلا خمس تھا جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے لیا۔

عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی قینقاع سے میرے حلیفانہ تعلقات تھے اُن کی اس شرارت اور بدعہدی کو دیکھکر اُن سے تعلق قطع کر لیا اور اُن سے تبری اور بیزاری کا اعلان کیا:۔

یارسول اللہ اتبرأ الی اللہ والی رسولہ واتولی اللہ ورسولہ والمؤمنین وابرأ من حلف الکفار وولا یتھم [1]	یارسول اللہ میں آپ کے دشمنوں سے بری اور بیزار ہو کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف آتا ہوں اور اللہ اور اس کے رسُول اور اہلِ ایمان کو اپنا دوست اور حلیف بناتا ہوں اور کافروں کی دوستی اور عہد سے بالکلیہ بری اور علیحدہ ہوتا ہوں۔

[1] البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۴ ص ۳

ف:۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ایمان کے لئے جیسے اللہ اور اُس کے رسُول اور عباد مؤمنین کی محبت ضروری ہے اسی طرح اللہ اور اس کے رسُول کے دشمنوں سے عداوت ونفرت، بیزاری اور براءت کا اعلان بھی ضروری ہے۔[۱] تولّا بے تبرّا نیست ممکن۔ ایسی ہی جگہ صادق ہے۔ تفصیل اگر درکار ہے تو عارف ربانی شیخ مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ کی مکتوبات کی مراجعت فرمائیں کہ ایمان کے لئے فقط تصدیق کافی نہیں جب تک کہ خدا کے دشمنوں سے تبرّی اور بیزاری نہ ہو۔ اور یہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ تبرّی عن الکفر والکفار ایمان کی شرط لازم ہے جیسا کہ علم کلام کی کتابوں میں مذکور ہے۔

غزوۂ سویق

۵/ ذی الحجہ ۲ھ

بدر سے جب مشرکین کا ہزیمت خوردہ لشکر خائب وخاسر مکہ پہنچا تو ابوسفیان بن حرب نے یہ قسم کھائی کہ جب تک مدینہ پر حملہ نہ کرلوں گا اور اس وقت تک غسل جنابت نہ کروں گا۔

چنانچہ اپنی قسم پوری کرنے کے لئے شروع ذی الحجہ میں دوسو سواروں کو ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا مقام عُریض میں پہنچ کر جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے ایک کھجور کے باغ میں گھسے وہاں دو شخص زراعت کے کام میں مصروف تھے ایک شخص انصار میں سے تھا اور دوسرا اجیر تھا اُن دونوں کو قتل کیا اور کچھ درخت جلائے اور سمجھے کہ ہماری قسم پوری ہوگئی اور بھاگ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب علم ہوا تو بتاریخ ۵ ذی الحجہ یوم یکشنبہ دوسو مہاجرین اور انصار کو لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے مگر کوئی ہاتھ نہ آیا یہ لوگ پہلے ہی نکل بھاگے تھے۔ چلتے وقت بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو کے جو تھیلے ہمراہ لائے تھے وہ چھوڑ گئے تھے وہ سب مسلمانوں کو ہاتھ آئے اس لئے اس غزوہ کا نام غزوۃ السویق ہے یعنی ستو والا غزوہ۔[۲]

---

[۱] البدایۃ والنہایۃ۔ ج:۴، ص:۳۔ [۲] زرقانی، ج:۱، ص:۴۵۸

عید الاضحیٰ

۹ ذی الحجہ الحرام کو رسول اللہ ﷺ غزوۃ السویق سے واپس ہوئے اور ۱۰/ ذی الحجہ الحرام کو دو رکعت نماز عید ادا فرمائی۔ اور دو مینڈھے قربانی کیے اور مسلمانوں کو قربانی کا حکم دیا۔ مسلمانوں کی یہ پہلی بقر عید تھی۔[۱]

نکاح سیّدۃ النّساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اسی سال [۲] رسول اللہ ﷺ نے اپنی سب سے چھوٹی صاحب زادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمائی۔

اوّل حضرت ابوبکر نے اور پھر حضرت عمر نے آپ سے اس سعادت کے حصول کی خواہش ظاہر فرمائی۔ مگر آپ نے سکوت فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا میں حکم الٰہی کا منتظر ہوں بعد ازاں حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم نے حضرت علی کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے لئے صاحب زادی کا پیام دیں۔ حضرت علی نے اس مخلصانہ اور خیر خواہانہ مشورہ کی بناء پر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ استدعاء پیش کی آپ نے [۳] حسب نزول وحی حضرت علی کے پیام کو منظور فرمایا

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب میں نے پیام دینے کا ارادہ کیا تو دل میں یہ خیال آیا کہ واللہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، حالانکہ شادی کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور ہونا چاہیے لیکن آپ کے احسانات اور مکارم اور آپ کے الطاف اور مہربانیوں نے ہمت دلائی اور آپ کی بارگاہ میں یہ استدعا پیش کر دی۔

آپ نے ارشاد فرمایا تمھارے پاس مہر میں دینے کے لئے کوئی چیز بھی ہے، میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا وہ زرہ جو تم کو جنگ بدر میں ملی تھی وہ کہاں ہے۔ میں نے عرض کیا وہ تو موجود ہے آپ نے فرمایا بہتر ہے وہی زرہ فاطمہ کو مہر میں دے دینا رواہ احمد وابن سعد و ابن اسحاق (اصابہ ترجمہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔

---

[۱] ایضاً ص: ۵۱۰ [۲] یعنی ۲ھ میں اس میں اختلاف ہے کہ مہینہ کونسا تھا ذی الحجہ یا محرم یا صفر واللہ اعلم ۱۲ زرقانی
[۳] معجم طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ فاطمہ کا علی سے نکاح کر دوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی اس حدیث کے سب ثقہ ہیں۔ ۱۲ زرقانی ص ۵ ج ۲

حضرت علی نے اس زرہ کو حضرت عثمان کے ہاتھ ۴۸۰ درہم میں فروخت کیا اور وہ تمام درہم لا کر آنحضرت کے سامنے ڈال دیئے آنحضرت نے فرمایا اس میں سے خوشبو اور کپڑوں کا انتظام کرلو[۱]

رسول اللہ ﷺ نے صاحب زادی کو جہیز میں جو سامان دیا وہ یہ تھا۔ ایک لحاف اور ایک چمڑے کا گدا جس میں بجائے روئی کے کسی درخت کی چھال بھری ہوئی تھی اور دو چکیاں اور ایک مشکیزہ اور دو مٹی کے گھڑے (رواہ احمد) کذافی الترغیب والترھیب للمنذری[۲] باب الترغیب فی الاذکار بعد المکتوبات وکذافی الاصابہ ترجمہ فاطمۃ الزھراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جب عروسی کا وقت آیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ کوئی مکان لے لو حضرت علی نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا۔ اور اس میں عروسی فرمائی حضرت فاطمہ نے مشورہ دیا کہ حارثہ بن النعمان کا مکان مانگ لو۔ حضرت علی نے فرمایا مجھ کو شرم آتی ہے کسی طرح یہ خبر حضرت حارثہ کو پہنچ گئی حارثہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسُول اللہ خدا کی قسم جو لے لیں گے وہ اس سے کہیں زیادہ محبوب ہوگا کہ جو چھوڑ دیں گے۔ آپ نے فرمایا صَدَقتَ بَارَكَ اللهُ فِيكَ[۳] تو نے سچ کہا اللہ تجھ میں برکت دے حارثہ دوسری جگہ منتقل ہوگئے اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو اپنے مکان میں لا کر اتارا۔ (اخرجہ ابن سعد) (اصابہ ترجمہ فاطمۃ الزھراء)

غزوۂ غطفان

(۳ھ)

جس کو غزوۂ انمار اور غزوۂ ذی اَمَرْ بھی کہتے ہیں

غزوۂ سویق سے واپسی کے بعد بقیۂ ذی الحجہ آپ مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہے۔ اس اثناء میں آپ کو یہ خبر پہنچی کہ بنی ثعلبہ اور بنی محارب (جو کہ قبیلۂ غطفان کی شاخیں ہیں) نجد میں جمع ہو رہے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ اطراف مدینہ میں لوٹ ڈالیں اور دعثور

---

[۱] زرقانی، ج:۲، ص:۳ [۲] ایضاً ج:۲، ص:۲۶۰ [۳] یعنی اللہ تعالیٰ تیری ذات کو برکات غیبیہ اور خیرات سماویہ کا مخزن اور معدن بنادے یہ معنی فی ظرفیہ سے سمجھ میں آتے ہیں۔ فافہم ذلک واستقم۔

غطفانی ان کا سردار تھا، ماہ محرم الحرام ۳ھ میں آپ نے غطفان پر چڑھائی کی غرض سے نجد کی طرف خروج فرمایا اور مدینہ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور چار سو پچاس صحابہ آپ کے ہمراہ تھے غطفانی آپ کی خبر سنتے ہی پہاڑوں میں منتشر ہو گئے صرف ایک شخص بنی ثعلبہ کا ہاتھ آیا صحابہ نے پکڑ کر اس کو آپ کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی وہ اسلام لے آیا، صفر کا پورا مہینہ وہیں گزرا لیکن کوئی شخص مقابلہ پر نہ آیا بلا جدال و قتال ربیع الاول میں مدینہ واپس تشریف لائے۔[1]

اس سفر میں یہ واقعہ پیش آیا کہ راستے میں بارش ہوگئی اور صحابہ کے کپڑے بھیگ گئے آنحضرت ﷺ نے اپنے بھیگے ہوئے کپڑے ایک درخت پر سوکھنے کے لئے ڈال دیئے اور خود اس درخت کے نیچے لیٹ گئے، وہاں کے اعراب آپ کو دیکھ رہے تھے۔ اعراب نے اپنے سردار دعثور سے جوان میں بڑا بہادر تھا یہ کہا کہ محمد (ﷺ) اس درخت کے نیچے تنہا لیٹے ہوئے ہیں اور اُن کے اصحاب منتشر ہیں تو جا کر اُن کو قتل کر آ، دعثور نے ایک نہایت تیز تلوار لی اور برہنہ تلوار لے کر آپ کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہا اے محمد۔ بتاؤ آج تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بچائے گا۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ جبرئیل امین نے اُس کے سینہ میں مُکّہ مارا اسی وقت تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور حضور پُر نور نے اس کو اٹھا لیا اور دعثور سے فرمایا کہ تم بتاؤ کہ اَب تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا، اس نے کہا کوئی نہیں اور اسلام لے آیا اور یہ کلمہ پڑھا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور یہ وعدہ کیا کہ اب آپ کے مقابلہ کے لئے کوئی فوج جمع نہ کروں گا۔ آپ نے دعثور کو اس کی تلوار واپس کر دی۔ دعثور تھوڑی دور چلا اور واپس آیا اور یہ عرض کیا واللہ مجھ سے آپ بہتر ہیں دعثور جب اپنی قوم کی طرف واپس آیا تو لوگوں نے اُس سے کہا کہ جو بات تو کہہ کر گیا تھا وہ کہاں گئی اس پر دعثور نے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا اس طرح غیب سے میرے سینہ میں ایک مُکّا لگا جس سے میں چت گر پڑا۔ اس طرح گرنے سے میں نے پہچان لیا اور یقین کر لیا کہ وہ مُکّہ مارنے والا کوئی فرشتہ ہے۔ اس لئے میں نے اسلام قبول کیا اور آپ کی رسالت کی شہادت دی اور اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی اور اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ، ج ۴، ص ۲۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ ۱	اے ایمان والو اللہ کے اُس انعام کو یاد کرو کہ جب ایک قوم نے یہ قصد کیا کہ تم پر ہاتھ چلائیں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھ روک دیئے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اسی قسم کا واقعہ اور قصہ غزوۂ ذات الرقاع میں بھی مروی ہوا ہے واقدی نے اس قصہ کو غزوۂ غطفان کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ اگر یہ محفوظ ہے تو یہ دو مختلف قصے ہیں ایک غزوۂ غطفان میں پیش آیا اور ایک غزوۂ ذات الرقاع میں جیسا کہ آئندہ بیان ۲ ہوگا علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ دو قصے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ۳

غزوۂ بُحرانُ

غزوۂ غطفان سے واپسی کے بعد ماہ ربیع الاوّل آپ نے مدینہ میں گزارا، ربیع الثانی میں آپ کو یہ خبر پہنچی کہ مقام بُحران جو حجاز کا معدن ہے وہاں بنی سلیم ۴ اسلام کی مخالفت پر جمع ہورہے ہیں آپ نے خبر پاتے ہی تین سو صحابہ کی معیت میں بحران کی طرف خروج فرمایا اور مدینہ پر عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا۔

وہ لوگ آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی منتشر ہوگئے اور بلا جدال وقتال مدینہ واپس آگئے علماء سیر کا اس میں اختلاف ہے کہ بحران میں کتنی مدت آپ نے قیام فرمایا بعض کہتے ہیں صرف دس شب قیام کیا اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۶ جمادی الاولیٰ تک قیام فرمایا۔ ۵

قتل کعب بن اشرف یہودی

(۱۴ شب ربیع الاوّل ۳ھ) ۶

مدینہ منورہ میں جب فتح بدر کی بشارت پہنچی تو کعب بن اشرف یہودی کو بیحد صدمہ ہوا اور یہ کہا کہ اگر یہ خبر صحیح ہے کہ مکہ کے بڑے بڑے سردار اور اشراف مارے گئے تو پھر زمین کا

---

۱ المائدہ۔ آیۃ: ۱۱ ۲ الخصائص الکبریٰ۔ ج: ۱، ص: ۲۱۰ البدایہ والنہایہ۔ ج ۴، ص: ۲ ۳ زرقانی، ج ۲، ص: ۱۲

۴ اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوۂ بنی سلیم بھی کہتے ہیں۔ ۱۲۔ زرقانی ۵ طبقات ابن سعد۔ ج: ۲، ص: ۲۴۔

۶ ۔ زرقانی ج ۲، ص: ۸ فتح الباری۔ ج: ۷، ص: ۲۵۹

بطن (اندرون) اس کی ظہر (پشت) سے بہتر ہے، یعنی مرجانا جینے سے بہتر ہے تاکہ آنکھیں اس ذلت اور رسوائی کو نہ دیکھیں۔

لیکن جب اس خبر کی تصدیق ہوگئی تو مقتولین بدر کی تعزیت کے لئے مکہ روانہ ہوا۔ اور جو لوگ بدر میں مارے گئے ان کے مرثیے لکھے جن کو پڑھ پڑھ کر خود بھی روتا تھا اور دوسروں کو بھی رُلاتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں لوگوں کو جوش دلا دلا کر آمادۂ قتال کرتا تھا۔ ایک روز قریش کو حرم میں لے کر آیا سب نے بیت اللہ کا پردہ تھام کر مسلمانوں سے قتال کرنے کا حلف اٹھایا۔ بعد چندے مدینہ واپس آیا اور مسلمان عورتوں کے متعلق عشقیہ اشعار کہنے شروع کیے۔[۱]

کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ کعب ابن اشرف بڑا شاعر تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا اور کفار مکہ کو رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ کیلئے ہمیشہ بھڑکاتا رہتا تھا اور مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو صبر اور تحمل کا حکم فرماتے رہے لیکن جب کسی شرارت سے باز نہ آیا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی۔ فتح الباری باب قتل کعب بن الاشرف)۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ کعب بن اشرف نے آپ کو دعوت کے بہانے سے بلایا اور کچھ آدمی متعین کر دیئے کہ جب آپ تشریف لائیں تو قتل کر ڈالیں۔ آپ آکر بیٹھے ہی تھے کہ جبرئیل امین نے آکر آپ کو ان کے ارادہ سے مطلع کر دیا آپ فوراً وہاں سے روح الامین کے پروں کے سایہ میں باہر تشریف لے آئے اور واپسی کے بعد قتل کا حکم دیا۔[۲]

صحیح بخاری میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کعب بن اشرف کے قتل کے لئے کون تیار ہے اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت[۳] ایذا پہنچائی ہے یہ سنتے ہی محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا

---

[۱] زرقانی، ج:۲، ص:۹۔ ابن ہشام۔ ج ۲ ص ۱۷ [۲] فتح الباری، ج:۷، ص:۲۵۹۔ [۳] دوسری روایت ہے کہ تحقیق اس شخص نے ہم کو اپنے اشعار سے ایذاء اور تکلیف دی اور مشرکین مکہ کو ہمارے مقابلہ میں قوت پہنچائی (رواہ الحاکم فی الاکلیل) فتح الباری ص ۲۵۰ ج ۷ زرقانی ص ۱۰ ج ۲

آپ اس کا قتل چاہتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں۔ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر مجھکو کچھ کہنے کی اجازت دیجئے۔ (یعنی ایسے مبہم اور تعریضی کلمات اور ذو معنی الفاظ) کہہ سکوں جن کو سن کر وہ بظاہر خوش ہو جائے آپ نے فرمایا اجازت ہے۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ [1] ایک روز کعب سے ملنے گئے اور اثناء گفتگو میں یہ کہا کہ یہ مرد یعنی (رسول اللہ ﷺ) ہم سے (فقراء و مساکین پر تقسیم کرنے کے لئے) صدقہ اور زکوٰۃ مانگتا ہے اور اس شخص نے ہم کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔ (بے شک یہ چیز حریص اور طامع نفوس پر بہت شاق اور گراں ہے لیکن مخلصین اور صادقین کو صدقِ دل سے صدقات کا دینا اور فقراء و مساکین کی اعانت اور امداد کرنا انتہائی محبوب اور غایت درجہ لذیذ ہے بلکہ خدا کی راہ میں مال نہ خرچ کرنا ان پر شاق اور گراں ہے)۔

میں اس وقت آپ کے پاس قرض لینے کے لئے آیا ہوں کعب نے کہا ابھی کیا ہے۔ آگے چل کر دیکھنا خدا کی قسم تم ان سے اُکتا [2] جاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ اب تو ہم اُن کے پیرو ہو چکے ہیں ان کا چھوڑنا ہم پسند نہیں کرتے انجام کے منتظر ہیں (اور دل میں یہ تھا کہ انجام کار اللہ اور اس کے رسول کی فتح اور دشمنوں کی شکست یقینی اور محقق ہے جس میں شبہ کی ذرہ برابر گنجائش نہیں) اس وقت ہم یہ چاہتے ہیں کہ کچھ غلہ ہم کو بطور قرض دے دیں۔

کعب نے کہا بہتر ہے مگر کوئی چیز میرے پاس رہن رکھدو ان لوگوں نے کہا آپ کیا چیز رہن رکھوانا چاہتے ہیں۔ کعب نے کہا اپنی عورتوں [3] کو رہن رکھدو۔ ان لوگوں نے کہا اپنی عورتوں کو کیسے رہن رکھ سکتے ہیں اوّل تو غیرت اور حمیت گوارا نہیں کرتی پھر یہ کہ آپ نہایت حسین و جمیل اور نوجوان [4] ہیں، کعب نے کہا آپ اپنے لڑکوں کو رہن رکھدو، ان لوگوں نے کہا یہ تو ساری عمر کی عار ہے لوگ ہماری اولاد کو یہ طعنہ دیں گے کہ تم وہی ہو جو دو سیر اور تین سیر غلّہ کے معاوضہ میں رہن رکھے گئے تھے ہاں ہم اپنے ہتھیار تمھارے پاس رہن رکھ سکتے ہیں۔

---

[1] ابن عبدالبر کی روایت میں ہے کہ محمد بن مسلمہ رسول اللہ ﷺ سے یہ وعدہ کرنیکے بعد کئی روز تک متفکر رہے بالآخر کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی ابونائلہ سلکان بن سلامۃ بن وقش اور عباد بن بشر اور حارث بن اوس اور ابوعبس بن جبر ان لوگوں سے مل کر مشورہ کیا سب نے آمادگی ظاہر کی اور بیک آواز سب نے یہ کہا کلنا نقتلہ ہم سب اس کو قتل کریں گے، پھر سب مل کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ وہاں جا کر کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔ آپ نے فرمایا جو مناسب سمجھو وہ کہنا میری طرف سے اجازت ہے۔۱۲۔ ارشاد الساری۔ [2] خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ اسیرش نخواہد رہائی ز بند۔ شکارش نجوید خلاص از کمند [3] اس سے اس شخص کی باطنی خباثت کا پتہ چلتا ہے۔۱۲ [4] نوجوان کا لفظ ابن اسحاق کی روایت سے لیا گیا ہے۔۱۲

عکرمہ کی ایک مرسل روایت میں ہے ان لوگوں نے یہ کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم ہتھیاروں کے کس درجہ محتاج اور ضرورت مند ہیں لیکن باایں ہمہ یہ ہوسکتا ہے کہ ہتھیار آپ کے پاس رہن رکھ دیں..... آہ لیکن یہ ناممکن ہے کہ عورتوں اور بیٹوں کو رہن رکھدیں۔ کعب نے اس کو منظور کیا اور یہ وعدہ ٹھہرایا کہ شب کو آ کر غلہ لے جائیں اور ہتھیار رہن رکھ جائیں۔

حسب وعدہ یہ لوگ رات کو پہنچے اور جا کر کعب کو آواز دی، کعب نے اپنے قلعہ سے اُترنے کا ارادہ کیا۔ بیوی نے کہا اس وقت کہاں جاتے ہو کعب نے کہا۔ محمد بن مسلمہ اور میرا دودھ شریک بھائی ابونائلہ ہے کوئی غیر نہیں تم فکر نہ کرو۔ بیوی نے کہا مجھ کو اس آواز سے خون ٹپکتا ہوا نظر آتا ہے کعب نے کہا کہ شریف آدمی اگر رات کے وقت نیزہ مارنے کے لئے بھی بلایا جائے تو اس کو ضرور جانا چاہیئے۔ اس اثناء میں محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں کو یہ سمجھا دیا کہ جب کعب آئے گا تو میں اس کے بال سونگھوں گا جب دیکھو کہ میں نے اس کے بالوں کو مضبوط پکڑ لیا ہے تو فوراً اس کا سر اُتار لینا، چنانچہ جب کعب نیچے آیا تو سرتاپا خوشبو سے معطر تھا۔ محمد بن مسلمہ نے کہا، آج جیسی خوشبو تو میں نے کبھی سونگھی ہی نہیں۔ کعب نے کہا میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ حسین وجمیل اور سب سے زیادہ معطر عورت ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کیا آپ مجھ کو اپنے معطر سر کے سونگھنے کی اجازت دیں گے، کعب نے کہا ہاں اجازت ہے۔ محمد بن مسلمہ نے آگے بڑھ کر خود بھی سر کو سونگھا اور اپنے رفقاء کو بھی سونگھایا۔ کچھ دیر کے بعد پھر محمد بن مسلمہ نے کہا کیا آپ دوبارہ اپنا سر سونگھنے کی اجازت دیں گے۔ کعب نے کہا شوق سے محمد بن مسلمہ اٹھے اور سر سونگھنے میں مشغول ہو گئے جب سر کے بال مضبوط پکڑ لئے تو ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ فوراً ہی سب نے اس کا سر قلم کیا اور آناً فاناً اس کا کام تمام کیا۔[۱]

اور اخیر شب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے آپ نے دیکھتے ہی یہ ارشاد فرمایا:

أَفْلَحَتِ الْوُجُوهُ	ان چہروں نے فلاح پائی اور کامیاب ہوئے۔

ان لوگوں نے جواباً عرض کیا:

[۱] فتح الباری، ج ۷، ص ۲۶۰

ووجهك يا رسول الله | اور سب سے پہلے آپ کا چہرۂ مبارک اے اللہ کے رسول۔

اور بعد ازاں کعب بن اشرف کا سر آپ کے سامنے ڈال دیا۔ آپ نے الحمد للہ کہا اور اللہ کا شکر کیا۔[1]

جب یہود کو اس واقعہ کا علم ہوا تو یکلخت مرعوب اور خوف زدہ ہو گئے اور جب صبح ہوئی تو یہود کی ایک جماعت نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ کہ ہمارا سردار اس طرح مارا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مسلمانوں کو طرح طرح سے ایذائیں پہنچاتا تھا اور لوگوں کو ہمارے قتال پر برانگیختہ اور آمادہ کرتا تھا۔ یہود دم بخود رہ گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے اور بعد ازاں آپ نے ان سے ایک عہد نامہ لکھوایا کہ یہود میں سے آئندہ کوئی اس قسم کی حرکت نہ کرے گا (طبقات ابن سعد)

کعب ابن اشرف کے قتل کے اسباب

روایاتِ حدیث سے کعب بن اشرف کے قتل کے جو وجوہ اور اسباب معلوم ہو سکے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱)۔ نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں دریدہ دہنی اور سب وشتم اور گستاخانہ کلمات کا زبان سے نکالنا۔ (۲)۔ آپ کی ہجو میں اشعار کہنا۔ (۳) غزلیات اور عشقیہ اشعار میں مسلمان عورتوں کا بطور تشبیب ذکر کرنا۔ (۴) غدر اور نقض عہد۔ (۵) لوگوں کو آپ کے مقابلہ کے لئے اُبھارنا اور اُکسانا اور ان کو جنگ پر آمادہ کرنا۔ (۶)۔ دعوت کے بہانہ سے آپ کے قتل کی سازش کرنا۔ (۷) دین اسلام پر طعن کرنا۔

لیکن قتل کا سب سے قوی سبب آپ کی شان اقدس میں دریدہ دہنی اور سبّ وشتم اور آپ کی ہجو میں اشعار کہنا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے (اپنی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول میں ص ۷۰ تا ص ۹۱) میں اس پر مفصل کلام کیا ہے۔

زہری سے مروی ہے کہ یہ آیت

---

[1] فتح الباری۔ ج: ۷، ص: ۲۶۲

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ط [۱]

اور البتہ سنو گے تم اہل کتاب سے اور مشرکین سے بہت بدگوئی اور بدزبانی۔

کعب بن اشرف کے بارے میں نازل ہوئی (عیون الاثر ص ۳۰۰ ج ۱)

عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بارے میں یہ اشعار کہے۔

صرخت به فلم يعرض لصوتى — واوفىٰ طالعا من راس جدر

فعدتُ له فقال مَن المنادى — فقلت اخوك عبَّادُ بن بشرِ

وهذى درعنا رهنًا فخذها — لِشَهْرٍ اِنْ وَفٰى اونصف شهرٍ

فَاَقْبَلَ نحونا يهوى سريعا — وَقَالَ لَنَا لَقَدْ جئتم لامرٍ

وفى اَيمَاننا بيضٌ حِدادٌ — مجربةٌ بها الكُفَّارَ نفرىٰ

فعانَقَه ابن مسلَمة المُردّى — به الكُفَّارَ كالليثِ الهزبَرِ

وشدَّ بسيفه صَلْتًا عليه — فقطرَّه ابو عَبْسٍ بنَ جَبْرِ

وكان اللّٰه سادسنا فَاُبْنَا — بانعم نِعْمَةٍ واَعَزّ نصرٍ

وجاء برأسه نَفَرٌ كِرَامٌ [۲] — هُمْ نَاهيك مِنْ صدقٍ وبرٍّ

حافظ عراقی الفیۃ السیر میں فرماتے ہیں:

فَبَعْثُهُ محمد بن مَسْلَمَه — فِي رُفْقَةٍ لِقَتْلِ كعبِ المَلأَ مَهْ

جاؤا برأسه فَاَقْدَمُوهُ — قَالَ لَهُمْ افلحت الوُجُوهُ

اسلام حویصۃ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کعب بن اشرف کے قتل کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ اس قسم کے یہود کو جہاں کہیں پاؤ قتل کرڈالو چنانچہ حویصۃ بن مسعود کے چھوٹے بھائی محیصۃ بن مسعود نے ابن سینہ یہودی کو قتل کرڈالا۔ (جو تجارت کرتا تھا اور خود حویصہ اور محیصۃ اور دیگر اہل مدینہ سے داد وستد کا معاملہ رکھتا تھا۔)

[۱] آل عمران، آیۃ: ۱۸۶ [۲] عیون الاثر، ج: ۱، ۳۰۱ مستدرک ج ۳ ص: ۴۳۵ ترجمہ محمد بن مسلمہ انصاری۔

حویصہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے اور محیصہ پہلے سے مسلمان تھے حویصہ چونکہ عمر میں بڑے تھے محیصہ کو پکڑ کر مارنا شروع کیا اور یہ کہا کہ اے اللہ کے دشمن تو نے اس کو قتل کر ڈالا خدا کی قسم اس کے مال سے کتنی چربی تیرے پیٹ میں ہے، محیصہ نے کہا:

واللہ لقد امرنی بقتلہ مَنْ لوامرنی بقتلك لضربت عنقك۔	خدا کی قسم مجھکو اس کے قتل کا ایسی ذات نے حکم دیا ہے کہ اگر وہ ذات بابرکات تیرے قتل کا بھی حکم دیتی تو واللہ میں تیری بھی گردن اڑا دیتا۔

حویصہ نے کہا:

آللّٰہ لوامرك محمد بقتلی لقتلتنی۔	کیا خدا کی قسم اگر محمد تجھکو میرے قتل کا حکم دے تو واقعی تو مجھکو قتل کر ڈالے گا۔

محیصہ نے کہا:

نعم واللہ لوامرنی بضرب عنقك لضربتھا۔	ہاں خدا کی قسم اگر تیری گردن مارنے کا حکم دیتے تو ضرور تیری گردن مارتا۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بعد ذرہ برابر تیرے بھائی ہونے کا خیال نہ کرتا حویصہ یہ سن کر حیران رہ گئے اور بے ساختہ بول اٹھے کہ خدا کی قسم یہی دینِ حق ہے جو دلوں میں اس درجہ راسخ اور مستحکم اور رگ و پے میں اس طرح جاری و ساری ہے اس کے بعد حویصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے اور سچے دل سے اسلام قبول کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(غرۂ جمادی الآخر ۳ھ)

واقعۂ بدر کے بعد قریش مکہ مسلمانوں سے اس درجہ مرعوب اور خوف زدہ ہو گئے کہ ان کے چھیڑ چھاڑ کے اندیشہ سے اپنا قدیم راستہ ہی چھوڑ دیا چنانچہ بجائے شام کے راستہ کے عراق کا راستہ اختیار کیا اور رہبری کے لئے فرات بن حیان عجلی کو اجرت پر ہمراہ لیا اور ایک قافلہ بغرض تجارت مکہ سے مال کثیر لے کر براہ عراق روانہ ہوا جس میں ابوسفیان بن حرب

اور صفوان بن امیہ اور حویطب بن عبدالعزیٰ وعبداللہ بن ابی ربیعہ بھی تھے۔ (فتح مکہ میں یہ چاروں حضرات مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس قافلہ کی اطلاع ہوئی تو سو صحابہ کی جمعیت کو زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی امارت اور سرکردگی میں روانہ فرمایا۔

ان لوگوں نے پہنچ کر حملہ کیا۔ قافلہ حاصل کر لینے میں تو کامیاب ہو گئے مگر اعیان قوم اور اشراف خاندان اور قافلہ والے سب بھاگ گئے صرف فرات بن حیان عجلی کو گرفتار کر کے اپنے ہمراہ لائے جو مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ مالِ غنیمت کی کثرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس کا خمس جو نکالا گیا تو اس کی تعداد بیس ہزار درہم تھی۔ تو معلوم ہوا کہ غنیمت کی مجموعی تعداد ایک لاکھ درہم تھی![1]

قتل ابی رافع

(نصف جمادی الثانیہ ۳ھ)

ابو رافع ایک بڑا مالدار یہودی تاجر تھا ابو رافع کنیت تھی عبداللہ بن ابی الحُقَیق اس کا نام تھا۔ سلّام بن ابی الحُقَیق بھی کہتے تھے۔ خیبر کے قریب ایک گڑھی میں رہتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا اور طرح طرح سے آپ کو ایذاء اور تکلیف پہنچاتا تھا کعب بن اشرف کا معین اور مددگار تھا، یہی شخص غزوۂ احزاب میں قریش مکہ کو مسلمانوں پر چڑھا کر لایا اور بہت زیادہ ان کی مالی امداد کی اور ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی عداوت میں روپیہ خرچ کرتا رہتا تھا۔[2]

کعب بن اشرف کے قاتل محمد بن مسلمہ اور اُن کے رفقاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم چونکہ سب قبیلۂ اوس کے تھے اس لئے قبیلۂ خزرج کو یہ خیال ہوا کہ قبیلۂ اوس نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جانی دشمن اور بارگاہ رسالت کے ایک گستاخ اور دریدہ دہن کعب بن اشرف کو قتل کر کے سعادت اور شرف حاصل کر لیا۔ لہٰذا ہم کو چاہیئے کہ بارگاہِ نبوت کے

---

[1] طبقات ابن سعد۔ ص: ۲۵۔ زرقانی۔ ج: ۲، ص: ۱۷

[2] البدایۃ والنہایۃ۔ ج: ۴، ص: ۱۳۷

دوسرے گستاخ اور دریدہ دہن ابورافع کو قتل کر کے دارین کی عزت ورفعت حاصل کریں۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ابورافع کے قتل کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دی۔[1]

اور عبداللہ بن عتیک اور مسعود بن سنان اور عبداللہ بن انیس اور ابو قتادہ حارث بن ربعی اور خزاعی بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کے قتل کے لئے روانہ فرمایا اور عبداللہ بن عتیک کو ان پر امیر بنایا اور یہ تاکید فرمائی کہ کسی بچہ اور عورت کو ہرگز نہ قتل کریں۔[2]

نصف[3] جمادی الاخری ۳ھ کو عبداللہ بن عتیک مع اپنے رفقاء کے خیبر کی طرف روانہ ہوئے (تاریخ طبری ص ۶ ج ۳) صحیح بخاری میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ غروب آفتاب کے بعد جب لوگ اپنے جانور چراہ گاہ سے واپس لا چکے تھے تب یہ لوگ خیبر پہنچے، ابورافع کا قلعہ جب قریب آ گیا تو عبداللہ بن عتیک نے اپنے رفقاء سے کہا تم یہیں بیٹھو میں قلعہ کے اندر جانے کی کوئی تدبیر نکالتا ہوں، جب بالکل دروازہ کے قریب پہنچ گئے تو کپڑا اڈھانک کر اس طرح بیٹھ گئے جیسے کوئی قضاء حاجت کرتا ہو، دربان نے یہ سمجھ کر کہ یہ ہمارا ہی کوئی آدمی ہے یہ آواز دی کہ اے اللہ کے بندے اگر اندر آنا ہے تو جلد آ جا میں دروازہ بند کرتا ہوں میں فوراً داخل ہو گیا اور ایک طرف چھپ کر بیٹھ گیا۔

ابورافع بالاخانہ پر رہتا تھا۔ اور شب کو قصہ گوئی ہوتی تھی جب قصہ گوئی ختم ہوگئی اور لوگ اپنے اپنے گھر واپس ہو گئے تو دربان نے دروازے بند کر کے کنجیوں کا حلقہ ایک کھونٹی پر لٹکا دیا۔

جب سب سو گئے تو میں اُٹھا اور کھونٹی سے کنجیوں کا حلقہ اتار کر دروازہ کھولتا ہوا بالاخانہ پہنچا اور جو دروازہ کھولتا تھا وہ اندر سے بند کر لیتا تھا تاکہ لوگوں کو اگر میری خبر بھی ہو جائے تو میں اپنا کام کر گذروں۔

---

[1] فتح الباری، ج: ۷، ص ۲۶۲ [2] فتح الباری، ج: ۷، ص: ۲۶۳ [3] یہ امام طبری کا قول ہے ابن سعد فرماتے ہیں کہ ابورافع کا قتل ماہ رمضان ۶ھ میں ہوا۔ اور بعض کہتے ہیں۔ ذی الحجہ ۵ھ یا ۴ھ میں اور بعض کہتے ہیں رجب ۳ھ میں یہ واقعہ ہوا۔ امام بخاری صحیح بخاری میں زہری سے راوی ہیں کہ ابورافع کعب بن اشرف کے بعد قتل ہوا۔ فتح الباری ص ۲۶۲ ج ۷

جب میں بالا خانہ پر پہنچا تو وہاں اندھیرا تھا اور ابورافع اپنے اہل وعیال میں سورہا تھا۔ مجھ کو معلوم نہ تھا کہ ابورافع کہاں اور کدھر ہے میں نے آواز دی۔ اے ابورافع۔ ابورافع نے کہا کون ہے میں نے اسی جانب ڈرتے ڈرتے تلوار کا وار کیا مگر خالی گیا۔ ابورافع نے ایک چیخ ماری میں نے تھوڑی دیر بعد آواز بدل کر ہمدردانہ لہجہ میں کہا اے ابورافع یہ کیسی آواز ہے، ابورافع نے کہا، ابھی مجھ پر کسی شخص نے تلوار کا وار کیا۔ یہ سنتے ہی تلوار کا دوسرا وار کیا جس سے اس کے کاری زخم آیا۔ بعد ازاں میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھ کر اس زور سے دبائی کہ پشت تک پہنچ گئی جس سے سمجھا کہ میں اب اس کا کام تمام کر چکا اور واپس ہو گیا اور ایک ایک دروازہ کھولتا جاتا تھا۔ جب سیڑھی سے اُترنے لگا تو یہ خیال ہوا کہ زمین قریب آگئی اترنے میں گر پڑا۔ اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی چاندنی رات تھی۔ عمامہ کھول کر ٹانگ کو باندھا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہا تم چلو اور رسول اللہ ﷺ کو بشارت سناؤ میں یہیں بیٹھا ہوں اس کی موت اور قتل کا اعلان سن کر آؤں گا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی اور مرغ نے بانگ دی تو خبر دینے والے نے قلعہ کی فصیل سے اُس کی موت کا اعلان کیا تب میں وہاں سے روانہ ہوا اور ساتھیوں سے آملا۔ اور کہا تیز چلو۔ اللہ نے ابورافع کو ہلاک کیا۔ وہاں سے چل کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خوش خبری سنائی اور جو واقعہ گزرا تھا وہ سب بیان کیا، آپ نے فرمایا اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔ میں نے ٹانگ پھیلا دی آپ نے دستِ مبارک اس پر پھیرا ایسا معلوم ہوا گویا کہ کبھی شکایت ہی پیش نہ آئی تھی (بخاری شریف باب قتل ابی رافع۔ فتح الباری باب قتل ابی رافع۔ البدایۃ والنہایۃ ص ۱۳۸ ج ۴)

حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَبَعْثُہٗ لابن عتیك معه — قوم من الخزرج کی تَمْنَعَہٗ[1]

لخیبرلا بن ابی الحُقَیْق — لِقَتْلِہٖ أُعِیْنَ بالتَّوفِیْقِ

واختلفوا فقِیْلَ ذافی السادسه — اوثالث اورابع اوخامسه

[1] اے تحفظ ہذہ الجماعۃ عبداللہ بن عتیک عما ینوبہ

غزوۂ اُحد[1]

شوال ۳ھ

قال اللّٰہ تعالٰی. وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ[2]

قریشِ مکہ جب بدر سے بے طرح شکست کھا کر مکہ واپس ہوئے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ کاروانِ تجارت جس کو ابوسفیان ساحلی راستے سے بچا کر نکال لائے تھے وہ مع اصل سرمایہ اور زرِ منافع دار الندوہ میں بطور امانت محفوظ ہے بدر کی اس بے طرح ہزیمت اور ذلت آمیز شکست کا زخم یوں تو ہر شخص کے دل میں تھا، لیکن جن لوگوں کے باپ اور بیٹے بھائی اور بھتیجے خویش اور اقارب بدر میں مارے گئے ان کو رہ رہ کر جوش آتا تھا۔ جذبۂ انتقام سے ہر شخص کا سینہ لبریز تھا۔

بالآخر ابوسفیان بن حرب[3] ۔عبداللہ بن ابی ربیعہ۔عکرمۃ بن ابی جہل، حارث بن ہشام۔حویطب بن عبدالعزّٰی۔صفوان بن امیہ اور دیگر سردارانِ قریش ایک مجلس میں جمع ہوئے، کہ کاروان تجارت بطور امانت محفوظ ہے، اس میں سے اصل سرمایہ تو تمام شرکاء پر بقدر حصص تقسیم کر دیا جائے اور زرِ منافع کلیۃً محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کی تیاری میں صرف کیا جائے تا کہ ہم مسلمانوں سے اپنے باپ اور بیٹوں، خویش اور اقارب، اعیان اور اشراف کا جو بدر میں مارے گئے انتقام لیں بیک آواز سب نے نہایت طیبِ خاطر سے اس درخواست کو قبول کیا اور زرِ منافع جس کی مقدار پچاس ہزار دینار تھی وہ سب اس کام کے لئے جمع کر دیا گیا۔

اسی بارے میں حق تعالیٰ شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

---

[1] اُحد مدینہ منورہ کے ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ سے کم وبیش دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور اس کو احد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دوسرے جبال (پہاڑوں) سے متوحد یعنی منفرد اور علیحدہ ہے (البدایۃ والنہایۃ ص ۹ ج ۴)

[2] آلِ عمران: آیۃ: ۱۲۱

[3] جنگ بدر میں ابوسفیان کا بیٹا حنظلہ اور عکرمہ کا باپ ابوجہل اور حارث بن ہشام کا بھائی ابوجہل بن ہشام اور صفوان بن امیہ کا باپ امیہ قتل ہوئے تھے مگر بعد میں چل کر ابوسفیان اور عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عکرمۃ بن ابی جہل اور حارث بن ہشام اور حویطب اور صفوان سب مسلمان ہوئے، رضی اللہ تعالٰی عنہم (زرقانی ص ۲۰ ج ۲)

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ لِيَصُدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ فَسَيُنۡفِقُوۡنَهَا ثُمَّ تَكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ حَسۡرَةً ثُمَّ يُغۡلَبُوۡنَ (الانفال، ۳۶)

تحقیق کافر اپنے مالوں کو خرچ کر رہے ہیں تا کہ لوگوں کو خدا کے راستہ سے روک دیں پس اور بھی خرچ کریں گے اور پھر یہ سب ان پر حسرت اور افسوس ہوں گے پھر آخر مغلوب ہوں گے۔

قریش کا عورتوں کو ہمراہ لے چلنا

غرض یہ کہ قریش نے خوب تیاری کی اور عورتوں کو بھی ہمراہ لیا تا کہ وہ رجزیہ اشعار سے لڑنے والوں کی ہمت بڑھائیں اور بھاگنے والوں کو غیرت دلائیں نیز لڑنے والے عورتوں کی بے حرمتی کے خیال سے دل کھول کر اور سینہ ٹھوک کر لڑیں پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیں اور قبائل میں قاصد دوڑائے کہ اس جنگ میں شریک ہو کر داد شجاعت دیں۔ اس طرح تین ہزار آدمیوں کا لشکر جمع ہو گیا جن میں سے سات سو زرہ پوش تھے اور دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں ہمراہ تھیں، یہ تین ہزار کا لشکر جرار نہایت کروفر سے ابوسفیان بن حرب کی سرکردگی میں ۵ شوال ۳ھ کو مکہ سے روانہ ہوا (طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج ۲ قسم اوّل زرقانی ص ۲۰ ج ۲ تاریخ طبری ص ۹ ج ۳)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور پُر نور کو قریش کے ارادہ سے اطلاع دینا

حضرت عباس نے یہ تمام حالات لکھ کر نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے پاس ایک تیز رو قاصد کے ہاتھ روانہ کئے اور قاصد کو یہ تاکید کی کہ تین دن کے اندر اندر کسی طرح آپ کے پاس یہ خط پہنچا دے۔[1]

---

[1] زرقانی ج ۲، ص ۲۱

حضور پُرنور کا صحابہ سے مشورہ

یہ خبر پاتے ہی آپ نے اُنس اور مونس رضی اللہ عنہما کو قریش کی خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ انھوں نے آکر یہ اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے بالکل قریب آپہنچا ہے۔ بعد ازاں حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا اندازہ کرنے کیلئے بھیجا کہ معلوم کریں فوج کی کتنی تعداد ہے، حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر ٹھیک اندازہ اور صحیح تخمینہ سے اطلاع دی تمام شب سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مسجد نبوی کا پہرہ دیا۔ اور شہر کے اطراف وجوانب میں بھی پہرے بٹھلا دیئے گئے (طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج ۳ قسم اوّل،) یہ جمعہ کی شب تھی جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا۔ اکابر مہاجرین وانصار نے یہ مشورہ دیا کہ مدینہ ہی میں پناہ گزین ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ لیکن جو نوجوان جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور شوقِ شہادت میں بے چین اور بے تاب تھے ان کی یہ رائے ہوئی کہ مدینہ سے باہر نکل کر ان پر حملہ کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے خواب [1] دیکھا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور ایک گائے ہے کہ ذبح کی جا رہی ہے جس کی تعبیر یہ ہے کہ مدینہ بمنزلہ مضبوط زرہ کے ہے اور ذبح بقر سے اس طرف اشارہ ہے کہ میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ شہید ہوں گے لہٰذا میری رائے میں مدینہ ہی میں قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا جائے اور خواب میں یہ بھی دیکھا کہ میں نے تلوار کو ہلایا اس کے سامنے کا حصہ ٹوٹ کر گر گیا۔ پھر اسی تلوار کو دوبارہ ہلایا تو وہ تلوار پہلے سے زیادہ عمدہ ہو گئی۔ جس کی تعبیر یہ تھی کہ صحابہ کرام بمنزلہ تلوار کے تھے جو آپ کے دشمنوں پر وار کرتے تھے صحابہ کو جہاد میں لے جانا بمنزلہ تلوار کے ہلانے کے تھا ایک مرتبہ ہلایا۔ یعنی غزوۂ احد میں تو اس کے سامنے کا حصہ ٹوٹ کر گر گیا یعنی کچھ صحابہ شہید ہو گئے، پھر اسی تلوار کو دوسرے غزوہ میں استعمال کیا تو وہ تلوار پہلے سے زیادہ عمدہ اور تیز ہو گئی اور خوب دشمنوں پر چلی عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین سے بھی ہوشیار اور تجربہ کار ہونے کی وجہ سے مشورہ لیا گیا اس نے یہ کہا کہ تجربہ یہ ہے کہ جب کسی دشمن نے مدینہ پر حملہ کیا اور اہلِ مدینہ نے اندرونِ شہر ہی رہ کر مقابلہ کیا تو فتح ہوئی اور جب باہر نکل کر حملہ کیا گیا، تو ناکام رہے یا رسول اللہ آپ مدینہ سے

---

[1] یہ خواب آپ نے اسی شب جمعہ میں دیکھا تھا۔ کمافی طبقات ابن سعد ص ۲۶ ج ۲

باہر نہ نکلئے خدا کی قسم جب کبھی ہم مدینہ سے باہر نکلے تو دشمنوں کے ہاتھ سے تکلیف اٹھائی اور جب کبھی ہم مدینہ میں رہے اور دشمن ہم پر چڑھ کر آیا تو دشمن نے ہمارے ہاتھ سے تکلیف اٹھائی آپ تو مدینہ کی ناکہ بندی فرمادیں دشمن اگر بالفرض مدینہ میں گھس آیا تو مرد اُن کا تلوار سے مقابلہ کریں گے اور بچے اور عورتیں چھتوں سے سنگ باری کریں گی۔ اور اگر باہر سے باہر ہی ناکام واپس ہو گئے تو فہوالمراد [۱]

مگر بعض اکابر اور نوجوانوں نے اس پر زیادہ اصرار کیا کہ مدینہ سے باہر نکل کر حملہ کیا جائے، اور عرض کیا یارسول اللہ ہم تو اس دن کے متمنی اور مشتاق ہی تھے اور خدا سے دعائیں مانگ رہے تھے خدا وہ دن لے آیا اور مسافت بھی قریب ہے حضرت حمزہ اور سعد بن عبادہ اور نعمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ اگر ہم نے مدینہ میں رہ کر اُن کی مدافعت کی تو ہمارے دشمن ہم کو خدا کی راہ میں بزدل خیال کریں گے اور حضرت حمزہ نے یہ کہا۔

والَّذِیٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتَاب لا اطعم الیوم طعاما حتی اجاھدھم بسیفی خارج المدینة [۲]	قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی میں اس وقت تک کھانا نہ کھاؤں گا جب تک مدینہ سے باہر نکل کر دشمنوں کا اپنی تلوار سے مقابلہ نہ کرلوں۔

نعمان بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

یارسُول اللّٰه لاتحرمنا الجنة فو الذی بعثك بالحق لادخلن الجنة	اے اللہ کے رسول ہم کو جنت سے محروم نہ کیجئے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا ہے میں ضرور جنت میں داخل ہو کر رہوں گا۔

آپ نے فرمایا کس بنا پر۔ نعمان نے عرض کیا۔

لانی اشھدان لا اله الاّ اللّٰه وَانك رسُول اللّٰه ولا افرُّ یوم الزحف	اس لئے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے برحق رسول ہیں اور میں لڑائی میں کبھی بھاگتا نہیں۔

---

[۱] تاریخ طبری ج:۳، ص:۱۱ [۲] البدایة والنہایة، ج:۴، ص:۱۲۔ زرقانی، ج:۲، ص:۲۳

اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

لانی احب اللہ ورسولہ	اس وجہ سے کہ میں اللہ اور اُس کے رسول کو محبوب رکھتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ صَدَقْتَ تو نے سچ کہا:

رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا کہ جنت کے شیدائی اور شہادت کے سودائی یعنی نوجوانوں کا اصرار تو پہلے ہی سے ہے کہ مدینہ سے باہر جا کر حملہ کیا جائے لیکن مہاجرین وانصار میں سے بھی بعض اکابر جیسے حضرت حمزہؓ اور سعد بن عبادہؓ شوق شہادت میں بے چین اور بے تاب ہیں اور اُنکی بھی یہی رائے ہے، تو آپ نے بھی یہی عزم فرمالیا۔

یہ جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر وعظ فرمایا۔ اور جہاد وقتال کی ترغیب دی، اور تیاری کا حکم دیا۔

یہ سنتے ہی خداوند ذوالجلال کے محبین ومخلصین، عاشقین ووالہین اور خداوند قدوس کے لقاء کے شائقین کے جانوں میں جان آگئی اور سمجھ گئے کہ اب اس دنیا کے جیل خانہ اور اس قفس سے ہماری رہائی کا وقت آ گیا۔

خُرم آن روز کزیں منزل ویران بروم　　راحت جان طلبم وز پئے جانان بروم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاری اور سلاح پوشی

عصر کی نماز سے فارغ ہو کر آپ حجرۂ شریفہ میں تشریف لے گئے اور صاحبین (یعنی آپ کے وہ دو ساتھی جو دنیا میں بھی آپ کے ساتھ رہے اور عالم برزخ میں بھی آپ کے ساتھ ہیں اور میدانِ حشر اور حوضِ کوثر اور جنت میں بھی آپ کے ساتھ ہوں گے) یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ بھی آپ کے ساتھ حجرہ میں گئے۔

ہنوز آپ حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف نہ لائے تھے کہ سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لوگوں سے کہا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کو شہر سے باہر جا کر حملہ کرنے پر مجبور کیا حالانکہ آپ پر اللہ کی وحی اترتی رہتی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ آپ کی رائے اور منشاء پر چھوڑ دیا جائے۔ اتنے میں آپ دوزرہیں تو بر تو پہن کر اور مسلح ہو کر باہر تشریف

لے آئے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے غلطی سے خلاف مرضی مبارک اصرار کیا جو ہمارے لئے کسی طرح مناسب اور زیبا نہ تھا۔ آپ صرف اپنی رائے پر عمل فرمائیں آپ نے فرمایا کسی نبی کے لئے یہ جائز نہیں کہ ہتھیار لگا کر اتار دے یہاں تک کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرے۔ اب اللہ کے نام پر چلو اور میں جو حکم دوں وہ کرو۔ اور سمجھ لو کہ جب تک تم صابر اور ثابت قدم رہو گے تو اللہ کی فتح اور نصرت تمہارے ہی لئے ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی روانگی اور فوج کا معاینہ

۱۱ شوال یوم جمعہ بعد نماز عصر آپ ایک ہزار جمعیت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے آپ گھوڑے پر سوار تھے اور سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما زرہ پہنے ہوئے آپ کے آگے آگے تھے، اور سب مسلمان آپ کے دائیں اور بائیں چلتے تھے۔

یہ تمام تفصیل طبقات ابن سعد اور زرقانی میں مذکور ہے۔ مدینہ سے باہر نکل کر جب مقام شیخین ۲؎ پر پہنچے تو فوج کا جائزہ لیا۔ ان میں جو نو عمر اور کم سن تھے ان کو واپس فرمایا جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲) زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳) ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴) عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵) اسید بن ظہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶) عرابۃ بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷) براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۸) زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں سترہ صحابی پیش کئے گئے جن کی عمر چودہ چودہ سال کی تھی نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے نابالغ قرار دے کر واپس

۱؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم آپ کی ساتھ مخصوص نہیں ہر پیغمبر علیہ السلام کا یہی حکم ہے کہ ہتھیار لگا لینے کے بعد بغیر جہاد کے ہتھیار اتارنا جائز نہیں۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نفل اور مستحب شروع کر لینے سے اس کا اتمام اور پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے، فافہم ۱۲ منہ عفا عنہ

۲؎ شیخین دو ٹیلوں کا نام ہے جو مدینہ اور اُحد کے مابین واقع ہیں وہاں ایک اندھا اور بوڑھا یہودی اور ایک اندھی اور بڑھیا یہودن رہا کرتے تھے، اس لئے وہ ٹیلے شیخین کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ۱۲ طبری ج ۳

کردیا جب ایک سال بعد پندرہ سال کے سن میں پیش کیے گئے تو آپ نے اجازت دی۔
(زرقانی ص۲۵ ج۲)

ان کمسنوں میں رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ انھوں نے یہ ہوشیاری کی کہ انگوٹھوں کے بل تن کے کھڑے ہوگئے تا کہ دراز قامت معلوم ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ نیز ان کی نسبت یہ بھی کہا گیا کہ یہ بڑے تیرانداز ہیں۔

عمر بن عبدالعزیز نے ایک مرتبہ نافع سے یہ دریافت کیا کہ عبداللہ بن عمر کن کن غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ نافع نے کہا مجھ سے خود ابن عمر نے بیان کیا کہ جب غزوۂ بدر ہوا تو اس وقت میں ۱۳ سال کا تھا اور جب غزوۂ اُحد ہوا تو اس وقت میں ۱۴ سال کا تھا۔ غزوۂ بدر میں تو میں نے جانے کا ارادہ ہی نہیں کیا لیکن غزوۂ احد میں شریک ہونے کی بارگاہ نبوی میں استدعا کی لیکن آپ نے کمسنی کی وجہ سے قبول نہ فرمایا اور علیٰ ہذا زید بن ثابت اور عرابۃ بن اوس کو بھی کمسن ہونے کی وجہ سے واپس فرمایا مگر رافع بن خدیج کو دراز قامت ہونے کی وجہ سے اجازت دے دی جب غزوۂ خندق پیش آیا تو اس وقت میں ۱۵ سال کا تھا، اس وقت آپ نے مجھ کو اجازت دی اور آپ کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوا عمر بن عبدالعزیز نے اس حدیث کو سن کر فوراً کاتب کو حکم دیا کہ بہت جلد اس حدیث کو لکھ لیں۔

اس لئے کہ لوگ اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے لئے بیت المال سے وظیفہ کی درخواست کرتے ہیں۔ لہٰذا خوب تحقیق کر لی جائے جو فی الواقع پندرہ سال کا ہو مجاہدین اور مقاتلین کی فہرست میں اس کا نام درج کر کے بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر کیا جائے

اور جو پندرہ سال سے کم ہو اس کا نام ذریۃ بچوں کی فہرست میں لکھا جائے، (عیون الاثر ص۲۳۲) سمرۃ بن جندب جو انھیں کے ہم سن تھے انھوں نے نہایت حسرت بھرے الفاظ میں اپنے علاتی باپ مُری بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ اے باپ۔ رافع کو تو اجازت مل گئی اور میں رہ گیا۔ حالانکہ میں ان سے زیادہ قوی ہوں رافع کو پچھاڑ سکتا ہوں مری بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے رافع کو اجازت دی اور میرے بیٹے کو واپس فرمایا۔ حالانکہ میرا بیٹا رافع کو پچھاڑ سکتا ہے۔

آپ نے رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کشتی کرائی۔ سمرہ نے رافع کو پچھاڑ

دیا۔ آپ نے سمرہ کو بھی اجازت دی۔ (طبری ص ۱۲ ج ۳) بچے اور بوڑھے جوان اور ادھیڑ سب کے سب ایک ہی شراب کے مخمور اور ایک ہی نشہ کے چور تھے۔ شہید ہونے سے پہلے ہی۔ خنجر تسلیم سے شہید ہو چکے تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ۔

لشکر اسلام سے منافقین کی علیحدگی اور واپسی

جب آپ اُحد کے قریب پہنچے تو راس المنافقین عبداللہ بن ابی جو تین سو آدمیوں کی جمعیت اپنے ہمراہ لایا تھا یہ کہہ کر واپس ہو گیا کہ آپ نے میری رائے نہیں مانی ہم بے وجہ کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں۔ یہ جنگ نہیں ہے اگر ہم اس کو جنگ سمجھتے تو تمھارا ساتھ دیتے اُنہی لوگوں کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ج صلے وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ط قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ط هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ج يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۝ (آل عمران، آیۃ: ۱۶۷)

اب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے ساتھ صرف سات سو صحابہ رہ گئے جن میں صرف سو آدمی زرہ پوش تھے اور سارے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے ایک آپ کا اور ایک ابو بردۃ بن نیار حارثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔[1]

قبیلۂ خزرج میں سے بنی سلمہ نے اور قبیلۂ اوس میں سے بنی حارثہ نے بھی ابن اُبی کی طرح کچھ واپسی کا ارادہ کیا اور یہ دونوں قبیلے لشکر کے دونوں طرف تھے توفیق خداوندی نے ان کی دست گیری کی۔ خدا نے ان کو بچا لیا۔ اور واپس نہیں ہوئے، ان ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔[2]

یاد کرو اس وقت کو جب ہمت ہار دی تم میں کے دو گروہوں نے اور اللہ ان کا مددگار تھا اس لئے وہ واپسی سے محفوظ رہے اور تمام مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیئے۔

ہنوز آپ مقام شیخین ہی میں تھے کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ

[1] طبری، ج ۳، ص ۱۲　　[2] آل عمران، آیۃ ۱۲۲

عنہ نے اذان دی آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور یہیں شب کو قیام فرمایا۔ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے تمام شب لشکر کی پاسبانی کی وقتاً فوقتاً لشکر کا ایک چکر لگاتے اور واپس آ کر آپ کے خیمہ مبارکہ کا پہرہ دیتے۔

شب کے آخری حصہ میں آپ نے کوچ فرمایا جب اُحد کے قریب پہنچے تو صبح کی نماز کا وقت آ گیا۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان اور اقامت کہی اور آپ نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی۔

ترتیب فوج

نماز سے فارغ ہو کر لشکر کی جانب متوجہ ہوئے مدینہ کو سامنے اور اُحد کو پس پشت رکھکر صفوں کو مرتب فرمایا۔ اور جو صفیں چند لمحہ پہلے خداوند ذوالجلال کی تعظیم و اجلال کے لئے دست بستہ کھڑی ہوئی تھیں اب وہ اس کبیر متعال کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی اور اس کے راستہ میں جہاد و قتال کے لئے کھڑی ہو گئیں [۱]

صحیح بخاری میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ جبل اُحد کے پیچھے بٹھلا دیا تا کہ قریش پشت سے حملہ نہ کر سکیں اور عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا امیر مقرر فرمایا اور یہ حکم دیا کہ اگر ہم کو مشرکین پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی یہاں سے نہ ہٹنا اور اگر مشرکین کو ہم پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی اس جگہ سے نہ سرکنا اور نہ ہماری مدد کے لئے آنا۔

زہیر کی روایت میں یہ ہے کہ اگر پرندوں کو بھی ہم کو اُچکتے ہوئے دیکھو تب بھی اس جگہ سے نہ ٹلنا۔

مسند احمد اور معجم طبرانی وغیرہ میں ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تم اس جگہ کھڑے رہو اور پشت کی جانب سے ہماری حفاظت کرو۔ اگر ہم کو قتل ہوتے ہوئے بھی دیکھو تو ہماری مدد کے لئے نہ آنا اور اگر غنیمت حاصل کرتے ہوئے دیکھو تو اس میں شریک نہ ہونا [۲]

---

[۱] ابن سعد، ج:۳، ص:۲۷ [۲] فتح الباری، ج:۷، ص:۲۷۰

قریش کے لشکر کا حال

قریش کا لشکر جرار شنبہ ہی کو مدینہ پہنچ کر اُحد کے دامن میں پڑاؤ ڈال چکا تھا جس کی تعداد تین ہزار تھی جن میں سات سو زرہ پوش اور دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے اور اشراف مکّہ کی پندرہ عورتیں ہمراہ تھیں جو اشعار پڑھ پڑھ کر مردوں کو جوش دلاتی تھی ۔[۱] نفسانی اور شہوانی اور شیطانی لوگوں کا دھندا ایسا ہی ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ

جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱)۔ ہندہ بنت عتبہ...... حکیم .... ابوسفیان کی بیوی اور حضرت معاویہ کی ماں۔

(۲)۔ ام حکیم بنت حارث بن ہشام .... ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کی بیوی۔

(۳)۔ فاطمہ بنت ولید حارث بن ہشام کی بیوی (۴)۔ برزہ بنت مسعود صفوان بن امیہ کی بیوی

(۵)۔ ریطہ بنت شیبہ عمرو بن العاص کی بیوی (۶)۔ سلافہ بنت سعد طلحۃ بن ابی طلحہ حجی کی بیوی

(۷)۔ خناس بنت مالک مصعب بن عمیرؓ کی والدہ (۸)۔ عمرۃ بنت علقمہ

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ سوائے خناس اور عمرہ کے یہ سب عورتیں بعد میں چل کر مشرف باسلام ہوئیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہن۔

قریش نے اپنے لشکر کے میمنہ پر خالد بن ولید کو اور میسرہ پر عکرمتہ بن ابی جہل کو اور پیادوں پر صفوان بن امیہ کو اور کہا جاتا ہے کہ عمرو بن العاص کو اور تیر اندازوں پر عبداللہ بن ابی ربیعہ کو افسر مقرر کیا۔

مگر بعد میں چل کر قریش کے یہ پانچوں امرائے لشکر مشرف باسلام ہوئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مجاہدین سے ایک خطاب

جب فریقین کی صفیں مرتب ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار ہاتھ میں لے کر یہ فرمایا:۔

---

[۱] زرقانی، ج:۲، ص:۲۶

من یأخذ ھذا السیف بحقہ | کون ہے جو کہ اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لے۔

یہ سن کر بہت سے ہاتھ اس سعادت کے حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مُبارک روک لیا اتنے میں ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ اس تلوار کا کیا حق ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا حق یہ ہے کہ اس سے خدا کے دشمنوں کو مارے یہاں تک کہ خم ہو جائے۔

یہ روایت مسند احمد اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور معجم طبرانی میں قتادۃ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور مسند بزار میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

حافظ ابو بشر دولابی نے اس حدیث کو کتاب الکنیٰ میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اس تلوار کا حق یہ ہے کہ اس سے کسی مسلمان کو کبھی قتل نہ کرنا اور اس کو لے کر کبھی کسی کافر کے مقابلہ سے فرار نہ ہونا۔

ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں یعنی اس کا حق ادا کرونگا، آپ نے فوراً وہ تلوار ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرحمت فرمادی۔

غالباً آپ کو بذریعہ وحی الٰہی کے یہ معلوم ہوا ہوگا کہ سوائے ابو دجانہ کے کوئی اس تلوار کا حق نہ ادا کرے گا اس لئے صرف ابو دجانہؓ ہی کو عطا فرمائی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم[1]

(فائدہ) ابو دجانہ بڑے شجاع اور بہادر تھے، جنگ کے وقت ان پر (تبختر) یعنی ناز و انداز اور وجد اور سکر کی خاص کیفیت ہوتی تھی، لڑائی کے وقت سر پر سُرخ عمامہ باندھ لیتے تھے اور خراماں خراماں چلتے۔ غالباً اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلوار عطا کی جیسا کہ آئندہ اُن کے جہاد و قتال سے معلوم ہوگا۔

آغاز جنگ اور مبارزین قریش کا ایک ایک کر کے قتل

قریش کی طرف سے سب سے پہلے میدانِ جنگ میں ابو عامر نکلا جو زمانۂ جاہلیت میں قبیلۂ اوس کا سردار تھا اور زہد اور پارسائی کی وجہ سے راہب کے نام سے پکارا جاتا تھا جب

---

[1] الاصابہ، ج:۴، ص:۵۸ زرقانی، ج:۲، ص:۲۸

مدینہ میں اسلام کا نور چمکا تو یہ شپرہ چشم اس کی تاب نہ لا سکا اور مدینہ سے مکہ چلا آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بجائے راہب کے فاسق نام تجویز فرمایا۔

اس فاسق نے مکہ آ کر قریش کو رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ کے لئے آمادہ کیا اور معرکۂ اُحد میں خود اُن کے ساتھ آیا اور یہ باور کرایا کہ قبیلۂ اوس کے لوگ جب مجھکو دیکھیں گے تو محمد (ﷺ) کا ساتھ چھوڑ کر میرے ساتھ ہو جائیں گے۔

پہلا مبارز:۔ چنانچہ معرکہ اُحد میں سب سے پہلے یہی ابو عامر میدان میں آیا اور للکار کر کہا۔

یامعشر الاوس انا ابو عامر ۔ اے گروہ اوس میں ابو عامر ہوں۔

خدا اوس کی آنکھیں ٹھنڈی کرے جنھوں نے فوراً ہی یہ جواب دیا۔

لا انعم اللّٰہ بك عینایا فاسق ۔ اے خدا کے فاسق اور نافرمان خدا کبھی تیری آنکھ ٹھنڈی نہ کرے۔

ابو عامر یہ دندان شکن جواب سن کر خائب و خاسر واپس ہوا اور جا کر یہ کہا کہ میرے بعد میری قوم کی حالت بدل گئی۔ (زرقانی ص۳۰ ج۲ ابن ہشام ص۹۷ ج۲ طبری ص۱۶ ج۳ عیون الاثر ص۶ ۲۳ البدایہ والنہایہ ص۱۶ ج۴)

دوسرا مبارز:۔ بعد ازاں مشرکین کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ میدان میں آیا اور للکار کر یہ کہا۔ اے اصحاب محمد (ﷺ) تمھارا یہ گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو تمھاری تلواروں سے جلدی جہنم میں پہنچاتا ہے اور ہماری تلواروں سے تم کو جنت میں جلد پہنچاتا ہے پس کیا تم میں سے ہے کوئی جس کو میری تلوار جلد جنت میں یا اس کی تلوار مجھ کو جلد جہنم میں پہنچائے۔

یہ سنتے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ مقابلے کے لئے نکلے اور تلوار چلائی جس سے اس کا پیر کٹ گیا اور منہ کے بل گرا اور ستر کھل گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرما کر پیچھے ہٹ گئے۔ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے دریافت فرمایا اے علی کیوں پیچھے ہٹے، آپ نے فرمایا مجھ کو اس کے ستر کھل جانے سے شرم آ گئی۔ [1]

---

[1] زرقانی۔ ج۲، ص:۳۱

ابن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کے سر پر تلوار چلائی جس سے سر کے دو حصے ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسرور ہوئے اور اَللّٰہُ اَکْبَر کہا اور مسلمانوں نے بھی اَللّٰہُ اَکْبَر کا نعرہ لگایا۔

غالباً حضرت علی کی پہلی تلوار اس کے قدم پر پڑی جس سے پیر کٹ گیا اور دوسری تلوار سر پر پڑی جس نے کھوپڑی کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔ ابن جریر کی روایت میں پہلے وار کا ذکر ہے، اور ابن سعد کی روایت میں دوسرے وار کا، لہٰذا دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔

تیسرا مبارز:۔ بعد ازاں عثمان بن ابی طلحہ نے علم سنبھالا اور یہ رجز پڑھتا ہوا میدان میں آیا۔

اِنَّ عَلٰی اَھْلِ اللواء حَقًّا ان تخضب الصَعْدَۃُ اوتَنْدَقًّا

علمبردار کا یہ فرض ہے کہ لڑتے لڑتے اس کا نیزہ دشمن کے خون سے رنگین ہو جائے یا ٹوٹ جائے۔

حضرت حمزہ نے بڑھ کر حملہ کیا اور عثمان کے دونوں ہاتھ اور دونوں شانے صاف کر دیئے اور علم اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا، اور تھوڑی ہی دیر میں اس کا کام تمام ہوا۔

چوتھا مبارز:۔ اس کے بعد ابوسفیان بن ابی طلحہ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی ایک تیر تاک کر اس کے حلق پر مارا جس سے اس کی زبان باہر نکل آئی آگے بڑھ کر فوراً قتل کیا۔

پانچواں مبارز:۔ اس کے بعد مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے علم اٹھایا حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہی وار میں قتل کیا۔

چھٹا مبارز:۔ اس کے بعد حارث بن طلحہ بن ابی طلحہ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اس کو بھی عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہی وار میں قتل کیا اور بقول بعض حضرت زبیر نے اس کو قتل کیا۔

ساتواں مبارز:۔ پھر کلاب بن طلحہ بن ابی طلحہ نے علم ہاتھ میں پکڑا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر قتل کیا۔

آٹھواں مبارز:۔ بعد ازاں جُلاس بن طلحہ ابن ابی طلحہ نے جھنڈا اٹھایا۔ فوراً ہی حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کیا۔

نواں مبارز:۔ اس کے بعد ارطاۃ بن عبد شرحبیل نے جھنڈا ہاتھ میں لیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کا کام تمام کیا۔

دسواں مبارز:۔ شریح بن قارظ علم لے کر آگے بڑھا آناً فاناً اس کا بھی کام تمام ہوا، شریح کے قاتل کا نام معلوم نہیں کہ کون تھا۔

گیارھواں مبارز:۔ اس کے بعد ان کا غلام جس کا نام صُوَاب تھا وہ علم لے کر سامنے آیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص یا حضرت حمزہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک نے علیٰ اختلاف الاقوال اس کا بھی کام تمام کیا۔[1]

اس طرح سے قریش کے بائیس سردار مارے گئے جن کے نام علامہ ابن ہشام نے بالتفصیل ذکر کیے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتلایا ہے کہ فلاں فلاں سردار فلاں فلاں صحابی کے ہاتھ سے قتل ہوا۔[2]

ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی بہادری

ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی تلوار عطا فرمائی تھی نہایت شجاع اور بہادر تھے۔ اوّل انھوں نے اپنا ایک سرخ عمامہ نکالا اور سر پر باندھا۔ اور اکڑتے ہوئے میدان میں نکلے اور یہ اشعار زبان پر تھے۔

أَنَا الَّذِي عَاهدني خليلي ونحن بالسفح لدى النخيل

میں وہی ہوں جس سے میرے اس دوست نے عہد لیا ہے (کہ جس کی محبت میرے خِلالِ قلب یعنی اندرونِ قلب میں سرایت کر چکی ہے یعنی محمد رسول ﷺ) نے درآنحالیکہ ہم پہاڑ کے دامن میں نخلستان کے قریب تھے۔

ان لا اقوم الدهر في الكُبُول اضرب بسيف الله والرسول

وہ عہد یہ ہے کہ کبھی پیچھے کی صف میں نہ کھڑا ہوں گا اور اللہ اور اُس کے رسول کی تلوار سے خدا کے دشمنوں کو مارتا رہوں گا۔

---

[1] زرقانی۔ ج ۲، ص: ۳۱۔ ابن سعد ج ۲، ص ۲۸

[2] ابن ہشام۔ ج ۲، ص: ۱۰۳۔ زرقانی۔ ج ۲۔ ص: ۳۱

رسول اللہ ﷺ نے ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اکڑتے ہوئے دیکھکر یہ فرمایا یہ چال اللہ کو سخت ناپسند ہے مگر ایسے وقت میں۔

(یعنی جبکہ محض اللہ اور اُس کے رسُول کے دشمنوں کے مقابلہ میں ہوا پنے نفس کیلئے نہ ہو) ابودجانہؓ صفوں کو چیرتے چلے جاتے تھے جو سامنے آ گیا اس کی لاش زمین پر ہوتی تھی یہاں تک کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بالکل سامنے آ گئی ابودجانہؓ نے اس پر تلوار اٹھائی مگر فوراً ہی ہاتھ روک لیا۔ کہ یہ کسی طرح زیبا نہیں کہ خاص کر رسُول اللہ ﷺ کی تلوار کو ایک عورت پر چلایا جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہندہ کے قریب پہنچے تو اس نے لوگوں کو آواز دی مگر کوئی شخص اس کی مدد کو نہ پہنچا۔ ابودجانہ فرماتے ہیں۔ مجھ کو اس وقت یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کو ایک بے پناہ اور بے سہارا عورت پر آزماؤں [1]

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور شہادت کا ذکر

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیرانہ حملہ سے کفار سخت پریشان تھے۔ جس پر تلوار اٹھاتے اس کی لاش زمین پر نظر آتی۔

وحشی بن حرب جو جبیر بن مطعم کا حبشی غلام تھا۔ جنگِ بدر میں جبیر کا چچا طعیمۃ بن عدی حضرت حمزہ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ جبیر کو اس کا بہت صدمہ تھا۔ جبیر نے وحشی سے یہ کہا کہ اگر میرے چچا کے بدلہ میں حمزہ کو قتل کردے تو تو آزاد ہے۔ جب قریش جنگ اُحد کے لئے روانہ ہوئے تو وحشی بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا۔

جب اُحد پر فریقین کی صفیں قتال کے لئے مرتب ہو گئیں اور لڑائی شروع ہوئی تو سباع بن عبدالعزی ھَلْ مِنْ مبارز (ہے میرا کوئی مقابل) پکارتا ہوا میدان میں آیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھے اے سباع۔ اے عورتوں کی ختنہ کرنے والی عورت کے بچے تو اللہ اور اس کے رسُول کا مقابلہ کرتا ہے یہ کہہ کر اس پر تلوار کا ایک وار کیا ایک ہی وار میں اس کو فنا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ۔ ج:۴ ص:۱۶

وحشی حضرت حمزہ کی تاک میں پتھر کے نیچے چھپا بیٹھا تھا۔ جب حضرت حمزہ ادھر سے گزرے تو وحشی نے پیچھے سے ناف پر نیزہ مارا جو پار ہو گیا۔

حضرت حمزہ چند قدم چلے مگر لڑکھڑا کر گر پڑے اور جام شہادت نوش فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ روایت صحیح بخاری کی ہے۔ مسند ابی داؤد طیالسی میں ہے وحشی کہتے ہیں کہ جب میں مکہ آیا تو آزاد ہو گیا اور قریش کے ساتھ فقط حضرت حمزہ کے قتل کے ارادہ سے آیا تھا قتل وقتال میرا مقصد نہ تھا۔[۱]

حضرت حمزہ کو قتل کر کے لشکر سے علیحدہ جا کر بیٹھ گیا اس لئے کہ میرا اور کوئی مقصد نہ تھا صرف آزاد ہونے کی خاطر حضرت حمزہ کو قتل کیا۔

فائدہ:۔ فتح مکہ کے بعد وفد طائف کے ساتھ وحشی بارگاہ رسالت میں مدینہ منورہ مشرف باسلام ہونے کی غرض سے حاضر ہوئے لوگوں نے ان کو دیکھکر عرض کیا یا رسول اللہ یہ وحشی ہے یعنی آپ کے عم محترم کا قاتل۔ آپ نے فرمایا۔

دعوه فلاسلام رجل واحد احب الی من قتل الف کافر	اس کو چھوڑ دو۔ البتہ ایک شخص کا مسلمان ہونا میرے نزدیک ہزار کافروں کے قتل سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔

بعد ازاں آپ نے وحشی سے حضرت حمزہ کے قتل کا واقعہ دریافت کیا۔ وحشی نے نہایت خجالت وندامت کے ساتھ محض تعمیل ارشاد کی غرض سے واقعہ عرض کیا۔ آپ نے اسلام قبول کیا اور یہ فرمایا کہ اگر ہو سکے تو میرے سامنے نہ آیا کرو اس لئے کہ تم کو دیکھ کر چچا کا صدمہ تازہ ہو جاتا ہے وحشی رضی اللہ عنہ کو چونکہ آپ کو ایذاء پہنچانا مقصود نہ تھا اس لئے جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو پس پشت بیٹھتے اور اس فکر میں رہے کہ اس کا کوئی کفارہ کروں چنانچہ اس کے کفارہ میں مسیلمہ کذاب کو اسی نیزہ سے مار کر واصل جہنم کیا جس نے خاتم النبیین صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا۔

اور جس طرح حضرت حمزہ کو ناف پر نیزہ مار کر شہید کیا اس طرح مسیلمہ کذاب کو بھی

[۱] فتح الباری ج ۷ ص ۲۹۲

ناف ہی پر نیزہ مار کر قتل کیا۔ اس طرح ایک خیر الناس کے قتل کی ایک شر الناس (بدترین خلائق) کے قتل سے مکافات کی ہے۔[۱]

صحیح بخاری میں ہے کہ مسیلمہ کذاب کے قتل میں وحشی کے ساتھ ایک انصاری بھی شریک تھے واقدی اور اسحاق بن راہویہ اور حاکم کہتے ہیں عبداللہ بن زید بن عاصم مازنیؓ تھے اور بعض عدی بن سہل اور بعض ابو دجانہ اور بعض زید بن الخطاب کا نام بتلاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ شن بن عبداللہ تھے جیسا کہ ذیل کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے۔

الم ترانی ووحشیهم ضربنا مسیلمة المفتتن

کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ میں نے اور وحشی نے دونوں نے مل کر مسیلمہ فتنہ پرداز کو مارا ہے۔

یسائلنی الناس عن قتله فقلت ضربت وهذا طعنُ

لوگ مجھ سے مسیلمہ کے قتل کی بابت دریافت کرتے ہیں کہ کس نے مارا میں نے جواب دیا کہ میں نے تلوار ماری اور وحشی نے نیزہ مارا۔

فلست بصاحبه دُونه ولیس بصاحبه دون شنّ

پس حاصل یہ کہ مسیلمہ کا مستقل قاتل نہ تو میں ہوں اور نہ وحشی کو بغیر شن کی شرکت کے مستقل قاتل کہا جاسکتا ہے۔[۲]

وحشی راوی ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا تو نے ہی حمزہ کو قتل کیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔

نعم والحمدلله الذی اکرمه بیدی ولم یهنی بیده۔	ہاں۔ اور شکر اُس خدا کا جس نے حضرت حمزہ کو میرے ہاتھ شہادت کی کرامت اور عزت بخشی اور مجھ کو اس کے ہاتھ سے ذلیل نہیں کیا۔

کیونکہ اگر وحشی اس وقت حضرت حمزہ کے ہاتھ سے مارے جاتے تو بحالت کفر مارے جاتے جس سے بڑھ کر کوئی اہانت اور ذلت نہیں۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا اے وحشی جا اور خدا کی راہ میں قتال کر جیسا کہ تو خدا کے راستہ سے روکنے کے لئے قتال کرتا تھا۔ رواہ الطبرانی واسنادہ حسن۔[۳]

---

[۱] فتح الباری، ج ۷، ص: ۲۸۴، ۲۸۵ [۲] فتح الباری، ج ۷، ص: ۲۸۴، ۲۸۵ [۳] مجمع الزوائد، ج ۶، ص: ۱۲۱

حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کی شہادت کا ذکر

ابو عامر فاسق جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، اس کے بیٹے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس معرکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔

ابوسفیان اور حضرت حنظلہ کا مقابلہ ہو گیا۔ حضرت حنظلہ نے دوڑ کر ابوسفیان پر وار کرنا چاہا لیکن پیچھے سے شداد بن اسود نے ایک وار کیا جس سے حضرت حنظلہ شہید ہوئے۔

نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ حنظلہ کو ابر کے پانی سے چاندی کے برتنوں میں غسل دے رہے ہیں۔

ان کی [1] بیوی سے دریافت کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ حالت جنابت ہی میں جہاد کے لئے روانہ ہو گئے تھے اسی حالت میں شہید ہوئے، رواہ ابن اسحاق والحاکم وصححہ ورواہ ابن سعد وغیرہ (خصائص کبریٰ ص ۲۱۶ ج ۱ [2])

جس روز حضرت حنظلہ شہید ہونے والے تھے، اسی شب ان کی بیوی نے یہ خواب دیکھا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا اور حنظلہ اس میں داخل ہوئے اور داخل ہونے کے بعد وہ دروازہ بند کر لیا گیا۔ بیوی اس خواب سے سمجھ چکی تھیں کہ حنظلہ اب اس عالم سے رخصت ہونے والے ہیں۔

لڑائی ختم ہونے کے بعد جب ان کی لاش تلاش کی گئی تو سر سے پانی ٹپکتا تھا۔ [3]

اسی وجہ سے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غسیل الملائکہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ ابو عامر فاسق چونکہ رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں لڑ رہے تھے۔ اس لئے حضرت حنظلہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے باپ کے قتل کی اجازت چاہی مگر آپ نے منع فرمایا۔ (رواہ ابن شاہین واسنادہ حسن) (اصابہ ترجمہ حنظلہ بن ابی عامر)

مسلمانوں کے ان دلیرانہ اور جان بازانہ حملوں سے قریش کے میدان جنگ سے پیر اکھڑ گئے اور ادھر ادھر منہ چھپا کر اور پشت دکھا کر بھاگنے لگے اور عورتیں بھی پریشان اور بدحواس ہو کر پہاڑوں کی طرف بھاگنے لگیں اور مسلمان مال غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔

---

[1] بیوی کا نام جمیلہ تھا صحابیہ ہیں۔ رأس المنافقین عبد اللہ بن ابی کی بہن ہیں۔ ۱۲ (روض الانف واصابہ) ۱۲

[2] الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۱۶۔ [3] روض الانف، ج ۲، ص ۱۳۳

مسلمان تیراندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا اورلڑائی کا پانسہ پلٹ جانا

تیراندازوں کی اس جماعت نے (جو کہ درّہ کی حفاظت کے لئے بٹھائی گئی تھی۔ جب یہ دیکھا کہ فتح ہوگئی اور مسلمان مالِ غنیمت میں مشغول ہیں۔ یہ بھی اسی طرح بڑھے۔ان کے امیر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت روکا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی تھی کہ تم اس جگہ سے نہ ٹلنا۔مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور مرکز چھوڑ کر غنیمت جمع کرنے والوں میں جا ملے۔

عبداللہ بن جبیر اور اُن کے دس رفقاء کی شہادت

مرکز پر صرف عبداللہ بن جبیر اور دس آدمی رہ گئے حکم نبوی کے خلاف کرنا تھا کہ یکا یک فتح شکست سے بدل گئی خالد بن ولید نے جو اس وقت مشرکین کے میمنہ پر تھے۔درہ کو خالی دیکھکر پشت پر سے حملہ کردیا۔عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع اَپنے ہمراہیوں کے شہید ہوئے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

مشرکین کے اس ناگہانی اور یکبارگی حملہ سے مسلمانوں کی صفیں درہم و برہم ہوگئیں۔ اور دشمنان خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپہنچے۔

مسلمانوں کے علمبردار مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے قریب تھے۔انھوں نے کافروں کا مقابلہ کیا یہاں تک کے شہید ہوئے ان کے بعد آپ نے علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سُپرد فرمایا۔

چونکہ مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اس لئے کسی شیطان نے یہ افواہ اُڑادی کہ نصیب دشمناں آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے۔اس لئے تمام مسلمانوں میں سراسیمگی اور اضطراب پھیل گیا اور اس خبر وحشت اثر کے سنتے ہی سب کے سب بدحواس ہوگئے اور اس بدحواسی میں دوست و دشمن کا بھی امتیاز نہ رہا اور آپس میں ایک دوسرے پر تلوار چلنے لگی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا مسلمانوں کے ہاتھ سے غلطی سے شہید ہو جانا

حضرت حذیفہ کے والد یمان بھی اسی کشمکش میں آ گئے حضرت حذیفہ نے دور سے دیکھا کہ مسلمان میرے باپ کو مارے ڈال رہے ہیں۔ پکار کر کہا اے اللہ کے بندو یہ میرا باپ ہے مگر اس ہنگامہ میں کون سنتا تھا بالآخر حضرت یمان شہید ہو گئے مسلمانوں کو جب اس کا علم ہوا کہ یہ حذیفہ کے باپ تھے تو بہت نادم ہوئے اور کہا خدا کی قسم ہم نے پہچانا نہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ	اللہ تمھیں معاف کرے وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت دینے کا ارادہ فرمایا مگر حضرت حذیفہ نے قبول نہیں کیا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور قدر بڑھ گئی۔[1]

خالد بن ولید کے ناگہانی حملہ سے لشکر اسلام کا اضطراب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیمثال ثبات قدمی

خالد بن ولید کے اس یکبارگی اور ناگہانی حملہ سے اگرچہ بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے ثبات اور قدم استقلال میں ذرہ برابر تزلزل نہیں آیا اور کیسے آ سکتا تھا اللہ کا نبی اور اس کا رسول معاذ اللہ بزدل نہیں ہو سکتا، پہاڑ ٹل جائیں مگر انبیاء اللہ علیہم الف الف صلوات اللہ۔ اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے، ایک پیغمبر کی تنہا شجاعت کل عالم کی شجاعت سے کہیں زیادہ وزنی اور بھاری ہوتی ہے۔

چنانچہ دلائل بیہقی میں مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

---

[1] طبری، ج ۳، ص ۲۶۔ فتح الباری ج ۷، ص ۲۸۹۔ زرقانی ج ۲، ص ۳۲۔ ابن ہشام ج ۲، ص ۸۷

فوالذی بعثه بالحق مازالت قدمه شبرا واحد اوانه لقی وجه العدو ویفیٔ الیه طائفة من اصحابه مرة وتفترق مرة فربما رایته قائما یرمی عن قوسه ویرمی بالحجرحتی انحاز واعنه۔ (زرقانی ص۴۴ ج۲)

قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا آپ کا قدم مبارک ایک بالشت بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا اور بلاشبہ آپ دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے صحابہ کی ایک جماعت کبھی آپ کے پاس آتی تھی اور کبھی جاتی تھی اور بسا اوقات میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ بہ نفسِ نفیس خود کھڑے ہوئے تیر اندازی اور سنگ باری فرما رہے ہیں یہاں تک کہ دشمن آپ سے ہٹ گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے محافظین

ابنِ سعد فرماتے ہیں کہ اس ہلچل اور اضطراب میں چودہ اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، سات مہاجرین میں سے اور سات انصار میں سے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

اسماءِ مہاجرین	اسماءِ انصار
(۱) ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۱) ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲) عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۲) حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳) عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۳) عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۴) حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵) طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۵) سہیل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶) زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۶) سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷) ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	(۷) اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مہاجرین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام اس لئے نہیں ذکر کیا گیا کہ مصعب بن

عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہوجانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علَم حضرت علی کو عطا فرما دیا تھا وہ مصروف جہاد وقتال تھے۔

یہ چودہ اصحاب آپ کے ساتھ تھے لیکن کبھی کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے بعض حضرات کہیں چلے بھی جاتے تھے مگر جلد ہی واپس ہوجاتے تھے۔

اس لئے کبھی آپ کے ساتھ بارہ آدمی رہے۔

(جیسا کہ صحیح بخاری میں براء بن عازب سے مروی ہے)

اور کبھی سات (جیسا کہ صحیح مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے)

اختلاف اوقات اور اختلاف حالات کی وجہ سے حاضرین بارگاہ رسالت کے عدد میں روایتیں مختلف ہیں ہر ایک راوی کا بیان اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے بجا اور درست ہے کسی وقت بارہ اور کسی وقت گیارہ اور کسی وقت سات آدمی آپ کے ساتھ رہے۔ بحمد اللہ سب روایتیں متفق ہیں۔ کوئی تعارض نہیں۔

تفصیل کے لئے فتح الباری ص ۲۷۷ ج ۷ اور زرقانی ص ۲۵ ج ۲ کی مراجعت فرمائیں۔

قریش کا حضور پُر نور پر ناگہانی ہجوم اور صحابۂ کرام کی جان نثاری

صحیح مسلم میں حضرت انس سے مروی ہے کہ جب قریش کا آپ پر ہجوم ہوا تو یہ ارشاد فرمایا کون ہے کہ جوان کو مجھ سے ہٹائے اور جنت میں میرا رفیق بنے۔ انصار میں کے سات آدمی اس وقت آپ کے پاس تھے۔ ساتوں انصاری باری باری لڑ کر شہید ہوگئے۔ (صحیح مسلم ص ۱۰۷ ج ۲ غزوۂ احد ورواہ احمد کمافی البدایۃ والنہایۃ ص ۲۶ ج ۴)۔

ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔

من رجل یشری لنا نفسہ	کون مرد ہے کہ جو ہمارے لئے اپنی جان فروخت کرے۔

یہ سنتے ہی زیاد بن سکن اور پانچ انصار کھڑے ہوگئے اور یکے بعد دیگرے ہر ایک نے

جان نثاری اور جانبازی کے جوہر دکھلائے یہاں تک شہید ہوئے اور اپنی جان کو فروخت کر کے جنت مول لے لی۔

زیاد بن سکن کی شہادت

زیاد کو یہ شرف حاصل ہوا کہ جب زخم کھا کر گرے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ان کو میرے قریب لاؤ۔

لوگوں نے ان کو آپ کے قریب کر دیا۔ انھوں نے اپنا رخسار آپ کے قدم مبارک پر رکھدیا اور اسی حالت میں جان اللہ کے حوالے کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (ابن ہشام ص ۸۴۹ ج ۲)

عتبۃ بن ابی وقاص کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی عتبۃ بن ابی وقاص نے موقع پا کر رسول اللہ ﷺ پر ایک پتھر پھینکا جس سے نیچے کا دندان مبارک شہید اور نیچے کا لب زخمی ہوا سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں جسقدر اپنے بھائی عتبہ کے قتل کا حریص اور خواہشمند رہا۔ اتنا کسی کے قتل کا کبھی حریص اور خواہشمند نہیں ہوا[1] (رواہ ابن اسحاق)

عبداللہ ابن قمیٔہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر حملہ

عبداللہ بن قمیٔہ نے جو قریش کا مشہور پہلوان تھا آپ پر اس زور سے حملہ کیا کہ رخسارِ مبارک زخمی ہوا اور خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں گھس گئے اور عبداللہ بن شہاب[2] زہری نے پتھر مار کر پیشانی مبارک کو زخمی کیا۔ چہرۂ انور پر جب خون بہنے لگا تو ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے تمام خون چوس کر چہرۂ انور کو صاف کر دیا، آپ نے فرمایا لن تمسك النار۔ تجھ کو جہنم کی آگ ہرگز نہ لگے گی۔

---

[1] فتح الباری، ج: ۷، ص: ۲۸۱
[2] عبداللہ بن شہاب زہری جنگ احد میں کفار کے ساتھ آئے مگر بعد میں مشرف باسلام ہوئے اور مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ زرقانی ص ۳۸ ج ۲

معجم طبرانی میں ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابن قمیئہ نے آپ کو زخمی کرنے کے بعد یہ کہا:

خذها وانا ابن قمئه — لو اس کو اور میں ابن قمیئہ ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

اقمأك الله — اللہ تعالیٰ تجھ کو ذلیل اور خوار ہلاک اور برباد کرے۔

چند روز نہ گزرے کہ اللہ تعالےٰ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کیا جس نے اپنے سینگوں سے ابن قمیئہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا[1]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور پُر نور کو سہارا دینا

جسم مبارک پر چونکہ دو آہنی زرہوں کا بھی بوجھ تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گر گئے جس کو ابو عامر فاسق نے مسلمانوں کے لئے بنایا تھا۔ حضرت علی نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور حضرت طلحہ نے کمر تھام کر سہارا دیا تب آپ کھڑے ہوئے۔

اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص زمین پر چلتے پھرتے زندہ شہید کو دیکھنا چاہے وہ طلحہ کو دیکھ لے عائشہ صدیقہ بنت صدیق اپنے باپ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ چہرہ انور میں زرہ کی جو دو کڑیاں چُبھ گئی تھیں۔ ابو عبیدة بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا جس میں ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو دانت شہید ہوئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ واضحک سنہ یوم القیامۃ آمین) سند اس روایت کی صحیح ہے۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ فرمایا تو ضعف اور نقاہت اور دو زرہوں کے ثقل کی وجہ سے مجبور ہوئے اس وقت حضرت طلحہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے آپ ان پر اپنے پیر رکھ کر اوپر چڑھے اور حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا۔

---

[1] فتح الباری، ج: ۷، ص: ۲۸۱۔ زرقانی ج ۲، ص: ۳۸
[2] زرقانی، ج: ۲، ص: ۳۸، ابن ہشام ج ۲، ص: ۸۴

اوجب طلحة | طلحہ نے اپنے لئے جنت واجب کرلی۔
(رواہ ابن اسحاق)

قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ کا وہ ہاتھ دیکھا جس سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے دن بچایا تھا۔ وہ بالکل شل تھا (رواہ البخاری)

حاکم نے اکلیل میں روایت کیا ہے کہ اس روز حضرت طلحہ کے پینتیس یا انتالیس زخم آئے۔ ابوداؤد طیالسی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب غزوۂ احد ذکر کرتے تو یہ فرماتے:

كان ذلك اليوم كله لطلحة | یہ دن تو سارا طلحہ کے لئے رہا۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ دشمنوں کے وار روکتے روکتے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی انگلیاں کٹ گئیں تو بے اختیار زبان سے نکلا حَسِّ آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

لو قلت بسم الله لرفعتك الملائكة والناس ينظرون اليك حتى تلج بك في جو السماء | اگر تو بجائے حسن کے بسم اللہ کہتا تو فرشتے تجھے اٹھا کر لے جاتے اور لوگ تجھکو دیکھتے ہوئے ہوتے یہاں تک کہ تجھ کو جو سماء میں لے کر گھس جاتے۔ اس حدیث کو نسائی اور بیہقی نے نہایت عمدہ اور کھری سند کیساتھ روایت کیا ہے۔

(رواہ النسائی والبیہقی بسند جید)[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ہم نے اُحد کے دن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر ستر سے زیادہ زخم دیکھے۔ (رواہ ابوداؤد الطیالسی۔ فتح الباری ص ۶۶ ج ۷ مناقب طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاتی باپ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ کو سپر سے ڈھانکے ہوئے تھے بڑے تیر انداز تھے اس روز دو یا تین کمانیں توڑ ڈالیں جو شخص ترکش لئے ہوئے اُدھر سے گزرتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہ فرماتے کہ یہ ترکش ابوطلحہ کے لئے ڈال جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نظر اٹھا کر لوگوں کو دیکھنا چاہتے تو ابوطلحہ یہ عرض کرتے۔

---

[1] فتح الباری، ج: ص ۷۸۔ زرقانی ج: ۲: ص، ۳۹

بابی انت وامی لا تشرف یصبك سهم من سهام القوم نحری دون نحرك

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نظر نہ اٹھائیں نصیب دشمنان کوئی تیر نہ آ لگے۔ میرا سینہ آپ کے سینے کے لئے سپر ہے۔ (بخاری شریف ص ۵۸۱)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے تیرانداز تھے، اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش کے تمام تیر نکال کر ان کے سامنے ڈال دیئے اور فرمایا:

ارم فداك ابی وامی — تیر چلا تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہو۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے[1] سوائے سعد بن ابی وقاص کے کسی اور کے لئے رسول اللہ ﷺ کو فداک ابی وامی کہتے نہیں سنا۔ (بخاری شریف ص ۵۸۱)

حاکم راوی ہیں کہ احد کے دن حضرت سعد نے ایک ہزار تیر چلائے۔ (زرقانی ص ۴۲ ج ۲)

ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری

ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2] سپر بن کر آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور پشت دشمنوں کی جانب کر لی۔ تیر پر تیر چلے آ رہے ہیں۔ اور ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پشت ان کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔ مگر اس اندیشہ سے کہ آپ کو کوئی تیر نہ لگ جائے حس و حرکت نہیں کرتے تھے۔ (رواہ ابن اسحاق)[3]

(**تنبیہ**) جس طرح حضور خاتم النبیین تھے، کمالات نبوت آپ پر ختم تھے، اسی طرح آپ پر محبوبیت ختم تھی اور صحابۂ کرام پر عشق ختم تھا خدا کی قسم، اس فدائیت کے سامنے لیلیٰ و مجنوں کی داستانیں سب گرد ہیں۔

حضور پُرنور کا مشرکین پر اظہار افسوس

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ اپنے چہرۂ انور سے خون پونچھتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے۔ جس نے اپنے پیغمبر کا چہرہ خون آلود کیا اور وہ ان کو ان کے پروردگار کی طرف بلاتا ہے (رواہ احمد والترمذی والنسائی)

---

[1] یعنی احد کے دن سوائے حضرت سعد کے کسی اور کے لئے نہیں سنا، ورنہ غزوۂ بنی قریظہ میں حضرت زبیرؓ کے لئے فداک ابی وامی کہنا صحیح بخاری باب مناقب زبیرؓ میں مذکور ہے (فتح الباری ص ۲۶ ج ۷ مناقب سعد بن ابی وقاصؓ)

[2] حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ابو دجانہ مسیلمۂ کذاب کے قتل میں شریک تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ استیعاب۔

[3] زرقانی، ج: ۲، ص: ۴۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض سردارانِ قریش کے حق میں بد دُعا کرنا اور آیت کا نُزول

صحیح بخاری میں حضرت سالم سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام کے حق میں بد دعا فرمائی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْیَتُوْبَ عَلَیْھِمْ اَوْیُعَذِّبَھُمْ فَاِنَّھُمْ ظَالِمُوْنَ ط [1] | اس امر میں آپ کو کوئی اختیار نہیں یہاں تک کہ خدا مہربانی فرمائے یا ان کو توبہ کی توفیق دے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ بڑے ظالم ہیں۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ تینوں فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے غالبًا اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے ان کے حق میں بد دعا کرنے سے منع کیا اور یہ آیت شریفہ نازل فرمائی۔ (فتح الباری ص ۲۸۱ ج ۷)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں گویا رسول اللہ ﷺ میری نظروں کے سامنے ہیں، پیشانی مبارک سے خون پونچھتے جاتے ہیں اور یہ فرماتے جاتے ہیں۔

رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ | اے پروردگار میری قوم کی مغفرت فرما وہ جانتے نہیں۔

(صحیح مسلم غزوۂ احد ص ۱۰۸ ج ۲)

بمقتضائے شفقت ورأفت فَاِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ فرمایا یعنی جانتے نہیں بے خبر ہیں اور یہ نہیں فرمایا فَاِنَّھُمْ لَیَجْھَلُوْنَ یعنی یہ جاہل ہیں۔

آیات بینات کا مشاہدہ کر لینے کے بعد اگرچہ جہل اور لاعلمی عذر نہیں ہو سکتی لیکن رحمتِ عالم اور رأفتِ مجسم نبی اکرم ﷺ نے کمال شفقت اور غایتِ رحمت سے بارگاہ ارحم الراحمین اور اجْوَدُ الاجودین اور اکرم الاکرمین میں بصورت لاعلمی ان کی طرف سے معذرت کی شاید

---

[1] آل عمران، آیۃ: ۱۲۸

رحمت خداوندی ان کو ورطۂ کفر وشرک سے نکال کر ایمان واسلام کے دار الامان اور دار السلام میں لا داخل کرے اور اخلاص واحسان کی رحیق مختوم پلا کر اپنے محبت کے نشہ میں ایسا چور کردے کہ دنیائے دوں کی دناءت وحقارت اور عالم آخرت کی عزّت ورفعت محسوس اور مشاہد ہوجائے اور کفر اور معصیت کے جیل خانہ سے نکل کر ہمیشہ کے لئے ایمان واسلام اخلاص واحسان کے حَرم آمن میں آکر مقیم ہوجائیں کہ پھر ابدالآباد تک کبھی اس سے خارج نہوں۔

ف:۔ جب تک کافر کا خاتمہ کفر پر نہو جائے اس وقت تک کافر کے لئے دعائے مغفرت بایں معنی درست ہے کہ حق تعالیٰ اس کو کفر اور شرک سے توبہ اور ایمان کی ہدایت دے تاکہ وہ خداوند ذوالجلال کے عفو اور مغفرت کا مورد اور محل بن سکے۔ ہاں جب کسی کا خاتمہ کفر اور شرک پر ہوجائے تب اس کے لئے دعائے مغفرت جائز نہیں کما قال تعالےٰ۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوٓا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوٓا أُولِىْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ [1]

پیغمبر کے لئے اور اہلِ ایمان کے لئے یہ روا نہیں کہ مشرکین کے لئے دعاء مغفرت کریں اگرچہ وہ ان کے اہل قرابت ہی کیوں نہوں بعد اس کے کہ یہ ظاہر ہوچکا کہ یہ دوزخی ہیں یعنی کافر ہیں۔

لڑائی میں قتادۃ بن النعمان کی آنکھ کی پتلی کا باہر نکل جانا اور حضور

پُرنُور کا اس کو اَپنی جگہ رکھ دینا اور اس کا پہلے سے بہتر ہوجانا

قتادۃ بن النعمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ اُحد کے دن آپ کے چہرہ کے سامنے کھڑا ہوگیا اور اپنا چہرہ دشمنوں کے مقابل کردیا، تاکہ دشمنوں کے تیر میرے چہرے پر پڑیں، اور آپ کا چہرۂ انور محفوظ رہے۔ دشمنوں کا آخری تیر میری آنکھ پر ایسا لگا کہ آنکھ کا ڈھیلہ باہر نکل پڑا جس کو میں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ یہ دیکھ کر آب دیدہ ہوگئے اور میرے لیئے دعا فرمائی کہ اے اللہ جس طرح قتادہ نے تیرے نبی کے چہرہ کی حفاظت فرمائی اس طرح تو اس کے چہرہ کو محفوظ

---

[1] توبہ، آیۃ: ۱۱۳۔

رکھ اور اس آنکھ کو دوسری آنکھ سے بھی زیادہ خوبصورت اور تیز نظر بنا اور آنکھ کو اسی جگہ رکھ دیا۔ اُسی وقت آنکھ بالکل صحیح اور سالم بلکہ پہلے سے بہتر اور تیز ہو گئی۔

(رواہ الطبرانی وابو نعیم والدار قطنی بنحوہ)[۱]

ایک روایت میں ہے کہ قتادہ اپنی آنکھ کی پتلی کو ہاتھ میں لئے ہوئے حُضور پُرنور کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اگر تو صبر کرے تو تیرے لئے جنت ہے اور اگر چاہے تو اسی جگہ رکھ کر تیرے لئے دعا کر دوں قتادہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ایک بیوی ہے جس سے مجھ کو بہت محبت ہے مجھکو یہ اندیشہ ہے کہ اگر بے آنکھ رہ گیا تو کہیں وہ میری بیوی مجھ سے نفرت نہ کرنے لگے۔ آپ نے دست مبارک سے آنکھ اس کی جگہ پر رکھدی اور یہ دعا فرمائی۔ اللھم اعطه جمالا، اے اللہ ان کو حسن و جمال عطا فرما۔[۲]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے قتل کی غلط خبر کا مشہور ہونا

جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ نصیبِ دشمنان رسول اللہ ﷺ قتل ہو گئے، تو بعض مسلمان ہمّت ہار کر بیٹھ گئے اور یہ بولے کہ رسول اللہ ﷺ تو شہید ہو گئے اب لڑ کر کیا کریں۔ تو انس بن مالک کے چچا حضرت انس بن نضر نے کہا اے لوگو اگر محمدؐ قتل ہو گئے تو محمدؐ کا رب تو قتل نہیں ہو گیا۔ جس چیز پر آپ نے جہاد و قتال کیا اسی پر تم بھی جہاد و قتال کرو اور اسی پر مر جاؤ رسول اللہ ﷺ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ یہ کہہ کر دشمنوں کی فوج میں گھس گئے اور مقابلہ کیا، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (رواہ ابن اسحاق والطبرانی، زُرقانی ص۴۲ ج۲)

حضرت انس بن النضر کی شہادت کا واقعہ

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ میرے چچا انس بن نضر کو غزوۂ بدر میں شریک نہ ہونے کا بہت رنج تھا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے کہنے لگے۔ یا رسول اللہ افسوس کہ میں مشرکین کے ساتھ اسلام کے پہلے ہی جہاد و قتال میں شریک نہ ہوا۔ اگر خدا تعالیٰ مجھکو آئندہ کسی جہاد میں شریک ہونے کی توفیق دے تو اللہ دیکھ لے گا کہ میں اس کی راہ

۱۔ الاصابہ، ج:۳، ص:۲۲۵ ۲۔ زرقانی، ج:۲، ص:۴۲

میں کیسی جدوجہد اور کیسی جانبازی اور سرفروشی دکھاتا ہوں۔ جب معرکۂ اُحد میں کچھ لوگ شکست کھا کر بھاگے تو انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ میں تیری بارگاہ میں اس فعل سے معافی چاہتا ہوں جو ان مسلمانوں نے کیا کہ جو میدان سے ذرا پیچھے ہٹے اور اس سے بری اور بیزار ہوں کہ جو مشرکین نے کیا اور تلوار لے کر آگے بڑھے سامنے سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آگئے ان کو دیکھ کر انس بن نضر نے کہا:

این یا سعدانی اجدریح الجنة دون احد [1]	اے سعد کہاں جا رہے ہو تحقیق میں تو احد کے نیچے جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔

یہ الفاظ کتاب المغازی کی روایت میں ہیں اور کتاب الجہاد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

یاسعد بن معاذ الجنة ورب [2] النضرانی اجد ریحھادون احد	اے سعد یہ ہے جنت۔ قسم ہے نضر کے پروردگار کی تحقیق میں جنت کی خوشبو احد کے نیچے پا رہا ہوں۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ بعض مرتبہ اپنے خاص بندوں کو روحانی طور نہیں بلکہ حسّی طور پر دنیا ہی میں جنّت کی خوشبو سنگھا دیتے ہیں جس طرح وہ حضرات حاسۂ شامہ سے گلاب اور چنبیلی کی خوشبو سونگھتے ہیں اسی طرح وہ دنیا میں کبھی کبھی اللہ کے فضل سے جنّت کی خوشبو سونگھتے ہیں جس کی مہک پانسو میل تک پہنچتی ہے عجب نہیں کہ حضرت انس بن نضر نے حسّی طور پر جنّت کی خوشبو محسوس فرمائی ہو۔ (کذا فی حادی الارواح الی بلاد الافراح ص ۲۵۰ ج ۱)

جو لوگ نشہ دنیا میں مخمور اور آخرت کے مزکوم [3] ہیں ان کا انکار قابلِ اعتبار نہیں ایسے لوگ ''از حواسِ اولیاء بیگانہ اند'' کے مصداق ہیں۔ زکام والے کا گلاب اور چنبیلی کی خوشبو کو نہ

---

[1] کلمۂ یا۔ کلام عرب میں ندائے بعید کے لئے آتا ہے عجب نہیں کہ حضرت انسؓ کی یا سعد سے یہ مراد ہو کہ اے سعد تو اس سعادت سے کہاں دور پڑا ہوا ہے اور علیٰ ہذا اَیْنَ سے مکان محسوس مراد نہ ہو بلکہ مکان بمعنی الرتبہ مراد ہو۔ واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم ۱۲

[2] نضر حضرت انس کے باپ کا نام ہے نضر کے اصل معنی پر رونق اور تر و تازہ کے ہیں شاید حضرت انس نے نضرۃ النعیم جنّت کی رونق اور تر و تازگی کو دیکھ کر ربّ نضر کی قسم کھائی ہو واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم۔ ۱۲

[3] مزکوم وہ کہ جس کو زکام ہو گیا ہو۔ ۱۲

محسوس کرنا صحیح الدماغ اور صحیح الحواس پر (جس کی قوت شامّہ میلوں ہی سے پھولوں کی خوشبو سونگھتی ہو) کیسے حجت ہوسکتا ہے۔

الغرض حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واھا لریح الجنّۃ اجدہ دون احد (واہ واہ۔ جنت کی خوشبو احد کے پاس پارہا ہوں) یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے اور دشمنوں کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ شہید ہوئے جسم پر تیر اور تلوار کے اسی سے زیادہ زخم پائے گئے اور یہ آیت ان کے بارہ میں نازل ہوئی۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ[1] — مسلمانوں میں سے بعضے ایسے مرد ہیں کہ انھوں نے اللہ سے جو عہد باندھا تھا اس کو سچ کردکھایا۔

صدق جان دادن بودبیں سابقوا از نبی برخواں رجالٌ صدقوا

امام بخاری نے اس حدیث کو جامع صحیح میں تین جگہ ذکر فرمایا ہے، کتاب الجہاد ص ۳۹۲ ج ا و کتاب المغازی ص ۵۷۹ میں مفصلا اور کتاب التفسیر ص ۷۰۵ میں مختصراً۔

بقول عارف رومی۔ انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا۔

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم جسم بگزارم سراسر جاں شوم
بوئے جاناں سوئے جانم می رسد بوئے یارِ مہر بانم می رسد

مسلمانوں کی پریشانی اور بے چینی کا زیادہ سبب ذات بابرکات علیہ الف الف صلوات والف الف تحیات کا نظروں سے اوجھل ہوجانا تھا۔ سب سے پہلے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا۔ آپ خود پہنے ہوئے تھے، چہرۂ انور مستور تھا، کعب کہتے ہیں میں نے خود میں سے آپ کی چمکتی ہوئی آنکھیں دیکھ کر آپ کو پہچانا۔ اسی وقت میں نے باآواز بلند پکار کر کہا اے مسلمانو بشارت ہو تمہیں۔ یہ ہیں رسول اللہ ﷺ آپ نے دستِ مبارک سے اشارہ فرمایا خاموش رہو اگرچہ آپ نے دوبارہ کہنے سے منع فرمایا لیکن دل اور سر کے کان سب کے اسی طرف لگے ہوئے تھے اس لئے کعبؓ کی ایک ہی آواز سنتے ہی پروانہ وار آپ کے گرد آکر جمع ہوگئے، کعب فرماتے ہیں کہ بعدازاں رسول اللہ ﷺ نے اپنی زرہ

---

[1] الاحزاب، آیۃ: ۲۳

مجھ کو پہنا دی اور میری زرہ آپ نے پہن لی۔ دشمنوں نے رسول اللہ ﷺ کے خیال سے مجھ پر تیر برسانے شروع کئے بیس سے زیادہ زخم آئے (رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات)

جب کچھ مسلمان آپ کے پاس جمع ہو گئے تو پہاڑ کی گھاٹی کی طرف چلے۔ ابوبکر اور عمر اور علی اور طلحہ اور حارث بن صمہ وغیرہ آپ کے ہمراہ تھے، جب پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ فرمایا تو ضعف اور نقاہت اور دو زرہوں کے بوجھ کی وجہ سے چڑھ نہ سکے اس لئے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نیچے بیٹھ گئے ان پر پیر رکھ کر آپ اوپر چڑھے۔

اُبی بن خلف کا قتل

اتنے میں اُبی بن خلف گھوڑا دوڑاتا ہوا آپہنچا جس کو دانہ کھلا کر اس امید پر موٹا کیا تھا کہ اس پر سوار ہو کر محمد (ﷺ) کو قتل کروں گا۔

آپ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اسی وقت فرما دیا تھا کہ انشاء اللہ میں ہی اس کو قتل کروں گا۔

جب وہ آپ کی طرف بڑھا تو صحابہ نے اجازت چاہی کہ ہم اس کا کام تمام کریں آپ نے فرمایا قریب آنے دو جب قریب آگیا تو حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن میں ایک کوچہ دیا جس سے وہ بلبلا اُٹھا اور چلاتا ہوا واپس ہوا کہ خدا کی قسم مجھ کو محمد نے مار ڈالا۔

لوگوں نے کہا یہ تو ایک معمولی گھرونٹ ہے کوئی کاری زخم نہیں اس سے تو اس قدر چلا رہا ہے اُبی نے کہا تم کو معلوم نہیں کہ محمد (ﷺ) نے مکہ ہی میں کہا تھا کہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا۔ اس گھرونٹ کی تکلیف میرا ہی دل جانتا ہے خدا کی قسم اگر یہ گھرونٹ حجاز کے تمام باشندوں پر تقسیم کر دی جائے تو سب کی ہلاکت کے لئے کافی ہے اسی طرح بلبلاتا رہا مقام سرف میں پہنچ کر مر گیا۔[1]

---

[1] البدایہ والنہایہ، ج:۴، ص:۳۵۔

حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو دھونا

جب آپ گھاٹی پر پہنچے تو لڑائی ختم ہو چکی تھی وہاں جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پانی لائے اور چہرۂ انور سے خون کو دھویا اور کچھ پانی سر پر ڈالا۔ بعدازاں آپ نے وضو کی اور بیٹھ کر ظہر کی نماز پڑھائی[1] صحابہ نے بھی بیٹھ کر ہی اقتداء کی۔

قریش کا مسلمانوں کی لاشوں کو مُثلہ کرنا

اور مشرکین نے مسلمانوں کی لاشوں کا مُثلہ کرنا شروع کیا یعنی ناک اور کان کاٹے، پیٹ چاک کیا اور اعضاء تناسل قطع کئے۔ عورتیں بھی مردوں کے ساتھ اس کام میں شریک رہیں۔

ہندہ نے جس کا باپ عتبہ جنگ بدر میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اُس نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مثلہ کیا پیٹ اور سینہ چاک کر کے جگر نکالا اور چبایا لیکن حلق سے نہ اتر سکا اس لئے اس کو اُگل دیا اور اس خوشی میں وحشی کو اپنا زیور اتار کر دیا۔

اور جن مسلمانوں کے ناک اور کان کاٹے گئے تھے اُن کا ہار بنا کر گلے میں ڈالا۔[2]

ابوسفیان کا آوازہ اور حضرت عمر کا جواب

قریش نے جب واپسی کا ارادہ کیا تو ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر یہ پکارا۔ **افی القوم محمد** کیا تم لوگوں میں محمد زندہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کوئی جواب نہ دے اسی طرح ابو سفیان نے تین بار آواز دی مگر جواب نہ ملا۔ بعدازاں یہ آواز دی **افی القوم ابن ابی قحافہ** کیا تم لوگوں میں ابن ابی قحافہ (یعنی ابوبکر صدیق) زندہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی

---

[1] ابتداء میں یہی حکم تھا کہ اگر امام کسی عذر سے بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بھی بیٹھکر اقتداء کریں جب کہ اقتداء کرنے والے معذور ہوں لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا امام اگر عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدیوں پر قیام فرض ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کھڑے رہے، یہ آپ کا آخری فعل ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۲

[2] زرقانی، ج:۲ ص:۴۴۔۴۷

جواب نہ دے، اس سوال کو بھی تین بار کہہ کر خاموش ہوگیا اور پھر یہ آواز دی افی القوم ابن الخطاب کیا تم میں عمر بن خطاب زندہ ہیں اس فقرہ کو بھی تین مرتبہ دہرایا مگر جب کوئی جواب نہ آیا تو اپنے رفقاء سے خوش ہو کر یہ کہا اما ھؤلاء فقد قتلوا فلو کانوا احیاء لاجابوا بہر حال یہ سب قتل ہو گئے اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاب نہ لا سکے اور چلا کر کہا:

كذبت واللّٰه يا عدو الله ابقى الله عليك مايحزنك	اے اللہ کے دشمن خدا کی قسم تو نے بالکل غلط کہا تیرے رنج و غم کا سامان اللہ نے ابھی باقی رکھ چھوڑا ہے۔

بعد ازاں ابوسفیان نے (وطن اور قوم کے ایک بت کا نعرہ لگایا) اور یہ کہا:

أُعْلُ هُبَلْ أُعْلُ هُبَلْ [1]	اے ھبل تو بلند ہو اے ھبل تیرا دین بلند ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر سے فرمایا کہ اس کے جواب میں یہ کہو۔

اَللّٰهُ اَعْلٰے وَاَجَلُّ	اللہ ہی سب سے اعلیٰ اور ارفع اور بزرگ اور برتر ہے۔

پھر ابوسفیان نے یہ کہا

ان لنا العزى ولا عزى لكم	ہمارے پاس عُزّیٰ تمہارے پاس عزی نہیں۔ یعنی ہم کو عزت حاصل ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر سے فرمایا یہ جواب دو۔

اَللّٰهُ مولٰنا ولا مولٰى لكم	اللہ ہمارا آقا اور والی، معین اور مددگار ہے۔

تمھارا والی نہیں فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ یعنی عزت صرف اللہ سبحانہ سے تعلق میں ہے عزی کے تعلق میں عزت نہیں بلکہ ذلت ہے۔

ابوسفیان نے کہا۔

يوم بيوم بدر و الحرب سِجَالٌ	یہ دن بدر کے دن کا جواب ہے لہٰذا ہم اور تم

[1] کتاب الجہاد کی روایت میں اعل ھبل اعل ھبل دو مرتبہ آیا ہے اور کتاب المغازی کی روایت میں صرف ایک مرتبہ مذکور ہے۔ ۱۲

برابر ہو گئے اور لڑائی ڈولوں کے مانند ہے کبھی اوپر اور کبھی نیچے۔

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے یہ جواب دیا:

لاسواء قتلانا فی الجنة وقتلاکم فی النار[1]	ہم اور تم برابر نہیں ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمھارے مقتولین جہنم میں۔

ابوسفیان کا یہ قول الحرب سجال چونکہ حق تھا اس لئے اس کا جواب نہیں دیا گیا۔

اور حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد تلك الایام نداولها بین الناس۔

اس کا مؤید ہے۔

بعد ازاں ابوسفیان نے حضرت عمر کو آواز دی۔

هَلُمَّ اِلَیَّ یاعمر	اے عمر میرے قریب آؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کو حکم دیا کہ جاؤ اور دیکھو کیا کہتا ہے حضرت عمر اس کے پاس گئے ابوسفیان نے کہا۔

انشدك اللّٰه یا عمر اقتلنا محمدا (صلی الله علیه وسلم)	اے عمر تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں سچ بتاؤ کہ ہم نے محمد ﷺ کو قتل کیا۔

حضرت عمر نے فرمایا۔

اللّٰهم لاوانه لیسمع کلامك الآن۔	خدا کی قسم ہرگز نہیں اور البتہ تحقیق وہ تیرے کلام کو اس وقت سن رہے ہیں۔

ابوسفیان نے کہا۔

انت عندی اصدق من ابن قمئة وابر۔	تم میرے نزدیک ابن قمیہ سے زیادہ سچے اور نیک ہو۔

بعد ازاں ابوسفیان نے کہا۔

انه قد کان فے قتلاکم مثل واللّٰه مارضیت ولا نهیت ولا امرت	ہمارے آدمیوں کے ہاتھ سے تمھارے مقتولین کا مثلہ ہوا۔ خدا کی قسم میں اس فعل

[1] زرقانی۔ ج:۲،ص:۴۷۔ فتح الباری ج:۷،ص:۲۷۴

سے نہ راضی ہوں اور نہ ناراض، نہ میں نے منع کیا اور نہ میں نے حکم دیا۔

اور چلتے وقت للکار کر یہ کہا۔

موعد کم بدر للعام القابل | سال آئندہ بدر پر تم سے لڑائی کا وعدہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو یہ حکم دیا کہ کہہ دیں۔

نعم ھو بیننا وبینك موعد انشاء اللّٰہ [1] | ہاں ہمارا اور تمہارا یہ وعدہ ہے انشاء اللہ۔ (تاریخ طبری ص ۳۴ ج ۳، ابن ہشام ص ۸۹ ج ۲)

مشرکین کی واپسی کے بعد مسلمانوں کی عورتیں خبر لینے اور حال معلوم کرنے کی غرض سے مدینہ سے نکلیں سیّدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آکر دیکھا کہ چہرۂ انور سے خون جاری ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سپر میں پانی بھر کر لائے حضرت فاطمہ دھوتی جاتی تھیں لیکن خون کسی طرح نہیں تھمتا تھا، جب دیکھا کہ خون بڑھتا ہی جاتا ہے تو ایک چٹائی کا ٹکڑا لے کر جلایا اور اُس کی راکھ زخم میں بھری تب خون بند ہوا۔ (رواہ البخاری والطبرانی عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) [2]

فوائد

(۱)۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیماری میں دوا کرنا جائز ہے۔

(۲)۔ نیز علاج کرنا توکل کے منافی نہیں۔

(۳)۔ نیز حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسّلام کو بھی امراض جسمانیہ اور تکالیف بدنیہ لاحق ہوتی ہیں تاکہ اُن کے درجات بلند ہوں اور اُن کے متبعین ان حضرات کو دیکھکر صبر اور تحمل رضاء و تسلیم کا سبق حاصل کریں۔ نیز ان عوارض بشریہ اور لوازم انسانیت کو دیکھکر سمجھ لیں یہ حضرات اللہ جل جلالہ کے پاک اور مخلص بندے ہیں، معاذ اللہ خدا نہیں۔ ان حضرات کے معجزات اور آیات بینات کو نبوت کے براہین اور دلائل سمجھیں۔ نصاریٰ حیاریٰ کی طرح فتنہ میں مبتلا ہو کر ان کو خدا نہ سمجھ بیٹھیں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

---

[1] ان شاء اللہ کا لفظ علامہ زرقانی نے نقل کیا ہے طبری اور ابن ہشام کی روایت میں نہیں ۱۲۔ (زرقانی ص ۴۸ ج ۲)

[2] زرقانی۔ ج: ۲، ص: ۴۹

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَاتِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْرًا ط ا

(۴)۔ نیز اس واقعہ سے یہ امر بھی خوب واضح ہوگیا کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد ابوبکر اور پھر عمر کا درجہ تھا اور یہ ترتیب اس درجہ واضح اور روشن تھی کہ کفار بھی یہی سمجھتے تھے کہ آپ کے بعد ابوبکر صدیق اور پھر عمر فاروق کا مقام ہے، غرض یہ کہ شیخین (ابوبکر وعمر) کی ترتیب افضلیت کا مسئلہ کفار کو بھی معلوم تھا مشاہدہ سے کفار نے یہ سمجھا کہ بارگاہِ نبوت میں اوّل مقام ابوبکر کا ہے اور پھر عمر کا اور یہ دونوں حضور پُرنور کے وزیر باتدبیر ہیں۔

سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ذکر

قریش کی روانگی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے زید بن ثابت ۲ کو حکم دیا کہ سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ڈھونڈو کہ کہاں ہیں اور یہ ارشاد فرمایا۔

ان رأیتہ فاقرأہ منی السلام وقل لہ یقول لک رسول اللہ کیف تجدک

اگر دیکھ پاؤ تو میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ رسول اللہ یہ دریافت فرماتے ہیں کہ تم اس وقت اپنے کو کیسا پاتے ہیں۔

زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ڈھونڈ ھوا سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا۔ ابھی حیات کی کچھ رمق باقی تھی جسم پر تیر اور تلوار کے ستر زخم تھے میں نے رسول اللہ ﷺ کا پیام پہنچایا سعد بن ربیع نے یہ جواب دیا۔

علی رسول اللہ السلام وعلیک السلام قل لہ یا رسول اللہ اجدانی اجدریح الجنۃ وقل لقومی الانصار لا

رسول اللہ پر بھی سلام اور تم پر بھی سلام رسول اللہ سے یہ پیام پہنچا دینا یارسول اس وقت میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں اور میری قوم انصار سے یہ کہہ دینا کہ اگر

ا۔ زرقانی۔ ج:۲،ص:۴۹۔ ۲۔ یہ حاکم کی روایت ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ اور حافظ ابن عبد البر کی روایت میں ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا اور واقدی کی روایت میں ہے کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ عجب نہیں کہ یکے بعد دیگرے تینوں کو بھیجا ہو یا وقت واحد ہی میں تینوں کو حکم دیا ہو واللہ اعلم ۱۲ زرقانی ص ۴۹ ج ۲

عذر لكم عند الله ان يخلص الى رسول الله صلے الله عليه والـه وسلم شفر[1] يطرف قال وفاضت نفسه رحمه الله۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچی در آنحالیکہ تم میں سے ایک آنکھ بھی دیکھنے والی موجود ہو یعنی تم میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہو تو سمجھ لینا کہ اللہ کے یہاں تمہارا کوئی عذر مقبول نہ ہوگا۔ یہ کہہ کر روح پرواز کر گئی رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی اللہ عنہ۔

حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور حافظ ذہبی نے بھی تلخیص میں اس کو صحیح فرمایا ہے

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زید بن ثابت سے یہ کہا:

اخبر رسول الله صلے الله عليـه والـه وسلّم انى فى الاموات واقرأه السلام وقل لـه يقـول جزاك الله عناوعن جميع الامة خيرا۔ (مستدرک ص۲۰۱ ج۳ ترجمہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو خبر دینا کہ اس وقت میں مر رہا ہوں اور سلام کے بعد یہ کہہ دینا کہ سعد یہ کہتا تھا جزاك الله وعن جميع الامة خيرا اے اللہ کے رسول اللہ آپ کو ہماری اور تمام امت کی طرف سے جزائے خیر دے کہ ہم کو حق کا راستہ بتایا۔

ابن عبدالبر کی روایت میں ابی بن کعب سے مروی ہے کہ میں واپس آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر دی آپ نے سن کر یہ ارشاد فرمایا:

رحمه الله نصح لله ولرسوله حياوميتا۔ (استيعاب للحافظ ابن عبدالبر ص۳۵ ج۲ حاشية اصابه)

اللہ اس پر رحم فرمائے۔ اللہ اور اس کے رسول کا خیر خواہ اور وفادار رہا زندگی میں بھی اور مرتے وقت بھی۔

[1] ایک روایت میں ہے وفیکم عین تطرف۔ زرقانی ص۴۹ ج۲

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کی تلاش

رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں نکلے بطن وادی میں مثلہ کئے ہوئے پائے گئے ناک اور کان کٹے ہوئے ہیں شکم اور سینہ چاک تھا اس جگر خراش اور دل آزار منظر کو دیکھکر بے اختیار دل بھر آیا اور یہ فرمایا تم پر اللہ کی رحمت ہو جہاں تک مجھکو معلوم ہے، البتہ تم بڑے مخیر اور صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اگر صفیہ کے حزن اور ملال رنج اور غم کا ڈر نہ ہوتا تو میں تم کو اسی طرح چھوڑ دیتا کہ درند اور پرند تم کو کھاتے اور پھر قیامت کے دن انھیں کے شکم سے اُٹھتے اور اسی جگہ کھڑے کھڑے یہ فرمایا کہ خدا کی قسم اگر خدا نے مجھ کو کافروں پر غلبہ عطا فرمایا تیرے بدلہ ستر کافروں کا مُثلہ کروں گا۔ آپ اس جگہ سے ابھی ہٹے نہ تھے کہ یہ آیت شریفہ نازل ہوگئی۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ط [۱]

اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا کہ تم کو تکلیف پہنچائی گئی تھی اور اگر تم صبر کرو تو البتہ وہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا محض اللہ کی امداد اور توفیق سے ہے اور نہ آپ اُن پر غمگین ہوں اور نہ اُن کے مکر سے تنگدل ہوں تحقیق اللہ تعالیٰ صبر کاروں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

آپ نے صبر فرمایا اور قسم کا کفّارہ دیا اور اپنا ارادہ فسخ کیا۔[۲]

حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت حمزہ کو دیکھا تو رو پڑے اور ہچکی بندھ گئی اور یہ فرمایا:

۱۔ سورۃ النحل، آیت: ۱۲۶ ۲۔ مستدرک ج: ۳، ۱۹۷ ۳۔ ایضاً ص: ۱۹۹، قال العلامۃ الزرقانی۔ ہذا الحدیث رواہ الحاکم والبیہقی والبزار والطبرانی وقال الحافظ فی الفتح باسناد فیہ ضعف اھ ص ۱۵ زرقانی ج ۲ اقول لکن قال الحافظ بعد ما ذکر للحدیث طرقا عدیدۃ وہذہ طرق یقوی بعضہا بعضا اھ فتح الباری ص ۲۸۲ ج ۷

سيد الشهداء عند الله يوم القيامة حمزة	قیامت کے دن اللہ کے نزدیک تمام شہیدوں کے سردار حمزہ ہوں گے۔

حاکم فرماتے ہیں ہذا حدیث صحیح الاسناد۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور حافظ ذہبی نے بھی اس کو صحیح بتایا ہے۔[1]

معجم طبرانی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سيد الشهداء حمزة بن عبدالمطلب [2]	حمزۃ بن عبد المطلب تمام شہیدوں کے سردار ہیں۔

اسی وجہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سیّد الشہداء کے لقب سے مشہور ہوئے۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر

اسی غزوہ میں عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہوئے معجم طبرانی اور دلائل ابی نعیم میں سند جید کے ساتھ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ احد کے دن جنگ شروع ہونے سے پہلے عبداللہ بن جحش نے مجھ کو ایک طرف بلا کر تنہائی میں یہ کہا آؤ ہم دونوں کہیں علیحدہ بیٹھ کر دعا مانگیں اور ایک، دوسرے کی دعا پر آمین کہے۔

سعد فرماتے ہیں ہم دونوں کسی گوشہ میں سب سے علیحدہ ایک طرف جا کر بیٹھ گئے اوّل میں نے دعا مانگی کہ اے اللہ آج ایسے دشمن سے مقابلہ ہو جو نہایت شجاع اور دلیر اور نہایت غضبناک ہو کچھ دیر تک میں اس کا مقابلہ کروں اور وہ میرا مقابلہ کرے پھر اس کے بعد اے اللہ مجھکو اُس پر فتح نصیب فرما، یہاں تک میں اُس کو قتل کروں اور اُس کا سامان چھینوں۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آمین کہی اور اس کے بعد عبداللہ بن جحش نے یہ دعا مانگی۔ اے اللہ آج ایسے دشمن سے مقابلہ ہو کہ جو بڑا ہی سخت اور زور آور اور غضبناک ہو محض تیرے لئے اس سے قتال کروں اور وہ مجھ سے قتال کرے بالآخر وہ مجھ کو قتل کرے اور میری ناک اور کان کاٹے اور اے پروردگار جب تجھ سے ملوں اور تو دریافت فرمائے۔ اے عبداللہ،

---

[1] صحیح بخاری کے متداول نسخوں میں باب قتل حمزۃ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہے لیکن نسفی کے نسخہ میں قتل حمزۃ سیّد الشہداء ہے۔ غالباً امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ۱۲ [2] فتح الباری۔ ج۔ ص: ۲۸۲

یہ تیرے ناک اور کان کہاں کٹے تو میں عرض کروں اے اللہ تیری اور تیرے پیغمبر کی راہ میں اور تو اس وقت یہ فرمائے ''سچ کہا'' سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ ان کی دعا میری دعا سے کہیں بہتر تھی۔ شام کو دیکھا کہ اُن کے ناک اور کان کٹے ہوئے ہیں۔[1]

سعد فرماتے ہیں اللہ نے میری دعا قبول فرمائی میں نے بھی ایک بڑے سخت کافر کو قتل کیا اور اس کا سامان چھینا۔[2]

سعید بن مسیب راوی ہیں کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی۔

اللّٰھم انی اقسم علیك ان القی العدو غدًا فیقتلونی ثم یبقروا بطنی ویجدعوا انفی واذنی ثم تسألنی بم ذلك فاقول فیك۔	اے اللہ میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ میں تیرے دشمنوں کا مقابلہ کروں اور پھر وہ مجھ کو قتل کریں اور میرا شکم چاک کریں اور میری ناک اور کان کاٹیں اور پھر تو مجھ سے دریافت فرمائے یہ کیوں ہوا تو میں عرض کروں محض تیری وجہ سے۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ اللہ سے اُمید کرتا ہوں کہ جس طرح حق تعالیٰ نے اس خاص شان سے شہادت کے بارے میں ان کی دعا قبول فرمائی۔ اسی طرح اللہ نے ان کی دوسری دعا بھی ضرور قبول فرمائی ہوگی۔ یعنی شہید ہونے کے بعد ان سے یہ سوال فرمایا ہوگا اور انھوں نے یہ جواب عرض کیا ہوگا۔ حاکم فرماتے ہیں اگر یہ حدیث مرسل نہ ہوتی تو شرط شیخین پر صحیح ہوتی۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔ ''مرسل صحیح'' (مستدرک ص ۲۰۰ ج ۲)

اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ مُجدَّع فی اللہ (یعنی وہ شخص جس کے ناک اور کان اللہ کی راہ میں کاٹے گئے) کے لقب سے مشہور ہوئے۔[3]

خداوند ذوالجلال کے محبین ومخلصین عشاق اور والہین کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ خدا کی راہ میں جان دینا اپنی انتہائی سعادت سمجھتے ہیں بمقابلۂ حیات، موت ان کو زیادہ لذیذ اور خوشگوار معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ موت کو محبوب حقیقی (یعنی حق تعالیٰ شانہ) کی لقاء کا ذریعہ اور سجن دُنیا سے رہا ہو کر گلستانِ جنت اور بوستانِ بہشت میں پہنچ جانے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

---

[1] زرقانی، ج:۲، ص:۵۱ [2] روض الانف۔ ج:۲، ص:۱۴۳ [3] الاصابہ۔ ج:۲، ص:۲۸۷۔

تلخ نبود پیش ایشان مرگِ تن چوں روند از چاہ زندان درچمن
تلخ کے باشد کسے راکش برند ازمیاں زہر ماران سوئے قند

ف:۔ حق جل وعلانے جب انسان کو خلیفہ بنانے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں نے عرض کیا۔

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ۔ [1]

کیا آپ اس شخص کو زمین میں خلیفہ بنانا چاہتے ہیں کہ جو زمین میں فساد اور خونریزی کرے حالانکہ ہم سب ہر لمحہ اور ہر لحظہ تیری ستائش کے ساتھ تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں۔

انسان میں دو قوتیں ہوتی ہیں ایک قوت شہویہ جس سے زنا وغیرہ صادر ہوتا ہے جس کو ملائکہ نے مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا سے تعبیر کیا۔ اور دوسری قوۃ غضبیہ جس سے قتل اور ضرب اور خونریزی ظہور میں آتی ہے جس کو ملائکہ نے وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ سے تعبیر کیا۔

ملائکہ نے انسان کے یہ نقائص ذکر کئے لیکن یہ خیال نہ کیا یہی قوۃ شہویہ جب اس کا رُخ اللہ کی طرف پھیر دیا جائے گا تو اس سے وہ ثمرات اور نتائج ظاہر ہوں گے کہ فرشتے بھی عش عش کرنے لگیں گے یعنی غلبۂ عشق خداوندی اور اس کی محبت کا جوش اور ولولہ اور علیٰ ہٰذا جب قوۃ غضبیہ کو کارخانۂ خداوندگی میں صرف کیا جاتا ہے تو اس سے بھی عجیب وغریب نتائج وثمرات ظہور میں آتے ہیں جسے فرشتے دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں یعنی خداوند ذوالجلال کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی اور اس کے دشمنوں سے جہاد وقتال۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

فرشتے بے شک لیل ونہار خداوند کردگار کی تسبیح وتقدیس کرتے ہیں مگر اس کی راہ میں والہانہ اور عاشقانہ جانبازی اور سرفروشی کا ولولہ ان میں نہیں وہ اس دولت ونعمت سے محروم ہیں اور پھر یہ کہ اُس محبوب حقیقی کے لئے جان دے دینا اور اُس کی راہ میں شہید ہونا یہ وہ نعمت ہے کہ جس کا فرشتوں میں امکان بھی نہیں۔ انسان میں اگرچہ فرشتوں کی طرح عصمت نہیں

---

[1] سورۃ البقرۃ۔ آیۃ: ۳۰۔

لیکن گناہ کے بعد انسان کی مضطربانہ ندامت وشرمساری اور بے تابانہ گریہ وزاری اس کو اس درجہ بلند اور رفیع بنادیتی ہے کہ فرشتے نیچے رہ جاتے ہیں۔

مرکب توبہ عجائب مرکب است — برفلک تازد بیک لحظہ زبست

چوں برارند از پشیمانی انیں — عرش لرزد ازانین المذنبیں

اسی وجہ سے اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ تمام انبیاء ومرسلین ملائکہ مقربین سے افضل اور برتر ہیں اور صحابہ اور تابعین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین بقیہ ملائکۂ سموات وارضین سے اشرف ہیں (کذافی البحر الرائق ص ۳۳۲ ج ا وان شئت زیادۃ تفصیل فارجع الیہ) اور مؤمنات صالحات حورعین سے افضل ہیں کذافی الیواقیت والجواہر۔ ۱۲

عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ذکر

حضرت جابر کے والد ماجد عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری رضی اللہ عنہ بھی اسی معرکہ میں شہید ہوئے۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میرے باپ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے اور کافروں نے ان کا مُثلہ کیا۔ جب ان کی لاش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر رکھی گئی تو میں نے باپ کے مُنہ سے کپڑا اٹھا کر دیکھنا چاہا تو صحابہ نے منع کیا۔ میں نے دوبارہ مُنہ دیکھنا چاہا تو صحابہ نے پھر منع کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔

میری پھوپی فاطمہ بنت عمرو جب بہت رونے لگیں تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا روتی کیوں ہے۔ اس پر تو فرشتے برابر سایہ کئے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا جنازہ اٹھایا گیا۔ (بخاری شریف[1])

یعنی یہ مقام رنج وحسرت کا نہیں بلکہ فرحت ومسرّت کا ہے کہ فرشتے تیرے بھائی پر سایہ کئے ہوئے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر یہ

---

[1] یہ حدیث صحیح بخاری کے متعدد ابواب میں مذکور ہے مثلاً کتاب الجنائز ص ۱۶۶ وص ۱۷۲ وکتاب الجہاد ص ۳۹۵ وکتاب المغازی ص ۵۸۴

فرمایا اے جابر تجھ کو کیا ہوا میں تجھ کو شکستہ خاطر پاتا ہوں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے باپ اس غزوہ میں شہید ہوئے اور آل وعیال اور قرض کا بار چھوڑ گئے۔ آپ نے فرمایا کیا میں تجھ کو ایک خوش خبری نہ سناؤں میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیوں نہیں ضرور سنایئے۔ آپ نے فرمایا کسی شخص سے بھی اللہ نے کلام نہیں فرمایا مگر پس پردہ لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو زندہ کیا اور بالمشافہہ اور بالمواجہہ اس سے کلام کیا اور یہ کہا کہ اے میرے بندے اپنی کوئی تمنا میرے سامنے پیش کر تو تیرے باپ نے یہ عرض کیا اے پروردگار تمنا یہ ہے کہ پھر زندہ ہوں اور تیری راہ میں پھر دوبارہ مارا جاؤں حق تعالیٰ نے فرمایا یہ تو نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ یہ مقدر ہو چکا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ واپسی نہیں (ترمذی شریف کتاب التفسیر سورۂ آلِ عمران [۱]) عبداللہ بن عمرو بن حرام کہتے ہیں کہ اُحد سے پیشتر میں نے مبشر بن عبدالمنذر کو خواب میں دیکھا کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اے عبداللہ تم بھی عنقریب ہمارے ہی پاس آنے والے ہو۔ میں نے کہا تم کہاں ہو۔ کہا۔ جنت میں جہاں چاہتے ہیں سیر وتفریح کرتے ہیں میں نے کہا کیا تو بدر میں قتل نہیں ہوا تھا۔ مبشر نے کہا۔ ہاں لیکن پھر زندہ کر دیا گیا۔

عبداللہ کہتے ہیں یہ خواب میں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا آپ نے فرمایا اے ابو جابر اس کی تعبیر شہادت ہے۔[۲]

عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ذکر

اسی غزوہ میں عبداللہ بن عمرو بن حرام کے بہنوئی عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ بھی عجیب ہے، عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں لنگ تھی اور لنگ بھی معمولی نہ تھی بلکہ شدید تھی۔ چار بیٹے جو ہر غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہتے تھے، اُحد میں جاتے وقت ان سے کہا کہ میں تمھارے ساتھ جہاد میں چلتا ہوں۔ بیٹوں نے کہا آپ معذور ہیں، اللہ نے آپ کو رخصت دی ہے۔ آپ یہیں رہیں مگر یہ عزیمت کے شیدائی کب رخصت پر عمل کرنے والے تھے۔ شوقِ شہادت میں اس

۱۔ حافظ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں رواہ الترمذی وحسنہ والحاکم وصححہ۔ فتح الباری ص ۲۵ ج ۶ باب تمنی المجاہد ان یرجع فی الدنیا۔

۲۔ زاد المعاد۔ ج:۲ ص:۹۶۔ فتح الباری ج:۳ ص:۱۷۲

درجہ بے تاب اور بے چین ہوئے کہ اسی حالت میں لنگڑاتے ہوئے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ میرے بیٹے مجھ کو آپ کے ساتھ جانے سے روکتے ہیں۔

واللّٰہ انی لا رجوان اطأبعرجتیہ ھذہ فی الجنۃ۔	خدا کی قسم تحقیق میں اُمید واثق رکھتا ہوں کہ اسی لنگ کے ساتھ جنّت کی زمین کو جا کر روندوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا اللہ نے تم کو معذور کہا ہے۔ تم پر جہاد فرض نہیں اور بیٹوں کی طرف مخاطب ہو کر یہ ارشاد فرمایا کہ کیا حرج ہے اگر تم ان کو نہ روکو۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کو شہادت نصیب فرمائے چنانچہ وہ جہاد کے لئے نکلے اور شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[1]

اور مدینہ سے چلتے وقت مستقبلِ قبلہ ہو کر یہ دعا مانگی۔

اللّٰھم ارزقنی الشھادۃ ولا تردنی الی اھلی۔	اے اللہ مجھ کو شہادت نصیب فرما اور گھر والوں کی طرف واپس نہ کر۔

اسی غزوہ میں ان کے بیٹے خلّاد بن الجموح بھی شہید ہوئے، عمرو بن الجموح کی بیوی ہندہ بنت عمرو بن حرام نے (جو کہ عبداللہ بن عمرو بن حرام کی بہن اور حضرت جابر کی پھوپی ہیں) یہ ارادہ کیا کہ تینوں یعنی اپنے بھائی عبداللہ بن عمرو بن حرام اور اپنے بیٹے خلاد بن عمرو بن الجموح اور اپنے شوہر عمرو بن الجموح کو ایک اونٹ پر سوار کر کے مدینہ لے جائیں اور وہیں جا کر تینوں کو دفن کریں مگر جب مدینہ کا قصد کرتی ہیں تو اونٹ بیٹھ جاتا ہے اور جب اُحد کا رُخ کرتی ہیں تو تیز چلنے لگتا ہے۔

ہندہ نے آ کر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ نے فرمایا عمرو بن الجموح نے مدینہ سے چلتے وقت کچھ کہا تھا۔ ہندہ نے ان کی وہ دعا ذکر کی جو انھوں نے چلتے وقت کی تھی آپ نے فرمایا، اسی وجہ سے اُونٹ نہیں چلتا اور یہ فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ان منکم من لواقسم علی اللّٰہ لا برہ منھم عمرو بن الجموح ولقد	قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ تم میں بعض ایسے بھی ہیں اگر اللہ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی

---

[1] ابن ہشام۔ ج:۲،ص:۸۸، البدایۃ والنہایۃ ج:۴،ص ۳۷

رأيته يطاء بعرجته في الجنة۔ | قسم کو ضرور پورا کرے ان میں سے عمرو بن الجموح بھی ہیں البتہ تحقیق میں نے ان کو

اسی لنگ کے ساتھ جنّت میں چلتا ہوا دیکھا ہے۔[۱]

(استیعاب ترجمہ عمرو بن الجموح ص ۵۰ ج ۲ حاشیہ اصابہ)

عبداللہ بن عمرو بن حرام اور عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہما اُحد کے قریب دونوں ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے۔

حضرت خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ذکر

خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (جن کے بیٹے سعد غزوۂ بدر میں رسُول اللہ ﷺ کے ساتھ شہید ہو چکے تھے) بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ افسوس مجھ سے غزوۂ بدر رہ گیا۔ جس کی شرکت کا میں بڑا ہی حریص اور مشتاق تھا۔ یہاں تک کہ اس سعادت کے حاصل کرنے میں بیٹے سے قرعہ[۲] اندازی کی مگر یہ سعادت میرے بیٹے سعد کی قسمت میں تھی قرعہ اس کے نام کا نکلا اور شہادت اس کو نصیب ہوئی اور میں رہ گیا۔

آج شب میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا ہے نہایت حسین وجمیل شکل میں ہے جنّت کے باغات اور نہروں میں سیر وتفریح کرتا پھرتا ہے اور مجھ سے یہ کہتا ہے اے باپ تم بھی یہیں آجاؤ دونوں مل کر جنّت میں ساتھ رہیں گے میرے پروردگار نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ میں نے بالکل حق پایا۔

یارسول اللہ اس وقت سے اپنے بیٹے کی مرافقت کا مشتاق ہوں۔ بوڑھا ہو گیا اور ہڈیں کمزور ہوگئیں اب تمنا یہ ہے کہ کسی طرح اپنے ربّ سے جاملوں۔ یارسول اللہ، اللہ سے دُعا کیجئے کہ اللہ مجھ کو شہادت اور جنّت میں سعد کی مرافقت نصیب فرمائے، رسُول اللہ ﷺ نے خثیمہ کے لئے دعا فرمائی۔ اللہ نے آپ کی دُعا قبول فرمائی اور خثیمہ معرکۂ اُحد میں شہید ہوئے۔[۳]

---

[۱] زرقانی۔ ج:۲، ص:۵۰۔ روض الانف ج:۲، ص:۱۳۹۔ عیون الاثر ص:۳۴۷ [۲] جس کا مفصل قصہ غزوۂ بدر کے بیان میں گزر چکا ہے۔ [۳] زاد المعاد، ج ۲، ص:۹۶

انشاء اللہ ثم انشاء اللہ اُمید واثق ہے کہ حضرت خیثمہ اپنے بیٹے سعد سے جا ملے ہوں گے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حضرت اُصَیرِم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ذکر

عمرو بن ثابت، جو اُصَیرِم کے لقب سے مشہور تھے۔ ہمیشہ اسلام سے منحرف رہے جب اُحد کا دن ہوا تو اسلام دل میں اتر آیا اور تلوار لے کر میدان میں پہنچے اور کافروں سے خوب قتال کیا یہاں تک کہ زخمی ہو کر گر پڑے لوگوں نے جب دیکھا کہ اصیرم ہیں تو بہت تعجب ہوا اور پوچھا کہ اے عمرو تیرے لئے اس لڑائی کا کیا داعی ہوا۔ اسلام کی رغبت یا قومی غیرت وحمیت اُصَیرِم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔

بل رغبة فی الاسلام فامنت بالله ورسوله فاسلمت واخذت سیفی وقاتلت مع رسول الله صلی اللّٰه علیه وسلّم حتی اصابنی ما اصابنی۔	بلکہ اسلام کی رغبت داعی ہوئی میں ایمان لایا اللہ اور اس کے رسول پر اور مسلمان ہوا اور تلوار لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے دشمنوں سے قتال کیا یہاں تک کہ مجھ کو یہ زخم پہنچے۔

یہ کلام ختم کیا اور خود بھی ختم ہو گئے رضی اللہ تعالےٰ عنہ

انه لمن اهل الجنّة	البتہ تحقیق وہ اہلِ جنت سے ہے۔

(رواہ ابن اسحاق واسنادہ حسن)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمایا کرتے تھے بتلاؤ وہ کون شخص ہے کہ جو جنت میں پہنچ گیا۔ اور ایک نماز بھی نہیں پڑھی۔ وہ یہی صحابی ہیں۔ (اصابہ ترجمہ عمرو بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

مدینہ منوّرہ کے مردوں اور عورتوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت اور سلامتی معلوم کرنے کے لئے ہجوم

جنگ کے متعلق مدینہ میں چونکہ وحشتناک خبریں پہنچ چکی تھیں۔ اس لئے مدینہ کے مرد

اور عورت بچے اور بوڑھے اپنے عزیزوں سے زیادہ آپ کو سلامت و عافیت کے ساتھ دیکھنے کے متمنی اور مشتاق تھے۔

چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ واپسی میں رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک انصاری عورت پر ہوا جس کا شوہر اور بھائی اور باپ اس معرکہ میں شہید ہوئے جب اس عورت کو اس کے شوہر اور برادر اور پدر کے شہادت کی خبر سنائی گئی تو یہ کہا کہ پہلے یہ بتاؤ رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں۔ لوگوں نے کہا بحمد اللہ خیریت سے ہیں۔ اس خاتون نے کہا مجھکو چہرۂ انور دکھلا دو آنکھوں سے دیکھکر پورا اطمینان ہوگا۔ لوگوں نے اشارہ سے بتلایا، کہ حضور یہ ہیں۔ جب اس خاتون نے جمال نبوی کو دیکھ لیا تو یہ کہا۔ کل مصیبتہ بعدک جلل ہر مصیبت آپ کے بعد بالکل ہیچ اور بے حقیقت ہے۔ (ابنِ ہشام ص ۱۲ ج ۱)

معرکۂ کارزار میں عین پریشانی کی حالت میں محبین با اخلاص پر حق تعالیٰ

کا ایک خاص انعام یعنی ان پر غنودگی طاری کر دی گئی

جب کسی شیطان نے یہ خبر اڑا دی کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے تو بعضے مسلمان بمقتضائے بشریت یہ خبر سن کر پریشان ہو گئے اور اسی پریشانی اور حیرانی کے حالت میں کچھ دیر کے لئے ان کے قدم میدانِ جنگ سے ہٹ گئے اور اس معرکہ میں جن کے لئے شہادت کی سعادت مقدر تھی وہ شہید ہو گئے اور جن کے لئے ہٹنا مقدر تھا وہ ہٹ گئے اور جو میدان قتال میں باقی رہ گئے تھے ان میں سے جو مؤمنین مخلصین اور اہل یقین اور اصحاب توکل تھے اُن پر حق تعالیٰ کی طرف سے ایک غنودگی طاری کر دی گئی، یہ لوگ کھڑے کھڑے اُونگھنے لگے جن میں حضرت ابوطلحہ بھی تھے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کئی مرتبہ تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گری تلوار میرے ہاتھ سے گر گر جاتی تھی اور میں اس کو اٹھا لیتا تھا یہ ایک حسّی اثر تھا، اس باطنی سکون کا جو حق تعالیٰ نے اس موقعہ پر اہل ایقان کو عطا فرمایا جس سے کافروں کا خوف وہراس دل سے یکلخت دُور ہو گیا۔ اور منافقین کا گروہ جو اس وقت

شریک جنگ تھا اس وقت سخت اضطراب میں تھا اس کو صرف اپنی جان بچانے کی فکر تھی، ان کمبختوں کو نیند نہ آئی اس بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ م بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ط الآيات [1]

پھر اللہ تعالیٰ نے اس غم کے بعد تم پر ایک امن اور سکون کی کیفیت نازل فرمائی یعنی تم میں سے ایک جماعت پر اونگھ طاری کر دی جو ان کو گھیر رہی تھی اور ایک دوسری جماعت ایسی تھی کہ جس کو اپنی جان کی فکر پڑی ہوئی تھی اور خدا تعالیٰ کے ساتھ جاہلیت کی طرح بدگمانی میں مبتلا تھی۔

حافظ ابنِ کثیر[2] فرماتے ہیں کہ جس جماعت پر نیند طاری کی گئی وہ جماعت ان اہل ایمان کی تھی کہ جو یقین اور ثبات اور استقامت اور توکل صادق کے ساتھ موصوف تھے اور ان کو یہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی ضرور مدد کرے گا اور اپنے رسول سے جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا کرے گا۔

اور دوسرا گروہ جسے اپنی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی اور اسی فکر میں ان کی نیند غائب تھی، وہ منافقین کا گروہ تھا ان کو صرف اپنی جان کا غم تھا اطمینان اور امن کی نیند سے محروم تھے۔

جنگ میں کچھ عورتوں کی شرکت اور اس کا حکم

اس غزوہ میں مسلمانوں کی چند عورتوں نے بھی شرکت کی صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ احد کے دن میں نے حضرت عائشہ اور اپنی والدہ ام سلیم کو دیکھا کہ پائنچے چڑھائے ہوئے پانی کی مشک بھر بھر کر پشت پر رکھ کر لاتی ہیں اور لوگوں کو پانی پلاتی ہیں جب مشک خالی ہو جاتی ہے تو پھر بھر کر لاتی ہیں۔

---

[1] آل عمران آیۃ: ۱۵۴

[2] اصل عبارت کے الفاظ یہ ہیں ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ م بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ۔ یعنی اہل الایمان والیقین والثبات والتوکل الصادق وہم الجازمون بان اللہ عز وجل سینصر رسولہ وینجز لہ مامولہ اھ تفسیر ابن کثیر ص ۴۱۸ ج ۱

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ابو سعید خدری کی والدہ ام سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی احد کے دن ہمارے لئے مشک میں پانی بھر بھر کر لاتی تھیں۔

صحیح بخاری میں ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ہم غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتی تھیں کہ لوگوں کو پانی پلائیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کریں اور مقتولین کو اٹھا کر لائیں خالد بن ذکوان کی روایت میں اس قدر اور اضافہ ہے۔ (ولا نقاتل) (ربیع کہتی ہیں مگر ہم قتال اور لڑائی میں شریک نہیں ہوتے تھے) یہ تینوں روایتیں صحیح بخاری کی کتاب الجہاد میں مذکور ہیں تفصیل کے لئے فتح الباری از ص ۵۷ ج ۶ تا ص ۶۰ ج ۶ کی مراجعت فرمائیں۔ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا علی النساء جہاد کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا نعم جہاد لاقتال فیہ الحج والعمرۃ ہاں ان پر ایسا جہاد ہے جس میں لڑنا نہیں۔ یعنی حج اور عمرہ (فتح الباری کتاب الحج باب حج النساء)

صحیح بخاری کی کتاب العیدین میں ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ہم غزوات میں مریضوں کی خبر گیری اور زخمیوں کے علاج کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔

ان عورتوں نے فقط لوگوں کو پانی پلایا اور مریضوں اور زخمیوں کی خبر گیری کی لیکن قتال نہیں کیا مگر ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب دیکھا کہ ابن قمیئہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر رہا ہے تو انھوں نے اس حالت میں آگے بڑھ کر مقابلہ کیا۔ مونڈھے پر ایک گہرا زخم آیا۔ ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے بڑھ کر ابن قمیئہ پر وار کیا مگر عدو اللہ (اللہ کا دشمن) دو زرہ پہنے ہوئے تھا۔[1]

اس غزوہ میں صرف ایک ام عمارہ شریک جہاد و قتال ہوئیں۔ اس کے علاوہ تمام غزوات میں سوائے ایک دو عورت کے اور عورتوں کا شریک جہاد و قتال ہونا کہیں ذخیرۂ حدیث سے ثابت نہیں اور نہ کسی حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کو جہاد کی ترغیب دینا ثابت ہے۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ: ج:۴، ص:۳۴۔ ابن ہشام۔ ج۲، ص۸۲

اس لئے تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ عورتوں پر جہاد فرض نہیں الا یہ کہ کفار ہجوم کر آئیں اور ضرورت عورتوں کی شرکت پر بھی مجبور کرے۔

عورتوں کا فطری ضعف اور ان کی طبعی ناتوانی خود اس کی دلیل ہے کہ ان پر جہاد وقتال کو لازم کرنا ان کی فطرت اور جبلّت کے خلاف ہے۔ قال تعالیٰ لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَی الْمَرْضٰی وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ یعنی ضعیف اور ناتواں، مریض اور غیر مستطیع لوگوں پر جہاد فرض نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جہاد میں یہ تاکید فرماتے ہیں کہ کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک عورت کو مقتول دیکھا (جو غلطی سے قتل ہو گئی تھی) فرمایا ما کانت ھذہ لتقاتل یہ تو قتال کے قابل نہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم جہاد کو سب سے افضل اور بہتر عمل سمجھتے ہیں، کیا ہم عورتیں اس میں شریک نہ ہوا کریں آپ نے فرمایا نہیں تمہارا جہاد تو حج مبرور ہے۔

اصل حکم عورتوں کے لئے یہ ہے۔ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ۔ اپنے گھروں میں ٹھہرو، باہر نہ نکلو (دیکھو شرح سیر کبیر ص ۹۲ ج ۱)

اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کا نماز کی جماعت میں حاضر ہونا بھی پسند نہیں فرمایا اور عطر اور خوشبو لگا کر یا عمدہ کپڑے پہن کر مسجد میں آنے کی صریح ممانعت فرمائی۔ اور بجائے صحن خانہ کے دالان میں اور اس سے بڑھ کر کوٹھری میں عورت کا نماز پڑھنا افضل قرار دیا۔ لہٰذا جب شریعت مطہرہ صفِ نماز میں عورتوں کی حاضری پسند نہیں کرتی تو صفِ جہاد وقتال میں بلا ضرورت ان کی حاضری کیسے پسند کر سکتی ہے۔

اس لئے حضرات فقہاء نور اللہ مرقدہم نے یہ فتویٰ دیا کہ نماز کی جماعت اور جہاد میں عورتوں کا حاضر ہونا ناپسند ہے مگر مجاہدین کی اعانت اور امداد اور مریضوں اور زخمیوں کی خبر گیری کی غرض سے صرف ان عورتوں کا حاضر ہونا جائز ہے کہ جن کی حاضری باعثِ فتنہ نہ ہو۔ یعنی بوڑھی ہوں۔ بشرطیکہ شوہر یا ذی رحم محرم ان کے ہمراہ ہو جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ بغیر شوہر یا بغیر ذی رحم محرم کے ہمراہ لئے حج وغیرہ کسی قسم کا

کوئی سفر کر سکے، اسی وجہ سے بعض فقہاء کا یہ قول ہے کہ جس عورت پر ذی ثروت اور صاحب استطاعت ہونے کی وجہ سے حج فرض ہو اور شوہر اور نہ ذی رحم محرم رکھتی ہو تو اس پر نکاح واجب ہے کہ نکاح کر کے شوہر کے ہمراہ حج کو جائے تا کہ بغیر محرم کے سفر نہ ہو۔

مسجد میں نماز کے لئے عورتوں کی حاضری اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ ان کی حاضری موجب فتنہ نہ ہو ورنہ ناجائز اور حرام ہے۔

اسی طرح اسپتالوں میں عورتوں کا غیر مردوں کی تیمار داری کرنا بھی بلاشبہ حرام ہے، اے میرے دوستو موجودہ تہذیب پر نظر مت کرو۔ موجودہ تہذیب کی بنیاد اور عمارت اور تمام فرش نفسانی شہوتوں اور شیطانی لذتوں پر مبنی ہے اور حضرات انبیاء کرام کی شریعتیں عفت اور عصمت پاک دامنی پر مبنی ہیں جس کو خداوند تعالیٰ نے عقل دی ہے وہ عفت اور شہوت کے فرق کو سمجھے گا اور جو نفس و شیطان کا غلام بنا ہوا ہے اس سے خطاب ہی فضول ہے ایسے بے عقل کے نزدیک نکاح اور زنا میں بھی فرق نہیں۔ اللہ اکبر کیا وقت آ گیا کہ جب شریعت مقدسہ عفت اور عصمت کی طرف دعوت دیتی ہے تو یہ بندگان شہوت اس پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔

شُہداءِ اُحد کی تجہیز و تکفین

اس غزوہ میں ستر صحابہ شہید ہوئے جن میں اکثر انصار تھے۔ بے سروسامانی کا یہ عالم تھا، کہ کفن کی چادر بھی پوری نہ تھی۔ چنانچہ مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا کہ کفن کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ سر اگر ڈھانکا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھکے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا بالآخر یہ ارشاد فرمایا کہ سر ڈھانک دو اور پیروں پر اذخر (ایک گھانس ہوتا ہے) ڈال دو۔ (صحیح بخاری غزوۂ اُحد)

اور یہی واقعہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا جیسا کہ معجم طبرانی میں ابو اسید سے اور مستدرک حاکم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ طبرانی کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں۔

اور بعض کے لئے یہ بھی میسر نہ آیا۔ دو دو آدمیوں کو ایک ہی چادر میں کفن دیا گیا۔ اور دو دو اور تین [1] تین کو ملا کر ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ دفن کے وقت یہ دریافت فرماتے کہ ان میں

[1] تین تین کا لفظ صحیح بخاری کی روایت میں نہیں بلکہ سنن کی روایت ہے جس کی امام ترمذی نے تصحیح کی ہے۔ (فتح الباری ص ۱۶۹ ج ۳ کتاب الجنائز)

سے زیادہ قرآن کس کو یاد ہے۔ جس کی طرف اشارہ کیا جاتا اسی کو قبلہ رُخ لحد میں آگے رکھتے اور یہ ارشاد فرماتے۔

انا شھید علی ھؤلاء یوم القیامۃ	قیامت کے دن میں ان لوگوں کے حق میں شہادت دوں گا۔

اور یہ حکم دیا کہ اس طرح بلا غسل دیئے خون آلود دفن کر دیں (صحیح بخاری کتاب الجنائز)

صحیح بخاری میں جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔ لیکن کل علماء سیر اس پر متفق ہیں کہ آپ نے شہداء اُحد کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ اور متعدد روایات حدیث بھی اسی کی مؤید اور مساعد ہیں۔ حافظ علاء الدین مغلطائی نے اپنی سیرت میں اس پر اجماع [1] نقل کیا ہے۔ باقی تفصیل کے لئے کتب حدیث کی مراجعت کی جائے۔

بعض لوگوں نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے عزیز شہیدوں کو مدینہ لے جا کر دفن کریں لیکن رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا اور یہ حکم دیا کہ جہاں شہید ہوئے وہیں دفن کئے جائیں (ابن ہشام ص ۹۱ ج ۲)

شہیدِ قوم

اُحد کے دن قزمان نامی ایک شخص نے بڑی جانبازی اور سرفروشی دکھلائی اور تنہا اس نے سات یا آٹھ مشرکوں کو قتل کیا اور آخر میں خود زخمی ہو گیا جب اس کو اُٹھا کر گھر لے آئے تو بعض صحابہ نے اس سے یہ کہا:۔

[1] چنانچہ حافظ موصوف عنوان ذیل کے تحت (الصلاۃ علی الشھداء من غیر غسل) یہ تحریر فرماتے ہیں وصلّی علی حمزۃ والشھداء من غیر غسل وھذا اجماع الا ماشذ بہ بعض التابعین قال السھیلی لم یروعنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ صلّی علی شھید فی شئ من مغازیہ الا فی ھذہ۔ وفیہ نظر لما ذکرہ النسائی من انہ صلی علی اعرابی فی غزوۃ اخری۔ (سیرت مغلطائی ص ۵۰)

واللّٰہ لقد ابلیت الیوم یاقزمان فابشر	خدا کی قسم آج کے دن اے قزمان تو نے بڑا کارنمایاں کیا تجھکو مبارک ہو۔

قزمان نے جواب دیا:

اذا ابشر فو اللّٰہ ان قاتلت الاعن احساب قومی ولولا ذلک ماقاتلت	تم مجھے کس چیز کی بشارت اور مبارک باد دیتے ہو۔ خدا کی قسم میں نے اللہ اور اس کے رسُول کے لئے قتال نہیں کیا بلکہ صرف اپنی قوم کے خیال اور ان کے بچانے کی غرض سے قتال کیا۔

اس کے بعد جب زخموں کی تکلیف زیادہ ہوئی تو خودکشی کرلی۔[1] یہ قصہ تفصیل کے ساتھ بحوالۂ بخاری و فتح الباری بحث جہاد میں گزر چکا ہے۔

فائدہ:۔ یہ شخص دراصل منافق تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جو اس نے کارنمایاں کئے تو محض قوم اور وطن کی ہمدردی میں کئے حتی کہ اسی میں وہ مارا گیا اس بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اہل نار میں سے ہے خدا کے نزدیک شہید وہ ہے کہ جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرے اور جو شخص قوم اور وطن کے لئے لڑ کر جان دیدے اس زمانہ کے محاورہ کے مطابق وہ شہید قوم کہلا سکتا ہے مگر اسلام میں وہ شہید نہیں اسی قزمان کا مفصل واقعہ شروع ہی میں اسی عنوان، "جہاد کی حقیقت" کے ذیل میں گزر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

تنبیہ:۔ قال ابن کثیر وقد ورد مثل قصۃ ہذا فی غزوۃ خیبر کما سیأتی انشاء اللہ تعالےٰ (البدایۃ والنہایۃ ص ۳۶ ج ۴۔)

اسرار و حِکَم

حق جل وعلا نے غزوۂ احد کے بیان وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ سے ساٹھ آیتیں نازل فرمائیں جن میں سے بعض آیات میں مسلمانوں کی

---

[1] البدایۃ والنہایۃ۔ ج:۴، ص:۳۶۔

ہزیمت وشکست کے اسباب اور علل اسرار اور حکم کی طرف اشارہ فرمایا جو مختصر توضیح کے ساتھ ہدیۂ ناظرین ہیں۔

(۱) تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے پیغمبر کا حکم نہ ماننے اور ہمت ہار دینے اور آپس میں جھگڑنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ؁[1]

اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جبکہ تم اللہ کے حکم سے کافروں کو قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جب تم کچھ بزدلی کرنے لگے اور آپس میں جھگڑنے لگے اور حکم عدولی کی بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری محبوب چیز یعنی فتح و نصرت تم کو دکھا دی بعضے تم میں سے دنیا چاہتے تھے اور بعض خالص آخرت کے طلب گار تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو اُن سے پھیر دیا یعنی شکست دی تا کہ تمھارا امتحان کرے اور تمھاری اس لغزش کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔

(۲)۔ اور تاکہ پکے اور کچے اور جھوٹے اور سچے کا امتیاز ہو جائے اور مخلص اور منافق، صادق اور کاذب کا اخلاص اور نفاق، صدق اور کذب ایسا واضح اور روشن ہو جائے کہ کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم میں اگرچہ پہلے ہی سے مخلص اور منافق ممتاز تھے۔ لیکن سنت الٰہیہ اس طرح جاری ہے کہ محض علم الٰہی کی بنا پر جزاء اور سزا نہیں دی جاتی جو شئی علم الٰہی میں مستور ہے جب تک وہ محسوس اور مشاہد نہو جائے اس وقت تک اس پر ثواب اور عقاب مرتب نہیں ہوتا

در محبت ہر کہ او دعوے کند　　صد ہزاراں امتحاں بروے تند

---

[1] آل عمران، آیۃ: ۱۵۲۔

گر بود صادق کشد بار جفا در بود کاذب گریزد از بلا

عاشقاں را در دل بسیاری باید کشید جور یار و غصۂ اغیاری باید کشید

(۳) اور تا کہ اپنے خاص محبین و مخلصین اور شائقین لقاء خداوندی کو شہادت فی سبیل اللہ کی نعمت کبریٰ اور منت عظمیٰ سے سرفراز فرمائیں جس کے وہ پہلے سے مشتاق تھے اور بدر میں فدیہ اسی امید پر لیا تھا کہ آئندہ سال ہم میں کے ستر آدمی خدا کی راہ میں شہادت حاصل کریں گے جیسا کہ گزرا اور اس نعمت اور دولت سے حق تعالیٰ اپنے دوستوں ہی کو نوازتا ہے ظالموں اور فاسقوں کو یہ نعمت نہیں دی جاتی قال تعالیٰ

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ۔ [1]	اور تا کہ اللہ تعالےٰ مؤمنین اور مخلصین کو ممتاز کردے اور تم میں سے بعض کو شہید بنائے اور اللہ تعالےٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے۔

(۴)۔ اور تا کہ مسلمان اس شہادت اور ہزیمت کی بدولت گناہوں سے پاک اور صاف ہو جائیں اور جو خطائیں ان سے صادر ہوئی ہیں وہ اس شہادت کی برکت سے معاف ہو جائیں۔

(۵) اور تا کہ اللہ تعالےٰ اپنے دشمنوں کو مٹادے اس لئے کہ جب خدا کے دوستوں اور محبین و مخلصین کی اس طرح خونریزی ہوتی ہے تو غیرت حق جوش میں آجاتی ہے اور خدا کے دوستوں کا خون عجب رنگ لے کر آتا ہے جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جن دشمنانِ خدا نے دوستان خدا کی خونریزی کی تھی وہ عجیب طرح سے تباہ اور برباد ہوتے ہیں۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چندان اماں نداد کہ شب را سحر کند

کما قال تعالےٰ

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِيْنَ۔ [2]	اور تا کہ اللہ تعالےٰ مؤمنین کا میل کچیل صاف کردے اور کافروں کو مٹادے۔

۱۔ آل عمران، آیۃ: ۱۴۰۔ ۲۔ ایضاً، آیۃ: ۱۴۱۔

(۶) اور تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کی سنت یہ ہے کہ دنوں کو پھیرتے رہتے ہیں کبھی دوستوں کو فتح و نصرت سے سرفراز کرتے ہیں اور کبھی دشمنوں کو غلبہ دیتے ہیں۔

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ [1]	اور ان دنوں کو ہم لوگوں میں باری باری پھیرتے رہتے ہیں۔

مگر انجام کار غلبہ دوستوں کا رہتا ہے۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ اس لئے کہ اگر ہمیشہ اہلِ ایمان کو فتح ہوتی رہے تو بہت سے لوگ محض نفاق سے اسلام کے حلقہ میں آ شامل ہوں تو مؤمن اور منافق کا امتیاز نہ رہے۔ اور یہ نہ معلوم ہو کہ ان میں سے خاص اللہ کا بندہ کون ہے اور کون ان میں سے عبدالدینار والدرہم ہے۔

اور اگر ہمیشہ اہلِ ایمان کو شکست ہوتی رہے تو بعثت کا مقصد (یعنی اعلاء کلمۃ اللہ) حاصل نہ ہو اس لئے حکمت الٰہیہ اس کو مقتضی ہوئی کہ کبھی فتح و نصرت ہو اور کبھی شکست اور ہزیمت، تاکہ کھرے اور کھوٹے کا امتحان ہوتا رہے۔ قال تعالیٰ:۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ [2]	اللہ تعالیٰ مؤمنین کو اس حالت پر نہیں چھوڑنا چاہتے یہاں تک کہ جدا کردے ناپاک کو پاک سے اور انجام کار غلبہ اور فتح حق کو ہو۔

(۷)۔ نیز اگر ہمیشہ دوستوں کو فتح ہوتی رہے اور ہر معرکہ میں ظفر اور کامیابی ان کی ہمرکاب رہے تو اندیشہ یہ ہے کہ کہیں دوستوں کے پاک و صاف نفوس طغیان اور سرکشی، غرور واعجاب میں مبتلا [3] نہ ہو جائیں اس لئے مناسب ہوا کہ کبھی راحت اور آرام ہو اور کبھی تکلیف اور ایلام کبھی سختی اور کبھی نرمی، کبھی قبض اور کبھی بسط۔

---

[1] ایضاً، آیۃ: ۱۴۰ [2] آل عمران، آیۃ: ۱۷۹ [3] افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق، سیدنا و مولانا ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ سے جب یہ عرض کیا گیا کہ آپ اکابر صحابہ اور حضرات بدریین کو عہدے کیوں نہیں عطا فرماتے تو یہ ارشاد فرمایا۔ اری أن لا تدنسهم الدنيا میں یہ چاہتا ہوں کہ دنیا ان حضرات کو مکدر اور میلا نہ کردے، غالباً یہ روایت حلیۃ الاولیاء میں یا کسی اور کتاب میں ہے مجھے اس وقت حوالہ یاد نہیں آرہا ہے واللہ اعلم۔

چونکہ قبضے آیدت اے راہرو　　آن صلاح تست آلیس دل مشو
چونکہ قبض آمد تو دروے بسط بین　　تازہ باش وچیں میفکن بر جبین

(۸)۔اور تا کہ شکست کھا کر شکستہ خاطر ہوں اور بارگاہ خداوندی میں تخشع اور تضرع عجز اور تمسکن وتذلل اور انکسار کے ساتھ رجوع ہوں۔اس وقت حق جل وعلا کی طرف سے عزت اور سر بلندی نصیب ہو اس لئے کہ عزّت ونصرت کا خلعت ذلّت اور انکساری کے بعد عطا ہوتا ہے کما قال تعالیٰ۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ [۱]	اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے بدر میں تمھاری مدد کی درآنحالیکہ تم بے سروسامان تھے۔

وقال تعالیٰ

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا [۲]	اور جنگ حنین میں جب تمھاری کثرت نے تم کو خود پسندی میں ڈالا تو وہ کثرت تمھارے کچھ بھی کام نہ آئی۔

حق جل شانہ جب اپنے کسی خاص بندے کو عزّت یا فتح اور نصرت دینا چاہتے ہیں تو اوّل اس کو ذلّت اور خاکساری عجز اور انکساری میں مبتلا کرتے ہیں۔تا کہ نفس کا تنقیہ ہو جائے اور اعجاب اور خود پسندی کا فاسد مادہ یکلخت خارج ہو جائے اس طرح ذلّت کے بعد عزّت اور ہزیمت اور شکست کے بعد فتح ونصرت اور فنا کے بعد بقاء عطا فرماتے ہیں۔

عارف رومی فرماتے ہیں:

بس زیادتہا درونِ نقصہاست　　مرشہیداں راحیات اندر فناست
مردہ شوتا مخرج الحی الصمد　　زندۂ زیں مردہ بیرون آورد
آن کسے راکہ چنیں شاہے کشد　　سوئے تخت وبہترین جاہے کشد
نیم جان بستا ندوصد جان دہد　　آنچہ در ہمت نیاید آں دہد

(۹)۔اور تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ بدون مجاہدۂ عظیم اور بغیر ریاضت تامہ کے مراتب اور درجات عالیہ کا دل میں خیال باندھ لینا مناسب نہیں۔کما قال تعالیٰ

---

[۱] آل عمران، آیۃ:۱۲۳۔　[۲] سورۂ توبہ، آیۃ:۲۵

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَيَعۡلَمَ الصّٰبِرِيۡنَ۔ [1]	کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا اور صابرین کا امتحان نہیں لیا۔

(۱۰)۔اور تا کہ تمہارے پاک نفوس دنیا کی طرف میلان سے بالکلیہ پاک اور منزہ ہو جائیں اور آئندہ سے کبھی بھی دنیائے حلال (یعنی مال غنیمت) کے حصول کا خیال بھی دل میں نہ آنے پائے کہ ہمارے رسول کے حکم کے خلاف مالِ غنیمت کو دیکھکر پہاڑ سے نیچے کیوں اُترے ہم نے اس وقت تمہاری اس فتح کو شکست سے اس لئے بدلا ہے کہ تمہارے قلوب آئندہ کے لئے دنیائے حلال (یعنی مالِ غنیمت) کی طرف میلان سے بھی پاک اور منزہ ہو جائیں اور دنیائے دوں کا وجود اور عدم تمہاری نظر میں برابر ہو جائے، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

فَاَثَابَكُمۡ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيۡلَا تَحۡزَنُوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمۡ وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ط [2]	پس اللہ تعالیٰ نے تم کو اس مال غنیمت کی طرف مائل ہونے کی پاداش میں غم دیا تا کہ آئندہ کو تمہاری یہ حالت ہو جائے کہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس پر غمگین نہ ہو اور نہ کسی مصیبت کے پہنچنے سے تم پریشان ہو اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

یعنی اس وقتی ہزیمت اور شکست میں ہماری ایک حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ تم زہد اور صبر کے اس اعلیٰ ترین مقام پر پہنچ جاؤ کہ جہان دنیا کا وجود اور عدم نظروں میں برابر ہو جائے جیسا کہ حق جل شانہ کا دوسری جگہ ارشاد ہے۔

مَاۤ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا۔ اِنَّ	نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں یا تمہارے نفسوں میں مگر وہ پہلے ہی سے لوح محفوظ میں مقدر ہوتی ہے اور تحقیق یہ امر اللہ

[1] آل عمران، آیۃ: ۱۴۲۔ [2] آل عمران، آیۃ: ۱۵۳۔

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ۔ لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَافَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ [1]

کے نزدیک بالکل آسان ہے۔ اور مصائب کے نازل کرنے میں اللہ کی حکمت یہ ہے کہ تم صبر میں اس درجہ کامل ہو جاؤ کہ اگر دنیا کی کوئی چیز تم سے فوت ہو جائے تو اس پر غمگین نہ ہوا

کرو اور دنیا کی جو چیز اللہ تم کو عطا کرے تو تم اس دنیا کی چیز کو دیکھکر خوش نہ ہوا کرو اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔

دنیا کے آنے سے دل کا خوش نہ ہونا اور دنیا کے جانے سے دل کا رنجیدہ نہ ہونا یہ زہد اور صبر کا اعلیٰ ترین مقام ہے حق جل شانہ نے ان آیات میں اشارہ فرمادیا کہ معرکۂ احد میں صحابہ کو جو یہ غم دیا گیا کہ فتح کو شکست سے بدل دیا۔ اس میں اللہ کی ایک حکمت یہ ہے کہ آئندہ سے صحابہ کے دل میں دنیا کے فوت ہونے کا کوئی غم نہوا کرے اور دنیا کا وجود اور عدم ان کی نظروں میں برابر ہو جائے اور ہر حال میں قضاء الٰہی پر راضی اور خوش رہنا۔ منافقین اور جہلاء کی طرح خداوند ذوالجلال سے بدگمان نہوں کہ اس وقت خدا تعالیٰ نے ہماری مدد کیوں نہ فرمائی محبِّ مخلص کی شان تو یہ ہونی چاہیے

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو
جان شدہ مبتلائے تو ہرچہ کنی رضائے تو
ماپروریم دشمن ومامی کشیم دوست جرأت کسے کہ جرح کند در قضائے ما

(۱۱)۔ نیز یہ واقعہ آپ کی وفات کا پیش خیمہ تھا جس سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ اگرچہ اس وقت تم میں سے بعض لوگوں کے بمقتضائے بشریت رسول اللہ ﷺ کے قتل کی خبر سن کر پاؤں اکھڑ گئے چونکہ اس کا منشا معاذ اللہ بزدلی اور نفاق نہ تھا بلکہ غایت ایمان واخلاص اور انتہائی محبت وتعلّق تھا کہ اس وحشت اثر خبر کی دل تاب نہ لا سکے اور اس درجہ پریشان ہو گئے کہ میدان سے پاؤں اکھڑ گئے اس لئے فرمایا:۔

---

[1] الحدید، آیۃ: ۲۲۔

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ ۱	حق تعالیٰ شانہ نے تمھارا یہ قصور معاف فرمایا اور اللہ تعالیٰ تو ایمانداروں پر بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے۔

لیکن آئندہ کے لئے ہوشیار اور خبردار ہو جاؤ کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے دین اور آپ کی سنت اور آپ کے جادۂ استقامت سے نہ پھر جانا آپ کی وفات کے بعد کچھ لوگ دین سے پھر جائیں گے جس سے فتنہ ارتداد کی طرف اشارہ تھا اور مقصود تنبیہ ہے کہ آپ ہی کے طریق پر زندہ رہنا اور آپ ہی کے طریق پر مرنا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو ان کا خدا تو زندہ ہے اور یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ ۲	اور نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول ہی تو ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گزر گئے پس اگر آپ کا وصال ہو جائے یا آپ شہید ہو جائیں تو کیا تم دین اسلام سے پھر جاؤ گے اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل واپس ہو جائے تو وہ ہرگز ہرگز اللہ کا کوئی نقصان نہیں کرے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو انعام دے گا۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یمن کا قبیلۂ ہمدان جب مرتد ہونے لگا، تو عبداللہ بن مالک ارحبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلۂ ہمدان کو جمع کر کے یہ خطبہ دیا۔

یا معشر ہمدان انکم لم تعبدوا محمّد اعلیہ السلام انما عبدتم ربّ محمد (علیہ السلام) وہو الحیّ الذی لا یموت غیر انکم اطعتم	اے گروہ ہمدان تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ رب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتے تھے اور رب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حی لا یموت ہے ہاں تم اللہ کے رسول کی اطاعت کرتے تھے تاکہ رسول

۱۔ آل عمران، آیۃ: ۱۵۲ ۲۔ آل عمران: آیۃ ۱۴۴

رسولہ بطاعة اللہ۔ واعلموا انہ استنقذکم من النار ولم یکن اللہ لیجمع اصحابہ علی ضلالة الی اخیر الخطبة

کی اطاعت اللہ کی اطاعت کا ذریعہ بن جائے اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے رسول کے ذریعہ آگ سے چھڑایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کے اصحاب کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔

اور یہ شعر کہے،

لعمری لئن مات النبی مُحَمَّد   لَمَامَاتَ یَا ابْنَ القِیْلِ رَبُّ مُحَمَّد

قسم ہے میری زندگی کی اگر نبی اکرم محمد رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو آپ کا پروردگار زندہ ہے اے سردار کے بیٹے۔

دَعاہ الیہ رَبّہٗ فَاَجَابَہٗ   فَیا خیر غَوْرِیّ ویا خَیرَ مُنْجِد

ان کے پروردگار نے ان کو اپنے پاس آنے کی دعوت دی آپ نے اپنے رب کی دعوت کو قبول کیا۔ سبحان اللہ حضور پرنور غور ونجد بلند وپستی کے رہنے والوں میں سے سب سے افضل اور بہتر تھے۔ (اصابہ ترجمہ عبداللہ بن مالک ص ۳۲۵ ج ۲ وحسن الصحابہ فی شرح اشعار الصحابہ ص ۳۱۲ ج ۱)

تنبیہ: حیات انبیاء کے متعلق انشاء اللہ تعالیٰ وفات نبوی کے بیان میں کچھ ذکر کریں گے۔

غزوۂ اُحد میں فتح کے بعد ہزیمت پیش آجانیکی حکمت

اور مصلحت پر اجمالی کلام

حسب وعدۂ خداوندی شروع دن میں مسلمان کافروں پر غالب رہے مگر جب اس مرکز سے ہٹ گئے جس پر اللہ کے رسول نے کھڑے رہنے کا حکم دیا تھا اور مالِ غنیمت جمع کرنے کے لئے پہاڑ سے نیچے اُتر آئے تو جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ اور فتح شکست سے بدل گئی، بارگاہِ خداوندی میں محبین مخلصین اور عاشقین صادقین کی ادنی ادنی بات پر گرفت ہوتی ہے حق جل شانہ کو یہ ناپسند ہوا کہ اس کے محبین مخلصین (صحابہ کرام) اللہ کے رسول کے حکم سے ذرہ برابر

عدول کریں اگرچہ وہ عدول کسی غلط فہمی اور بھول چوک سے ہی کیوں نہ ہو نیز عاشق صادق کے شانِ عشق کے یہ خلاف ہے کہ وہ دنیا کے متاع اور مالِ غنیمت کے جمع کرنے کے لئے کوہِ استقامت سے اتر کر زمین پر آئے جس مالِ غنیمت کے جمع کرنے کے لئے صحابہ پہاڑ سے اُترے تھے اگرچہ وہ دنیائے حلال اور طیّب تھی لقولہ تعالےٰ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا۔ مگر صحابہ جیسے عاشقین صادقین کیلئے یہ مناسب نہ تھا کہ خداوند ذوالجلال کے بغیر اجازت اور اذن کے اس حلال وطیّب کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔

موسیا آداب دانا دیگرند سوختہ جانان روانان دیگرند

خداوند مطلق اور محبوب برحق نے اپنے محبین مخلصین کے تنبیہ کے لئے وقتی طور پر فتح کو شکست سے بدل دیا، کہ متنبہ ہو جائیں کہ غیر اللہ پر نظر جائز نہیں اور علم ازلی میں یہ مقدر فرما دیا کہ وقتی طور پر اگرچہ شکستہ خاطر ہوں گے مگر عنقریب فتح مکہ سے اس کی تلافی کر دی جائے گی اور آیندہ چل کر قیصر وکسریٰ کے خزائن ان کے ہاتھوں میں دیدیئے جائیں گے مقصود یہ تھا کہ محبین مخلصین کے قلوب دنیائے حلال کے میلان سے بھی پاک اور خالص بن جائیں۔
اسی بارہ میں حق جل شانہ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ۔ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ط مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ج ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ط وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ [1]

اور تحقیق اللہ نے تم سے جو (فتح) کا وعدہ کیا تھا وہ سچ کر دکھایا جس وقت کہ تم کفار کو بتائید خداوندی قتل کر رہے تھے حتی کہ وہ سات یا نو آدمی جن کے ہاتھ میں مشرکین کا جھنڈا تھا وہ سب تمہارے ہاتھ سے مارے گئے یہاں تک کہ جب تم خود سست پڑ گئے اور باہم حکم میں اختلاف کرنے لگے اور تم نے حکم کی نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ نے تمہاری محبوب اور پسندیدہ چیز (یعنی کافروں پر غلبہ اور فتح) تم کو تمہاری آنکھوں سے دکھلا دیا تم میں سے بعض

[1] آل عمران، آیۃ: ۱۵۲۔

تو وہ تھے کہ دنیا (غنیمت) کی طرف مائل ہوئے اور بعض تم سے وہ تھے کہ جو صرف آخرت کے طلب گار اور جویا تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے تم کو ان سے پھیر دیا۔ اور حاصل شدہ فتح کو ہزیمت سے بدل دیا تا کہ تم کو آزمائے اور صاف طور پر ظاہر ہو جائے کہ کون پکا ہے اور کون کچا اور البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمھاری یہ غلطی بالکل معاف کر دی (لہٰذا اب کسی کو اس غلطی پر طعن و تشنیع بلکہ لب کشائی بھی جائز نہیں (خدا تعالیٰ تو معاف کر دے اور یہ طعن کرنے والے معاف نہ کریں) اور اللہ تعالیٰ مؤمنین پر بڑے ہی فضل والے ہیں۔

ان آیات میں حق جل شانہ نے یہ بتلا دیا کہ یکبارگی معاملہ اور قصہ منعکس ہو گیا کہ لشکر کفار جو مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہو رہا تھا۔ اب وہ اہل اسلام کے قتل میں مشغول ہو گیا۔ اس کی وجہ ایک تو یہ ہوئی کہ تم نے رسول اللہ کے حکم کے بعد عدول حکمی کی اور تم میں سے بعض لوگ، دنیائے فانی کے متاع آنی (مال غنیمت) کے میلان اور طمع میں کوہ استقامت سے پھسل پڑے جس کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑا اور بعض کے لغزش سے تمام لشکر اسلام ہزیمت کا شکار بنا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مگر بایں ہمہ خداوند ذوالجلال والاکرام کے عنایات بے غایات اور الطاف بے نہایات مسلمانوں سے منقطع نہ ہوئے کہ باوجود اس محبت آمیز عتاب کے بار بار مسلمانوں کو تسلی دی کہ تم نا امید اور شکستہ خاطر نہ ہونا۔ ہم نے تمھاری لغزش کو بالکل معاف کر دیا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ عفو کا اعلان اس آیت میں فرمایا وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اور پھر اسی رکوع کے آخر میں مسلمانوں کی مزید تسلی کے لئے دوبارہ عفو کا اعلان فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ لا اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ج وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [1]	تحقیق جن بعض لوگوں نے تم میں سے پشت پھیری جس روز کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں سو جز ایں نیست کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے بعض اعمال کی وجہ سے شیطان نے ان کو لغزش میں مبتلا کر دیا

اور خیر جو ہوا سو ہوا۔ اب البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزش کو بالکل معاف کر دیا تحقیق اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے اور حلم والے ہیں۔

---

[1] آل عمران، آیۃ: ۱۵۵۔

حق جل شانہ نے صحابہ کرام کے اس فعل کو لغزش قرار دیا اِسۡتَزَلَّهُمُ الشَّيۡطٰنُ کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے اور لغزش کے معنی یہ ہیں کہ ارادہ تو کچھ اور تھا کہ مگر غلطی اور بھول چوک سے بلا ارادہ اور اختیار قدم پھسل کر راستہ سے گر گیا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ یہ جو کچھ ہو گیا وہ لغزش تھی۔ جان بوجھ کر تم نے نہیں کیا اور خیر جو کچھ بھی ہو گیا اس کو ہم نے اپنی رحمت اور حلم سے معاف کر دیا تم کو تو معافی کی اطلاع دے دی کہ تم ملول اور رنجیدہ اور نا اُمید ہو کر نہ بیٹھ جانا۔ اور تمھاری معافی کا اعلان ساری دنیا کو اس لئے سنا دیا کہ دنیا کو یہ معلوم ہو جائے کہ حق جل شانہ کی عنایات بے غایات کس طرح اصحاب رسول پر مبذول ہیں اور کس کس طرح ان کو چند در چند تسلیاں دی جارہی ہیں تاکہ قیامت تک کسی کو یہ مجال نہ ہو کہ صحابہ کرام کے شان میں لب کشائی کر سکے جب حق تعالیٰ نے ان سے معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا تو اب بلا سے کوئی ان کو معاف کرے یا نہ کرے ان سے راضی ہو یا نہ ہو خدا کے عفو اور رضا کے بعد کسی کے عفو اور رضا کی ضرورت نہیں۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

غزوۂ بدر میں فدیہ لینے پر جو عتاب نازل ہوا تھا اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ خداوند ذوالجلال کے دشمنوں کے قتل و قتال کے بارے میں پامال کرنے کے بجائے مال و منال کو کیوں ترجیح دی۔

اسی طرح غزوۂ اُحد میں دنیوی مال و متاع (مالِ غنیمت) کی طرف میلان کی وجہ سے عتاب ہوا مگر بعد میں معاف کر دیا گیا۔

غزوۂ احد کی ہزیمت کے اسرار و حکم کے بیان کے بعد

حق تعالیٰ شانہ نے حضرات انبیاء سابقین کے صحابہ رِبّیّین کا عمل بیان فرمایا کہ خدا کی راہ میں ان کو طرح طرح کی تکلیفیں اور قسم قسم کی مصیبتیں پہنچیں لیکن انھوں نے نہ ہمّت ہاری اور نہ دشمنوں کے مقابلہ میں عاجز ہوئے نہایت صبر اور استقلال کے ساتھ اللہ کے دشمنوں سے جہاد میں ثابت قدم رہے۔

مگر باایں ہمہ اپنی شجاعت اور ہمّت، صبر اور استقامت پر نظر نہیں کی بلکہ نظر خداوند ذوالجلال ہی پر رکھی اور برابر خدا سے گناہوں کی استغفار اور ثابت قدم رہنے کی دعا مانگتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا اور آخرت میں اس کا صلہ مرحمت فرمایا۔ قال تعالیٰ

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ لا مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ج فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ [1]

اور بہت سے پیغمبروں کے ساتھ مل کر خدا پرستوں نے کافروں سے جہاد وقتال کیا لیکن ان مصیبتوں کی وجہ سے جوان کو خدا کی راہ میں پہنچیں نہ تو سست ہوئے اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دشمنوں سے دبے اور اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہنے والے کو محبوب رکھتا ہے اور ان کی زبان سے صرف یہ قول نکل رہا تھا کہ اے پروردگار ہمارے گناہوں کو اور ہماری زیادتی کو معاف فرما اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافر قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما پس اللہ نے ان کو دنیا کا انعام اور آخرت کا بہترین انعام عطا فرمایا اور اللہ تعالے نیکو کاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

غزوۂ حمراء الاسد

۱۶ / شوال یوم یکشنبہ ۳ھ

قریش جب جنگ اُحد سے واپس ہوئے اور مدینہ سے چل کر مقام روحاء میں ٹھہرے تو یہ خیال آیا کہ کام ناتمام رہا جب ہم محمد کے بہت سے اصحاب کو قتل کر چکے اور بہت سوں کو زخمی تو بہتر یہ ہے کہ پلٹ کر دفعۃً مدینہ پر حملہ کر دینا چاہئے مسلمان اس وقت بالکل خستہ اور زخمی ہیں مقابلہ کی تاب نہ لاسکیں گے صفوان بن امیہ نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ مکہ واپس چلو۔ محمد کے اصحاب جوش میں بھرے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس دوسرے حملہ میں تم کو کامیابی نہ ہو۔

۱۵ / شوال یوم شنبہ کی شام کو قریش روحاء میں پہنچے اور شب یکشنبہ میں یہ گفتگو ہوئی یکشنبہ

---

[1] آل عمران، آیۃ: ۱۴۶

کی یہ شب گزرنے نہ پائی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخبر نے عین صبح صادق کے وقت اس کی اطلاع دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج کر تمام مدینہ میں منادی کرادی کہ خروج کے لئے تیار ہو جائیں اور فقط وہی لوگ ہمراہ چلیں کہ جو معرکۂ احد میں شریک تھے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے باپ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے بہنوں کی خبرگیری کیوجہ سے میں اُحد میں شریک نہ ہو سکا۔ اب میں ساتھ چلنے کی اجازت چاہتا ہوں آپ نے ساتھ چلنے کی اجازت دی اس خروج سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ دشمن یہ نہ سمجھ لے کہ مسلمان کمزور ہو چکے ہیں۔ باوجودیکہ صحابہ خستہ اور نیم جان ہو چکے تھے اور ایک شب بھی آرام نہ کیا تھا کہ آپ کی ایک آواز پر پھر نکل کھڑے ہوئے

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست می بردہر جا کہ خاطر خواہ اوست

۱۶؍شوال یوم یکشنبہ کو مدینہ سے چل کر آپ نے مقام حمراء الاسد پر قیام فرمایا جو مدینہ سے تقریباً آٹھ دس میل کے فاصلہ پر ہے آپ مقام حمراء الاسد میں مقیم تھے کہ قبیلۂ خزاعہ کا سردار معبد خزاعی۔ احد کی شکست کی خبر سُن کر بغرض تعزیت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ان اصحاب کی تعزیت کی جو احد میں شہید ہوئے تھے معبد آپ سے رخصت ہو کر ابوسفیان سے جا کر ملا۔ ابوسفیان نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ دوبارہ مدینہ پر حملہ کیا جائے۔ معبد نے کہا کہ محمد تو بڑی عظیم الشان جمعیت لے کر تمھارے مقابلہ اور تعاقب کے لئے نکلے ہیں ابوسفیان یہ سنتے ہی مکہ واپس ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن قیام فرما کر جمعہ کے روز مدینہ تشریف لائے۔

اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِمَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ط لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ [۱]	جن لوگوں نے اللہ اور رسُول کی بات کو مانا بعد اس کے کہ ان کو زخم پہنچ چکا تھا تو ایسے نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے اجر عظیم ہے۔

(فتح الباری ص ۲۸۷ ج ۷ باب قول اللہ عزوجل اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ البدایۃ والنہایۃ ص ۴۸ ج ۴۔ زرقانی ص ۵۹ ج ۲۔)

---

[۱] آل عمران، آیۃ: ۱۷۲۔

واقعات متفرقہ ۳ھ

(۱)۔اسی سال رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن ابیہا سے ماہ شعبان میں نکاح فرمایا۔[۱]

(۲)۔اسی سال ۱۵ ماہ رمضان المبارک کو امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ پیدا ہوئے۔اور پچاس دن بعد حضرت سیدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا امام حسین سے حاملہ ہوئیں۔[۲]

(۳)۔اسی سال ماہ شوال میں شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔[۳]

۴ھ

سریۂ ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالےٰ عنہ

یکم محرم الحرام ۴ھ میں آپ کو یہ خبر ملی کہ خویلد کے بیٹے طلیحہ[۴] اور سلمہ رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ کے لئے اپنے لوگوں کو جمع کر رہے ہیں۔تو آپ نے ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کو ڈیڑھ سو مہاجرین اور انصار کے ساتھ ان کے مقابلے کے لئے روانہ فرمایا۔وہ لوگ ان کی خبر پاتے ہی منتشر ہو گئے بہت سے اونٹ اور بکریاں ہاتھ آئیں جن کو لے کر مدینہ واپس آگئے مدینہ پہنچ کر مال غنیمت تقسیم ہوا مال غنیمت کا خمس نکالنے کے بعد ہر شخص کے حصہ میں سات سات اُونٹ اور بکریاں آئیں۔[۵]

سریۂ عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالےٰ عنہ

یوم دوشنبہ ۵ محرم الحرام کو آپ کو یہ اطلاع ملی کہ خالد بن سفیان ہذلی لحیانی آپ سے

۱۔طبری، ج:۳،ص:۲۹۔ ۲۔ایضا ۳۔زرقانی۔ج:۲،ص:۶۱۔ ۴۔طلیحہ بن خویلد بعد میں مشرف باسلام ہوئے لیکن آپ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے اور نبوت کا دعویٰ کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے مقابلہ کے لئے خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ کیا۔طلیحہ بھاگ کر شام چلے گئے،اور تائب ہو کر پھر اسلام میں داخل ہوئے اور مسلمانوں کے ساتھ برابر لڑائیوں میں شریک رہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جنگ قادسیہ اور معرکہ نہاوند میں بھی شریک رہے۔کہا جاتا ہے کہ ۲۱ھ میں معرکہ نہاوند میں شہید ہوئے۔طلیحہ کے دوسرے بھائی،سلمہ مسلمان نہیں ہوئے۔زرقانی ص ۶۳ ج ۲ ۵۔البدایہ والنہایہ ج ص:۶۱

جنگ کرنے کے لئے لشکر جمع کر رہا ہے آپ نے عبداللہ بن انیس انصاری رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل کے لئے روانہ فرمایا۔

عبداللہ بن انیس اُسے جا کر ملے اور لطائف الحیل سے موقع پا کر اس کو قتل کیا اور سر لے کر ایک غار میں جا چھپے مکڑی نے آ کر جالا تان دیا بعد میں جو لوگ تلاش میں گئے وہ مکڑی کا جالا دیکھ کر واپس ہو گئے بعد ازاں حضرت عبداللہ اس غار سے نکلے شب کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے اس طرح ۲۳ محرم کو مدینہ پہنچے اور خالد کا سر آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ بہت مسرور ہوئے اور ایک عصا انعام میں دیا اور یہ ارشاد فرمایا:

تَخَصَّرْ بِهٰذِهٖ فِی الْجَنَّةِ فَاِنَّ الْمُتَخَصِّرِیْنَ فِی الْجَنَّةِ قَلِیْلٌ	اس عصا کو پکڑ کر جنت میں چلنا جنت میں عصا لے کر چلنے والا کوئی شاذ و نادر ہی ہوگا۔

اور فرمایا کہ یہ میرے اور تیرے درمیان میں ایک نشانی ہے قیامت کے دن، ساری عمر حضرت عبداللہ اس عصا کی حفاظت فرماتے رہے۔ مرتے وقت یہ وصیت کی کہ اس عصا کو میرے کفن میں رکھ دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔[1]

معجم طبرانی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص گستاخ اور دریدہ دہن بھی تھا۔ (مجمع الزوائد ص ۳۰۴ ج ۶ باب قتل خالد بن سفیان الہذلی۔)

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن انیس کے آنے سے پہلے ہی خالد بن سفیان کے قتل کی خبر دے دی تھی۔

واقعۂ رجیع

ماہ صفر میں کچھ لوگ[2] قبیلہ عضل اور قارہ کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا ہے لہٰذا ایسے چند لوگ ہمارے ساتھ کر دیجئے کہ جو ہم کو قرآن پڑھائیں اور احکام اسلام کی ہم کو تعلیم دیں۔ آپ نے دس آدمی ان کے ہمراہ کر دیئے جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔

---

[1] الطبقات الکبریٰ لابن سعد۔ ج:۲:ص:۳۵۔ زرقانی ج:۲ ص:۶۳۔ زاد المعاد ج:۲ ص:۱۰۹۔

[2] یہ ابن سعد کی روایت ہے بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے ان دس آدمیوں کو قریش مکہ کی خبر لینے اور حال معلوم کرنے کی غرض سے روانہ فرمایا تھا۔ آھ عجب نہیں کہ پہلے سے آپ کی یہی غرض ہو اور قبیلۂ عضل اور قارہ کی اس وقت آمد کی وجہ سے تعلیم دین اور تعلیم قرآن کا مقصد بھی اس کے ساتھ شامل کر لیا گیا ہو۔ زرقانی ص ۶۵ ج ۲

(۱)۔عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲)۔مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳)۔عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴)۔خُبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵)۔زید بن دَثِنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۶)۔خالد بن البُکَیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷)۔معتب بن عُبَید رضی اللہ تعالیٰ عنہ..... یعنی عبداللہ بن طارق کے علاتی بھائی۔

اور عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ان پر امیر مقرر فرمایا۔[۱]

یہ لوگ جب مقام رجیع پر پہنچے جو مکہ اور عسفان کے مابین واقع ہے تو ان غداروں نے مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی اور بنولحیان کو اشارہ کردیا۔بنولحیان دوسو آدمی لے کر جن میں سے سو آدمی تیرانداز تھے ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے جب قریب پہنچے تو حضرت عاصم مع اپنے رفقاء کے ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے۔

بنولحیان نے مسلمانوں سے کہا تم نیچے اتر آؤ ہم تم کو امان اور پناہ دیتے ہیں حضرت عاصم نے فرمایا میں کافر کی پناہ میں کبھی نہ اتروں گا۔اور یہ دعا مانگی:۔

اللّٰھم اخبر عنّا رسُولَکَ ۔ اے اللہ اپنے پیغمبر کو ہمارے حال کی خبر دے۔

یہ روایت بخاری کی ہے۔ابوداؤد طیالسی کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عاصم کی دعا قبول فرمائی اور اسی وقت بذریعہ وحی کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبر دی اور آپ نے اسی وقت صحابہ کو خبر دی۔

اور ایک دعا حضرت عاصم نے اس وقت یہ مانگی۔

اللّٰھم انی احمی لک الیوم دینک فاحم لی لحمی۔ ۔ اے اللہ آج میں تیرے دین کی حفاظت کررہا ہوں تو میرے گوشت یعنی جسم کی کافروں سے حفاظت فرما۔

بعدازاں حضرت عاصم منجملہ سات رفقاء کے کافروں سے[۲] لڑکر شہید ہوگئے عبداللہ بن طارق اور زید بن دَثِنَہ اور خبیب بن عدیؓ یہ تین آدمی مشرکین کے امن اور امان عہد اور

---

[۱] الطبقات الکبریٰ۔ج:۲،ص:۳۹

[۲] لڑتے وقت حضرت عاصم کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

اَلْمَوْتُ حقٌ والحیاۃ باطل
بالمرء والمرء الیه آیل
وکُلُّ ساحمُ الاله نازلٌ
ان لم اُقَاتِلْکُمْ فامی ھابلٌ

ابن ہشام ص ۱۲۱ ج ۲

پیمان کی بنا پر ٹیلہ سے نیچے اُترے مشرکین نے ان کی مشکیں باندھنا شروع کیں عبداللہ بن طارقؓ نے کہا یہ پہلا غدر ہے۔ابتدا ہی بدعہدی سے ہو رہی ہے نہ معلوم آئندہ کیا کرو گے اور ساتھ چلنے سے انکار کر دیا۔ مشرکین نے کھینچ کر ان کو شہید کر ڈالا، اور حضرت خبیب اور حضرت زید کو لے کر چلے مکّہ پہنچ کر دونوں کو فروخت کیا۔

صفوان بن امیہ نے (جس کا باپ امیہ بن خلف بدر میں مارا گیا تھا) حضرت زید کو اپنے باپ کے عوض میں قتل کرنے کے لئے خریدا حضرت خبیب کے ہاتھ سے جنگ بدر میں حارث بن عامر مارا گیا تھا اس لئے حضرت خبیب کو حارث کے بیٹوں نے خریدا۔ (بخاری شریف وفتح الباری ص۲۹۲ ج ۷)

صفوان نے تو اپنے قیدی کے قتل میں تاخیر مناسب نہ سمجھی اور حضرت زید کو اپنے غلام نسطاس کے ساتھ حرم سے باہر تنعیم میں قتل کرنے کے لئے بھیج دیا۔ اور قتل کا تماشا دیکھنے کے لئے قریش کی ایک جماعت تنعیم میں جمع ہو گئی جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا۔

جب حضرت زید کو قتل کے لئے سامنے لایا گیا تو ابوسفیان نے کہا اے زید میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم اس کو پسند کرو گے کہ تم کو چھوڑ دیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمھارے بدلہ میں قتل کر دیں اور تم اپنے گھر آرام سے رہو۔ حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جھنجلا کر کہا۔ خدا کی قسم مجھ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر میں کوئی کانٹا یا پھانس چُبھے اور میں اپنے گھر بیٹھا رہوں۔

ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم میں نے کسی کو کسی کا اس درجہ محب اور مخلص اور دوست اور جان نثار نہیں دیکھا جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب محمد کے محب اور جان نثار ہیں بعد ازاں نسطاس نے حضرت زید کو شہید کیا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ[1]

بعد میں چل کر نسطاس مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2]

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تا انقضائے ماہ حرام ان کی قید میں رہے جب لوگوں نے قتل کا ارادہ کیا تو حارث کی بیٹی زینب سے (جو بعد میں چل کر مسلمان ہوئی) نظافت اور صفائی کی غرض سے اُسترہ مانگا زینب استرہ دے کر اپنے کام میں مشغول ہو گئی۔ زینب کہتی

---

[1] ابن ہشام، ج:۲، ص:۱۲۱ [2] الاصابہ، ج ۳، ص:۵۵۳۔ زرقانی ۱۲: ص ۷۳، زرقانی ج:۲، ص:۷۳

ہیں کہ تھوڑی دیر میں دیکھتی ہوں کہ میرا بچہ ان کے زانو پر بیٹھا ہوا ہے اور ہاتھ میں ان کے استرہ ہے، یہ منظر دیکھکر میں گھبرا گئی۔ حضرت خبیب نے مجھکو دیکھ کر یہ فرمایا کیا تجھکو یہ اندیشہ ہوا کہ میں اس بچہ کو قتل کروں گا ہرگز نہیں۔ انشاء اللہ مجھ سے ایسا کام کبھی نہ ہوگا۔ ہم لوگ غدر نہیں کرتے اور بارہا زینب یہ کہا کرتی تھیں۔

مارأيت اسيرًا قط خيرا من خبيب لقد رأيته يأكل من قطعة عنب وما بمكة يومئذٍ ثمرة وانه لموثق فى الحديد وما كان الارزق رزقه الله۔	میں نے کوئی قیدی خبیب سے بہتر نہیں دیکھا۔ البتہ تحقیق میں نے ان کو انگور کے خوشے کھاتے دیکھا حالانکہ اس وقت مکہ میں کہیں پھل کا نام ونشان نہ تھا اور وہ خود لوہے کی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے کہیں جا کر لا نہیں سکتے تھے۔ یہ رزق ان کے پاس محض اللہ کی طرف سے آتا تھا۔

جب قتل کرنے کے لئے حرم سے باہر ان کو تنعیم میں لے گئے تو یہ فرمایا کہ مجھکو اتنی مہلت دو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ لوگوں نے اجازت دے دی آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور مشرکین کی طرف مخاطب ہو کر یہ فرمایا کہ میں نے اس خیال سے نماز کو زیادہ طویل نہیں کیا کہ تم کو یہ گمان ہوگا کہ میں موت سے ڈر کر ایسا کر رہا ہوں اور بعد ازاں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی۔

اللّٰهم احصهم عَددًا واقتلهم بَدَدًا ولا تبق منهم اَحَدًا۔	اے اللہ ان کو ایک ایک کر کے مار کسی کو باقی نہ چھوڑ۔

اور یہ شعر پڑھے۔

مَـاإن أبـالـي حين اقتل مسلما
علـى اىّ شق كان لله مصرعى

مجھ کو کچھ پرواہ نہیں ہے جبکہ میں مسلمان مارا جاؤں خواہ کسی کروٹ پر مروں جبکہ خالص اللہ کے لئے میرا پچھڑنا ہو۔

وذلك في ذات الاله وان يشأ | يبارك على اوصال شِلْوممز

اور یہ محض اللہ کے لئے ہے۔ اگر وہ چاہے تو میرے جسم کے پارہ پارہ کئے ہوئے جوڑوں پر برکت نازل فرماسکتا ہے۔

بعد ازاں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سولی پر لٹکائے گئے اور شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آیندہ کے لئے یہ سنت قائم فرما گئے کہ جو شخص قتل ہو وہ دو رکعت نماز ادا کرے۔[1]

زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اسی قسم کا ایک واقعہ آنحضرت ﷺ کی حیات میں پیش آیا زید نے طائف سے واپسی میں ایک خچر کرایہ پر لیا۔ مالک بھی ساتھ چلا راستہ میں ایک ویرانہ پر خچر لے جا کر کھڑا کیا۔ جہاں بہت سے مقتولین کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت زید نے فرمایا مجھکو دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دے اس شخص نے بطور تمسخر یہ کہا۔ ہاں تم بھی دو رکعت نماز پڑھ لو تم سے پہلے ان لوگوں نے بھی نمازیں پڑھی ہیں مگر نماز نے ان کو کوئی نفع نہیں پہنچایا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دوگانہ سے فارغ ہوئے تو یہ شخص قتل کے ارادہ سے ان کی طرف بڑھا اس کو بڑھتے دیکھ کر حضرت زید نے یہ کہا یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے مہربان۔

اِدھر حضرت زید کی زبان سے یہ اسم اعظم نکلا۔ اور اُدھر اُس نے ایک غیب سے آواز سُنی لاتقتلہ ان کو قتل نہ کر وہ شخص اس غیبی اور ناگہانی آواز سے مرعوب اور خوف زدہ ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا جب کوئی شخص نظر نہ آیا تو پھر اسی ناپاک ارادہ سے آگے بڑھا۔ حضرت زید نے پھر یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ کہا، اس شخص کو پھر کوئی غیبی آواز سنائی دی اور پیچھے ہٹا اور مثل سابق پھر آپ کی طرف بڑھا آپ نے پھر یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ کہا تیسری بار یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ کہنا تھا کہ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک سوار نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے ہے اور اُس نیزہ کے سرہ میں آگ کا ایک شعلہ ہے، وہ نیزہ اس شخص کے مارا جو آناً فاناً پشت سے پار ہو گیا اور اسی وقت وہ شخص مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔

بعد ازاں اس شخص نے حضرت زید سے مخاطب ہو کر یہ کہا۔ جب تم نے پہلی بار یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ کہا اس وقت میں ساتویں آسمان میں تھا اور جب دوسری مرتبہ کہا تو

---

[1] زرقانی۔ ج:۲، ص:۶۸

آسمان دنیا پر تھا اور جب تیسری مرتبہ کہا تو میں تمھارے پاس آ پہنچا۔

اس روایت کو علامہ سہیلی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ زید بن حارثہ کو یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی حیات اور زندگی میں پیش آیا۔[1]

مستدرک حاکم میں ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہے کہ جو شخص تین بار یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ کہتا ہے تو فرشتہ اس کے جواب میں کہتا ہے۔ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ تیری طرف متوجہ ہو گیا پس مانگ اور درخواست کر۔

اسی قسم کا واقعہ ابو معلق انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی پیش آیا۔ جیسا کہ ابی بن کعب اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ابو معلق انصاری رضی اللہ عنہ بڑے عابد و زاہد اور بڑے صاحب ورع تقویٰ تھے۔ تاجر تھے تجارت کے لئے سفر کیا کرتے تھے ایک مرتبہ سفر میں ایک چور ملا جو سیف وسنان تیر اور تلوار سے پورا مسلح تھا۔ اس نے کہا کہ مال یہاں رکھ دو میں تم کو قتل کروں گا۔

ابو معلق انصاری نے فرمایا کہ تم کو تو مال مطلوب ہے جو حاضر ہے میری جان سے کیا مطلب چور نے کہا نہیں مجھکو تمھاری جان ہی مطلوب ہے۔ فرمایا کہ اچھا مجھکو اتنی مہلت دو کہ نماز پڑھ لوں۔ چور نے کہا نماز جتنی چاہے پڑھ لو ابو معلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کی اور نماز پڑھی اور بعد نماز کے یہ دُعا مانگی۔

یَاوَدُوْدُ یَا ذُوالْعَرْش المجید یا فعَّالُ لما ترید اسألكَ بعزتك التی لاترام وملكك الذی لایضام وبنورك الذی ملاء ارکان عرشك ان تكفینی شرهذا اللص یامغیث اغثنی

تین مرتبہ یہ دعائیہ کلمات کہے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک سوار نیزہ لئے ہوئے چور کی طرف بڑھا اور نیزہ سے اس کا کام تمام کیا۔ بعد ازاں ان کی طرف متوجہ ہوا اور انہوں نے کہا تم کون ہو کہا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تمھاری فریاد رسی اور امداد کے لئے بھیجا ہے میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں جب پہلی مرتبہ تم نے یہ دعا مانگی تو میں نے آسمان کے دروازوں سے کھٹکھٹانے کی

---

[1] روض الانف، ج:۲، ص:۱۷۱ حاشیہ البدایۃ والنہایۃ ج:۴، ص:۶۵

آواز سنی جب دوسری مرتبہ دعا مانگی تو میں نے آسمان والوں کی چیخ اور پکار سنی جب تم نے تیسری بار دعا مانگی تو یہ کہا گیا کہ یہ کسی مضطر اور مبتلائے کرب کی دعا ہے اس وقت میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھکو اس کے قتل پر مامور کیا جائے۔ بعدازاں یہ کہا تم کو بشارت ہو۔ یہ یاد رکھنا کہ جو شخص وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا مانگے اس کی دعا قبول ہوگی خواہ وہ کرب اور بے چینی میں مبتلا ہو یا نہو، (اصابہ ص ۱۸۲ ج ۴ ترجمۂ ابو معلق باب الکنیٰ)۔

غزوۂ اُحد میں حضرت عاصم نے سلافہ بنت سعد کے دولڑکوں کو قتل کیا تھا اس لئے سلافہ نے یہ نذر کی تھی کہ عاصم کے کاسۂ سر میں ضرور شراب پیوں گی۔ اس لئے قبیلہ ہذیل کے کچھ لوگ حضرت عاصم کا سر لینے کے لئے روانہ ہوئے تاکہ سلافہ کے ہاتھ فروخت کر کے خاطر خواہ قیمت وصول کریں۔

امام طبری فرماتے ہیں کہ سلافہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو عاصم کا سر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے۔

حضرت عاصم اپنی لاش کی عصمت وحفاظت کی خدا سے پہلے ہی دعا مانگ چکے تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے دشمنوں سے ان کی عصمت وحفاظت کا یہ انتظام فرمایا کہ زنبوروں (بھڑ) کا ایک لشکر بھیج دیا جس نے ہر طرف سے ان کی لاش کو گھیر لیا۔ کوئی کافر ان کے قریب بھی نہ آسکا۔ اس وقت یہ کہہ کر علیحدہ ہوگئے کہ جب شام کے وقت یہ زنبوریں دفع ہو جائیں گی اس وقت سر کاٹ لیں گے۔ مگر جب رات ہوئی تو ایک سیلاب آیا جو ان کی لاش کو بہالے گیا۔ اور یہ سب بے نیل مرام خائب وخاسر واپس ہوئے، قتادہ سے مروی ہے کہ حضرت عاصم نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ نہ میں کبھی مشرک کو ہاتھ لگاؤں اور نہ کوئی مشرک مجھ کو ہاتھ لگائے حضرت عمر کے سامنے جب کبھی حضرت عاصم کا تذکرہ آتا تو یہ فرماتے کہ حق تعالیٰ بعض مرتبہ اپنے خاص بندہ کی مرنے کے بعد بھی حفاظت فرماتے ہیں جیسے زندگی میں اس کی حفاظت فرماتے تھے[1]۔

کفار مکہ نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش کو سولی پر لٹکا ہوا چھوڑ دیا تھا رسول صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] زرقانی، ج: ۲، ص: ۷۰۔ فتح الباری، ج: ۷، ص: ۲۹۵

نے حضرت زبیر اور مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی نعش اتار لانے کے لئے مدینہ سے مکہ روانہ فرمایا جب یہ دونوں رات میں تنعیم پہنچے تو دیکھا کہ چالیس آدمی نعش کا پہرہ دینے کے لئے سولی کے اردگرد پڑے ہوئے ہیں حضرت زبیر اور مقداد نے ان لوگوں کو غافل پاکر نعش کو سولی سے اُتار کر گھوڑے پر رکھا۔ لاش اسی طرح تروتازہ تھی کسی قسم کا اس میں کوئی تغیر نہ آیا تھا۔ حالانکہ سولی دیئے چالیس دن ہو چکے تھے مشرکین کی جب آنکھ کھلی اور دیکھا کہ لاش گم ہے تو ہر طرف تلاش میں دوڑے بالآخر حضرت زبیر اور مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جا پکڑا حضرت زبیر نے لاش کو اتار کر زمین پر رکھا فوراً زمین شق ہوئی اور لاش کو نگل گئی اسی وجہ سے حضرت خبیب بَلِیعُ الْاَرْض کے نام سے مشہور ہیں۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ کفار جب حضرت خبیب کو قتل کر چکے تو ان کا چہرہ قبلہ رُخ تھا، اس کو قبلہ سے پھیر دیا۔ چہرہ پھر قبلہ رُخ ہو گیا بار بار ایسا ہی کیا بالآخر عاجز ہو کر چھوڑ دیا۔

فوائد

(۱) قتل کے وقت نماز پڑھنا سنّت ہے تاکہ خاتمہ سب سے افضل اور سب سے بہتر عمل پر ہو، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔

اذا قمت فی صلاتك فصل صلاة مودّع الحدیث۔ (رواہ احمد عن ابی ایوبؓ)[2]	جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو دنیا سے رخصت ہونے والے کی سی نماز پڑھ۔

(۲)۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی اس نرالی شان سے حفاظت اور لوگوں کا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بغیر کسی ظاہری وسیلہ کے انگور کھاتے ہوئے دیکھنا۔ اور زید بن حارثہ اور ابو معلق انصاری کا واقعہ یہ سب اس کی دلیل ہیں کہ حضرات اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں اسی پر تمام اہلِ سنّت کا اجماع ہے تفصیل کے لئے کتب کلامیہ اور خاص کر طبقات الشافعیۃ الکبریٰ کی از ص ۵۹ ج ۲ تا ص ۷۸ مراجعت کریں۔

(۳)۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی یہ کرامت، حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت کے مشابہ ہے جس کو حق تعالیٰ شانہ نے سورۂ آلِ عمران میں ذکر فرمایا ہے۔

[1] البدایۃ والنہایۃ، ج:۴، ص:۶۷

[2] مشکوٰۃ شریف، کتاب الرقاق فصل ثالث ۱۲۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ [1]

جب کبھی حضرت زکریا۔ مسجد کی محراب میں مریم پر داخل ہوتے تو ان کے پاس عجیب وغریب رکھا ہوا رزق پاتے تو یہ کہا کہ اے مریم یہ رزق تیرے پاس کہاں سے آیا تو مریم یہ جواب دیتیں کہ یہ رزق اللہ کے پاس سے آیا ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بلا وہم وگمان اس کو رزق عطا کرتا ہے۔

(۴)۔ جو شخص مرنے کے قریب ہو اس کے لئے بال اور ناخن کی اصلاح مستحب اور مستحسن ہے جیسا کہ حضرت خبیب نے شہادت سے پیشتر استرہ مانگا بارگاہِ خدواندی میں حاضری سے پہلے نظافت وطہارت ضروری اور لازمی ہے۔

(۵)۔ اگر مسلمان کافروں کی حراست میں ہو اور وہ اس کے قتل کا تہیہ کر چکے ہوں تو مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ موقع پا کر ان کے بچوں کو قتل کر ڈالے۔ بلکہ ان کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آئے۔ جیسے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حارث کے نواسہ کو از راہ تلطف اپنے زانو پر بٹھلایا۔

سَرِیّۃُ القُرّاء یعنی قصّہ بیر معونہ

اسی ماہ صفر میں دوسرا واقعہ پیش آیا کہ عامر بن مالک ابو براء آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہدیہ پیش کیا۔ لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ اور ابو براء کو اسلام کی دعوت دی لیکن ابو براء نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ رد کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر آپ اپنے چند اصحاب اہلِ نجد کی طرف دعوتِ اسلام کی غرض سے روانہ فرمائیں تو میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ اس دعوت کو قبول کریں گے آپ نے فرمایا مجھکو اہلِ نجد سے اندیشہ اور خطرہ ہے۔ ابو براء نے کہا میں ضامن ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر صحابہ کو جو قُراء کہلاتے تھے اس کے ہمراہ روانہ کر دیئے منذر بن عمرو ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔

---

[1] آلِ عمران، آیت:۳۸

یہ نہایت مقدس اور پاکباز جماعت تھی، دن کو لکڑیاں چنتے اور شام کو فرخت کر کے اصحاب صفہ کے لئے کھانا لاتے اور شب کا کچھ حصّہ درس قرآن میں اور کچھ حصّہ قیام لیل اور تہجد میں گزارتے۔

یہ لوگ یہاں سے چل کر بیر معونہ پر جا کر ٹھہرے آنحضرت ﷺ نے ایک خط عامر بن طفیل کے نام (جو قوم بنی عامر کا رئیس اور ابو براء کا بھتیجا تھا) لکھوا کر حضرت انس کے ماموں حرام بن ملحان کے سپرد فرمایا۔

جب یہ لوگ بیر معونہ[1] پر پہنچے تو حرام بن ملحان کو آپ کا والا نامہ دے کر عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ عامر بن طفیل نے خط دیکھنے سے پہلے ہی ایک شخص کو ان کے قتل کا اشارہ کیا۔ اس نے پیچھے سے ایک نیزہ مارا جو پار ہو گیا۔ حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے اس وقت یہ الفاظ نکلے:

اَللّٰہ اَکبر فزتُ وَرَبِّ الکعبۃ	اللہ اکبر قسم ہے کعبہ کے پروردگار کی میں کامیاب ہو گیا

اور بنی عامر کو بقیہ صحابہ کے قتل پر ابھارا لیکن عامر کے چچا ابو براء کے پناہ دیدینے کی وجہ سے بنی عامر نے امداد دینے سے انکار کر دیا۔

عامر بن طفیل جب ان سے ناامید ہوا تو بنی سلیم سے امداد چاہی عصیہ اور رعل اور ذکوان یہ قبائل اس کی امداد کے لئے تیار ہو گئے اور سب نے مل کر تمام صحابہ کو بلا قصور شہید کر ڈالا صرف کعب بن زید انصاری بچے ان میں حیات کی کچھ رمق باقی تھی، اس لئے ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ بعد میں ہوش میں آ گئے اور مدّت تک زندہ رہے اور غزوۂ خندق میں شہید ہوئے۔ ان کے علاوہ دو شخص اور بھی بچ گئے، ایک کا نام منذر بن محمد اور دوسرے کا نام عمرو بن امیہ ضمری تھا۔ یہ دونوں مویشی چرانے جنگل گئے ہوئے تھے۔ یکایک آسمان کی طرف پرندے اُڑتے نظر آئے یہ دیکھکر گھبرا گئے اور کہا کوئی بات ضرور ہے جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ تمام رفقاء خون میں نہائے ہوئے بستر شہادت پر سو رہے ہیں۔ دونوں نے آپس میں

[1] بیر معونہ ایک موضع ہے مکہ اور عسفان کے مابین واقع ہے قبائل ہذیل اور بنی سلیم اور بنی عامر اس کے قرب وجوار میں آباد ہیں ۱۲ زرقانی ص ۷۴ ج ۲

مشورہ کیا کہ کیا کریں عمرو بن امیہ نے کہا مدینہ چلیں اور رسول اللہ ﷺ کو جا کر اس کی خبر دیں منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا خبر تو ہوتی رہے گی، شہادت کیوں چھوڑوں الغرض دونوں آگے بڑھے حضرت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو لڑ کر شہید ہو گئے اور عمرو بن امیہ کو انھوں نے گرفتار کر لیا۔ اور عامر بن طفیل کے پاس لے گئے، عامر نے ان کے سر کے بال کاٹے اور یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی لہٰذا میں اس نذر میں تم کو آزاد کرتا ہوں، (زرقانی ص ۷۷ ج ۲)

اسی معرکہ میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور ان کا جنازہ آسمان پر اٹھایا گیا۔ چنانچہ عامر بن طفیل نے لوگوں سے دریافت کیا:۔

من الرجل منهم لما قتل رایته رفع بین السماء والارض حتی رایت السماء من دونه

مسلمانوں میں کا وہ کون مرد ہے کہ قتل ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ آسمان اور زمین کے مابین اٹھایا گیا یہاں تک کہ آسمان نیچے رہ گیا۔

لوگوں نے کہا وہ عامر بن فہیرہ تھے[۱]

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ عامر بن طفیل نے کہا لقد رأیته بعد ماقتل رفع الی السماء حتی انی لا نظر الی السماء بینه وبین الارض ثم وضع میں نے اس شخص کو قتل ہونے کے بعد خود اور خوب دیکھا کہ اس کی لاش آسمان کی طرف اٹھائی گئی کہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہی اور پھر زمین پر رکھ دی گئی۔

جبار بن سلمیٰ جو عامر بن فہیرہ کے قاتل ہیں وہ خود راوی ہیں کہ جب میں نے عامر بن فہیرہ کے نیزہ مارا تو اس وقت ان کی زبان سے یہ لفظ نکلا۔

فزتُ واللہ۔ خدا کی قسم مراد کو پہنچ گیا۔

میں یہ سن کر حیران ہو گیا اور دل میں کہا۔ کہ کیا مراد کو پہنچے۔ ضحاک بن سفیان رضی اللہ

[۱] طبری ج:۳، ص:۳۵

عنہ سے آ کر یہ واقعہ بیان کیا ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مراد یہ ہے کہ جنت کو پالیا۔ میں یہ سن کر مسلمان ہو گیا۔

ودعا انی ذلك مارأيت من عامر بن فهيرة من دفعه الى السماء علوا

اور میرے اسلام لانے کا باعث یہ ہوا کہ میں نے عامر بن فہیرہ کو دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔

(رواہ عبداللہ بن المبارک)

ضحاک رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھ کر بھیجا آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

ان الملائكة وارت جثته في عليين [1]

فرشتوں نے ان کے جثّہ کو چھپالیا اور علیین میں اتارے گئے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ان کی لاش کو فرشتوں نے چھپالیا اور پھر مشرکین نے نہیں دیکھا کہ وہ لاش کہاں گئی۔ اس روایت میں ثم وضع کا لفظ مذکور نہیں جیسا کہ بخاری کی روایت میں تھا امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں تعارض نہیں ممکن ہے کہ ان کی لاش اوّل آسمان پر اٹھائی گئی ہو اور بعد میں لا کر زمین پر رکھ دی گئی ہو اور علامہ سیوطی یہ فرماتے ہیں کہ ثم وضع کا لفظ بعض طرق میں آیا ہے اور اکثر طرق اور اسانید میں یہی آیا ہے کہ ان کی لاش آسمان میں جا چھپی موسیٰ بن عقبہ راوی ہیں کہ عروۃ بن زبیر یہ کہتے تھے کہ عامر بن فہیرہ کی لاش کہیں نہیں ملی لوگوں کا گمان یہ ہے کہ فرشتوں نے ان کی لاش کو آسمان میں چھپالیا۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ تمام عمر کبھی اتنا صدمہ نہیں ہوا اور ایک مہینہ تک صبح کی قنوت میں ان لوگوں کے حق میں بددعا فرماتے رہے اور صحابہ کو اس واقعہ کی خبر دی کہ تمھارے اصحاب اور احباب شہید ہو گئے، اور انھوں نے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی تھی کہ ہمارے بھائیوں کو یہ پیغام پہنچادیں کہ ہم اپنے رب سے جاملے اور ہم اس سے راضی ہیں اور ہمارا رب ہم سے راضی ہے۔

---

[1] الخصائص الکبریٰ۔ ج:۱ص:۲۲۳ [2] الخصائص الکبریٰ۔ ج:۱ص:۲۲۴

غزوۂ بنی نضیر

ربیع الاوّل ۴ھ

عمرو بن امیہ ضمری جب بیر معونہ سے مدینہ واپس ہوئے تو راستہ میں بنی عامر کے دو مشرک ساتھ ہو لیئے مقام قناۃ میں پہنچ کر ایک باغ میں ٹھہرے جب یہ دونوں شخص سو گئے تو عمرو بن امیہ نے یہ سمجھ کر کہ اس قبیلہ کے سردار عامر بن طفیل نے ستّر مسلمان شہید کئے ہیں سب کا انتقام تو فی الحال دشوار ہے بعض ہی کا انتقام اور بدلہ لے لوں اس لئے ان دونوں کو قتل کر ڈالا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ان لوگوں سے عہد اور پیمان تھا مگر عمرو بن امیہ کو اس کی خبر نہ تھی مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا ان سے تو ہمارا عہد اور پیمان تھا ان کی دیت اور خونبہا دینا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے ان دونوں شخصوں کی دیت روانہ فرمائی [1]۔

بنی نضیر بھی چونکہ بنی عامر کے حلیف تھے اس لئے از روئے معاہدہ دیت کا کچھ حصّہ جو بنی نضیر کے ذمہ بھی واجب الاداء تھا اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ اس دیت میں اعانت اور امداد دینے کی غرض سے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے ابو بکر اور عمر اور عثمان اور زبیر اور طلحہ اور عبد الرحمٰن بن عوف اور سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ وغیرہ آپ کے ہمراہ تھے آپ جا کر ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے۔

بنو نضیر نے بظاہر نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا اور خونبہا میں شرکت اور اعانت کا وعدہ کیا لیکن اندرونی طور پر یہ مشورہ کیا کہ ایک شخص چھت پر چڑھ کر اوپر سے ایک بھاری پتھر گرا دے تاکہ نصیب دشمناں آپ دب کر مر جائیں، سلّام بن مشکم نے کہا:

لاتفعلوا۔ واللّٰہ، لیخبرہ ربہ وانہ لنقض العھد الذی بیننا وبینہٗ	ایسا ہرگز نہ کرو خدا کی قسم اس کا رب اس کو خبر کر دے گا نیز یہ بد عہدی ہے۔

---

[1] فتح الباری ج: ۷: ص: ۲۵۴

چنانچہ کچھ دیر نہ گزری کہ جبرئیل امین وحی لے کر نازل ہوئے اور آپ کو ان کے مشورہ سے مطلع کر دیا، آپ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر مدینہ تشریف لے آئے اور آپ وہاں سے اس طرح اُٹھے جیسا کہ کوئی ضرورت کے لئے اُٹھتا ہو اور صحابہ وہیں بیٹھے رہے، یہود کو جب آپ کے چلے جانے کا علم ہوا تو بہت نادم ہوئے، کنانہ بن حویراء یہودی نے کہا تم کو معلوم نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں اٹھ کر چلے گئے، خدا کی قسم ان کو تمہاری غداری کا علم[1] ہو گیا بخدا وہ اللہ کے رسُول ہیں۔

جب آپ کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو صحابہ آپ کی تلاش میں مدینہ آئے، آپ نے یہود کی غدّاری سے مطلع فرمایا اور بنونضیر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ کا عامل مقرر فرما کر بنونضیر کی طرف روانہ ہوئے اور جا کر ان کا محاصرہ کیا۔ بنونضیر نے اَپنے قلعوں میں گھس کر دروازے بند کر لئے کچھ تو ان کو اپنے مضبوط اور مستحکم قلعوں پر گھمنڈ تھا اور پھر عبداللہ بن ابی اور منافقین کے اس پیام نے کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ اس نے اور مغرور بنا دیا لیکن ان کی طرف سے مسلمانوں کے مقابلے میں آنے کی کسی کی ہمّت نہ ہوئی اس کے علاوہ بنونضیر نے ایک اور غدّاری اور عیّاری یہ کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیام بھیجا کہ آپ تین آدمی اپنے ہمراہ لائیں ہمارے تین عالم آپ سے گفتگو کریں گے اگر وہ ایمان لے آئے تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے اور اندرونی طور پر ان عالموں کو یہ ہدایت کر دی کہ ملاقات کے وقت اَپنے کپڑوں میں خنجر چھپا کر لے جائیں تا کہ موقع پا کر آپ کو قتل کر دیں، مگر آپ کو ایک ذریعہ سے ان کی اس چالاکی اور عیّاری کا ملاقات سے پہلے ہی علم ہو گیا۔ (رواہ ابن مردویہ باسناد صحیح) غرض یہ کہ بنونضیر کی متعدّد غدّاریوں اور عیاریوں کی وجہ سے آپ نے ان پر حملہ کا حکم دیا۔ اور پندرہ روز تک ان کو محاصرہ میں رکھا اور ان کے باغوں اور درختوں کے کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا بالآخر خائب و خاسر ہو کر امن کے خواستگار ہوئے۔

آپ نے فرمایا دس دن کی مہلت ہے مدینہ خالی کر دو اہل و عیال بچّوں اور عورتوں کو جہاں چاہو لے جاؤ باستثنائے سامان حرب جس قدر سامان اونٹوں اور سواریوں پر لے جا سکتے ہو اسکی اجازت ہے۔

---

[1] ابن عقبہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ الآیہ۔ عیون الاثر ص ۴۸ ج ۲

یہودیوں نے مال کی حرص اور طمع میں مکانوں کے دروازے اور چوکھٹ تک اُکھاڑ لئے اور جہاں تک بن پڑا اونٹوں پر لاد کر لے گئے اور مدینہ سے جلاوطن ہوئے، اکثر تو ان میں سے خیبر میں جا کر ٹھہرے اور بعض شام چلے گئے اور ان کے سردار حیی بن اخطب اور کنانۃ بن الربیع اور سلام بن ابی الحقیق بھی انہی لوگوں میں تھے جو خیبر میں جا کر ٹھہرے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے مال واسباب کو مہاجرین پر تقسیم فرمایا تا کہ انصار سے ان کا بوجھ ہلکا ہو۔ اگر چہ انصار اَپنے اخلاص وایثار کی بنا پر اس بار کو بار نہیں بلکہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی بہار سمجھتے ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کو جمع فرما کر خطبہ دیا حمد وثناء کے بعد انصار نے مہاجرین کے ساتھ جو کچھ سلوک اور احسان کیا تھا اس کو سراہا اور بعد ازاں یہ ارشاد فرمایا۔ اے گروہ انصار اگر چاہو تو میں اموال بنی نضیر کو تم میں اور مہاجرین میں برابر تقسیم کر دوں اور حسب سابق مہاجرین تمھارے شریک حال رہیں اور اگر چاہو تو فقط مہاجرین پر تقسیم کر دوں اور وہ تمھارے گھر خالی کر دیں۔

سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ سرداران انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نہایت طیب خاطر سے اس پر راضی ہیں کہ مال آپ فقط مہاجرین میں تقسیم فرما دیں۔ اور حسب سابق مہاجرین ہمارے ہی گھروں میں رہیں اور کھانے اور پینے میں ہمارے شریک رہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مال تو آپ فقط مہاجرین پر تقسیم فرما دیں باقی ہمارے اموال اور املاک میں سے بھی جس قدر چاہیں مہاجرین پر تقسیم فرمائیں ہم نہایت خوشی سے اس پر راضی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ یہ جواب سُن کر مسرور ہوئے اور یہ دعا دی۔

اللّٰھم ارحم الانصار وابناء الانصار۔	اے اللہ انصار پر اور انصار کی اولاد پر اپنی خاص مہربانی فرما۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا:

جزاك الله خيرا يامعشر	اے گروہ انصار اللہ تم کو جزائے خیر دے
الانصار فو الله ما مثلنا	خدا کی قسم ہماری اور تمہاری مثال ایسی ہے
ومثلكم الا كماقال الغنوى	جیسا کہ غنوی شاعر نے کہا ہے۔

جزى الله عنا جعفرا حين ازلقت
بنا نعلنا فى الواطئين فزلّت

اللہ تعالیٰ جعفر کو جزا دے کہ جب ہمارا قدم پھسلا اور اس کو لغزش ہوئی۔

ابوا ان يملونا ولوان امنا   تلاقى الذى يلقون منا لملّت

تو ہماری اعانت اور خبر گیری سے اکتائے نہیں۔ بالفرض اگر ہماری ماں کو یہ صورت پیش آتی تو شاید وہ بھی اکتا جاتی۔

آپ نے تمام مال مہاجرین پر تقسیم فرمادیا، انصار میں سے صرف ابودجانہ اور سہل بن حنیف کو بوجہ تنگدستی کے اس میں سے حصہ عطا فرمایا۔

اس غزوہ میں بنونضیر میں سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے یامین بن عمیر اور ابوسعید بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے مال واسباب سے کچھ تعارض نہیں کیا گیا اپنی املاک پر قابض رہے اور سورۂ حشر اسی غزوہ میں نازل ہوئی جس کو عبداللہ بن عباس سورۂ بنی نضیر کہا کرتے تھے۔ اس سورت میں حق تعالیٰ نے مال فئی کے احکام اور مصارف بیان فرمائے واللہ اعلم

یہ تمام تفصیل زرقانی ص۷۹ تا ص۸۶ وفتح الباری ص۲۵۴ ج ۷ وص ۲۵۵ ج ۷ البدایۃ والنہایۃ از ص۷۴ تا ص۸۰ ج ۴ میں مذکور ہے۔

تحریم خمر

ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ تحریم خمر کا حکم اسی غزوہ میں نازل ہوا۔

غزوۂ ذات الرقاع

جمادی الاولیٰ ۴ھ

غزوۂ بنونضیر کے بعد ربیع الاوّل سے لے کر شروع جمادی الاولیٰ تک آپ مدینہ ہی میں مقیم رہے۔ شروع جمادی الاولیٰ میں آپ کو یہ خبر ملی کہ بنی محارب اور بنی ثعلبہ [1] آپ کے مقابلہ کے لئے لشکر جمع کر رہے ہیں۔ آپ چار سو صحابہ [2] کی جمعیت ہمراہ لے کر نجد کی طرف روانہ ہوئے، جب آپ نجد پہنچے تو کچھ لوگ قبیلۂ غطفان کے ملے مگر لڑائی کی نوبت نہیں آئی رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو صلاۃ الخوف پڑھائی [3]

ابوموسیٰ اشعری ؓ فرماتے ہیں کہ اس غزوہ کو ذات الرقاع اس لئے کہتے ہیں کہ رقاع کے معنی چندیوں اور چیتھڑوں کے ہیں اس غزوہ میں چلتے چلتے پیر پھٹ گئے تھے اس لئے ہم نے پیروں کو کپڑے لپیٹ لئے تھے اس لئے اس غزوہ کو ذات الرقاع کہنے لگے یعنی چیتھڑوں والا غزوہ (بخاری شریف)

ابن سعد کہتے ہیں کہ ذات الرقاع ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں آپ نے اس غزوہ میں نزول فرمایا تھا اس میں سیاہ اور سفید اور سرخ نشانات تھے۔ [4]

واپسی میں رسول اللہ ﷺ نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیلولہ فرمایا اور تلوار درخت سے لٹکا دی ایک مشرک آیا اور تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا اور آپ سے دریافت کیا کہ بتلاؤ اب تم کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا آپ نے نہایت اطمینان سے یہ فرمایا، اللہ۔ یہ بخاری کی روایت ہے ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ جبرئیل امین نے اس کے

---

[1] بنی محارب اور بنی ثعلبہ قبیلۂ غطفان کی دو شاخیں ہیں۔ ۱۲ زرقانی [2] اور ایک روایت میں ہے کہ سات سو اور ایک میں آٹھ سو ہے۔ ۱۲ زرقانی [3] ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ پہلی صلوات الخوف تھی۔ عیون الاثر ص ۵۲ ج ۲۔ [4] طبقات ابن سعد، ج ۲ ص: ۴۳

سینہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ فوراً تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور آپ نے اٹھالی اور فرمایا بتلا میرے ہاتھ سے تجھ کو کون بچائے گا اس نے کہا کوئی نہیں آپ نے فرمایا اچھا جاؤ میں نے تم کو معاف کیا۔

واقدی کہتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہو گیا اور اپنے قبیلہ میں پہنچ کر اسلام کی دعوت دی بہت سے لوگ اس کی دعوت سے مسلمان ہوئے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ اس شخص کا نام غورث بن حارث تھا۔

تنبیہ:۔ اسی قسم کا واقعہ غزوۂ غطفان ۳ھ کے بیان میں گذر چکا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ دو واقع الگ الگ ہیں واللہ اعلم [1]

یہاں سے چل کر آپ ایک گھاٹی پر ٹھہرے عمار بن یاسر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما کو درہ کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا آپس میں ان دونوں نے یہ طے کیا کہ اوّل نصف شب میں عباد اور آخر نصف شب میں عمار جاگیں اس قرار داد کے مطابق عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو سو گئے اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ عبادت کے لئے کھڑے ہو گئے اور نماز کی نیت باندھ لی۔

ایک کافر نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ مسلمانوں کے پاسبان ہیں ایک تیر مارا جو ٹھیک نشانہ پر پہنچا مگر عباد بن بشر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جن کے رگ و ریشہ میں معبود حقیقی کی عبودیت اور بندگی سرایت کر چکی تھی اور سرتاپا مولائے حقیقی کی محبت میں سرشار تھے اور ایمان واحسان کی حلاوت ان کے دل میں اتر چکی تھی۔ تیر وسنان کب ان کی عبادت میں مخل ہو سکتا تھا۔ برابر اسی طرح نماز میں مشغول رہے اور تیر نکال کر پھینک دیا۔ اس کافر نے ایک دوسرا تیر مارا انھوں نے اس کو بھی نکال کر پھینک دیا اور نماز جاری رکھی اُس نے تیسرا تیر مارا اب یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں دشمن کمین گاہ سے حملہ نہ کر دے اور جس غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہاں متعین کیا ہے وہ غرض نہ فوت ہو جائے اس لئے نماز کو پورا کیا اور نماز پوری کرنے کے بعد ساتھی کو جگایا کہ اُٹھو زخمی ہو گیا ہوں دشمن ان کو جگاتے دیکھ کر فرار ہو گیا عمار بن یاسرؓ بیدار ہوئے اور دیکھ کر کہ جسم سے خون جاری ہے کہا سبحان اللہ تم نے مجھ کو پہلے ہی تیر میں کیوں نہ جگایا، کہا میں ایک سورت پڑھ رہا تھا، اس کو قطع کرنا اچھا نہ معلوم ہوا جب پے در پے

---

[1] زرقانی، ج:۲ ص:۹۱

تیر لگے تب میں نے نماز پوری کی اور تم کو جگایا۔ خدا کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا خیال نہ ہوتا تو نماز ختم ہونے سے پہلے میری جان ختم ہو جاتی۔

اس غزوہ کی تاریخ وقوع میں بہت اختلاف ہے محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع جمادی الاولیٰ ۴ھ میں ہوا، ابن سعد کہتے ہیں کہ محرم الحرام ۵ھ میں ہوا، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ یہ غزوہ، غزوۂ خیبر کے بعد ۷ھ میں ہوا۔ اس لئے کہ صحیح بخاری کی روایت میں ابوموسیٰ اشعری کا اس غزوہ میں شریک ہونا مذکور ہے اور ابوموسیٰ اشعری بالاتفاق غزوۂ خیبر کے بعد ۷ھ میں حبشہ سے مدینہ واپس آئے علاوہ ازیں ابوداؤد وغیرہ میں روایت ہے کہ مروان بن حکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلاۃ الخوف پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے غزوۂ نجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلاۃ الخوف پڑھی ہے۔ یہ روایت بخاری میں تعلیقاً مذکور ہے اور ابو ہریرہؓ بھی ۷ھ میں غزوۂ خیبر کے بعد خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔

غزوۂ بدر موعد

شعبان ۴ھ

غزوۂ ذات الرقاع سے واپسی کے بعد آخر رجب تک آپ مدینہ میں مقیم رہے احد سے واپسی کے وقت چونکہ ابوسفیان سے وعدہ ہو چکا تھا کہ سال آئندہ بدر میں لڑائی ہوگی اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو صحابہ کو اپنے ہمراہ لے کر ماہِ شعبان میں بدر کی طرف روانہ ہوئے بدر پہنچ کر آٹھ روز تک ابوسفیان کا انتظار فرمایا۔ ابوسفیان بھی اہلِ مکہ کو لے کر مرّ الظہران تک پہنچا لیکن مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور یہ کہہ کر واپس ہوا کہ یہ سال قحط اور گرانی کا ہے، جنگ وجدال کا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ روز کے انتظار کے بعد جب مقابلہ سے نا اُمید ہوئے تو بلا جدال وقتال مدینہ واپس ہوئے[1]

ابوسفیان اگرچہ اُحد سے واپسی کے وقت یہ کہہ گیا تھا کہ سال آئندہ پھر بدر پر لڑائی ہوگی۔ مگر اندر سے ابوسفیان کا دل مرعوب تھا، دل سے یہ چاہتا تھا کہ حضورِ پُرنور بھی بدر پر نہ

---

[1] ابن ہشام، ج:۲، ص:۱۳۶۔

آئیں تا کہ مجھے ندامت اور شرمندگی نہ ہو۔ اور الزام مسلمانوں پر رہے۔ نعیم بن مسعود نامی ایک شخص مدینہ جارہا تھا اس کو مال دینا منظور کیا کہ مدینہ پہنچ کر مسلمانوں میں یہ مشہور کرے کہ اہلِ مکہ نے مسلمانوں کے استیصال کے لئے بڑی بھاری جمعیت اکٹھی کی ہے لہٰذا تمھارے لئے بہتر یہی ہے کہ قریش کے مقابلہ کے لئے نہ نکلو۔ ابوسفیان کا مقصد یہ تھا کہ جب اس قسم کی خبریں مشہور ہونگی تو مسلمان خوف زدہ ہو جائیں گے اور جنگ کے لئے نہیں نکلیں گے (جس کو آج کل کی اصطلاح میں پروپیگنڈا کہتے ہیں) سنتے ہی مسلمانوں کے جوشِ ایمانی میں اور اضافہ ہوگیا۔ اور حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھتے ہوئے بدر کی طرف روانہ ہو گئے اور حسب وعدہ بدر پہنچے، وہاں ایک بڑا بازار لگتا تھا تین روز رہ کر تجارت کی اور خوب نفع اٹھایا اور خیر و برکت کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ [1]

(فائدہ) اس آیت میں جھوٹی خبریں مشہور کرنے والے کو حق تعالیٰ نے شیطان فرمایا ہے۔

قال تعالیٰ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ اور حق تعالیٰ نے پروپیگنڈا کا علاج اور جواب یہ بتلا دیا ہے کہ تم اپنی قدرت کے مطابق جہاد و قتال کی تیاری کرو اور حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھو یعنی بھروسہ اللہ پر رکھو۔ معاذ اللہ یہ نہ کرنا کہ شیطان کی طرح تم بھی اس جھوٹ کے جواب میں جھوٹ بولو تو پھر فائدہ ہی کیا ہوا اسلام اپنے دشمنوں کے متعلق بھی جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دیتا۔

---

[1] سورۂ آلِ عمران، آیۃ: ۱۷۵

واقعاتِ متفرّقہ ۴ھ

(۱)۔اسی سال ماہ شعبان میں امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔[۱]

(۲)۔اسی سال ماہ جمادی الاولیٰ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ کا چھ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔[۲]

(۳)۔اسی سال ماہ شوال میں رسول اللہ ﷺ نے اُم المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔[۳]

(۴)۔اسی سال ماہ رمضان المبارک میں حضرت زینب بنت خزیمہ اُم المساکین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح فرمایا، (طبری ص ۴۳ ج:۳)

(۵)۔اور اسی سال زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ یہود کی زبان میں لکھنا اور پڑھنا سیکھ لیں مجھکو ان کے پڑھنے پر اطمینان نہیں ہے۔[۴]

(۶)۔مشہور قول کی بنا پر حجاب یعنی پردہ کا حکم بھی اسی سال نازل ہوا بعض کہتے ہیں کہ ۳ھ اور بعض کہتے ہیں کہ ۵ھ میں۔[۵]

مسئلہ حجاب کی تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات کے بیان میں آئے گی ۴ھ کے واقعات ختم ہوئے اب ۵ھ شروع ہوتا ہے۔

---

[۱] طبری: ج:۳،ص:۳۹۔ [۲] ایضاً [۳] طبری ج ۳،ص ۴۳ [۴] طبری ج ۳،ص:۴۲
[۵] فتح الباری، ج:۷،ص:۳۳۲۔

۵ھ

غزوہ دُومۃُ الجَندَل [۱]

ربیع الاوّل ۵ھ

ماہ ربیع الاوّل میں آپ کو یہ خبر ملی کہ دومۃ الجندل کے لوگ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے ایک ہزار صحابہ کی جمعیت کو ہمراہ لے کر ۲۵/ ماہ ربیع الاول ۵ھ کو دومۃ الجندل کی طرف خروج فرمایا وہ لوگ خبر سنتے ہی منتشر ہوگئے۔ لہٰذا آپ بلا جدال وقتال واپس ہوئے اور بیس ربیع الثانی کو مدینہ میں داخل ہوئے۔ (طبقات ابن سعد ۴۴ ج ۲ زرقانی ص ۹۵ ج ۲)

غزوہ مُریسیع یا بنی المُصطَلِق [۲]

۲/ شعبان یوم دوشنبہ ۵ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حارث بن ابی ضرار سردارِ بنی المصطلق نے بہت سی فوج جمع کی ہے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری میں ہے، آپ نے بریدہ بن حُصَیب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر بیان کیا کہ خبر صحیح ہے۔ آپ نے صحابہ کو خروج کا حکم دیا۔

---

[۱] دومۃ الجندل ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے پندرہ دن کے راستہ پر ہے۔ دومۃ الجندل سے دمشق تک پانچ دن کا راستہ ہے، زرقانی ص ۹۵ ج ۲۔

[۲] مُریسیع ایک چشمہ یا تالاب کا نام ہے جہاں بنی المصطلق سے مقابلہ ہوا۔ اور بنی المصطلق قبیلۂ بنی خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ اس غزوہ کے سنہ وقوع میں اختلاف ہے ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ۶ھ میں ہوا۔ بعض کہتے ہیں ۴ھ میں ہوا قتادہ عروہ بن زبیر ابن شہاب زہری کہتے کہ شعبان ۵ھ میں ہوا۔ موسیٰ بن عقبہ ابن سعد بیہقی حاکم نے اسی قول کو اختیار کیا ہے حافظ عسقلانی فرماتے ہیں۔ یہی قول صحیح ہے اس لئے کہ سعد بن معاذ کا اس غزوہ میں شریک ہونا صحیح بخاری میں مذکور ہے اور روایات صحیحہ اور احادیث معتبرہ سے یہ ثابت ہے کہ سعد بن معاذ نے غزوہ خندق سے فارغ ہوکر غزوۂ بنی قریظہ کے زمانہ میں وفات پائی، جو ۵ھ میں ہوا۔ پس اگر غزوہ مریسیع ۶ھ میں غزوہ بنی قریظہ کے ایک سال بعد مانا جائے تو سعد بن معاذ کی شرکت اس میں کیسے صحیح ہوسکتی ہے تفصیل کے لئے فتح الباری ص ۳۳۲ ج ۷ زرقانی ص ۹۶ ج ۲

صحابہ فوراً تیار ہو گئے تیس گھوڑے ہمراہ لئے جس میں سے دس مہاجرین کے اور بیس انصار کے تھے اس مرتبہ مال غنیمت کی طمع میں منافقین کا بھی ایک کثیر گروہ ہمراہ ہولیا جو اس سے پہلے کبھی کسی غزوہ میں شریک نہ ہوا تھا۔ مدینہ میں زید بن حارثہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور ازواج مطہرات میں سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہما کو ساتھ لیا اور ۲/شعبان یوم دوشنبہ کو مریسیع کی طرف خروج فرمایا۔

تیز رفتاری کے ساتھ چل کر ناگہاں اور اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ اس وقت وہ لوگ اپنے مویشیوں[1] کو پانی پلا رہے تھے۔ حملہ کی تاب نہ لا سکے دس آدمی اُن کے قتل ہوئے باقی مرد عورت بچے اور بوڑھے سب گرفتار کر لئے گئے مال اسباب لوٹ لیا گیا۔ دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں اور دو سو گھرانے قید ہوئے انھیں قیدیوں میں سردار بنی المصطلق حارث بن ابی ضرار کی بیٹی جویریہ بھی تھیں مال غنیمت جب غانمین پر تقسیم ہوا تو جویریہ، ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مُکَاتَبہ بنا دیا یعنی اگر اتنی مقدار رقم ادا کر دیں تو آزاد ہو جائیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا رسول اللہ، آپ کو معلوم ہے کہ میں جویریہ۔ سردار بنی المصطلق حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں میری اسیری کا حال آپ پر مخفی نہیں۔ تقسیم میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی ہوں، انھوں نے مجھ کو مُکَاتَبہ بنا دیا ہے۔ بدل کتابت میں آپ سے اعانت اور امداد کے لئے حاضر ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا میں تم کو اس سے بہتر چیز بتلاتا ہوں اگر تم پسند کرو اور وہ یہ کہ

---

[1] یہ روایت صحیح بخاری کی کتاب العتاق ص ۳۴۵ ج ا میں نافع سے مروی ہے اور نافع کہتے ہیں۔ حدثنی بہ عبداللہ بن عمرو کان فی ذلک الجیش کہ یہ حدیث مجھ سے عبداللہ بن عمر نے بیان کی جو اس لشکر میں موجود تھے۔ آھ لہٰذا یہ روایت بلاشبہ مرفوع متصل ہے بالفرض اگر اس روایت کا سلسلہ نافع ہی پر ختم ہو جاتا تو اصطلاح محدثین میں اس کو مُرسل کہا جائے گا۔ جو جمہور سلف کے نزدیک حجت ہے۔ نہ کہ منقطع۔ نہ معلوم کہ علامہ شبلی نے سیرۃ النبی ص ۳۸۲ ج ا۔ تقطیع خورد پر کس بنا پر اس حدیث کو منقطع کہہ کر غیر معتبر بنانے کی ناکام سعی کی ہے سیر کی روایت اور صحیح بخاری کی روایت میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ سیر کی روایت سے فقط اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ بنی المصطلق کو آپ کی تیاری کا علم ہو گیا تھا۔ لیکن یہ علم نہ تھا کہ آپ اس طرح اچانک پہنچ کر حملہ کر دیں گے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت آپ نے حملہ کیا۔ اس وقت بے خبر اور غافل تھے، ۱۲ عفا عنہ

تمھاری طرف سے کتابت کی واجب الاداء رقم میں ادا کروں اور آزاد کر کے تم کو اپنی زوجیت میں لے لوں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں اس پر راضی ہوں۔ (رواہ ابوداؤد فی کتاب العتاق)

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خواہش تو پہلے سے تھی کہ وہ آزاد ہو جائیں، اتفاق سے ان کے باپ حارث بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں قبیلۂ بنی المصطلق کا سردار ہوں میری بیٹی کنیز بن کر نہیں رہ سکتی۔ آپ اس کو آزاد فرما دیں۔ آپ نے فرمایا کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں اس معاملہ کو خود جویریہ کی مرضی اور اختیار پر چھوڑ دوں، حارث نے جا کر جویریہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری مرضی پر چھوڑ دیا ہے جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں اللہ اور اُس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ (رواہ ابن مندہ وسندہ صحیح)[۱]

عبداللہ بن زیاد سے مروی ہے کہ حضرت جویریہ کے والد۔ حارث بن ابی ضرار بہت سے اونٹ لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے تاکہ فدیہ دے کر اپنی بیٹی کو چھڑا لائیں ان میں سے دو اُونٹ جو نہایت عمدہ پسندیدہ تھے ان کو ایک گھاٹی میں چھپا دیا کہ واپسی میں ان کو لے لوں گا۔ مدینہ پہنچ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ اونٹ آپ کے سامنے پیش کئے اور کہا اے محمد تم نے میری بیٹی کو گرفتار کیا ہے، یہ اس کا فدیہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ اونٹ کہاں ہیں جو تم فلاں گھاٹی میں چھپا آئے ہو۔ حارث نے کہا۔ اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ کے سوا کسی کو اس کا علم نہ تھا اللہ ہی نے آپ کو اس سے مطلع کیا ہے (اصابہ ترجمہ حارث بن ابی ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ صحابہ کو جب یہ معلوم ہوا تو بنی المصطلق کے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامادی رشتہ دار ہیں۔ ام المومنین عائشہ [۲] صدیقہ بنت

۱۔ الاصابہ، ج:۴، ص:۲۶۵۔ ۲۔ اپنی سوکن کے فضل وکمال کا صدق دل سے اور صدق لسان سے اعتراف کرنا یہ شان صدیقیت کا اقتضاء ہے اس لئے اس مقام پر ام المومنین کے نام کے ساتھ صدیقہ بنت صدیق کا اضافہ مناسب معلوم ہوا۔ ۱۲ عفا عنہ۔

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ میں نے جویریہ سے زیادہ کسی عورت کو اپنی قوم کے حق میں بابرکت نہیں دیکھا کہ جس کی وجہ سے ایک دن میں سو گھرانے آزاد ہوئے ہوں۔ (ابوداؤد کتاب العتاق ص ۱۹۲ ج ۲)

اس سفر میں چونکہ منافقین کا ایک گروہ شریک تھا، جو ہر موقع پر اپنی فتنہ پردازی اور شر انگیزی کو ظاہر کرتے تھے۔ چنانچہ ایک پانی کے چشمہ پر ایک مہاجری اور ایک انصاری میں جھگڑا ہوگیا مہاجر نے انصاری کے ایک لات ماری مہاجری نے یاللمہاجرین کہہ کر مہاجرین کو اور انصاری نے یاللانصار کہکر انصار کو اپنی اپنی مدد کیلئے آواز دی، رسول اللہ ﷺ نے جب یہ آوازیں سُنیں تو ارشاد فرمایا کہ یہ جاہلیت کی سی آوازیں کیسی، لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ایک مہاجری نے ایک انصاری کے لات ماردی آپ نے ارشاد فرمایا:

دَعُوْهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ	ان باتوں کو چھوڑ و البتہ تحقیق یہ باتیں گندی اور بدبودار ہیں۔

راس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کو بولنے کا موقع مل گیا اور کہا کیا یہ لوگ (یعنی مہاجرین) ہم پر حاکم ہوگئے ہیں۔ خدا کی قسم مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلت والے کو نکال باہر کرے گا رسول اللہ ﷺ کو جب خبر پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ اس منافق کی گردن مارنے کی مجھ کو اجازت دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا رہنے دو (لوگ حقیقت حال کو تو سمجھیں گے نہیں) یہ گمان کریں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

عبداللہ بن ابی حقیقۃً آپ کے اصحاب میں سے نہ تھا بلکہ سخت ترین دشمنوں میں سے تھا۔ لیکن ظاہر صورت میں آپ کے اصحاب کے مشابہ تھا۔ زبان سے آپ کے اصحاب میں سے ہونے کا مدعی تھا اس لئے آپ نے اُس کے قتل کی اجازت نہیں دی۔ اصحاب مخلصین کے تشبہ نے اس کی جان بچالی۔ صالحین کا تشبہ[1] اگر نفاق سے ہو وہ بھی ضائع اور بیکار نہیں۔

---

[1] اس مسئلہ کی اگر تحقیق درکار ہے تو برادر مکرم فاضل محترم مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تالیف لطیف:۔

التشبہ فی الاسلام کی مراجعت کریں جو مسئلہ تشبہ کی تحقیق میں بے شبہ اور بے مثال ہے۔

فائدہ جلیلہ

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد:

دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مُنْتِنَةٌ	ان باتوں کو چھوڑو البتہ تحقیق یہ باتیں گندی اور بدبودار ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھی باتیں پاکیزہ اور خوشبودار ہیں۔ اور بُری باتیں گندی اور بدبودار ہیں جن کی خوشبو اور بدبو کا احساس ظاہری اور حسّی طور پر حضرات انبیاء اللہ علیہم الف الف صلوات اللہ یا ان کے وارثین کو ہوتا ہے۔

وعن جابرؓ قال كنامع النبي صلى الله عليه وسلم فارتقت ريح منتنة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتدرون ماهذه الريح هذه ريح الذين يغتابون المؤمنين رواه احمد وابن ابي الدنيا رواة احمد ثقات(ترغيب وترهيب للمنذري ص ۳۰۰ ج ۳ طبع مصري)	حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ سخت بدبو اٹھی اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم کو معلوم ہے کہ یہ کس چیز کی بدبو ہے یہ بدبو اُن لوگوں کے مُنہ سے آرہی ہے جو اس وقت مسلمانوں کی غیبت (بدگوئی) کر رہے ہیں اس حدیث کو امام احمد اور ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے۔ امام احمد کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپ نے اور جو حضرات آپ کے ساتھ تھے سب نے غیبت کی بدبو کو محسوس کیا لیکن یہ امر کہ یہ کس چیز کی بدبو ہے یہ آپ کے بتلانے سے معلوم ہوا۔

حافظ سیوطی نے خصائص کبری کے باب ماوقع فی غزوۃ بنی المصطلق من الآیات [1] کے تحت اسی حدیث کو بحوالۂ ابی نعیم ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

[1] یعنی باب اس بات کا کہ غزوہ بنی المصطلق میں کیا کیا معجزے ظاہر ہوئے۔ (خصائص کبریٰ ص ۲۳۲ ج ۱)

عن جابر قال کنامع رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم فی سفر فھاجت ریح منتنۃ فقال النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم ان ناساً من المنافقین اغتابوا ناسا من المؤمنین فلذلک ھاجت ہذہ الریح۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ یکا یک ایک سخت بدبو اٹھی (جو غالباً اس سے پہلے کبھی دیکھنے اور سننے میں نہیں آئی تھی) آنحضرت ﷺ نے فرمایا (تم اس عجیب وغریب بدبو سے تعجب مت کرو) اس وقت چند منافقین نے اہل ایمان کی غیبت اور بدگوئی کی ہے پس اس لئے یہ بدبو نمودار ہوئی ہے۔

یعنی یہ اہل ایمان کی غیبت کی عفونت ہے اس لئے اس میں یہ شدت اور غرابت ہے۔

حافظ سیوطی کے اس کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیبت کی بدبو کا واقعہ۔ غزوۂ بنی المصطلق ہی میں پیش آیا۔

اور اسی قسم کا ایک اور واقعہ مدینہ کے قریب پہنچکر پیش آیا جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ جب ہم اس سفر (یعنی غزوۂ بنی المصطلق) سے واپس ہو کر مدینہ کے قریب پہنچے تو دفعۃً ایک نہایت متعفن اور بدبودار ہوا چلی آپ نے ارشاد فرمایا یہ بدبودار ہوا کسی منافق کے مرنے کی وجہ سے چلی ہے۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ ایک بڑا منافق مرا ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۲۳۲ ج ۱)

غالباً اس منافق کی خبیث اور گندی روح کی وجہ سے اس صحرا کا تمام خلا متعفن ہو گیا جس کو نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے محسوس فرمایا۔

لوگوں کا یہ فرض ہے کہ خداوند قدوس نے جن برگزیدہ حضرات پر کفر کی نجاست منکشف فرمائی ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں اور خوب سمجھ لیں کہ کسی بے حس اور مزکوم کا گلاب اور پیشاب کی خوشبو اور بدبو کو نہ محسوس کرنا صحیح الحواس پر حجت نہیں کلمات طیبہ کی طیّب خوشبو کو اور کلمات خبیثہ کے خبث اور رائحہ کریہہ کو کیا محسوس کریں۔

بہر از ایں باید حواس اہل دل

جامع ترمذی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔

اِذَا کذب العبد تباعد عنه الملك ميلاً من نتن ماجاء به	جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دُور چلا جاتا ہے۔

(ترمذی شریف ص ۱۰ ج ۲)

مسند احمد اور جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد اور نسائی اور مستدرک حاکم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس سے بغیر اللہ کا ذکر کئے اُٹھ کھڑے ہوئے تو گویا وہ لوگ جیفۂ حمار (مردار گدھے) کے پاس سے اٹھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شرط مسلم پر صحیح ہے بخاری اور مسلم کی حدیث قدسی میں ہے کہ بندہ جب کسی عمل نیک کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتے اس کے عمل کرنے سے پیشتر محض اس کے ارادہ ہی پر ایک نیکی لکھ لیتے ہیں اور کرنے کے بعد دس گونہ سے سات سو گونہ تک لکھتے ہیں اور بندہ جب بدی کا ارادہ کرتا ہے تو جب تک کر نہ لے اس وقت تک بدی نہیں لکھتے الی آخر الحدیث۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کراماً کاتبین کو آدمی کے قلبی ارادوں اور دلی خطرات کی بھی کچھ اطلاع ہوتی ہے۔ ورنہ اگر ان کو اطلاع نہیں ہوتی تو محض نیکی کے ارادہ سے وہ نیکی کیسے لکھ لیتے ہیں ابو عمران جونی فرماتے ہیں کہ اس وقت فرشتے کو نداء دی جاتی ہے کہ فلاں کے نامۂ اعمال میں یہ نیکی لکھ لو فرشتہ عرض کرتا ہے کہ اے پروردگار اس نے یہ نیکی کی نہیں۔ جواب دیا جاتا ہے کہ اگرچہ اس نے یہ نیکی کی نہیں لیکن اس کی نیت کی ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بندہ کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اندر سے ایک رائحہ طیبہ پاکیزہ خوشبو مہکنے لگتی ہے فرشتے سمجھ لیتے ہیں۔ کہ اُس نے نیکی کا ارادہ کیا ہے اور جب بدی کا ارادہ کرتا ہے تو اس میں سے رائحہ خبیثہ بدبو اُٹھتی ہے فرشتے سمجھ لیتے ہیں کہ اس نے بدی کا ارادہ کیا ہے۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اسی مضمون کو طبری نے ابو معشر مدنی سے نقل کیا ہے اور میں نے خود حافظ مغلطائی کی شرح میں اس مضمون کی ایک مرفوع حدیث بھی دیکھی ہے۔ (فتح الباری ص ۲۷۸ ج ۱۲ کتاب الرقاق باب من ھم بحسنۃ او بسیئۃ)

جس طرح ہر عطر کی جداگانہ خوشبو ہوتی ہے۔ عجب نہیں کہ اسی طرح ہر حسنہ (نیکی) کی جداگانہ خوشبو ہوتی ہو جس طرح عطر ساز اور عطر فروش خوشبو سونگھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ فلاں عطر کی خوشبو ہے ممکن ہے کہ فرشتے بھی خوشبو سونگھتے ہی پہچان لیتے ہوں کہ یہ فلاں عمل صالح کی خوشبو ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

عارف ربانی شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

كان وهب بن مُنَبِّه رحمه الله تعالٰى يقول لايموت عبدحتى يرى الملكين الكاتابين فان كان صحبهما بخير قالاله جزاك الله من صاحب خير فنعم الصاحب كنت فكم احضرتنا معك فى مجالس الخير وكم شممنامنك الروائح الطيّبه حال طاعتك الخالصة وان كان قدصحبهما بسوء قالا لهٗ لاجزاك الله عنامن صاحب خيرفكم احضرتنا معك حال معاصيك وكم شَمَمْنَامنك رائحة النتن۔ (تنبیہ المغترین ص ۲۶)

وہب بن منبہ رحمہ اللہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ نہیں مرتا کوئی بندہ یہاں تک کہ مرنے سے پہلے کراماً کاتبین کو دیکھ لیتا ہے پس اگر اس شخص نے کراماً کے ساتھ نیکی سے زندگی بسر کی تھی تو اس وقت فرشتے یہ کہتے ہیں جزاک اللہ خیرا اللہ تجھ کو جزائے خیر دے تو بڑا اچھا ساتھی تھا کتنی ہی مرتبہ تو نے ہم کو خیر کی مجلسوں میں اپنے ساتھ شریک رکھا اور کتنی بار تیری مخلصانہ عبادت کے وقت ہم نے تجھ میں پاکیزہ خوشبوئیں سونگھی ہیں اور اگر اس شخص نے کراماً کاتبین کے ساتھ برائی کے ساتھ زندگی بسر کی تھی تو فرشتے اس وقت یہ کہتے ہیں خدا تجھ کو جزائے خیر نہ دے کتنی بار تیری وجہ سے گناہوں کی مجلسوں میں ہم کو تیرے ساتھ شریک ہونا پڑا اور کتنی بار تجھ میں بدبوئیں سونگھنی پڑیں۔ ۱۲

وكان محمد بن واسع رحمه الله تعالٰى يقول لا صحابه قد

محمد بن واسعؒ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کرتے تھے ہم سرتاپا گناہوں میں غرق ہیں

غرقنا ولو ان احدًا منکم یجد منی ریح الذنوب لما استطاع ان یجلس الیّ۔	تم میں سے اگر کوئی شخص میرے گناہوں کی بدبو محسوس کرتا تو تعفّن اور بدبو کی وجہ سے میرے پاس ہرگز نہ بیٹھ سکتا۔

(تنبیہ المغترین ص۱۹)

ایں سخن را نیست ہرگز اختتام　　پس سخن کوتاہ باید والسّلام

عجیب بات ہے کہ عبداللہ بن اُبی تو دشمنِ اسلام اور منافقوں کا سردار، اور اس کے بیٹے جن کا نام بھی عبداللہ تھا وہ اسلام کے شیدائی اور مخلص وجان نثار، حقیقت میں وہ اللہ کے بندے تھے اور باپ تو محض نام کا عبداللہ تھا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جب باپ کو یہ کہتے سنا کہ مدینہ پہنچ کر عزّت والا ذلت والے کو نکال دے گا تو باپ کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور کہا خدا کی قسم میں تجھ کو اس وقت تک ہرگز مدینہ جانے نہ دوں گا۔ جب تک تو یہ اقرار نہ کر لے کہ تو ہی ذلیل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی عزیز ہیں۔ چنانچہ باپ نے جب یہ اقرار کر لیا تب بیٹے نے چھوڑا۔

حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو ابن اسحٰق اور طبری نے بھی ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری سورۃ المنافقون)

مدینہ پہنچ کر حضرت عبداللہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ میرے باپ کے قتل کا حکم دینے والے ہیں اگر اجازت ہو تو میں خود اپنے باپ کا سر قلم کر کے آپ کی خدمت میں لا حاضر کروں مبادا آپ کسی دوسرے کو حکم دے دیں اور میں جوش میں آکر اپنے باپ کے قاتل کو مار ڈالوں اور اس طرح سے ایک مسلمان کے قتل کا مرتکب بنوں آپ نے باپ کے قتل سے منع فرمایا اور اس کے ساتھ سلوک اور احسان کرنے کا حکم دیا۔

وَاقعہٴ اِفک

واقعہٴ اِفک یعنی اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تُہمت کا واقعہ اسی سفر سے واپسی کے وقت پیش آیا جو تفصیل کے ساتھ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ وہی ہٰذہ

اس سفر میں عائشہ صدیقہ آپ کے ہمراہ تھیں، چونکہ پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا اس لئے

ہودج میں سوار کی جاتی تھیں اور جب اتاری جاتی تو ہودج سمیت ہی اتاری جاتیں اور ہودج پر پردے لٹکے رہتے تھے۔ واپسی میں مدینہ کے قریب پہنچ کر ایک مقام پر قیام کیا۔ لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا گیا۔ حضرت عائشہ قضاء حاجت کے لئے لشکر سے دُور چلی گئیں، جب لوٹنے لگیں تو ہار ٹوٹ گیا جو نگینوں کا تھا ان نگینوں کے جمع کرنے میں دیر ہوگئی۔ قافلہ تیار تھا۔ ہودج کے پردے چھٹے ہوئے تھے لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ اُم المومنین محمل میں ہیں محمل کو اُونٹ پر رکھ کر کوچ کر دیا۔ اس وقت عورتیں عموماً دُبلی پتلی ہوتی تھیں اور خاص کر عائشہ صدیقہ صغیرۃ السن ہونے کی وجہ سے اور بھی دُبلی پتلی تھیں اس لئے سوار کرتے وقت لوگوں کو محمل کے ہلکے ہونے کا کچھ خیال نہ آیا۔ لشکر روانہ ہونے کے بعد ہار ملا جب ہار لے کر لشکر گاہ میں واپس آئیں تو یہاں کوئی بھی نہ تھا سب روانہ ہو چکے تھے یہ خیال کر کے کہ جب آپ آئندہ مقام پر پہنچ کر مجھ کو نہ پائیں گے تو اسی جگہ میری تلاش کے لئے آدمی روانہ فرمائیں گے۔ اسی جگہ چادر لپیٹ کر لیٹ گئیں اسی میں نیند آگئی۔

صَفوان بن مُعَطّل سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قافلہ کی گری پڑی چیز کے اُٹھانے کے لئے پیچھے رہا کرتے تھے وہ آگئے دیکھتے ہی عائشہ صدیقہ کو پہچان لیا۔ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے انھوں نے حضرت عائشہ کو دیکھا تھا۔ اس وقت دیکھتے ہی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا عائشہ صدیقہ کی ان کی آواز سے آنکھ کھل گئی فوراً چادر سے مُنہ ڈھانپ لیا۔ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔

وَاللّٰہ ما کلمنی کلمۃ ولا سمعت منہ کلمۃ غیر استرجاعہ	خدا کی قسم صفوان نے مجھ سے کوئی بات تک نہیں کی اور نہ انکی زبان سے سوائے اِنَّا لِلّٰہ کے میں نے کوئی کلمہ سُنا۔

(غالباً حضرت صفوان نے بآواز بلند اسی لئے اِنَّا لِلّٰہِ کہا تا کہ اُم المومنین بیدار ہو جائیں اور خطاب وکلام کی نوبت نہ آئے چنانچہ نہیں آئی)

حضرت صفوان نے اپنا اُونٹ لا کر اُم المومنین کے قریب بٹھلا دیا ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ صفوان اونٹ سامنے کر کے خود پیچھے ہٹ گئے آہ۔ ام المومنین سوار ہوگئیں اور حضرت صفوان مہار پکڑ کر روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ لشکر میں جا پہنچے عین دوپہر کا وقت تھا

عبداللہ بن اُبی اور گروہ منافقین نے دیکھتے ہی واہی تباہی بکنا شروع کر دیا جس کو ہلاک اور برباد ہونا تھا وہ ہلاک اور برباد ہوا۔

مدینہ پہنچ کر حضرت عائشہ بیمار ہو گئیں ایک مہینہ بیماری میں گزرا افتراء پرداز اور طوفان اٹھانے والے اسی چرچہ میں تھے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کا مطلق علم نہ تھا۔ مگر رسول اللہ ﷺ کے اُس تلطف اور مہربانی میں کمی آجانے کی وجہ سے جو سابقہ بیماریوں میں مبذول رہی دل کو خلجان اور تردد تھا کہ کیا بات کہ آپ گھر میں تشریف لاتے ہیں اور دوسروں سے میرا حال دریافت کر کے واپس ہو جاتے ہیں مجھ سے دریافت نہیں فرماتے آپ کی اس بے التفاتی سے میری تکلیف میں اور اضافہ ہوتا تھا۔ ایک بار شب کو میں اور اُم مسطح قضائے حاجت کے لئے جنگل کی طرف چلے، عرب کا قدیم دستور یہی تھا کہ بدبو کی وجہ سے گھروں میں بیت الخلا نہیں بناتے تھے۔ راستہ میں اُم مسطح نے اپنے بیٹے مسطح کو برا کہا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ایسے شخص کو کیوں بُرا کہتی ہو جو بدر میں حاضر ہوا۔ اُم مسطح نے کہا اے بھولی بھالی تم کو قصہ کی خبر نہیں۔ عائشہ صدیقہ نے فرمایا کیا قصہ ہے، ام مسطح نے سارا قصہ بیان کیا، یہ سنتے ہی مرض میں اور شدت ہو گئی۔ سعید بن منصور کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ سنتے ہی لرزہ سے بخار چڑھ آیا، معجم طبرانی میں باسناد صحیح حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب میں نے یہ واقعہ سنا تو اس قدر صدمہ ہوا کہ بلا اختیار دل میں آیا کہ اپنے کو کسی کنویں میں جا کر گرا دوں آہ (اخرجہ ابویعلی ایضا)

بغیر قضاءِ[1] حاجت کے راستہ ہی سے واپس ہوگئی۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے اپنے ماں باپ کے یہاں جانے کی اجازت چاہی تا کہ ماں باپ کے ذریعہ سے اس واقعہ کی تحقیق کروں آپ نے اجازت دے دی۔ میں اپنے ماں باپ کے یہاں آگئی اور اپنی ماں سے کہا اے ماں تم کو معلوم ہے کہ لوگ میری بابت کیا کہتے

[1] یہ ہشام بن عروہ کی روایت ہے اور یہ صحیح ہے جیسا کہ دوسری روایات صحیحہ اور صریحہ سے معلوم ہوتا ہے اور بعض روایات سے یہ ایہام ہوتا ہے کہ آپ کو قضائے حاجت سے واپسی میں اس واقعہ کا علم ہوا مگر یہ صحیح نہیں۔ اوّل ہی صحیح ہے۔ تفصیل کے لئے فتح الباری ص ۳۵۴ ج ۸ کی مراجعت کریں۔

ہیں۔ ماں نے کہا اے بیٹی تو رنج نہ کر[1] دنیا کا قاعدہ یہی ہے کہ جو عورت خوبصورت اور خوب سیرت اور اپنے شوہر کے نزدیک بلند مرتبت ہوتی ہے تو حسد کرنے والی عورتیں اس کے ضرر کے درپے ہو جاتی ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ کیا لوگوں میں اس کا چرچہ ہے ہشام کی روایت میں ہے۔ میں نے کہا۔ کیا میرے باپ کو بھی اس کا علم ہے، ماں نے کہا ہاں۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے۔ میں نے کہا۔ اے ماں اللہ تمھاری مغفرت کرے لوگوں میں تو اس کا چرچہ ہے اور تم نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا یہ کہہ کر آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور چیخیں[2] نکل گئیں۔ ابوبکر بالاخانہ پر قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے تھے، میری چیخ سن کر نیچے آئے اور میری ماں سے دریافت کیا، ماں نے کہا کہ اس کو قصہ کی خبر ہوگئی۔ یہ سُن کر ابوبکرؓ کی آنکھیں بہہ پڑیں۔

اور مجھکو اس شدت کا لرزہ آیا کہ میری والدہ ام رُومان نے گھر کے تمام کپڑے مجھ پر ڈال دیئے تمام شب روتے گزری ایک لمحہ کے لئے آنسو نہیں تھمتے تھے اس طرح صبح ہوگئی۔

جب نزول وحی میں تاخیر ہوئی تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت اسامہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت اسامہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ہم اہلک اے اللہ کے رسُول وہ آپ کے اہل ہیں جو آپ کی شایانِ شان اور منصب نبوت و رسالت کے مناسب ہیں۔ ان کی عصمت و عفت کا پوچھنا ہی کیا آپ کے حرم محترم کی طہارت و نزاہت تو اظہر من الشمس ہے اس میں رائے اور مشورہ کی کیا ضرورت ہے اور اگر حضور کو ہمارا ہی خیال معلوم فرمانا ہے تو یہ عرض ہے وَمَا نَعلَمُ اِلَّا خَیراً جہاں تک ہم کو معلوم ہے آپ کے اہل اور ازواج مطہرات میں ہم نے کبھی سوائے خیر اور خوبی نیکی اور بھلائی کے کچھ دیکھا ہی نہیں۔

---

[1] صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔ قالت یابنیة ھونی علیك فواللہ لقلمات کانت امرأة قط وضیئة عند رجل یحبھا ولھا ضرائر الا اکثرن علیھا۔ ضرائر جمع ضَرَّۃٌ کی ہے جس کے مشہور معنی سوکن کے ہیں۔ لیکن اصل لغت میں ضرۃ اُس عورت کو کہتے ہیں کہ جو کسی کے ضرر اور نقصان کے درپے ہو چونکہ اس واقعہ میں حضرت عائشہ کی سوکنوں یعنی ازواج مطہرات میں سے کسی نے اشارۃً اور کنایۃً بھی کوئی حرف عائشہ صدیقہ بنت صدیق کے متعلق نہیں کہا جیسا کہ عنقریب میں آئے گا اس لئے ہم نے ضرائر کے یہ معنی لیے کہ جو عورتیں از راہ حسد کسی کے ضرر کے درپے ہوں گویا کہ وہ عورتیں حسد کی وجہ سے بمنزلہ سوکنوں کے ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم۔

[2] حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب مجھ کو اس تہمت کا علم ہوا تو یہ جی چاہا کہ کنویں میں گر کر مر جاؤں۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقات مجمع الزوائد ص ۲۴۰ ج ۹

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول اللہ ﷺ کے رنج وغم اور حزن وملال کے خیال سے یہ عرض کیا:[1]

یا رسول اللّٰہ لم یضیق اللّٰہ علیك والنساء سواھا کثیر وان تسأل الجاریۃ تصدقك	یارسول اللہ۔ اللہ نے آپ پر تنگی نہیں کی عورتیں ان کے سوا بہت ہیں آپ اگر گھر کی لونڈی سے دریافت فرمائیں تو وہ سچ سچ بتادے گی۔

یعنی آپ مجبور نہیں مفارقت آپ کے اختیار میں ہے لیکن پہلے گھر کی لونڈی سے تحقیق فرمالیں وہ آپ سے بالکل سچ سچ بتلادے گی (اس لئے کہ باندی اور خادمہ بہ نسبت مردوں کے خانگی حالات سے زیادہ باخبر ہوتی ہے۔)

بعض روایات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ عائشہ صدیقہ کو اس مشورہ کی بنا پر حضرت علی سے کچھ ملال تھا۔ سو اگر بالفرض والتقدیر یہ ثابت بھی ہوجائے تو یہ ملال وشکوہ بھی کمال محبت اور کمال تعلق کی دلیل ہے شکوہ اور ملال اپنوں ہی سے ہوتا ہے نہ کہ غیروں سے نیز عائشہ صدیقہ اس وقت خردسال تھیں، صدمہ کا پہاڑ سر پر تھا۔ ایسے حال میں آدمی بے حال ہوجاتا ہے اور ایسے وقت میں ادنیٰ سی بات بھی باعث ملال ہوتی ہے۔ حضرت علی نے حضور پُر نور کے اضطراب کو دیکھکر حضور کی تسکینِ خاطر کے لئے یہ کلمات فرمائے ظاہراً حضور کی جانب کو ترجیح دی اور باطنی اور ضمنی طور پر عائشہ صدیقہ کی براءت اور نزاہت کو اس طرح بتلایا کہ رسول اللہ آپ پریشان نہوں عنقریب من جانب اللہ اس معاملہ کی حقیقت آپ پر منکشف ہوجائے گی اور فی الحال بریرہ سے پوچھ لیں۔ آپ نے بریرہ کو بلوایا مُقسم کی روایت میں ہے کہ بریرہ کو بلا کر آپ نے یہ فرمایا:

---

[1] معاذ اللہ حضرت علی کو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی براءت ونزاہت میں ذرہ برابر شک نہ تھا۔ یہ کلمات محض رسول اللہ ﷺ کی تسلی کے لئے فرمائے۔ مطلب یہ تھا کہ حزن وملال کی شدت کی وجہ سے مفارقت میں عجلت نہ فرمائیں فی الحال تحقیق حال فرمائیں اور تحقیق حال سے پہلے کوئی خیال قائم نہ فرمائیں اور بریرہ باندی سے حال دریافت کرنے کا آپ کو اس لئے مشورہ دیا کہ ان کے تعلق حضرت علی کو جزم کامل اور یقین واثق تھا کہ وہ مجھ سے زائد ام المومنین کی طہارت ونزاہت کو جانتی ہے۔ فتح الباری ص ۳۸۷ ج ۸

اتشهدين انى رسول الله قالت نعم قال فانى سائلك عن شئ فلاتكتمينه قالت نعم قال هل رأيت من عائشة ماتكرهينه قالت- لا	کیا تو گواہی دیتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، بریرہ نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا میں تجھ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں چھپانا نہیں (ورنہ اللہ تعالیٰ مجھکو بذریعہ وحی بتلادے گا) بریرہ نے کہا ہاں چھپاؤنگی نہیں۔

آپ دریافت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے عائشہ سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھی ہے۔ بریرہ نے کہا نہیں۔

بخاری میں ہے کہ آپ نے بریرہ سے یہ فرمایا:

اى بريرة هل رأيت من شئ يريبك	اے بریرہ اگر تو نے ذرہ برابر بھی کوئی شی ایسی دیکھی ہو جس سے تجھکو شبہ اور تردد ہو تو بتلا۔

بریرہ نے کہا:

لا والذى بعثك بالحق ان رأيت عليها امرا اغمضه عليها سوى انها جارية حديثة السن تنام عن عجين اهلها فتاتى الداجن فتاكله-	قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا میں نے عائشہ کی کوئی کی کوئی بات معیوب اور قابلِ گرفت کبھی نہیں دیکھی الا یہ کہ وہ ایک کمسن لڑکی ہے آٹا کھلا ہوا چھوڑ کر سو جاتی ہے بکری کا بچہ آکر اسے کھا جاتا ہے

یعنی وہ تو اس قدر غافل اور بے خبر ہے، کہ اسے آٹے اور دال کی بھی خبر نہیں، وہ دُنیا کی ان چالاکیوں کو کیسے جان سکتی ہے۔ (ہذا ما قالہ ابن المنیر نور اللہ وجہہ یوم القیامۃ فی شرح ہذا الکلام)

رسُول اللہ ﷺ بریرہ سے یہ جواب سُن کر مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اوّل خدا کی حمد وثناء کی اور بعد ازاں عبداللہ بن ابی کا ذکر کر کے یہ ارشاد فرمایا:

يامعشر المسلمين من يعذر نى من رجل قد بلغنى اذاه فى اهل بيتى فوالله ماعلمت على اهلى الا خيرا ولقد ذكروا رجلا ماعلمت عليه الا خيرًا۔

اے گروہ مسلمین۔ کون ہے کہ جو میری اُس شخص کے مقابلہ میں مدد کرے جس نے مجھکو میرے اہلِ بیت کے بارے میں ایذا پہونچائی ہے۔ خدا کی قسم میں نے اپنے اہل سے سوائے نیکی اور پاک دامنی کے کچھ نہیں دیکھا اور علی ہذا جس شخص کا ان لوگوں نے نام لیا ہے

اس سے بھی سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں دیکھا۔

یہ سُن کر سردار اوس سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کی اعانت اور امداد کے لئے حاضر ہوں اگر یہ شخص ہمارے قبیلہ اوس کا ہوا تو ہم خود ہی اس کی گردن اڑا دیں گے اور اگر برادرانِ خزرج سے ہوا اور آپ نے حکم دیا تو ہم تعمیل حکم کریں گے۔

سعد بن عبادہ سردار خزرج کو یہ خیال ہوا کہ سعد بن معاذ ہم پر تعریض کر رہے ہیں کہ اہلِ افک قبیلۂ خزرج سے ہیں اس لئے ان کو جوش آ گیا۔ (جیسا کہ ابن اسحٰق کی روایت میں اس کی تصریح ہے)

اور سعد بن معاذ کو مخاطب بنا کر کہا خدا کی قسم تم اس کو ہرگز قتل نہ کر سکو گے (یعنی ہمارے قبیلہ کا ہوا تو ہم خود اس کو قتل کرنے کی سعادت حاصل کریں گے)

سعد بن معاذ کے چچا زاد بھائی اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور سعد بن عبادہ کو مخاطب بنا کر کہا تم غلط کہتے ہو رسول اللہ ﷺ جب ہم کو قتل کا حکم دیں گے تو ہم ضرور قتل کریں گے اگر چہ وہ شخص قبیلہ خزرج کا ہو یا کسی قبیلہ کا ہو کوئی ہم کو روک نہیں سکتا۔ اور کیا تو منافق ہے جو منافقین کی طرف سے مجادلہ اور جوابدہی کرتا ہے۔ اسی طرح گفتگو تیز ہو گئی قریب تھا کہ دونوں قبیلے لڑ پڑیں۔ رسول اللہ ﷺ منبر سے اتر آئے اور لوگوں کو خاموش کیا حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ دن بھی تمام کا تمام روتے ہوئے گزرا ایک منٹ کے لئے آنسو نہیں تھمتا تھا۔ رات بھی اسی طرح گزری میری اس حالت سے میرے ماں باپ کو یہ گمان تھا کہ اب اس کا کلیجہ پھٹ جائے گا جب صبح ہوئی تو بالکل میرے قریب آ کر بیٹھ گئے اور میں

رو رہی تھی، اتنے میں انصار کی ایک عورت آگئی اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگی اسی حالت میں تھے کہ دفعۃً رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور سلام کر کے میرے قریب بیٹھ گئے اور اس واقعہ کے بعد سے کبھی آپ میرے پاس آ کر نہیں بیٹھے تھے وحی کے انتظار میں ایک مہینہ گزر چکا تھا بیٹھ کر آپ نے اوّل خدا کی حمد وثناء کی اور اس کے بعد یہ فرمایا:

اما بعد یا عائشة فانه بلغني عنك كذا وكذا فان كنت بريئة فسيبرئك اللّٰه وان كنت الممت بذنب فاستغفري اللّٰه وتوبي اليه فان العبد اذا اعترف بذنبه ثم تاب الى اللّٰه تاب اللّٰه عليه۔	اے عائشہ مجھ کو تیری جانب سے ایسی ایسی خبر پہنچی ہے اگر تو بری ہے تو عنقریب اللہ تجھکو ضرور[1] بری کرے اور اگر تو نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اللہ سے توبہ اور استغفار کر اس لئے کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور اللہ کی طرف رجوع ہوتا ہے تو اللہ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔

عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب آپ نے اپنے اس کلام کو ختم فرمایا اسی وقت میرے آنسو منقطع ہوگئے آنسو کا ایک قطرہ بھی آنکھ میں باقی نہ رہا اور اپنے باپ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو میری طرف سے جواب دو باپ نے کہا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دوں پھر میں نے یہی اپنی ماں سے کہا، ماں نے بھی یہی جواب دیا اس کے بعد میں نے خود جواب دیا کہ اللہ کو خوب معلوم ہے کہ میں بالکل بَری ہوں لیکن یہ بات تمھارے دلوں میں اس درجہ راسخ ہوگئی ہے کہ اگر میں یہ کہوں کہ میں بَری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بَری ہوں تو تم یقین نہ کرو گے اور اگر بالفرض میں اقرار کرلوں حالانکہ خدا خود جانتا ہے کہ میں بَری ہوں تو تم یقین کر لو گے اور رو کر میں نے یہ کہا واللّٰہ لا اتوب مماذکروا ابدا۔ خدا کی قسم میں اس چیز سے کبھی توبہ نہ کروں گی جو یہ لوگ میری طرف منسوب کرتے ہیں بس میں وہی کہتی ہوں کہ جو یوسف علیہ السّلام کے باپ[2] نے کہا تھا۔ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُونَ۔ اور یہ کہہ کر بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ اور

---

[1] ۔ یہ لفظ ضرور، فسیبرئک کے سین کا ترجمہ ہے سیبویہ سے منقول ہے کہ سین مضارع مثبت میں ایسا ہی مفید تاکید ہے جیسا کہ لن تاکید نفی کے لئے ہے ۱۲

[2] ۔ کہ اس وقت حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یعقوب علیہ السّلام کا نام یاد نہ آیا ۱۲

اس وقت قلب کو یقین کامل اور جزم تام تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور مجھکو بری فرمائیں گے لیکن یہ وہم وگمان نہ تھا کہ میرے بارے میں اللہ تعالیٰ ایسی وحی نازل فرمائیں گے جس کی ہمیشہ تلاوت ہوتی رہے گی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ گمان نہ تھا کہ قرآن کی آیتیں میرے بارے میں نازل ہوں گی کہ جو مسجدوں اور نمازوں میں پڑھی جائیں گی۔

ہاں یہ اُمید تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ خواب کے میری براءت بتلادی جائے گی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اس تہمت سے بَری کرے گا۔

نزول آیات بَراءت دربارۂ طہارت ونزاہت مَریم اُمت محمدیہ زوجۂ طاہرۂ خیر البریہ حبیبۂ نبی اَطہر ام المومنین عائشہ صدّیقہ بنت صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن امہا وعن ابیہا وعمّن آمن ببراءتھا ونزاہتہا ولَعن اللہ من شکَّ فی عصمتہا وطہارتہا۔[۱] آمین ثم آمین

رسول اللہ ﷺ ابھی اپنی جگہ سے اُٹھے نہ تھے کہ دفعۃً وحی الٰہی کے آثار نمودار ہوئے باوجود شدید سردی کے پیشانی مبارک سے موتی کی طرح پسینہ کے قطرات ٹپکنے لگے۔

ابن اسحٰق کی روایت میں ہے۔

فاما انا فواللہ مافزعت قد عرفت انی بریئة وان اللہ غیر ظالمی واما ابوای فماسری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ	حضرت عائشہ فرماتی ہیں جس وقت آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا، خدا کی قسم میں بالکل نہیں گھبرائی کیونکہ میں جانتی تھی کہ میں بالکل بَری ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ پر ظلم

[۱] راضی ہو اللہ تعالیٰ عائشہ صدیقہ سے اور ان کی ماں سے اور ان کے باپ سے اور ہر اس شخص سے جو ان کی براءت ونزاہت پر ایمان لایا اور لعنت ہو اللہ کی اس شخص پر کہ جو ان کی عصمت وطہارت میں کسی قسم کا شک اور تردد کرے آمین ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ۔

وسلّم حتی ظننت لتخرجن انفسهما خوفا من ان یأتی من اللّٰه تحقیق مایقول الناس	نہیں فرمائیں گے لیکن میرے ماں باپ کا خوف سے یہ حال تھا کہ مجھکو اندیشہ ہوا کہ ان کی جان نہ نکل جائے ان کو یہ خوف تھا کہ مبادا وحی اسی کے موافق نازل ہو جائے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔

ابوبکر کا یہ حال تھا کہ کبھی رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھتے اور کبھی میری طرف جب رسول اللہ ﷺ کی طرف نظر کرتے تو یہ اندیشہ ہوتا کہ نمعلوم آسمان سے کیا حکم نازل ہوتا ہے جو پھر قیامت تک نہیں ٹل سکے گا اور جب میری طرف دیکھتے تو میرے سکون اور اطمینان کو دیکھ کر ان کو ایک گونہ اُمید ہوتی، سوائے عائشہ صدیقہ کے سارا گھر اسی خوف ورجا اور امید وبیم میں تھا کہ وحی آسمانی کا نزول ختم ہوا اور چہرۂ انور پر مسرّت وبشاشت کے آثار نمودار ہوئے مسکراتے ہوئے اور دستِ مبارک سے جبین منوّر کو پونچھتے ہوئے حضرت عائشہ کی طرف متوجہ ہوئے پہلا کلمہ جو زبانِ مبارک سے نکلا وہ یہ تھا۔

ابشری یا عائشة فقد انزل اللّٰه براء تك [1]	بشارت ہو تجھکو اے عائشہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تیری براءت نازل کی۔

میری والدہ نے کہا اے عائشہ اُٹھ اور رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کر میں نے کہا خدا کی قسم میں سوائے خدا تعالیٰ کے کہ جس نے میری براءت نازل کی کسی کا شکر نہ کروں گی۔

نکتہ: عائشہ صدیقہ کی اس صدمۂ جانکاہ کی وجہ سے وہ کیفیت تھی جو مریم صدیقہ کی تھی یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا اس نا اُمیدی کے عالم میں جب قرآن کریم کی دس آیتیں (تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ) حضرت عائشہ کی کمال براءت اور طہارت کے بیان میں نازل ہوئیں تو عائشہ صدیقہ پر ایسے سُکر اور بےخودی کی کیفیت طاری ہوئی کہ جمیع ماسوی اللہ سے نظر اٹھ گئی ورنہ یہ انعام یزدانی اور وحی آسمانی سب کچھ آنحضرت ﷺ کی زوجیت کے وسیلہ اور طفیل سے تھی اور وسیلہ کا شکریہ بھی واجب ہے۔ حضرت عائشہ کا اس حالت سُکر میں شکر نبوی سے انکار ناز محبوبی کے مقام سے تھا۔ اور ناز کی حقیقت یہ ہے کہ دل

---

[1] یہ الفاظ صحیح بخاری ص ۷۰۰ پر مذکور ہیں اور بخاری کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں یاعائشة اما اللّٰه عزوجل فقد برّأكِ ۱۲

جس چیز سے لبریز ہو زبان سے اس کے خلاف اظہار ہو۔ ظاہر میں ترش روئی اور لاپروائی ہو اور دل عشق اور محبت سے لبریز ہو۔ ظاہر میں ایک ناز تھا لیکن صد ہزار نیاز اس میں مستور تھے

بعد ازاں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ جَاءُ وْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَخَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ لَوْلَا اِذْسَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْلَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ ○ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ اِذْتَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ○ وَلَوْلَآ اِذْسَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰـــــــــذَا

تحقیق جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تم میں کی ایک جماعت ہے تم اس کو اپنے لئے شر نہ سمجھو بلکہ وہ فی الحقیقت تمھارے لئے خیر ہے ہر شخص کے لئے گناہ کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا اس نے کمایا ہے اور جو اس طوفان کے بڑے حصہ کا متولی بنا ہے اس کے لئے بڑا عذاب ہے اس بات کو سنتے ہی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے متعلق نیک گمان کیوں نہ کیا اور یہ کیوں نہ کہا کہ یہ صریح بہتان ہے اور کیوں نہ لائے اس پر چار گواہ پس جبکہ یہ لوگ گواہ نہ لائے تو بس یہ لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو تم کو اس چیز میں کہ جس میں تم گفتگو کر رہے ہو سخت عذاب پہنچتا جبکہ تم اس کو اپنی زبانوں سے نقل کرتے ہو اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے ہو جس کی تم کو تحقیق نہیں اور تم اس کو آسان سمجھتے ہو اور اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے اور تم نے اس خبر کو سنتے ہی یہ کیوں

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (النور۔۱۱۔۲۰)

نہ کہا کہ ہمارے لئے ایسی بات کا زبان پر لانا ہی زیبا نہیں تم کو یہ کہہ دینا چاہیئے تھا کہ سبحان اللہ۔ یہ تو بہتانِ عظیم ہے اللہ تعالےٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کروگے اگر تم ایمان والے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیئے اپنے احکام کو واضح طور پر بیان کرتا ہے اور اللہ علیم اور حکیم ہے تحقیق جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں درد ناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اور اگر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو نہ معلوم کیا مصیبت آتی۔

رسول اللہ ﷺ جب آیات براءت کی تلاوت سے فارغ ہوئے اور صدیق اکبر نے اپنی لختِ جگر کے عصمت وعفت، طہارت ونزاہت پر اللہ عزّ وجل کی شہادت کو سُن لیا تو اُٹھے اور عفتِ مآب اور عصمت جناب بیٹی کی مبارک پیشانی کو بوسہ دیا۔ بیٹی نے کہا الاعذرتنی اے باپ پہلے سے تم نے مجھکو کیوں نہ معذور اور بے قصور سمجھا۔

صدیق اکبر نے (جس کے رگ وپے میں صِدق اور راستی سرایت کرچکی تھی۔ صدق اور سچائی کے جبل عظیم اور کوہِ گراں تھے بڑے سے بڑا حادثہ اور سخت سے سخت صدمہ بال برابر بھی ان کو جادۂ صدق سے ہٹا نہیں سکتا تھا) اس وقت بیٹی کو یہ جواب دیا کہ جو دلوں کی الواح (تختیوں پر) کندہ کرلینے کے قابل ہے۔

اَيُّ سَمَآءٍ تُظِلُّنِيْ وَاَيُّ اَرْضٍ تُقِلُّنِيْ اِذَا قُلْتُ مَالَمْ اَعْلَمْ۔

کون سا آسمان مجھ پر سایہ ڈالے اور کونسی زمین مجھکو اٹھائے اور تھامے جبکہ میں اپنی زبان سے وہ بات کہوں جسکا مجھ کو علم نہ ہو۔

حافظ عسقلانی نے فتح الباری ص ۳۶۶ ج ۸ میں اس اثر کو بحوالۂ طبری اور ابو عوانہ نقل کیا

ہے اور علامہ آلوسی فرماتے ہیں اخرجہ البزار بسند صحیح عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (روح المعانی ص۱۰۹ ج ۱۸ طبع جدید)۔

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر کے مکان سے مسجد تشریف لائے اور مجمع عام میں خطبہ دیا اور عائشہ صدیقہ کی براءت میں نازل شدہ آیات کی سب کے سامنے تلاوت فرمائی۔

اس فتنہ کے بانی مبانی تو اصل میں منافقین تھے بحمد اللہ مسلمانوں میں کوئی اس میں شریک نہ تھا صرف دو تین مسلمان اپنی سادہ لوحی اور بھولے پن کی وجہ سے منافقین کے دھوکہ میں آ گئے۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) مسطح ابن اثاثہ (۲) حسان بن ثابت، (۳) حمنہ بنت جحش۔ ان پر حد قذف جاری کی گئی اَسّی اَسّی دُرّے مارے گئے اور اپنی غلطی سے تائب ہوئے عبد اللہ بن ابی کے متعلق مشہور قول یہ ہے کہ اس کو سزا نہیں دی گئی اس لئے کہ وہ منافق تھا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر بھی حد جاری کی گئی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسطح، صدیق اکبر کے خالہ زاد بھائی تھے۔ عسرت اور تنگدستی کی وجہ سے صدیق اکبر ان کو خرچ دیتے تھے۔ مسطح نے اس قصہ میں شرکت کی اس لئے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ میں اب مسطح کو کبھی خرچ نہ دوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ (النور۔ ۲۲)

جو لوگ تم میں سے فضیلت والے اور وسعت والے ہیں ان کو چاہیئے کہ یہ قسم نہ کھائیں کہ اہلِ قرابت اور مساکین اور مہاجرین کی اعانت نہ کریں گے ان کو چاہیئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھارے قصور معاف کرے اور اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔

جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کو سنائی تو یہ کہنے لگے۔

بلی واللہ انی لاحب ان یغفر اللہ لی۔	کیوں نہیں۔ خدا کی قسم البتہ تحقیق میں اس کو بہت ہی زیادہ محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ میری مغفرت فرمائے۔

اور مسطح کو بدستور خرچ دینا شروع کردیا۔ اور قسم کھائی کہ واللہ مسطح کا خرچ کبھی بند نہ کروں گا معجم طبرانی میں ہے، کہ جتنا پہلے دیتے تھے اس سے دُگنا دینے لگے۔

یہ تمام تفصیل صحیح بخاری اور فتح الباری سورۃ النور میں مذکور ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری کے متعدد ابواب میں مذکور ہے لیکن حافظ عسقلانی نے اس حدیث کی مفصل شرح کتاب التفسیر میں فرمائی ہے واقعہ افک کے ابتدا سے لے کر یہاں تک جس قدر واقعات لکھے گئے وہ سب کے سب صحیح بخاری اور فتح الباری سے لئے گئے ہیں۔

(**نکتہ**) اس آیت کریمہ یعنی وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ الخ کے نازل کرنے سے صدیق اکبر کو تنبیہ مقصود تھی کہ مقام صدیقیت اور دائرۂ کمال سے قدم باہر نہ نکلے، غلطی اور خطا کی وجہ سے اگرچہ مسطح کا وظیفہ بند کر لینا جائز ہو مگر مقام صدیقیت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے ابوبکر صدیق اس اشارہ کو سمجھ گئے اور گزشتہ کے اعتبار سے مسطح کا وظیفہ دُگنا کر دیا مسطح سے اگرچہ غلطی اور لغزش ہوئی کہ سُنی سنائی باتوں پر اعتماد کر بیٹھے مگر چونکہ بدریین میں سے تھے جن کے متعلق حکم خداوندی یہ نازل ہو چکا ہے اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔ اس لئے حق تعالیٰ نے بحق بدریت مسطح کی شفاعت فرمائی کہ اے ابوبکر تم اہل فضل میں سے ہو اور مسطح اہلِ بدر میں سے ہے، لہٰذا تم اس کے وظیفہ میں کمی نہ کرنا اور مسطح سے جو غلطی ہوگئی ہے۔ اس کو معاف کر دینا اللہ تعالیٰ تمھاری غلطیوں کو معاف کرے گا۔

ف:۔ یہ آیت صدیق اکبر کی فضیلت کی صریح دلیل ہے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ حق تعالیٰ ان کو اولوالفضل یعنی صاحب فضل فرمائے۔

یہ آیت تو صدیق اکبر کے متعلق تھی اس کے بعد پھر چند آیتیں عائشہ صدیقہ کی براءت کے متعلق ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○ (النور۔۲۳۔۲۶)

تحقیق جو لوگ ایسی پاکدامن اور بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں کہ جن کو اس قسم کی باتوں کی خبر بھی نہیں اور ایمان والیاں ہیں ایسے تہمت لگانے والوں پر دنیا اور آخرت کی لعنت ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے جس دن اُن کے خلاف اُن کی زبانیں اور ہاتھ اور پیر گواہی دیں گے کہ یہ لوگ یہ کام کرتے تھے اس دن اللہ تعالےٰ ان کو پوری سزا دے گا جو ان کو ملنی چاہیئے اور جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور عدل اور حق کو ظاہر کرنے والا ہے خبیث عورتیں خبیث مردوں کے سزاوار ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے اور پاک اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے یہ گروہ اس چیز سے بالکل بری اور پاک ہے کہ جو لوگ ان کے بارہ میں کہہ رہے ہیں ان حضرات کے لئے من جانب اللہ مغفرت اور عمدہ روزی ہے۔

فوائد

(۱)۔ان آیات سے اُم المومنین عائشہ صدّیقہ کی فضیلت و منقبت ظاہر و باہر ہے اللہ تعالےٰ نے ان کو بَری کیا اور طیبہ فرمایا اور مغفرۃ اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا جس سے عائشہ صدّیقہ کی مغفرت کا قطعی اور یقینی ہونا معلوم ہوا۔عائشہ صدّیقہ فرماتی ہیں کہ میرا گمان یہ تھا کہ میری براءت کے متعلق حضور پُر نور کو کوئی خواب دکھلایا جائے گا۔مگر یہ وہم و گمان نہ تھا کہ میری براءت کے بارے میں قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوں گی جن کی ہمیشہ تلاوت ہوتی رہے گی۔یعنی یہ وہم و گمان نہ تھا کہ قیامت تک میری براءت اور نزاہت کا مسجدوں اور محرابوں اور

منبروں اور خلوت خانوں میں اعلان ہوتا رہے گا۔ دس آیتیں براءت کے بارے میں نازل ہوئیں اور دس کا عدد۔ عدد کامل ہے۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ مطلب یہ ہے کہ مریم صدّیقہ کی طرح عائشہ صدّیقہ کی طہارت ونزاہت بے مثال ہے اور حد کمال کو پہنچی ہوئی ہے اور اس طہارت ونزاہت کا اعلان بھی حدّ کمال کو پہنچا ہوا ہے کہ جو قیامت تک جاری رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسطح کی والدہ نے مسطح کو برا بھلا کہا تو عائشہ صدّیقہ نے امِ مسطح کو منع کیا کہ مسطح کو برا نہ کہو کیونکہ مسطح مہاجرین اوّلین میں سے ہے اور اہلِ بدر میں سے ہے۔

(۲)۔ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ الی آخر الآیۃ سے صدّیق اکبر کی فضیلت صاف روشن ہے، خدا جس کو صاحب فضل فرمائے اس کے فضل وکمال میں کہاں شبہ کی مجال ہے۔

امام رازی قدس اللہ سرہ نے تفسیر کبیر میں چودہ طریقہ سے صدّیق اکبر کی فضیلت اس آیت سے ثابت کی ہے۔ حضرات اہلِ علم تفسیر کبیر کی مراجعت فرمائیں۔

(۳)۔ واقعۂ افک سے صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمال ورع اور غایت تقوی کا پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ قصہ ایک ماہ سے زائد ممتد رہا۔ مگر بیٹی کی حمایت میں ایک حرف زبان سے نہیں نکلا، شدّت رنج وغم میں صرف ایک مرتبہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کی زبان سے یہ نکلا۔

واللّٰہ ماقیل لنا ہذا فی الجاھلیۃ فکیف بعدما اعزنا اللّٰہ بالاسلام	خدا کی قسم یہ بات تو ہمارے حق میں زمانۂ جاہلیت میں بھی نہیں کہی گئی۔ پھر جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام سے عزّت بخشی تو اس کے بعد یہ کیسے ممکن ہے۔
(رواہ الطبرانی عن ابن عمرؓ فتح الباری ص ۳۶۹ ج ۸)	

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ من جانب اللہ ابتلا اور امتحان تھا مقصد یہ تھا کہ مؤمنین ومخلصین کا ایمان واخلاص اور منافقین کا نفاق واضح اور منکشف ہوجائے تو مؤمنین صادقین کے ایمان واستقامت میں اور منافقین کے نفاق اور شقاوت میں اضافہ اور زیادتی ہو۔ نیز یہ امر واضح اور منکشف ہوجائے کہ کون شخص اللہ اور اس کے رسول اور اس کے اہلِ خانہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اور کون سوءظن (بدگمانی) آپ کی ازواجِ مطہرات کے حق میں بدگمانی حقیقت میں اللہ کے ساتھ بدگمانی ہے، کہ اُس نے

اَپنے حبیب اعظم اور خلیل اکرم۔ اشرف الخلائق اور برگزیدۂ عالم کی زوجیت کے لئے معاذ اللہ ایک خبیثہ اور زانیہ کو مقدر فرمایا سبحانہ وتعالےٰ عن ذلک علوا کبیرا۔

اور تا کہ اللہ تعالےٰ، اَپنے رسول محترم اور اَپنے رسول کے پاک اور مُطہر حرم کا مرتبہ لوگوں کے سامنے ظاہر فرمائے۔ اس لئے آپ کی زوجۂ مطہرہ کی نزاہت وبراءت آپ کی زبانی نہیں کرائی بلکہ خداوند قدوس خود ان کی براءت کا کفیل اور ذمہ دار ہوا۔ اور اپنے کلام معجز نظام میں ان کی براءت نازل فرمائی کہ جس کی قیامت تک محفلوں اور مجلسوں میں محرابوں اور مسجدوں میں خطبوں اور نمازوں میں تلاوت ہوتی رہے گی۔

خداوند قدوس کی بیچون وچگوں غیرت نے گوارہ نہ کیا کہ اس کے بھیجے ہوئے نبی طیّب اور رسُول اَطہر کی ازواج طیّبات وطاہرات کی شان میں کوئی منافق اور بد باطن کسی قسم کا ناپاک لفظ اپنی زبان سے نکالے اس لئے اس بارے میں تقریباً بیس آیتیں نازل فرما کر عائشہ صدیقہ اور ازواج مطہرات کی عصمت وعفت، طہارت ونزاہت پر قیامت تک کے لئے مہر لگادی اور ازواج مطہرات کی عصمت ونزاہت میں شک کرنے والوں پر اس درجہ زجر اور توبیخ فرمائی کہ جو بُت پرستوں پر بھی نہیں فرمائی اس لئے علماء ربانیین نے تصریح کی ہے کہ جو شخص ازواج مطہرات کے بارے میں کوئی حرف زبان سے نکالے وہ شخص منافق ہے۔

اور نزولِ وحی میں جو ایک ماہ کی تاخیر ہوئی اس میں حکمت یہ تھی کہ عائشہ صدیقہ کے مقام عبودیت کی تکمیل ہو جائے کہ جب مظلومانہ گریہ وزاری اور عاجزانہ بے تابی واضطراری اور بارگاہ ذوالجلال میں فقیرانہ تذلّل تمسکن اور مضطربانہ تضرع اور ابتہال حدِ کمال کو پہنچ جائے اور سوائے خدا کے کسی سے کوئی اُمید باقی نہ رہے اور خدا اور اس کے رسول کے ساتھ حسنِ ظن رکھنے والوں کے قلوب وحی الٰہی کے انتظار میں ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگیں اس وقت حق تعالیٰ شانہ باران وحی سے محبّین ومخلصین کے مردہ دلوں کو حیات بخشنے، اور صدیقہ بنت صدیق کو براءت ونزاہت کے بیش بہا خلعت سے سرفراز فرمائے۔

حافظ عسقلانی نے حدیث افک کے فوائد ولطائف اور ان مسائل واحکام کو فتح الباری میں بسط وشرح سے لکھا ہے جو اس حدیث سے مستنبط ہوتے ہیں اس مقام پر اب گنجائش نہیں

اس لئے حضرات اہل علم فتح الباری ص ۳۶۷ ج ۸ تا ص ۳۷۱ ج ۸ کی مراجعت کریں۔

(۴)۔ان آیات اور روایات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ علم غیب سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں اس لئے کہ آں حضرت ﷺ ایک ماہ کامل تردد میں رہے لیکن بدونِ حق تعالیٰ کے بتلائے حقیقت حال نہ کھلی۔

(۵)۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جوش اور غصہ کے وقت حق کے مقابلہ میں قوم اور قبیلہ کی حمایت اور طرف داری جائز نہیں جیسا کہ سعد بن معاذ نے سعد بن عبادہ سے فرمایا کہ تو منافق ہے جو منافقوں کی طرف داری کرتا ہے۔

اُم المؤمنین عائشہ صدّیقہ اور دیگر ازواج مُطہرات پر تہمت لگانے والوں کا حُکم

قرآن مجید کی ان آیات کے نازل ہو جانے کے بعد جو شخص ام المؤمنین عائشہ صدّیقہ بنت صدّیق زوجۂ مُطہّرہ سیّد الانبیاء (ﷺ) مبرّاۃ من السماء [1] پر تہمت لگائے وہ باجماعِ امّت کافر و مرتد ہے اس لئے کہ وہ قرآن کریم کا صریح مُکذّب اور مُنکرِ ہے جس طرح مریم صدّیقہ بنت عمران کی عصمت و عفت میں شک کرنا کفر ہے، اسی طرح عائشہ صدّیقہ بنت امّ رومان کی طہارت و نزاہت میں بھی شک کرنا بلاشبہ کفر ہے اور جس طرح یہود بے بہُود مریم صدّیقہ پر بہتان باندھنے کی وجہ سے ملعون اور مغضوب بنے اسی طرح روافض عائشہ صدّیقہ بنت صدّیق پر تہمت لگانے کی وجہ سے ملعون و مغضوب بنے۔ مریم صدّیقہ پر تہمت لگانے والے امۃ عیسویہ کے یہود تھے اور عائشہ صدّیقہ پر تہمت لگانے والے اُمت محمدیہ کے یہود ہیں۔

بعض ائمہ اہل بیت کے سامنے کسی رافضی نے اُم المؤمنین عائشہ صدّیقہ پر طعن کیا۔ تو فوراً اپنے غلام کو اُس کی گردن مارنے کا حکم دیا اور یہ فرمایا:

---

[1] حضرت مسروق کی یہ عادت تھی کہ جب حضرت عائشہ سے کوئی روایت بیان کرتے تو یہ کہتے، کہ صدیقہ بنت صدّیق حبیبۂ رسول اللہ ﷺ۔ مُبرّأۃ مِن السَّمَاءِ نے مجھ سے اس طرح بیان کیا ۱۲

هذا رجل طعن على النبي صلى الله عليه وسلم قال الله تعالى اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ اُولٰئِكَ مُبَرَّؤُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ فَاِنْ كَانَتْ عَائِشَة خَبِيثَة فالنبي صلى الله عليه وسلم خبيث فهو كافر فاضربوا عنقه فضربوا عنقه وانا حاضر رواه اللالكائي

جس شخص نے جب عائشہ صدیقہ پر تہمت لگائی تو اس شخص نے درحقیقت رسول اللہ ﷺ پر طعن کیا اس لئے کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ خبیثات خبیثین کیلئے ہیں الی آخرہ پس معاذ اللہ اگر عائشہ صدیقہ خبیثہ تھیں تو معاذ اللہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ معاذ اللہ معاذ اللہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا بھی خبیث ہونا لازم آئے گا اور جو خبیث رسول اللہ کو خبیث کہے وہ بلاشبہ کافر ہے اور قابل گردن زدنی ہے۔ اس ارشاد کے بعد اس رافضی کی گردن ماری گئی اور میں اسوقت حاضر تھا جبکہ اس رافضی کی گردن ماری گئی۔

اسی طرح حسن بن زیدؒ کے سامنے عراق کے ایک شخص نے اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ کی شان میں بیہودہ کلمہ کہا۔ اسی وقت حضرت حسن زید اٹھے اور ایک ڈنڈا اس کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کا بھیجا نکل گیا اور ختم ہوا۔ (کذافی الصارم المسلول علی شاتم الرسول للحافظ ابن تیمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اور اسی طرح دوسری ازواج مطہرات کے بارے میں بدگمانی کرنے والا بھی کافر اور واجب القتل ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے سابق خطبہ سے واضح ہے کہ آپ نے برسر منبر یہ ارشاد فرمایا:۔

يا معشر المسلمين من يعذرني من رجل قد بلغني اذاه في اهل بيتي

اے گروہ مسلمین کون ہے کہ جو میری اس شخص کے مقابلہ میں مدد کرے کہ جس نے مجھکو میرے اہل خانہ کے بارے میں ایذاء پہنچائی ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص آپ کے اہلِ خانہ میں سے کسی کے حق میں خواہ وہ عائشہ ہوں یا دوسری زوجۂ مطہرہ۔ اس قسم کا کوئی ناپاک لفظ زبان سے نکالے وہ آپ کے لئے باعث ایذاء اور تکلیف دہ ہے اور جو شخص اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچائے وہ شخص بلاشبہ وریب کافر ہے۔

کما قال تعالیٰ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا۔ الی قولہ تعالیٰ مَلۡعُوۡنِیۡنَ اَیۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَقُتِّلُوۡا تَقۡتِیۡلًا۔ الایۃ۔ تفصیل کے لئے الصارم المسلول ص ۱۴۱ تا ص ۵۰ کی مراجعت کی جائے۔

چنانچہ آپ کے یہ فرماتے ہی کہ کون ہے جو میری اس شخص کے مقابلہ میں مدد کرے جس نے مجھ کو اور میرے اہل بیت اور اہل خانہ کے بارے میں ایذاء پہنچائی ہے۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے یا رسول اللہ ہم اس کے قتل کے لئے دل و جان سے حاضر ہیں۔

اسی وجہ سے حضرات اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص عام مسلمانوں کی بیبیوں پر تُہمت لگائے وہ فاسق و فاجر ہے اور جو خبیث اپنی خباثت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر تہمت لگائے وہ بلاشُبہ مرتد اور کافر ہے۔

نیز حق جل شانہ نے پیغمبر علیہ السّلام کی بیبیوں کو قرآن کریم میں اُمَّہَاتُ الۡمُؤۡمِنِیۡن (تمام مسلمانوں کی مائیں) فرمایا ہے۔ قال تعالیٰ

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَاَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ۔	نبی۔ اہلِ ایمان کے ساتھ ان کی جان سے زیادہ قریب ہے اور نبی کی بیبیاں اہل ایمان کی مائیں ہیں۔

معاذ اللہ کیا خداوند قدوس کسی زانیہ اور فاجرہ کو اس عظیم الشان لقب سے اَپنے کلام قدیم میں سرفراز فرما سکتا ہے حاشا ثم حاشا۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

مابغت امرأۃ نبی قط	کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا (تفسیر ابنِ کثیر)

نیز جو پیغمبر اللہ کی جانب سے اس لئے مبعوث ہوا ہو کہ ظاہری اور باطنی فواحش (بیحیائیوں) کا استیصال کرے چنانچہ اُس پیغمبر نے دنیا میں آکر چند ہی روز میں ایک پوری

اقلیم اور ملک کی بے غیرتی اور بے حیائی کو حیا اور غیرت سے اور اُن کی بدکاری کو عفت و عصمت سے بدل دیا۔ کیا ایسے پاک اور برگزیدہ طاہر و مُطہر رسُول کے متعلق یہ واہمہ ہوسکتا ہے کہ معاذ اللہ اس کا گھرانہ ابھی اس سے پاک نہیں ہوا۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم۔ واللہ ہذا افک مبین۔

نیز حق جل شانہ نے جس کو نبوت و رسالت محبت و خلعت کے عظیم الشان منصب پر فائز فرمایا اور اُس کو اپنا مصطفےٰ اور مجتبیٰ۔ مقدس اور مرتضےٰ پسندیدہ اور برگزیدہ بندہ بنایا عصمت و نزاہت تقدس اور ملکیت جبرئیل و میکائیل کو اس کا ثانی اور وزیر بنایا۔ اس کی شان تقدیس و تنزیہ کے خلاف ہے کہ وہ اکرم الخلائق اور اشرف کائنات کی زوجیت اور مصاحبت کے لئے کسی خبیثہ اور زانیہ کو مقرر فرمائے اسی وجہ سے ارشاد فرمایا:

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ [۱]	تم نے سُنتے ہی کیوں نہ کہدیا کہ ہمارے لئے جائز ہی نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں تم کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ سبحان اللہ یہ بہتانِ عظیم ہے۔

اس مقام پر کلمہ سُبْحٰنَكَ لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ اس سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کے پاک اور برگزیدہ رسُول کی بیوی فاجرہ ہو۔ اس لئے تم پر محض سُنتے ہی سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ کہدینا فرض اور لازم تھا۔ جیسا کہ سعد بن معاذ اور ابو ایوب انصاری اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم نے جب یہ خبر سُنی تو فوراً اُن کی زبان سے یہی کلمہ نکلا سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔[۲]

اور فتح الباری میں ابوایوب انصاری اور سعد بن معاذ کے علاوہ۔ زید بن حارثہ کے بجائے اسامہ رضی اللہ عنہ کا نام مذکور ہے خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ پیغمبر کی بیوی کی شان میں جو ایسی نازیبا بات کہے اس کی طرف التفات ہی جائز نہیں کسی کی بیوی کو فاجرہ اور بدکار کہنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کا شوہر دیوث ہے جو لوگ عائشہ صدیقہ کو متہم سمجھتے ہیں تو وہ سمجھ لیں کہ در پردہ رسُول مطہر کو کیا کہہ رہے ہیں جس کے تصور سے بھی دل کانپتا ہے۔

---

[۱] النور، آیہ: ۱۶ [۲] درمنثور ج ۵ ص: ۳۴

نزول تیمّم

بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی غزوہ میں واپسی کے وقت پھر حضرت عائشہ کا ہار گم ہو گیا اور اس کی تلاش میں قافلہ رکا، صبح کا وقت آ گیا اور پانی نہ تھا اس وقت آیت تیمّم نازل ہوئی اور صحابہ نے تیمّم کر کے صبح کی نماز ادا کی اور تمام صحابہ بیحد خوش ہوئے اسید بن حضیرؓ نے جوشِ مسرّت میں یہ کہا ماھی باول برکتکم یا آل ابی بکر یعنی اے آل ابی بکر یہ تیمّم کا حکم نازل ہونا تمھاری پہلی برکت نہیں بلکہ تمھاری برکت سے اور بھی بہت سی سہولت اور آسانیوں کے حکم نازل ہو چکے ہیں۔

اور دیگر علماء محققین کا قول یہ ہے کہ آیت تیمّم کا نزول غزوۂ بنی المصطلق میں نہیں بلکہ اس غزوہ کے بعد کوئی دوسرا سفر پیش آیا اس میں آیت تیمّم کا نزول ہوا ہے جیسا کہ معجم طبرانی میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میرا ہار گم ہو گیا جس پر اہلِ افک نے کہا جو کچھ کہا۔ اس کے بعد پھر دوسرے سفر میں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئی اور میرا ہار گم ہوا اور اس کی تلاش میں رُکنا پڑا تو ابو بکر صدیق نے عائشہ صدیقہ سے کہا اے بیٹی تو ہر سفر میں لوگوں کے لئے مشقت اور بلا بن جاتی ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل فرمائی کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کر کے نماز ادا کرو تیمّم کی رخصت اور سہولت نازل ہونے سے ابو بکر صدیق کو خاص مسرّت ہوئی اور عائشہ صدیقہ سے مخاطب ہو کر تین بار یہ کہا انک لمبارکۃ انک لمبارکۃ انک لمبارکۃ اے بیٹی تحقیق تو بلاشبہ بڑی مُبارک ہے۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ آیت تیمّم کا نزول غزوۂ بنی المصطلق میں نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد کسی دوسرے غزوہ اور سفر میں دوبارہ ایسی جگہ ہار گم ہوا کہ جہاں پانی نہ تھا اور نماز صبح کا وقت آ گیا تھا اس وقت یہ آیت تیمّم نازل ہوئی۔

غزوۂ خندق واحزاب

شوال ۵ھ

اس غزوہ کے وقوع میں اختلاف ہے موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ یہ غزوہ شوال ۴ھ

میں ہوا۔ امام بخاریؒ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے محمد بن اسحٰق فرماتے ہیں کہ شوال ۵ھ میں ہوا۔ تمام ائمۂ مغازی اور علماء سیر کا اسی پر اتفاق ہے حافظ ذہبی اور حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ یہی قول صحیح ہے اور قابلِ اعتماد ہے۔ ابن سعد اور واقدی کہتے ہیں کہ ذیعقدہ ۵ھ میں ہوا۔[1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے موسیٰ بن عقبہ کی تائید عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول سے فرمائی کہ میں احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش ہوا۔ اس وقت میں چودہ سال کا تھا، رسول اللہ ﷺ نے میرا غزوۂ احد میں شریک ہونا منظور نہیں فرمایا۔ خندق کے دن پیش ہوا۔ اس وقت میں پندرہ سال کا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی (بخاری شریف)

جس سے صاف ظاہر ہے کہ غزوۂ اُحد اور غزوۂ خندق میں صرف ایک سال کا وقفہ ہے۔ اور یہ مسلّم ہے کہ غزوۂ اُحد ۳ھ میں ہوا لہٰذا غزوہ خندق کا ۴ھ میں ثابت ہوا۔

جمہور ائمۂ مغازی کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا۔ اس لئے امام بیہقی فرماتے ہیں کہ عجب نہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ غزوۂ احد کے وقت پورے چودہ سال کے نہوں بلکہ چودھویں سال کا آغاز ہو اور غزوۂ خندق کے وقت پورے پندرہ سال کے ہوں اس اعتبار سے غزوۂ اُحد اور غزوۂ خندق میں دو سال کا وقفہ ہوسکتا ہے۔

نیز غزوۂ احد سے واپسی کے وقت ابوسفیان نے یہ کہا تھا کہ سال آیندہ بدر پر ہمارا تمھارا مقابلہ ہوگا۔ یہ وعدہ کر کے مکہ واپس ہوا جب سال آیندہ ایفائے وعدے کا وقت آیا تو ابو سفیان یہ کہہ کر راستے سے واپس ہوا کہ یہ زمانہ قحط سالی کا ہے جنگ کے لئے مناسب نہیں۔ اس کے ایک سال بعد دس ہزار آدمیوں کی جمعیت لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوا جس کو غزوۂ احزاب اور غزوۂ خندق کہتے ہیں۔

جس سے معلوم ہوا کہ غزوۂ اُحد اور غزوۂ احزاب میں دو سال کا وقفہ ہے۔ جو جمہور علماء سیر کے قول کا مؤید ہے، (فتح الباری باب غزوۃ الخندق)۔

---

[1] زرقانی۔ ج ۲ ص: ۱۰۳

اس غزوہ کا باعث اور سبب یہ ہوا کہ بنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد حیی ابنِ اخطب [1] مکہ گیا اور قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ اور جنگ پر آمادہ کیا اور کنانہ بن ربیع نے جا کر بنی غطفان کو آپ کے مقابلہ کے لئے تیار کیا اور ان کو یہ طمع دی کہ خیبر کے نخلستانوں میں جس قدر کھجوریں آئیں گی ہر سال اس کا نصف حصہ ہم تم کو دیا کریں گے یہ سُن کر عیینہ بن حصن فزاری تیار ہو گیا قریش پہلے ہی سے تیار تھے۔

اس طرح ابو سفیان دس ہزار آدمیوں کی جمعیت لے کر مسلمانوں کے استیصال اور فنا کر ڈالنے کے ارادہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ (فتح الباری ص ۳۰۱ ج ۷ باب غزوۃ الخندق)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اُن کی روانگی کی خبر پہنچی تو صحابہ سے مشورہ فرمایا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا کہ خندقوں میں محفوظ رہ کر ان کا مقابلہ کیا جائے کھلے میدان میں مقابلہ مناسب نہیں سب نے اس رائے کو پسند کیا [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کے حدود قائم فرمائے اور خط کھینچ کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرمائی۔ [3]

خندقیں اس قدر گہری کھودی گئیں کہ تری نکل آئی۔ [4] ابن سعد فرماتے ہیں کہ چھ دن میں خندقیں کھودنے سے فارغ ہوئے۔ (طبقات ابن سعد ص ۴۸ ج ۲) موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ بیس دن میں فارغ ہوئے۔ علامہ سمہودی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ خندقیں کھودنے سے چھ دن میں فارغ ہوئے۔ بیس دن اصل میں مدۃ حصار کی ہے۔ تفصیل کیلئے زرقانی ص ۱۰۱ ج ۲ کی مراجعت کی جائے۔

صحابۂ کرام کے ساتھ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی خندق کھودنے میں مصروف ہوئے اور اوّل خود دستِ مبارک سے کدال زمین پر ماری اور یہ کلمات زبان مُبارک پر تھے۔

---

[1] ایک روایت میں ہے کہ حیی بن اخطب اور ابن ابی الحقیق اور کنانہ بن الربیع اور ہوذۃ بن قیس اور ابو عمارہ وائلی ایک وفد لے کر مکہ گئے اور قریش کو اس پر آمادہ کیا کہ تم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھائی کرو ہم تمھاری پوری امداد کریں گے یہاں تک کہ آپ کا خاتمہ ہو جائے۔ بعد ازاں غطفان میں پہنچے اور ان کو بھی اسی بات پر آمادہ کیا۔ اس طرح قریش اور غطفان کے دس ہزار آدمیوں کی جمعیت ابوسفیان کی سرکردگی میں مدینہ کی طرف روانہ ہوئی۔ عیون الاثر ص ۵۵ ج ۲

[2] طبقات ابن سعد ج:۲،ص:۴۷ [3] فتح الباری، ج ۷،ص:۳۰۵ [4] تاریخ طبری ج:۳،ص:۴۵

بسم اللّٰہ وبہ بدینا   ولو عبدنا غیرہ شقینا

بسم اللہ اور اللہ کے نام سے شروع کرتے ہیں مبادا اگر اُس کے سوا کسی اور کی عبادت کریں تو بڑے ہی بد نصیب ہیں۔

حبّذا ربًّا وحبّذا دینا

وہ کیا ہی اچھا رب ہے اور اس کا دین کیا ہی اچھا دین ہے۔ (روض الانف ص ۱۸۹ ج ۳ فتح الباری ص ۴۷ ج ۸)

جاڑوں کا موسم تھا سرد ہوائیں چل رہی تھیں کئی کئی دن کا فاقہ تھا مگر حضرات مہاجرین اور انصار نہایت ذوق کے ساتھ خندق کھودنے میں مشغول تھے مٹی اٹھا اٹھا کر لاتے اور یہ پڑھتے جاتے:۔

نحن الذین بایعوا مُحَمَّدا   علی الجهاد مابقینا ابدا

ہم ہی ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بیعت کی ہے اور آپ کے واسطے سے اپنی جانوں کو خدا کے ہاتھ فروخت کر چکے ہیں جب تک جان میں جان ہے کافروں سے جہاد کرتے رہیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں یہ ارشاد فرماتے:

اللّٰهم لاعیش الا عیش الأخره   فاغفر للانصار والمهاجره

اے اللہ بے شک زندگی تو حقیقت میں آخرت کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔ اور کبھی یہ فرماتے:

اللّٰهم انه لاخیر الاخیر الاخره   فبارك فی الانصار والمهاجره

اے اللہ بے شک حقیقی خیر اور بھلائی آخرت ہی کی خیر اور بھلائی ہے پس برکت دے انصار اور مہاجرین میں۔

براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس مٹی ڈھو ڈھو کر لا رہے تھے۔ یہاں تک کہ شکم مبارک گرد آلود ہو گیا۔ اور یہ کہتے جاتے تھے

واللّٰهِ لولا اللّٰهُ ما اهتدینا   ولا تصدّقنا ولا صلّینا

خدا کی قسم اگر اللہ کی توفیق نہ ہوتی تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا

اے اللہ ہم پر سکون اور اطمینان نازل فرما اور لڑائی کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ۔

اِنَّ الْاُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

ان لوگوں نے ہم پر بڑا ظلم کیا یہ جب کبھی ہم کو کسی فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں تو ہم کبھی اس کو قبول نہیں کرتے اور اَبَیْنَا اَبَیْنَا باآواز بلند بار بار فرماتے۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ کھودتے کھودتے ایک سخت چٹان آگئی ہم نے آپ سے عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ٹھہرو میں خود اترتا ہوں اور بھوک کی وجہ سے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے بھی تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھی تھی۔ آپ نے کدال دست مبارک میں پکڑی اور اس چٹان پر ماری تو چٹان دفعۃً ایک تودہ ریگ تھی۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے مسند احمد اور نسائی میں اس قدر اور اضافہ ہے کہ آپ نے جب پہلی بار بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو وہ چٹان ایک تہائی ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر مجھکو ملک شام کی کنجیاں عطا کی گئیں۔ خدا کی قسم شام کے سرخ محلوں کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے دوسری بار کدال ماری تو دوسرا تہائی ٹکڑا ٹوٹ کر گرا آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر فارس کی کنجیں مجھکو عطا ہوئیں خدا کی قسم مدائن کے قصر ابیض کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں تیسری بار آپ نے بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو بقیہ چٹان بھی ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر یمن کی کنجیں مجھکو عطا ہوئیں خدا کی قسم صنعاء کے دروازوں کو میں اپنی آنکھوں سے اس جگہ کھڑا دیکھ رہا ہوں۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ سند اس روایت کی حسن ہے اور ایک روایت میں ہے کہ پہلی بار کدال مارنے سے ایک بجلی چمکی جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ آپ نے اللہ اکبر کہا اور صحابہ کرام نے بھی تکبیر کہی اور یہ ارشاد فرمایا کہ جبرئیل امین نے مجھکو خبر دی ہے کہ آپ امت ان شہروں کو فتح کرے گی [1]

[1] فتح الباری، ج ۷، ص: ۳۰۴، ۳۰۵

فائدۂ جلیلہ

خندق کھودنا یہ طریقہ عرب کا نہ تھا بلکہ فارس کا طریقہ تھا شاہان فارس میں سے سب سے پہلے منوشہر بن ایرج بن افریدون نے خندقیں کھود کر جنگ کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے اس طریق کو اختیار فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں کفار کے طریقۂ جنگ کو اختیار کرنا درست ہے اور علیٰ ہذا کفار کے ایجاد کردہ آلات حرب کا استعمال بھی درست ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ طائف میں منجنیق کا استعمال فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محاصرۂ تستر میں ابوموسیٰ اشعری ؓ کو منجنیق قائم کرنے کا حکم دیا۔ اور عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اسکندریہ کا محاصرہ کیا تو منجنیق کا استعمال کیا۔ اور علیٰ ہذا زہر آلود تیر اور تلواروں کا استعمال بھی درست ہے لیکن تدخین [1] کا استعمال صرف اس وقت جائز ہے کہ جب دشمنوں کے زیر کرنے کی کوئی اور صورت باقی نہ رہے بلا شدید ضرورت اور مجبوری کے تدخین کا استعمال جائز نہیں۔

اس مسئلہ کی تفصیل اگر درکار ہے تو شرح السیر الکبیر جلد ثالث (باب قطع الماء عن اہل الحرب وتحریق حصونہم ونصب المجانیق علیہا) کی مراجعت کریں۔

وقال تعالیٰ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ۝

اور مہیا کرو کافروں کے مقابلہ کیلئے جو قوت بھی مہیا کر سکتے ہو اور گھوڑے بھی پالو تا کہ تم اس قوت وشوکت سے اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو مرعوب کر سکو۔

معلوم ہوا کہ ان تمام چیزوں کا سیکھنا ضروری ہے کہ جس سے اللہ کے دشمن مرعوب اور اللہ کے دین کی عزت اور شوکت قائم ہو۔

ضروری تنبیہ:۔ کتاب وسنت اور شریعت، کسی صنعتی اور حرفتی ترقی کو منع نہیں کرتی بلکہ ہر اس صنعت اور حرفت کو جس سے ملک کو ترقی ہو فرض علی الکفایہ قرار دیتی ہے جیسا کہ تمام فقہاء کرام کا اجماع ہے البتہ شریعت اسلامیہ یورپ کی بے حیائی اور بے شرمی اور شہوانی اور

[1] یعنی دھواں پھیلا دینا جس سے لوگ مر جائیں جیسے آجکل زہریلا گیس نکلا ہے۔

نفسانی تہذیب کی شدید مخالف ہے اس لئے کہ شہوانی اور نفسانی امور آزادی اخلاق اور معاشرہ کو تباہ اور برباد کرتے ہیں جو ملکی تنزلی کا باعث ہے۔

مسلمان خندقیں کھود کے فارغ ہوئے کہ قریش دس ہزار آدمیوں کا لشکر جرار لے کر مدینہ پہنچے۔

اور اُحد کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ تین ہزار مسلمانوں کی جمعیت اپنے ہمراہ لے کر مقابلہ کے لئے کوہ سلع کے قریب جا کر ٹھہرے خندقیں مابین فریقین کے حائل تھیں۔ عورتوں اور بچوں کو ایک قلعہ میں محفوظ ہو جانے کا حکم دیا۔

یہود بنی قریظہ اس وقت تک الگ تھے۔ لیکن حیی بن اخطب سردار بنونضیر نے ان کو اپنے ساتھ ملا لینے کی پوری کوشش کی یہاں تک کہ خود کعب بن اسد سردار بنی قریظہ کے پاس گیا جو پہلے سے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر چکا تھا۔ کعب نے حیی کو آتے دیکھکر قلعہ کا دروازہ بند کرلیا۔ حیی نے آواز دی کہ دروازہ کھولو۔ کعب نے کہا:۔

ویحك یا حیی انك امرء مشئوم وانی قدعا هدت محمّد افلست بنا قضی مابینی وبینه فانی لم ار منه الاصدقا ووفاءً ا۔	افسوس ہے حُیی! بلاشبہ تو منحوس آدمی ہے میں محمد (ﷺ) سے معاہدہ کر چکا ہوں میں اب اس عہد کو نہ توڑوں گا کیونکہ میں نے محمد (ﷺ) سے سوائے سچائی اور ایفائے عہد کے کچھ نہیں دیکھا۔

حیی نے کہا کہ میں تمھارے لئے دائمی عزت کا سامان لایا ہوں قریش اور غطفان کی فوجوں کو لا کر میں نے یہاں اُتارا ہے ہم سب نے یہ عہد کیا ہے کہ جب تک محمد اور ان کے ساتھیوں کا استیصال اور قلع قمع نہ کردیں گے اس وقت تک یہاں سے ہرگز نہ ٹلیں گے۔

کعب نے کہا۔ خدا کی قسم تو ہمیشہ کی ذلت اور رسوائی لے کر آیا ہے میں محمد (ﷺ) سے کبھی عہد نہ توڑوں گا، میں نے اُن سے سوائے سچائی اور ایفائے عہد کے کچھ نہیں دیکھا، حیی برابر اصرار کرتا رہا یہاں تک اس کو عہد شکنی پر آمادہ کرلیا۔

رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر ہوئی تو سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کو تحقیق حال کے لئے روانہ فرمایا اور یہ حکم دیا کہ اگر یہ خبر صحیح نکلے تو وہاں سے

واپس آکر اس خبر کو ایسے مبہم الفاظ میں بیان کرنا کہ لوگ سمجھ نہ سکیں اور اگر غلط ہو تو پھر علی الاعلان بیان کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

یہ لوگ کعب بن اسد کے پاس گئے اور اس کو معاہدہ یاد دلایا کعب نے کہا کیسا معاہدہ اور کون محمد (ﷺ) میرا ان سے کوئی معاہدہ نہیں جب واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ سے یہ عرض کیا۔ "عضل وقارہ" یعنی جس طرح قبیلۂ عضل اور قارہ نے اصحاب رجیع یعنی خبیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ غدر کیا، اسی طرح انھوں نے بھی غداری کی۔ (سیرۃ ابن ہشام ص ۱۴۰ ج ۲، زرقانی ص ۱۱۱ ج ۱۲)

رسول اللہ ﷺ کو ان کی غداری اور بد عہدی سے صدمہ ہوا۔ کافروں نے ہر طرف سے مسلمانوں کا محاصرہ کرلیا۔ باہر کے دشمنوں کا ٹڈی دل سامنے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ اندرونی دشمن یعنی قریظہ بھی ان کے ساتھ مل گئے، ہر شخص مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا۔ الغرض مسلمانوں کے لئے عجب پریشانی کا وقت تھا۔ جاڑوں کی راتیں تھیں اور کئی دن کا فاقہ تھا۔

حق جل شانہ نے سورۂ احزاب میں اس معرکہ کا حال اس طرح بیان فرمایا ہے:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ [1]	یاد کرو اس وقت کو کہ جب دشمن تمہارے سر پر آپہنچے اوپر کی جانب سے بھی اور نیچے کی جانب سے بھی اور نگاہیں خیرہ ہوگئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور خدا کے ساتھ طرح طرح کے گمان کرنے لگے اس جگہ اہل ایمان آزمائے گئے اور خوب ہلائے گئے۔

یہ وقت ابتلاء اور آزمائش کا تھا۔ ابتلاء کی کسوٹی پر نفاق اور اخلاص کو کسا جا رہا تھا اس کسوٹی نے کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا۔ چنانچہ منافقین نے حیلے اور بہانے شروع کئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے گھر پست دیوار ہونے کی وجہ سے غیر محفوظ ہیں۔ بچوں اور ورتوں کی حفاظت ضروری ہے ہم اس لئے اجازت چاہتے ہیں:۔

[1] احزاب، آیۃ ۱۰

يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝ [1]

منافقین یہ کہتے تھے کہ تحقیق ہمارے گھر خالی ہیں اور حالانکہ وہ خالی نہیں، محض بھاگنا چاہتے ہیں اسلئے یہ حیلے بہانے کررہے ہیں۔

اور مسلمان جن کے قلوب اخلاص اور ایقان سے لبریز تھے ان کی یہ حالت ہوئی جو حق جل شانہ نے بیان فرمائی۔

وَلَمَّا رَاَى الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا [2]

اور اہل ایمان نے جب کافروں کی فوجیں دیکھیں تو بے ساختہ یہ کہا یہ وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے اور اس سے ان کے یقین اور اطاعت میں اور زیادتی ہوگئی۔

غرض یہ کہ یہود اور منافقین سب ہی نے اس لڑائی میں بدعہدی کی اور مسلمان اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے محاصرہ اور نرغہ میں آگئے محاصرہ کی شدت اور سختی سے رسول اللہ ﷺ کو یہ خیال ہوا کہ مسلمان بمقتضائے بشریت کہیں گھبرا نہ جائیں اس لئے یہ قصد فرمایا کہ عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف سے (جو قبائل غطفان کے قائد اور سردار تھے) مدینہ کے نخلستان کے تہائی پھل دے کر ان سے صلح کرلی جائے تا کہ یہ لوگ ابوسفیان کی مدد سے کنارہ کش ہوجائیں اور مسلمانوں کو اس حصار سے نجات ملے چنانچہ آپ نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا، ان دونوں نے کہا یا رسول اللہ کیا اللہ نے آپ کو ایسا حکم دیا ہے اگر ایسا ہے تو ہم اس کی تعمیل کے لئے حاضر ہیں یا آپ محض از راہِ شفقت ورأفت ہمارے خیال سے ایسا قصد فرمارہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ کا کوئی حکم نہیں۔ محض تمھاری خاطر میں نے ایسا ارادہ کیا ہے اس لئے کہ عرب نے متفق ہوکر ایک کمان سے تم پر تیر باری شروع کی ہے اس طریق سے میں ان کی شوکت اور اجتماعی قوت کو توڑنا چاہتا ہوں،

---

[1] ایضاً آیہ: ۱۳ [2] الاحزاب، آیہ: ۲۲

سعد بن معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ جب ہم اور یہ سب کافر اور مشرک تھے بتوں کو پوجتے تھے، اللہ عزوجل کو جانتے بھی نہ تھے، اس وقت بھی ان کی یہ مجال نہ تھی کہ ہم سے ایک خرما بھی لے سکیں۔ الا یہ کہ مہمانی کے طور پر یا خرید کر اور اب جبکہ ہم کو اللہ عزوجل نے ہدایت کی لازوال اور بے مثال نعمت سے سرفراز فرمایا اور اسلام سے ہم کو عزت بخشی تو اپنا مال ہم ان کو دیدیں۔ یہ ناممکن ہے، واللہ انھیں اپنا مال دینے کی ہمیں کوئی حاجت نہیں خدا کی قسم ہم ان کو سوائے تلوار کے کچھ نہ دیں گے ان سے جو ہوسکتا ہے وہ کر گزریں۔

اور اس بارے میں جو صلح کی تحریر لکھی گئی تھی سعد بن معاذ نے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے ہاتھ سے لے کر اس کی تمام عبارت مٹادی۔[1]

دو ہفتے اسی طرح گزر گئے مگر دست بدست لڑائی اور مقابلہ کی نوبت نہیں آئی۔ صرف طرفین سے تیراندازی ہوتی رہے۔ بالآخر قریش کے چند سوار عمرو بن عبدود۔ عکرمۃ بن ابی جہل۔ ہبیرۃ بن ابی وہب، ضرار بن خطاب، نوفل بن عبداللہ۔ مسلمانوں کے مقابلے کے لئے نکلے، جب خندقوں پر پہنچے تو یہ کہا کہ خدا کی قسم یہ مکروفریب پہلے عرب میں نہ تھا۔ ایک مقام سے خندقوں کا عرض کم تھا وہاں سے پھاند کر اس طرف پہنچے اور مسلمانوں کو مقابلے کے لئے آواز دی۔ عمرو بن عبدود جو جنگ بدر میں زخم کھا کر گیا تھا سر سے پاؤں تک غرق آہن تھا، **ہل من مبارز** کہہ کر مقابلے کے لئے آواز دی شیرِ خدا حضرت علی اس کے مقابلہ کے لئے بڑھے، اے عمرو میں تجھکو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلاتا ہوں اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا اچھا میں تم کو لڑائی اور مقابلہ کی دعوت دیتا ہوں، عمرو نے کہا تم کمسن ہو[2] اپنے سے بڑے کو میرے مقابلہ کے لئے بھیجو میں تمھارے قتل کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت علی نے فرمایا میں تمھارے قتل کو پسند کرتا ہوں یہ سن کر عمرو کو طیش آ گیا اور گھوڑے سے نیچے اُتر آیا۔ اور آگے بڑھ کر حضرت علی پر وار کیا جس کو حضرت علی نے سپر سے روکا لیکن پیشانی پر زخم آیا۔ بعدازاں حضرت علی نے اس پر وار کیا جس نے اس کا کام تمام کیا۔

حضرت علی نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا جس سے مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ اللہ عزوجل نے فتح دی۔

---

[1] ابن ہشام، ج ۲، ص: ۱۴۱۔
[2] عمرو بن عبدود کی عمر اس وقت نوے سال سے متجاوز تھی۔ ۱۲ از رقانی

نوفل بن عبداللہ۔ رسول اللہ ﷺ کے قتل کے ارادے سے آگے بڑھا۔ گھوڑے پر سوار تھا، خندق کو پھاندنا چاہتا تھا کہ خندق میں گر پڑا اور گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا مشرکین نے دس ہزار درہم آپ کی خدمت میں پیش کیے کہ اس کی لاش ہمارے حوالے کر دی جائے آپ نے ارشاد فرمایا وہ بھی خبیث اور ناپاک تھا اور اس کی دیت بھی خبیث اور ناپاک ہے۔ اللہ کی لعنت ہو اس پر بھی اور اس کی دیت پر بھی ہمیں نہ دس ہزار کی ضرورت ہے اور نہ لاشہ کی۔ اور بلا کسی معاوضہ کے لاش ان کے حوالے کر دی۔[1]

سعد بن معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہ رگ پر ایک تیر آ کر لگا۔ حضرت سعدؓ نے اس وقت یہ دعا مانگی۔

اے اللہ اگر تو نے قریش کی لڑائی باقی رکھی ہے تو مجھکو اس کے لئے باقی رکھ کیوں کہ مجھکو اس سے زیادہ کوئی محبوب اور پیاری چیز نہیں کہ میں اس قوم سے جہاد کروں کہ جس نے تیرے رسول کو ایذائیں پہنچائیں اور اس کو جھٹلایا اور اس کو حرم آمن سے نکالا اور اے اللہ اگر تو نے ہمارے اور ان کے مابین لڑائی کو ختم کر دیا ہے تو اس زخم کو میرے لئے شہادت کا ذریعہ بنا اور اس وقت تک مجھکو موت نہ دے جب تک کہ بنی قریظہ کی ذلّت اور رسوائی سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔[2]

حملہ کا یہ دن نہایت ہی سخت تھا، تمام دن تیراندازی اور سنگ باری میں گزرا اسی میں رسُول اللہ ﷺ کی چار نمازیں قضاء ہوئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بچّوں اور عورتوں کو ایک قلعہ میں محفوظ کر دیا تھا۔ یہُود کی آبادی وہاں سے قریب تھی، حضرت صفیہ آنحضرت ﷺ کی پھوپی بھی اسی قلعہ میں تھیں حضرت حسّان اس قلعہ کی حفاظت پر مامور تھے حضرت صفیہ نے دیکھا کہ ایک یہُودی قلعہ کے اِرد گرد چکّر لگا رہا ہے اندیشہ ہوا کہ کہیں جاسوس نہ ہو اس لئے حضرت صفیہ نے حضرت حسّان سے کہا کہ اس کو قتل کر دو ایسا نہو کہ دشمنوں سے ہماری مخبری کر دے، حضرت حسّان نے کہا تمھیں معلوم نہیں کہ میں اس کام کا ہی نہیں حضرت صفیہ اٹھیں اور خیمہ کی ایک لکڑی لے کر اس یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور فرمایا کہ یہ مرد ہے اور میں

---

[1] زرقانی، ج ۲، ص: ۱۱۴
[2] ابن ہشام، ج ۲، ص: ۱۴۳۔

عورت ہوں اس لئے میں تو ہاتھ نہ لگاؤں گی تم اس کے ہتھیار اُتار لاؤ حضرت حسّان نے کہا مجھے اس کے ہتھیار اور سامان کی ضرورت نہیں (ابن ہشام)

اثناء محاصرہ میں نعیم بن مسعود اشجعی غطفان کے ایک رئیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسُول اللہ میں آپ پر ایمان لایا۔ میری قوم کو میرے اسلام لانے کا علم نہیں اگر اجازت ہو تو میں کوئی تدبیر کروں جس سے یہ حصار ختم ہو آپ نے فرمایا ہاں تم ایک تجربہ کار آدمی ہو اگر کوئی ایسی تدبیر ممکن ہو تو کر گزرو۔

فان الحرب خدعة	اس لئے کہ لڑائی نام ہی اصل میں حیلہ اور تدبیر کا ہے۔

چنانچہ نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسی تدبیر کی کہ قریش اور بنو قریظہ میں پھوٹ پڑ گئی اور بنو قریظہ قریش کی امداد سے دست کش ہو گئے۔ (مفصّل قصہ فتح الباری ص ۳۰۹ ج ۷ اور زرقانی ص ۱۱۶ ج ۲ و ص ۱۱۷ ج ۲ اور تاریخ طبری ص ۵۰ ج ۳ میں مذکور ہے)۔

عمرو بن عبدود اور نوفل کے قتل ہو جانے کے بعد قریش کے بقیہ سوار شکست کھا کر واپس ہوئے۔

مسند احمد میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے حصار کی شدّت اور سختی کا ذکر کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا یہ دعا مانگو۔

اللّٰهم استر عوراتنا وآمن روعاتنا۔	اے اللہ ہمارے عیبوں کو چھپا۔ اور ہمارے خوف کو دُور کر۔

اور صحیح بخاری میں ہے کہ یہ دعا فرمائی [1]

اللّٰهم منزل الكتاب وسجرى السحاب وهازم الاحزاب اهزمهم وانصرنا عليهم۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب لاتمنوا لقاء العدو)

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا قبول فرمائی اور قریش اور غطفان پر ایک سخت ہوا مسلّط کی کہ جس سے ان کے تمام خیمے اُکھڑ گئے، رسّیاں اور طنابیں ٹوٹ گئیں۔ بانڈیاں اُلٹ گئیں۔

---

[1] مسند احمد اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ نے مسجد احزاب میں ہاتھ اٹھا کر اور کھڑے ہو کر دُعا مانگی اور ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ زوال کے بعد۔ ۱۲ زرقانی ص ۱۲۰ ج ۲

گرد وغبار اُڑ اڑ کر آنکھوں میں بھرنے لگا جس سے کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہو گیا۔ اسی بارہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْجَآءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَّجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَاتَعْمَلُونَ بَصِيرًا۔ (الاحزاب، آیۃ:۹)

اے ایمان والو یاد کرو اللہ کے اس انعام کو جو تم پر اُس وقت ہوا کہ جب کافروں کے بہت سے لشکر تمہارے سروں پر آپہنچے پس اس وقت ہم نے تمہارے دشمنوں پر ایک آندھی بھیجی اور تمہاری مدد کیلئے آسمان سے ایسے لشکر اُتارے جو تم کو دکھائی نہیں دیتے تھے یعنی فرشتے اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔

جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا سے فرشتے مراد ہیں۔ جنھوں نے کافروں کے دلوں کو مرعوب اور خوفزدہ بنایا۔ اور مسلمانوں کے دلوں کو قوی اور مضبوط کیا۔ اس طرح کفار کا دس ہزار کا لشکر وہاں سے سراسیمہ ہو کر بھاگا۔ کما قال تعالیٰ۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيزًا [1] (زرقانی ص ۱۲۲ ج ۲)

اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مع ان کے غیظ وغضب کے واپس کر دیا اور ذرہ برابر کسی بھلائی کو حاصل نہ کر سکے اور اللہ نے اہلِ ایمان کی طرف سے لڑائی میں کفایت کی اور اللہ تعالیٰ بڑا توانا اور غلبہ والا ہے۔

حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھکو حکم دیا کہ جا کر قریش کی خبر لاؤں، میں نے عرض کیا میں کہیں پکڑا نہ جاؤں، آپ نے فرمایا:

انك لَنْ تُؤْسَرَ

البتہ تحقیق تو ہرگز گرفتار نہ ہوگا۔

اور بعد ازاں میرے لئے یہ دُعا فرمائی:

---

[1] الاحزاب، آیۃ:۲۵

اللھم احفظہ من بین یدیہ ومن خلفہ وعن یمینہ وعن شمالہ ومن فوقہ ومن تحتہ۔	اے اللہ اس کے آگے سے اور پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اُوپر سے اور نیچے سے حفاظت فرما۔

آپ کی دعا سے میرا تمام خوف دُور ہو گیا اور نہایت شاداں اور فرحاں روانہ ہوا۔ جب جانے لگا تو یہ فرمایا کہ اے حذیفہ کوئی نئی بات نہ کرنا۔ میں ان کے لشکر میں پہنچا تو ہوا اس قدر تیز تھی کہ کوئی چیز نہیں ٹھہرتی تھی اور تاریکی ایسی چھائی ہوئی تھی کہ کوئی چیز دکھلائی نہیں دیتی تھی۔ اتنے میں حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کو یہ کہتے سنا اے گروہ قریش یہ ٹھہرنے کا مقام نہیں ہمارے جانور ہلاک ہو گئے۔ بنو قریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور اس ہوا نے ہم کو سراسیمہ اور پریشان بنا دیا۔ چلنا پھرنا اور بیٹھنا مشکل ہو گیا بہتر یہ ہے کہ فوراً لوٹ چلو۔ اور یہ کہہ کر ابوسفیان اونٹ پر سوار ہو گیا۔

حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اس کو تیر سے مار ڈالوں لیکن آپ کا ارشاد یاد آ گیا کہ اے حذیفہ کوئی نئی بات نہ کرنا۔ اس لئے میں واپس آ گیا۔ (زرقانی ص ۱۱۸ ج:۲)

جب قریش واپس ہوئے تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

الآن نغزوھم ولا یغزوننا نحن نسیر الیھم (بخاری شریف)	اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے اور یہ کافر ہم پر حملہ آور نہ ہو سکیں گے ہم ہی ان پر حملہ کرنے کے لئے چلیں گے یعنی کفر اب اتنا کمزور ہو گیا کہ اب اس میں اتنی قوت

نہیں رہی کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں کوئی اقدام کر سکے اور اسلام فقط اپنا دفاع کرے بلکہ اس کے برعکس اب اسلام اتنا قوی ہو گیا ہے کہ وہ کفر کے مقابلہ میں ابتداء اقدام کریگا اور جارحانہ حملہ آور ہوگا۔

(تنبیہ) جو لوگ اسلام میں اقدامی جہاد کے منکر ہیں وہ بخاری کی روایت کے ان الفاظ کو خوب بغور پڑھ لیں۔

اور جب صبح[1] ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی اور زبان مبارک پر یہ کلمات تھے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ۔(بخاری شریف ص ۵۹۰)

ابن سعد اور بلاذری کہتے ہیں کہ محاصرہ پندرہ دن رہا واقدی کہتے ہیں یہی قول سب سے زیادہ راجح ہے۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں چوبیس دن رہا۔ اس غزوہ میں مشرکین میں سے تین آدمی قتل ہوئے نوفل بن عبداللہ۔ عمرو بن عبدود منبہ بن عبید اور چھ آدمی مسلمانوں میں کے شہید ہوئے۔

(۱)۔ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲)۔ انس بن اویس رضی اللہ تعالےٰ عنہ
(۳)۔ عبداللہ بن سہل رضی اللہ تعالےٰ عنہ (۴)۔ طفیل بن نعمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ
(۵)۔ ثعلبۃ بن عنمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ (۶)۔ کعب بن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ

اور دو نام حافظ دمیاطی نے اضافہ کیے:

(۷)۔ قیس بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۸)۔ عبداللہ بن ابی خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ

غزوۂ بنی قریظہ

ذی قعدہ ۵ھ یوم چہار شنبہ[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے صبح کی نماز کے بعد واپس ہوئے آپ نے اور تمام مسلمانوں نے ہتھیار کھول دیئے۔ جب ظہر کا وقت قریب آیا تو جبرئیل امین ایک خچر پر سوار عمامہ باندھے ہوئے تشریف[3] لائے اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے مخاطب ہوکر کہا۔ کیا آپ نے ہتھیار اُتار دیئے آپ نے فرمایا۔ ہاں جبرئیل امین نے کہا فرشتوں نے تو ابھی

---

[1] یہ لفظ صحیح بخاری کی روایت میں نہیں بلکہ ابن اسحٰق کی روایت سے لیا گیا ہے۔ باقی روایت صحیح بخاری کی ہے۔ ۱۲

[2] زرقانی ص ۱۲۶ ج ۲۔

[3] ابن سعد کی روایت میں ہے کہ جبرئیل امین موضع جنائز (یعنی وہ جگہ جو آپ نے نماز جنازہ کے لئے مسجد سے علیحدہ بنوائی تھی) کے قریب آ کر کھڑے ہوگئے۔ طبقات ص ۵۳ ج ۲۔ معلوم ہوا کہ جنازہ کی نماز مسجد میں نہ پڑھنی چاہیے ورنہ جنازہ کے لئے مسجد سے علیحدہ جگہ بنانے کی کیا حاجت تھی۔

ہتھیار نہیں کھولے اور نہ وہ ہنوز واپس ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی قریظہ کی طرف جانے کا حکم دیا ہے اور میں خود بنی قریظہ کی طرف جا رہا ہوں اور ان کو جا کر متزلزل کرتا ہوں[1]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی قریظہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین پہلے سے معاہدہ تھا جب قریش دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آئے تو بنی قریظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد توڑ کر قریش کے ساتھ مل گئے۔ اللہ عزّ وجل نے جب احزاب کو شکست دی تو بنی قریظہ قلعوں میں گھس گئے جبرئیل امین فرشتوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ فوراً بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو جائیں آپ نے فرمایا میرے اصحاب ابھی تھکے ہوئے ہیں جبرئیل امین نے کہا آپ اس کا خیال نہ کریں روانہ ہو جائیں میں ابھی جا کر ان کو متزلزل کئے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر جبرئیل امین فرشتوں کی جماعت کے ساتھ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے کوچۂ بنی غنم تمام گرد وغبار سے بھر گیا۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ وہ غبار کہ جو حضرت جبرئیل کی سواری سے کوچۂ بنی غنم میں اٹھا تھا وہ اب تک میری نظروں میں ہے گویا کہ اس وقت میں اس غبار کو اُٹھتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ (بخاری شریف)۔

جبرئیل امین تو روانہ ہوئے اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے حکم دیا کہ کوئی شخص سوائے بنی قریظہ کے کہیں نمازِ عصر نہ پڑھے۔ راستہ میں جب نمازِ عصر کا وقت آیا تو اختلاف ہوا بعض نے کہا کہ ہم تو بنی قریظہ ہی پہنچ کر نماز پڑھیں گے۔ بعض نے کہا ہم نماز پڑھ لیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصد نہ تھا۔ (کہ نماز قضا کر دی جائے) بلکہ مقصود تعجیل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کسی پر اظہار ناراضی نہیں فرمایا (بخاری شریف) اس لئے کہ نیت ہر ایک کی بخیر تھی۔

فائدہ

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں جس نے حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل کیا اس کو بھی اجر ملا اور جس نے اجتہاد اور استنباط کیا۔ اس کو بھی اجر ملا لیکن جن لوگوں نے ظاہر الفاظ پر نظر کر کے بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے نمازِ عصر ادا نہ کی حتی کہ وقت عصر نکل گیا تو ان لوگوں کو فقط ایک فضیلت

---

[1] البدایۃ والنہایۃ، ج:۴، ص:۱۱۶؛ ابن ہشام ج:۲، ص:۱۴۵

حاصل ہوئی یعنی حکم نبوی کی تعمیل کا اجر ملا اور جن لوگوں نے اجتہاد اور استنباط سے کام لیا۔ اور سمجھا کہ منشاء نبوی یہ نہیں کہ نماز عصر قضاء کردی جائے بلکہ مقصود جلد پہنچنا ہے اس لئے نماز عصر راستہ ہی میں پڑھ لی۔ ان لوگوں کو اس اجتہاد اور استنباط کی بدولت دو فضیلتیں حاصل ہوئیں ایک فضیلت حکم نبوی کی تعمیل کی۔ اور دوسری فضیلت صلوٰۃ وسطیٰ (نماز عصر) کی محافظت کی (جو درحقیقت بے شمار فضائل کو متضمن اور شامل ہے) جس کی محافظت کا حکم قرآن کریم میں آیا ہے حَافِظُوْا عَلَی الصَّلٰوٰتِ وَالصَّلَاۃِ الْوُسْطٰی اور حدیث میں ہے کہ جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی اس کے اعمال حبط ہوگئے وغیر وغیرہ۔ ظاہر الفاظ پر عمل کرنے والوں پر اگرچہ اظہار ناراضی نہیں فرمایا اس لئے کہ نیت بخیر تھی لیکن جن لوگوں نے اجتہاد اور استنباط سے کام لیا وہ ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے۔ (فتح الباری ص۳۱۶ ج ۷)

بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رأیت اسلام دے کر روانہ فرمایا جب حضرت علی وہاں پہنچے تو یہود نے آنحضرت ﷺ کو کھلم کھلا گالیاں دیں (جو ایک مستقل اور ناقابل عفو جرم ہے)

اور اس کے بعد آنحضرت خود بہ نفس نفیس روانہ ہوئے اور پہنچ کر بنی قریظہ کا محاصرہ کیا پچیس روز تک ان کو محاصرہ میں رکھا اس اثناء میں ان کے سردار کعب بن اسد نے ان کو جمع کر کے یہ کہا کہ میں تین باتیں تم پر پیش کرتا ہوں ان میں سے جس ایک کو چاہو اختیار کرلو تاکہ تم کو اس مصیبت سے نجات ملے۔

اوّل یہ کہ ہم اس شخص (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ) پر ایمان لے آئیں اور اس کے متبع اور پیروکار بن جائیں۔

فو اللّٰہ لقد تبین لکم انہ لنبی مرسل وانہ للذی تجدونہ فی کتابکم فتأمنون علی دمائکم واموالکم وابناء کم ونساء کم۔	کیونکہ خدا کی قسم تم پر یہ بات بالکل واضح اور روشن ہوچکی ہے کہ وہ بلاشبہ اللہ عزّ وجل کے نبی اور رسول ہیں اور تحقیق یہ وہی نبی ہیں جنکو تم تورات میں لکھا پاتے ہو۔ اگر ایمان لے آؤ گے تو تمھاری جان اور مال بچے اور عورتیں سب محفوظ ہوجائیں گے۔

بنی قریظہ نے کہا کہ ہم کو یہ منظور نہیں۔ ہم اپنا دین نہیں چھوڑیں گے۔ کعب نے کہا اچھا اگر یہ منظور نہیں تو دوسری بات یہ ہے کہ بچوں اور عورتوں کو قتل کر کے بے فکر ہو جاؤ اور شمشیر بکف ہو کر پوری ہمت اور تن دہی کے ساتھ محمد (ﷺ) کا مقابلہ کرو اگر ناکام رہے تو بچوں اور عورتوں کا کوئی غم نہ ہوگا اور اگر کامیاب ہو گئے تو عورتیں بہت ہیں ان سے بچے بھی پیدا ہو جائیں گے۔ بنو قریظہ نے کہا بلا وجہ عورتوں اور بچوں کو قتل کر کے زندگی کا لطف ہی کیا ہے۔ کعب نے کہا۔ اچھا اگر یہ منظور نہیں تو تیسری بات یہ ہے کہ آج ہفتہ کی شب ہے عجب نہیں کہ محمد اور ان کے اصحاب غافل اور بے خبر ہوں اور ہماری جانب سے بایں وجہ مطمئن ہوں کہ یہ دن یہود کے نزدیک محترم ہے اس میں وہ حملہ نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں کی اس بے خبری اور غفلت سے یہ نفع اٹھاؤ کہ یکایک ان پر شب خون مارو، بنو قریظہ نے کہا اے کعب تجھکو معلوم ہے کہ ہمارے اسلاف اسی دن کی بے حرمتی کی وجہ سے بندر اور سُور بنائے گئے پھر تو ہمکو اسی کا حکم دیتا ہے، الغرض بنو قریظہ نے کعب کی ایک بات کو نہ مانا۔

ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ سے بنی قریظہ کے حلیفانہ تعلقات تھے اس لئے ان کو یہ امید ہوئی کہ شاید وہ اس آڑے وقت میں ہماری کوئی مدد کر سکیں اس بنا پر بنو قریظہ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمارے پاس بھیج دیں تاکہ ہم ان سے مشورہ کریں آپ نے ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دی۔ ابولبابہ کو دیکھ کر سب جمع ہو گئے، بچے اور عورتیں ان کو دیکھکر رونے لگے یہ دیکھکر ابولبابہ کا دل بھر آیا۔ بنو قریظہ نے جب اُن سے یہ دریافت کیا کہ کیا ہم رسول اللہ ﷺ کے حکم کو منظور کر لیں اور آپ کے فیصلہ پر راضی ہو جائیں۔ ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہاں بہتر ہے لیکن حلق کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ذبح کئے جاؤ گے، رسول اللہ ﷺ کا ارادہ تمھارے قتل کا ہے۔ ابولبابہ اپنی جگہ سے ابھی ہٹے نہ تھے فوراً تنبہ ہوا کہ میں نے اللہ عزّ وجلّ اور اُس کے رسول کے ساتھ خیانت کی اور سیدھے وہاں سے مسجد نبوی میں پہنچے اور اپنے کو ایک ستون سے باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک اللہ عزّ وجلّ میری توبہ قبول نہ فرمائے گا اس وقت تک اس جگہ سے نہ ٹلوں گا اور اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ بنی قریظہ میں کبھی قدم نہ رکھوں گا اور جس شہر میں اللہ اور اُس کے رسول کی خیانت کی ہے اس کو کبھی نہ دیکھوں گا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب خبر ہوئی تو یہ ارشاد فرمایا اگر وہ سیدھا

میرے پاس آجاتا تو میں اس کے لئے استغفار کرتا لیکن جب وہ ایسا کر گزرا ہے تو میں اس کو اپنے ہاتھ سے نہ کھولوں گا جب تک اللہ عزّ وجل اس کی توبہ نازل نہ فرمائے۔[1]

بالآخر مجبور ہوکر بنوقریظہ اس پر آمادہ ہوئے کہ رسُول اللہ ﷺ جو حکم دیں وہ ہمیں منظور ہے جس طرح خزرج اور بنونضیر میں حلیفانہ تعلقات تھے، اسی طرح اوس اور بنوقریظہ میں حلیفانہ تعلقات تھے اس لئے اوس نے رسُول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ خزرج کے التماس پر حضور نے بنی نضیر کے ساتھ جو معاملہ فرمایا اسی طرح کا معاملہ ہماری استدعا پر بنو قریظہ کے ساتھ فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمھارا فیصلہ تم ہی میں کا ایک شخص کر دے انھوں نے کہا یارسول اللہ سعد بن معاذ جو فیصلہ کر دیں وہ ہمیں منظور ہے

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب خندق میں زخمی ہوئے تو رسُول اللہ ﷺ نے اُن کے لئے مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگوا دیا تھا کہ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں ان کے بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ حمار پر سوار ہوکر تشریف لائے جب آپ قریب پہنچے تو یہ فرمایا:

قومُوا الیٰ سیّد کم [2] ! اَپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو۔

سعدؓ جب اتار کر بٹھا دیئے گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنا فیصلہ تیرے سپرد کیا ہے سعدؓ نے کہا میں ان کی بابت یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں کے لڑنے والے یعنی مرد قتل کئے جائیں اور عورتیں اور بچے اسیر کر کے لونڈی اور غلام بنا لئے جائیں اور اُن کا تمام مال واسباب مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے آپ نے ارشاد فرمایا بے شک تو نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔

بعد ازاں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی:۔

اے اللہ تجھکو خوب معلوم ہے کہ مجھ کو اس سے زیادہ کوئی محبوب چیز نہیں کہ اس قوم سے جہاد کروں جس قوم نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور حرم سے اس کو نکالا۔ اے اللہ میں گمان کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے اور ان کے مابین لڑائی کو ختم کر دیا ہے۔ پس اگر قریش سے ابھی لڑنا باقی ہے تو مجھکو زندہ رکھ تاکہ تیری راہ میں اُن سے جہاد کروں اور اگر تو نے لڑائی کو ختم کر دیا

---

[1] ابن ہشام، ج ۲ ص: ۱۴۶۔ البدایہ والنہایہ ج: ۴ ص ۱۱۵

[2] اور یا یہ معنی لئے جائیں کہ اپنے سردار کے اتارنے کے لئے اٹھو کیونکہ وہ بیمار تھے۔ ۱۲

ہے تو اس زخم کو جاری کر دے اور اسی کو میری شہادت کا ذریعہ بنادے۔ دُعا کا ختم کرنا تھا کہ زخم جاری ہو گیا اور اسی میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سعد بن معاذ کی موت سے عرش ہل گیا۔ (رواہ البخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ آسمان کے تمام دروازے ان کے لئے کھول دیئے گئے اور آسمانوں کے فرشتے ان کی رُوح کے چڑھنے سے مسرور ہوئے (رواہ الحاکم۔ فتح الباری، مناقب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازہ میں شریک ہوئے جو اس سے قبل کبھی آسمان سے نازل نہ ہوئے تھے (ذکرہ ابن عائذ ورواہ البزار واسنادہ جید)۔[1]

چنانچہ انصار میں سے کسی نے اس بارے میں یہ شعر کہا ہے!

وما اهتزَّ عرش اللّٰه من موت هالك
سَمِعْنَا به إلّا لِسَعْدِ ابي عمرو

(استیعاب لابن عبد البر ص ۳۲ ج ۲ ترجمہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ہم نے سوائے سعد بن معاذ کے اور کسی مرنے والے کے لئے کبھی نہیں سنا کہ عرش خداوندی اس کے مرنے سے ہلا ہو۔ اور ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی تھی واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (روض الانف ص ۱۹۳ ج ۲)

تمام بنی قریظہ گرفتار کر کے مدینہ لائے گئے اور ایک انصاری عورت کے مکان میں ان کو محبوس رکھا گیا اور بازار میں ان کے لئے خندقیں کھدوائی گئیں بعد ازاں دو دو چار چار کو اس مکان سے نکلوایا جاتا اور ان خندقوں میں ان کی گردنیں ماری جاتیں۔ حیی بن اخطب اور سردار بنی قریظہ کعب بن اسد کی بھی گردن ماری گئی۔ حیی بن اخطب (جس کے کہنے سے کعب ابن اسد سردار بنی قریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدعہدی کی اور معاہدہ توڑا) جب آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ کی طرف دیکھ کر کہا کہ واللہ اپنے نفس کو آپ کی دشمنی کے بارے میں ملامت نہیں کرتا لیکن حق یہ ہے کہ خدا جس کی مدد نہ کرے اس کا کوئی مددگار نہیں پھر لوگوں کی طرف دیکھا اے لوگو کچھ مضائقہ نہیں اللہ نے بنی اسرائیل کے لئے جو سزا مقدر

[1] البدایۃ والنہایۃ: ج ۴، ص: ۱۲۸

کی تھی اور جو مصیبت ان کے لئے لکھ دی تھی وہ پوری ہوئی یہ دیکھ کر حیی بیٹھ گیا اور اس کی گردن ماری گئی عورتوں میں سوائے ایک عورت کے کوئی عورت قتل نہیں کی گئی جس کا یہ جرم تھا کہ اس نے کوٹھے سے چکی کا پاٹ گرایا تھا جس سے خلاد بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے ابن ہشام کہتے ہیں کہ اس عورت کا نام بُنانہ تھا۔ حکم قرظی کی بیوی تھی۔ (عیون الاثر ص ۸۷، ج ۲)

ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان میں حضرت جابر سے باسناد صحیح مروی ہے کہ ان کی تعداد چار سو تھی اور سبایا بنی قریظہ یعنی قیدیوں کو فروخت کرنے کے لئے نجد اور شام کی طرف بھیجا گیا اور ان کی قیمت سے گھوڑے اور ہتھیار خریدے گئے اور جو مال و اسباب بنی قریظہ سے غنیمت میں ملا تھا وہ مسلمانوں پر تقسیم کیا گیا۔[1]

بنی قریظہ کے واقعہ میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائی۔

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا وَّاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَؤُوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا۔[2]

اور جن اہلِ کتاب نے ان کی مدد کی تھی اللہ تعالےٰ نے ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اُتار دیا اور ان کے دلوں میں تمھارا رعب ڈال دیا ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے اور ایک گروہ کو قید کرتے تھے اور اللہ نے تم کو وارث بنایا ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مالوں کا اور اس زمین کا جس پر تم نے ابھی تک قدم بھی نہیں رکھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تنبیہ: بنی قریظہ کے متعلق حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ عین تورات کے مطابق تھا جس پر ان کا ایمان تھا۔ چنانچہ تورات سفر استثناء باب بستم آیت دھم میں ہے۔ جب تو کسی شہر کے پاس لڑنے کے لئے آپہنچے تو پہلے اس سے صلح کا پیغام کر۔ اگر وہ صلح منظور کرے اور تیرے لئے دروازہ کھول دے تو ساری خلق جو اس شہر میں پائی جائے تیری خراج گزار ہوگی اور تیری خدمت کرے گی اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے جنگ کرے

---

[1] زرقانی، ج ۲، ص: ۱۳۷ [2] الاحزاب، آیۃ: ۲۶۔

تو تو اس کا محاصرہ کر اور جب خداوند قدوس تیرا خدا اُسے تیرے قبضے میں کردے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر مگر عورتوں [۱] اور لڑکوں اور مواشی کو اور جو کچھ اس شہر میں ہو اس کا سارا لوٹ اپنے لئے لے اور تو اپنے دشمنوں کی لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دی ہے کھائیو۔ [۲]

اور ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے ستون سے بندھے ہوئے تھے صرف نماز اور قضاء حاجت کے لئے کھول دیئے جاتے تھے۔ نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ میں اسی طرح رہوں گا یہاں تک کہ مرجاؤں یا اللہ عزّ وجل میری توبہ قبول فرمائیں چھ روز کے بعد سحر کے وقت ان کی توبہ نازل ہوئی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ کے گھر میں تھے۔ حضرت ام سلمہ نے آپ سے اجازت لے کر ان کو بشارت سنائی اور مبارک باد دی۔ مسلمان دوڑے کہ ان کو کھولیں۔ ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں قسم کھا چکا ہوں کہ جب تک رسول اللہ ﷺ خود اپنے دستِ مبارک سے نہ کھولیں گے۔ اس وقت نہ کھلوں گا چنانچہ آپ جب صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے تو خود دستِ مُبارک سے ان کو کھولا۔

نکتہ: ابولبابہ رضی اللہ عنہ پر ندامت کی کیفیت طاری ہوئی کہ اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ ڈالا اور قسم کھائی کہ جب تک میری توبہ قبول نہو اور رسول اللہ ﷺ خود اپنے دستِ مبارت سے آکر نہ کھولیں اس وقت تک اس ستون سے بندھا رہوں گا اگرچہ میری موت آجائے یہ ایک خاص کیفیت اور خاص حالت تھی جو کبھی کبھی خداوند ذوالجلال کے محبین ومخلصین پر طاری ہوتی ہے اسی کو اصطلاح میں حال کہتے ہیں جس کو اللہ اور اس کے رسول نے پسند فرمایا حق جل شانہ نے ابولبابہ کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ الی اٰخر الآیات [۳] اور ان کی توبہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِھِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ابولبابہ بیس دن تک مسجد کے ستون سے بندھے رہے

---

[۱] یعنی ان سب کو اپنا غلام اور کنیز بنا ؤ ۱۲۔ [۲] کما قال تعالیٰ فَکُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَیِّبًا ۱۲۔
[۳] سورۂ انفال، آیۃ: ۱۵۲

جب آیت نازل ہوئی خود نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم مسجد میں تشریف لے گئے اور ابولبابہ کو بشارت سُنائی اور خود دستِ مبارک سے ان کو کھولا۔

معلوم ہوا کہ جوشِ محبت میں اس قسم کے احوال اور کیفیات کا طاری ہونا عنداللہ اور عند الرسول مستحسن اور پسندیدہ ہے اس کا انکار کسی طرح مناسب نہیں ایسی کیفیات اور حالات کا طاری ہونا عقلاً عشق اور محبت کے لوازم میں سے ہے جو لوگ حضرات صوفیائے کرام کے حال اور وجد کے منکر ہیں گمان ایسا ہوتا ہے کہ ان کا دل جوشِ محبت سے خالی ہے، جب آدمی کو جوش آتا ہے تو اپنا ہوش نہیں رہتا ہانڈی کے نیچے جب آگ زیادہ ہوگی تو اُبال کا آنا لازمی امر ہے بہر حال وجد اور حال کا انکار ناممکن اور محال ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کے بارے میں جب آیاتِ قرآنی کا نزول ہوا تو صدیق اکبر نے عائشہ صدیقہ سے کہا کہ اے بیٹی اُٹھ اور نبی کریم ﷺ کا شکریہ اَدا کر عائشہ صدیقہ نے کہا:۔

انا لا اشکر الا ربی	میں تو سوائے خدا کے کسی کا شکر نہ کروں گی۔

یہ بھی سُکر اور وجد کی ایک کیفیت تھی کہ خداوند ذوالجلال کے اس بے مثال انعام کو دیکھ کر ایسا سرور طاری ہوا کہ اس نے اس دَرجہ مخمور بنا دیا کہ نبی اکرم ﷺ کے شکریہ سے بھی انکار کر دیا اور آنحضرت ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا معلوم ہوا کہ صاحب حال معذور ہے ورنہ درحقیقت یہ سب آں حضرت ﷺ کی زوجیت کی برکت تھی نزول براءت کی وجہ سے عائشہ صدیقہ پر ایک سُکر کی کیفیت طاری ہوگئی اس حالت میں یہ کلمات زبان سے نکل گئے۔ (ہذا توضیح ما افادہ الشیخ عبدالحق المحدث الدھلوی فی مدارج النبوۃ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا حضرت زینب سے نِکاح

اسی سال یعنی ۵ ھ میں آں حضرت ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا۔

قال قتادۃ والواقدی وبعض اھل المدینۃ تزوجھا علیہ	قتادہ اور واقدی اور بعض علماء مدینہ کا قول یہ آنحضرت ﷺ نے حضرت زینب

السلام سنة خمس زاد بعضهم فی ذی القعدة قال الحافظ البیهقی تزوجها بعد بنی قریظة وقال خلیفة بن خیاط وابو عبیدة ومعمر بن المثنی وابن مندة تزوجها سنة ثلاث والاول اشهر وهو الذی سلکه ابن جریر وغیر واحد من اهل التاریخ۔ البدایة والنهایة ص۱۴۵ ج۴

سنہ ۵ھ میں نکاح کیا اور بعض نے اس پر یہ اضافہ کیا کہ ماہ ذی قعدہ میں کیا اور امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت زینب سے نکاح بعد غزوۂ بنی قریظہ کے کیا اور خلیفۃ بن خیاط اور ابو عبیدۃ اور معمر اور ابن مندہ یہ کہتے ہیں کہ ۳ھ میں نکاح کیا اور پہلا قول یعنی ۵ھ میں نکاح کا ہونا یہی زیادہ مشہور ہے اور اسی کو ابن جریر اور بہت سے مورخین نے اختیار کیا ہے۔

حضرت زینب کے نکاح کا مفصل قصہ انشاء اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات کے بیان میں آئے گا۔

نزول حجاب

اور حضرت زینب ہی کے ولیمہ میں آیت حجاب نازل ہوئی یعنی یہ آیت کریمہ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ۔ یہ سورۂ احزاب کی آیت ہے اس آیت کو آیت حجاب کہتے ہیں کہ عورت ایسے شخص کے سامنے نہ آئے کہ جس سے اس کا نکاح جائز ہو اور سورۂ نور میں جو آیتیں نازل ہوئیں یعنی قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا الی قوله لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ۔ یہ آیتیں درباره ستر عورت نازل ہوئیں یہ آیات ستر کہلاتی ہیں یعنی بدن کے کتنے حصہ کو ہر وقت مستور اور پوشیدہ رکھنا ضروری ہے اور بدن کے کتنے حصہ کو کھلا رکھنا جائز ہے مثلاً گھر میں چہرہ اور ہتھیلیوں کا ڈھکنا واجب نہیں ان اعضاء کو اگر ہر وقت گھر میں مستور رکھنا واجب اور فرض ہو تو دشواری ہو جائے اس کا یہ مطلب

نہیں کہ جس کے سامنے چاہے کھول لیا کرو۔ اگر چہرہ کھولنے کی سب کے سامنے اجازت ہو پھر حجاب اور پردہ کا حکم نازل کرنے سے کیا فائدہ ہوا۔ اس کی تفصیل بھی انشاء اللہ حضرت زینب ہی کے قصہ میں آئے گی۔

۶ھ

سریۂ محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ بسوئ قُرطآء [1]

۱۰ محرم الحرام ۶ھ

۱۰ محرم الحرام ۶ھ کو رسول اللہ ﷺ نے تیس سواروں کو محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں قُرطاء کی جانب روانہ فرمایا۔ جا کر ان پر چھاپہ مارا۔ دس آدمی قتل ہوئے باقی بھاگ گئے۔ ڈیڑھ سو اونٹ اور تین ہزار بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں۔ سب کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے انیس دن کے بعد ۲۹ محرم کو یہ لوگ مدینہ پہنچے خمس نکال کر مال غنیمت آپ نے غانمین پر تقسیم فرمایا تقسیم غنائم میں ایک اُونٹ کو دس بکریوں کے معادل قرار دیا [2]

صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ لوگ سردار بنی حنیفہ ثمامۃ بن اُثال کو گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں لائے آپ نے اُن کو مسجد کے ایک ستون سے باندھنے کا حکم دیا۔ (تاکہ مسلمانوں کی نماز اور بارگاہ خداوندی میں عجز و نیاز کا نظارہ کریں جن کے دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا اور ان کے عمل کو دیکھکر آخرت کی رغبت پیدا ہوتی تھی۔ اُن کے انوار و برکات اندر ہی اندر دلوں کی ظلمتوں اور تاریکیوں کو صاف کرتے تھے)

رسُول اللہ ﷺ جب ان کے پاس سے گزرے تو فرمایا اے ثمامہ میری نسبت تمھارا کیا گمان ہے ثمامہ نے کہا میرا گمان آپ کے ساتھ اچھا ہے۔

---

[1] قُرطآء قبیلۂ بنی بکر کی ایک شاخ ہے۔ مدینہ منورہ سے سات دن کے راستہ پر ہے مقام ضریہ میں رہتے تھے۔ ۱۲ زرقانی ص ۱۴۲ ج ۲

[2] طبقات ابن سعد۔ ج ۲، ص: ۵۶

ان تقتل تقتل ذادم وان تنعم تنعم علی شاکر وان کنت ترید المال فسل منہ ماشئت	اگر آپ قتل کریں تو ایک خونی کو قتل کریں گے جو قتل کا مستحق ہے اور اگر انعام واحسان فرمائیں تو ایک شکر گزار پر انعام واحسان ہوگا اور اگر مال مطلوب ہے تو جتنا چاہیں حاضر کروں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خاموش گزر گئے دوسرے روز پھر ادھر سے گزرے اور ثمامہ سے دریافت فرمایا اے ثمامہ میری نسبت تمھارا کیا گمان ہے۔ ثمامہ نے آپ کا تلطف محسوس کر کے پہلا اور تیسرا جملہ حذف کر دیا اور صرف اس قدر کہا۔

ان تنعم تنعم علی شاکر	اگر احسان فرمائیں تو ایک شکر گزار پر احسان ہوگا۔

آپ سن کر پھر خاموش گزر گئے، تیسرے روز پھر اس طرف سے گزرے اور وہی سوال فرمایا ثمامہ نے کہا میرا گمان وہی ہے جو میں کل عرض کر چکا ہوں۔

آج ثمامہ نے ان تنعم تنعم علی شاکر کو بھی حذف کر دیا اور اپنا معاملہ آپ کے خُلق جمیل اور عفو وکرم پر چھوڑ دیا۔ آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ثمامہ کو کھول دو۔ ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ خود ثمامہ سے آپ نے یہ فرمایا۔

قد عفوت عنك يا ثمامة واعتقتك	اے ثمامہ میں نے تجھکو معاف کیا اور آزاد کیا۔

ثمامہ نے رہا ہوتے ہی مسجد کے قریب ایک نخلستان تھا وہاں جا کر غسل کیا اور پھر مسجد میں آئے اور کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

اور آپ سے مخاطب ہو کر کہا اے محمد اس سے پیشتر آپ کے چہرہ سے زیادہ کوئی چہرہ مجھکو دنیا میں مبغوض نہ تھا اور آج آپ کے چہرہ سے زیادہ روئے زمین پر کوئی چہرہ مجھکو محبوب اور پیارا نہیں اور اس سے پہلے آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین مجھکو مبغوض نہ تھا اور آج سب سے زیادہ آپ ہی کا دین مجھ کو محبوب ہے اور آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر مبغوض نہ تھا اور آج آپ کے شہر سے زیادہ مجھ کو کوئی شہر محبوب نہیں میں عمرہ کے ارادہ سے جا رہا تھا

کہ آپ کے سوار مجھکو گرفتار کر لائے اَب جو ارشاد ہو۔ آپ نے ان کو عمرہ کرنے کا حکم دیا اور بشارت دی۔ (یعنی تم صحیح اور سلامت رہو گے کوئی تم کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا)

ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ آئے تو کسی کافر نے کہا کہ ثمامہ تو بے دین ہو گیا ثمامہ نے کہا۔ ہرگز نہیں میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہوں یعنی میں بے دین نہیں ہو گیا اس لئے کہ کفر اور شرک کوئی دین نہیں بلکہ لغو اور بیہودہ خیال ہے بلکہ میں تو اللہ کا مطیع اور فرمانبردار بندہ ہو گیا ہوں اور اپنے آپ کو اسی کے حوالہ اور سپرد کر دیا ہے۔ خدا کی قسم میں کبھی تمھارے مذہب کی طرف رجوع نہ کروں گا اور خوب سمجھ لو کہ یمامہ سے جو غلّہ تمھارے پاس آتا ہے اب ایک دانہ بھی تمھارے پاس نہ آئے گا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں ثمامہ نے یمامہ پہنچ کر غلّہ کا آنا بند کر دیا قریش نے مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ آپ تو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ ہم آپ کے رشتہ دار ہیں آپ ثمامہ کو لکھ بھیجیں کہ غلہ بھیجنا بدستور جاری کر دیں آپ نے ثمامہ کو لکھوا کر روانہ فرمایا کہ غلّہ نہ روکیں۔
(بخاری شریف فتح الباری ص ۶۸ ج ۸ باب وفد بنی حنیفہ)

مسئلہ: جو شخص اسلام میں داخل ہو اس کے لئے غسل مستحب ہے (کذا فی فتح القدیر)

ثمامۃ بن اُثال رضی اللہ تعالےٰ عنہ فضلاء صحابہ میں سے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب اہلِ یمامہ مرتد ہوئے اور مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہو گئے تو حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیتیں لوگوں کے سامنے تلاوت فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ○ [1]	یہ کتاب اتاری گئی ہے اُس اللہ کی جانب سے جو غالب ہے قبول کرنے والا اور مجرموں کو سخت سزا دینے والا اور دوستوں کو بڑا انعام دینے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف لوٹ کر سب کو جانا ہے۔

اور بعد ازاں لوگوں سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا بھلا انصاف تو کرو کہ اس کلام معجز نظام کو مسیلمہ کذاب کے ہذیان سے کیا نسبت۔

---

[1] سورۂ مومن آیت ۳۔

حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حقانیت اور اخلاص میں ڈوبے ہوئے یہ کلمات اثر کر گئے تین ہزار آدمی مسیلمہ کذاب کا ساتھ چھوڑ کر آغوش اسلام میں آ گئے۔

(زرقانی ص۱۴۴ ج۲)

ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ جب اہل یمامہ مرتد ہوئے تو حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لوگوں کو مسیلمہ کذاب کے اتباع سے روکا اور یہ فرمایا:

ایاکم وامرا مظلما لا نور فیه وانه لشقاء کتبه الله عزوجل علی من اخذ به منکم وبلاء علی من لم یاخذ منکم یا بنی حنیفة۔	اے لوگو تم اپنے کو اس تاریک امر سے بچاؤ اس میں کہیں نُور کا نام و نشان نہیں البتہ تحقیق یہ شقاوت اور بدبختی ہے جس کو اللہ عزوجل نے ان لوگوں کے حق میں لکھ دیا ہے جنھوں نے اس کو قبول کیا اور

ابتلاء اور امتحان ہے ان لوگوں کے حق میں جنھوں نے اسے اختیار کیا اے بنی حنیفہ اس نصیحت کو خوب سمجھ لو۔

لیکن حضرت ثمامہ نے جب یہ دیکھا کہ نصیحت کارگر نہیں ہوتی اور لوگ کثرت سے اُس کے متبع ہو گئے۔ تو جو مسلمان ان کے ساتھ تھے اُن سے فرمایا خدا کی قسم میں اس شہر میں ہرگز نہ رہوں گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالٰی نے ان لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کیا ہے جو میرے ساتھ چلنا چاہے وہ چلے۔ ثمامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے اور جا کر علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ مل گئے اور اس بارے میں حضرت ثمامہ نے کچھ اشعار کہے۔

دعانا الی ترك الدیانة والهُدیٰ
مسیلمة الکذاب اذجاء یَسْجَعُ

مسیلمہ کذاب نے ہم کو دین اور ہدایت کے چھوڑنے کی طرف بلایا جس وقت کہ وہ کاہنوں کے سے سجع کہتا تھا۔

فیاعجبا من معشر قد تتابعوا　له فی سبیل الغیّ والغیُّ اشنع

تعجب ہے ان لوگوں سے جنھوں نے اس کے اتباع سے گمراہی کا راستہ اختیار کیا حالانکہ گمراہی بہت ہی بُری چیز ہے۔ (کذافی الاستیعاب لابن عبدالبر۔ ترجمہ ثمامۃؓ)

غزوہ بنی لحیان

ربیع الاوّل ۶ ھ

یکم ربیع الاوّل ۶ ھ کو آپ بنفسِ نفیس عاصم بن ثابت اور خبیب بن عدی اور دیگر شہداء رجیع کا بدلہ لینے کے لئے دوسو سواروں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ بنولحیان آپ کی خبر پاتے ہی بھاگ کر پہاڑوں میں جاچھپے ایک دو روز یہاں قیام فرمایا اور اطراف وجوانب میں چھوٹی چھوٹی مہمیں روانہ کیں جن میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی دس سوار دے کر روانہ فرمایا۔ بلا جدال وقتال آپ واپس ہوئے اور زبان مبارک پر یہ کلمات تھے۔ آیبون تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ اعوذ باللّٰہ من وعثاء السفر وکآبۃ المنقلب وسوء المنظر فی الاھل والمال۔

(طبقات ابن سعد ص ۵۶ ج ۲ زرقانی ص ۱۲۷ ج ۲)

غزوۂ ذی قرد

ربیع الاوّل ۶ ھ [1]

ذی قَرَد ایک چشمہ کا نام ہے جو بلادِ غطفان کے قریب ہے رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیوں کی چراگاہ تھی۔ عبدالرحمٰن بن عیینہ بن حصن فزاری نے چالیس سواروں کی ہمراہی میں اس چراگاہ پر چھاپہ مارا اور آپ کی اونٹنیاں پکڑ کر لے گیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے کو جو اونٹنیوں کی حفاظت پر متعین تھے ان کو قتل کر ڈالا اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی بیوی کو پکڑ کر لے گئے۔

سلمۃ بن اکوع اطلاع ملتے ہی ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور ایک ٹیلہ پر کھڑے

---

[1] اس غزوہ کی تاریخ میں اختلاف ہے، ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ غزوہ ربیع الاوّل ۶ ھ میں ہوا، امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ۷ ھ میں غزوۂ خیبر سے تین روز پہلے ہوا مگر تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ یہ غزوہ ۶ ھ حدیبیہ سے پہلے ہوا تفصیل کیلئے فتح الباری ص ۳۵۲ ج ۷ کی مراجعت کریں۔

ہوکر یا صباحاہ کے تین نعرے لگائے جس سے تمام مدینہ گونج اٹھا۔ سلمۃ بن اکوع بڑے تیر انداز تھے، دوڑ کر ان کو پانی کے ایک چشمہ پر جا پکڑا۔ ان پر تیر برساتے جاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔

انا ابن الاکوع والیوم یوم الرضَّع

میں اکوع کا بیٹا ہوں، اور آج کے دن معلوم ہو جائے گا کہ کس نے شریف عورت کا دُودھ پیا ہے اور کون کمینہ ہے۔

یہاں تک کہ تمام اونٹنیاں اُن سے چھڑالیں اور تیس یمنی چادریں اُن سے الگ چھینیں۔

ان کے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ پانسو یا سات سو آدمی لے کر روانہ ہوئے اور تیزی سے مسافت طے کر کے وہاں پہنچے اور آپ اَپنے روانہ ہونے سے پہلے بھی چند سوار روانہ فرما چکے تھے، ان لوگوں نے پہلے پہنچ کر اُن کا مقابلہ کیا۔ دو آدمی مشرکین میں کے مارے گئے ایک مسعدۃ بن حکمہ جن کو ابوقتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا اور دوسرا ابان بن عمر جس کو عکاشۃ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا اور مسلمانوں میں سے مُحرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ جن کا لقب اخرم [۱] ہے عبدالرحمن بن عیینہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ میں ان کو فلاں جگہ پیاسا چھوڑ آیا ہوں۔ اگر سو آدمی مجھ کو مل جائیں تو سب کو گرفتار کرلاؤں آپ نے فرمایا:

یا ابن الاکوع ملکت فاسجعْ [۲] اے ابن اکوع جب تو قابو پائے تو نرمی کر۔

مشرکین شکست کھا کر بھاگ گئے، رسول اللہ ﷺ ایک شبانہ روز وہیں مقیم رہے اور صلوٰۃ الخوف پڑھی اور پانچ دن کے بعد مدینہ واپس ہوئے۔ (زرقانی ص ۱۵۳ ج ۲)

---

[۱] سلمۃ بن اکوع کہتے ہیں کہ سب سے آگے اخرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور ان کے پیچھے ابوقتادہ تھے میں نے اخرم کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ تنہا نہ جاؤ کہیں تم کو مار نہ ڈالیں۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کا انتظار کرو۔ اخرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اے سلمہ اگر تو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جنت اور جہنم کو حق سمجھتا ہے تو میرے اور شہادت کے مابین حائل نہ ہو۔ سلمہ نے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی، اخرم آگے بڑھے اور مقابلہ کیا۔ عبدالرحمن بن عیینہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ بعد ازاں ابوقتادہ نے آگے بڑھ کر عبدالرحمن کے ایک نیزہ مارا جس نے اس کا کام تمام کیا۔ اصابہ ص ۳۶۸ ج ۳۔ ترجمہ محرز بن نضلہؓ و طبقات ابن سعد ص ۶۰ ج ۲۔

[۲] فتح الباری، ج ۷، ص: ۳۵۳

سریۂ عکاشۃ بن محصن رضی اللہ عنہ بسوئ غمر [1]

اسی ماہ ربیع الاوّل میں رسول اللہ ﷺ نے عکاشۃ بن محصن کو چالیس آدمیوں کے ہمراہ غمر کی جانب روانہ کیا لیکن وہ لوگ خبر پاتے ہی بھاگ گئے جب وہاں کوئی نہ ملا تو شجاع بن وہب کو اِدھر اُدھر تلاش میں روانہ کیا قرائن سے ان کو ان کے مویشیوں کا کچھ پتہ نہ چلا انھیں میں کا ایک شخص ان کے ہاتھ لگ گیا، اُس کو پکڑ لائے اور اس سے پتہ دریافت کیا، وہاں پہنچ کر چھاپہ مارا دوسو اونٹ غنیمت میں ملے۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۶ ج ۲)

سریۂ محمّد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئ ذی القصہ [2]

ربیع الآخر ۶ھ میں رسول اللہ ﷺ نے محمّد بن مسلمہ کو دس آدمیوں کے ساتھ ذی القصہ کی طرف بنی ثعلبہ اور بنی عُوال کے مقابلہ میں روانہ فرمایا۔ رات کو پہنچے اور پہنچ کر سو گئے۔ غنیم پہاڑوں میں چھپ گیا۔ جب یہ سو گئے تو سو آدمیوں نے آکر شب خون مارا اور سب کو شہید کر ڈالا محمّد بن مسلمہ زخمی ہوئے ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ کر چلے گئے، ایک مسلمان ادھر سے گزرا اور محمّد بن مسلمہ کی لاش کو اُٹھا کر مدینہ لایا۔

سریہ ابوعبیدۃ بن الجراح سوئ ذی القصہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کا انتقام لینے کے لئے ابوعبیدہ کو چالیس آدمیوں کے ہمراہ ذی القصہ کی طرف روانہ فرمایا پہنچ کر ان پر حملہ کیا شکست کھا کر بھاگ گئے ابوعبیدہ ان کے مویشی پکڑ لائے اور مدینہ واپس ہوئے اس کو سریۂ ذی القصہ ثانی کہتے ہیں۔

سریۂ جمُوم

ربیع الآخر ۶ھ رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ کو جموم کی جانب جو مدینہ سے چار

---

[1] غمر ایک چشمہ کا نام ہے۔۱۲ [2] ذی القصہ ایک موضع کا نام ہے جو مدینہ سے بیس میل کے فاصلہ پر ہے۔۱۲ زرقانی

میل کے فاصلہ پر ہے، بنی سلیم کے مقابلہ میں روانہ فرمایا، وہاں پہنچ کر ایک عورت مل گئی جس نے ان کا پتہ دیا۔ کچھ قیدی اور کچھ اونٹ اور کچھ بکریں وہاں سے لے کر دو دن کے بعد واپس ہوئے۔[1]

سریۂ عیص

جمادی الاولیٰ ۶ھ

رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ قریش کا ایک کاروان تجارت شام سے واپس آرہا ہے اس اطلاع کے ملنے پر آپ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ایک سو ستر سواروں کے ہمراہ مقام عیص کی طرف روانہ فرمایا۔

یہ مقام مدینہ سے چار دن کے راستہ پر ہے، ساحل کے قریب واقع ہے۔ یہاں سے قریش کے تجارتی قافلے گزرتے ہیں۔

مسلمانوں نے پہنچ کر سب قافلہ والوں کو گرفتار کرلیا اور ان کے تمام مال ومتاع پر قبضہ کرلیا سب کو لے کر مدینہ حاضر ہوئے۔ قیدیوں میں آپ کے داماد ابوالعاص بن ربیع بھی تھے، آپ کی صاحبزادی حضرت زینب نے ان کو پناہ دی اور آپ نے بھی ان کو پناہ دی اور ان کا مال واسباب واپس کیا۔[2]

حضرت ابوالعاص کی واپسی اور ان کے اسلام کا مفصل قصہ غزوۂ بدر کے بیان میں گزر چکا ہے۔

سریۂ طَرِف

(جمادی الاُخریٰ)

طَرِف ایک چشمہ کا نام ہے، مدینہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر ہے، زید بن حارثہ کو پندرہ آدمیوں کے ساتھ بنی ثعلبہ کی سرکوبی کے لئے اس چشمہ کی طرف روانہ فرمایا۔ غنیم بھاگ گیا اور زید بن حارثہ کچھ اونٹ اور بکریاں۔ لے کر مدینہ واپس ہوئے۔[2]

---

[1] طبقات ابن سعد، ج ۲ ص: ۶۲۔۶۳ زرقانی ج ۲ ص: ۱۵۵

[2] طبقات ابن سعد ج ۲ ص: ۶۲۔۶۳

سریہ حسمیٰ [۱]

(جمادی الاخری ۶ ھ)

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ، حضور کا والا نامہ لے کر قیصر روم کے پاس گئے تھے وہاں سے واپس آرہے تھے قیصر کے دیئے ہوئے ہدایا اور تحائف آپ کے ہمراہ تھے جب حسمیٰ کے قریب پہنچے تو ہُنَیْد جذامی نے قبیلۂ جذام کے چند آدمیوں کو لے کر ڈاکہ مارا صرف ایک پرانی اور بوسیدہ چادر چھوڑ دی باقی کپڑے اور سامان سب چھین لیا۔ رفاعۃ بن زید جُذامی (جو مشرف باسلام ہو چکے تھے) جب ان کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ چند مسلمانوں کو اپنے ہمراہ لے کر پہنچے اور ہُنَید سے وہ تمام سامان چھین کر حضرت دحیہ کو واپس دلایا، دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ سو صحابہ کو زید بن حارثہ کی سرکردگی میں حسمیٰ کی طرف روانہ کیا، یہ لوگ رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے، صبح کو پہنچتے ہی ایک دم ان پر چھاپہ مارا ہنید اور اس کے بیٹے کو قتل کیا۔ سو عورتیں اور بچے گرفتار ہوئے۔ ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ لگیں، چونکہ انہی کے ساتھ رفاعۃ بن زید کے لوگ بھی رہتے تھے جو مسلمان تھے غلطی سے ان کے بچے اور عورتیں گرفتار ہوگئے، رفاعۃ بن زید آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے حضرت علی کو ان کے ہمراہ روانہ کیا کہ زید کو حکم دیں کہ تمام قیدی چھوڑ دیئے جائیں اور سب مال واپس کر دیا جائے حتیٰ کہ نمدہ اور کجاوہ واپس دے دیا جائے۔ [۲]

سَریۂ وادی القریٰ [۳]

(رجب ۶ ھ)

ماہ رجب میں زید بن حارثہ کو بنی فزارہ کی سرکوبی کے لئے وادی القریٰ کی جانب روانہ فرمایا، چند مسلمان شہید ہوئے اور زید بن حارثہ زخمی ہوئے۔

---

[۱] حسمیٰ۔ وادی القریٰ کے قریب موضع ہے جہاں قبیلہ جذام آباد ہے ابن سعد اور ابن سید الناس کہتے ہیں کہ یہ سریہ جمادی الاخری ۶ ھ میں روانہ کیا گیا اور حافظ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے اس لئے کہ حدیبیہ سے واپسی ہی کے بعد دحیہ کلبی کو قیصر روم کے پاس والا نامہ دے کر روانہ فرمایا ہے۔ زرقانی ص ۱۵۸ ج ۲ [۲] ابن سعد، ج ۲، ص: ۶۳۔ زرقانی ۲، ص: ۱۵۸ [۳] وادی القریٰ ایک موضع مدینہ منورہ کے قریب ہے، شام کے راستہ میں پڑتا ہے۔ ۱۲ زرقانی

سَریۂ دومۃ الجَندل

(شعبان ۶ھ)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی اور عبدالرحمٰن بن عوف اور عبداللہ بن مسعود اور معاذ بن جبل اور حذیفہ بن الیمان اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور دسواں میں، سب آپ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ ایک نوجوان انصاری حاضر خدمت ہوا۔ اور سلام کر کے بیٹھ گیا اور عرض کیا۔

یا رسول اللّٰہ ایّ المؤمنین افضل۔	کہ یا رسول اللہ سب سے بہتر کونسا مسلمان ہے۔

آپ نے فرمایا۔

احسنهم اخلاقا	جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں۔

بعدازاں اُس نے یہ سوال کیا۔

فایّ المؤمنین اکیَسُ	کون مسلمان سب سے زیادہ ہوشیار اور سمجھدار ہے۔

آپ نے فرمایا:

اکثرھم للموت ذکرا و اکثرھم استعداد اله قبل ان ینزل به اولٰئك الا کیاس۔	جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے اور رکھنے والا اور موت آنے سے پہلے سب سے زیادہ موت کی تیاری کرنے والا ہو ایسے ہی لوگ سمجھدار اور ہوشیار ہیں۔

انصاری نوجوان تو ساکت ہوگیا اور آپ مجلس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا پانچ خصلتیں نہایت خطرناک ہیں اللہ تعالیٰ تم کو اُن سے پناہ دے اور ان کے دیکھنے سے محفوظ رکھے۔

(۱)۔ جس قوم میں بے حیائی کُھلم کُھلا پھیل جائے تو اس قوم میں طاعون اور وہ بیماریاں پھیلتی ہیں کہ جو پہلے کبھی ظاہر نہ ہوئی تھیں۔

(۲)۔ جو قوم ناپ اور تول میں کمی کرتی ہے وہ قحط سالی اور مشقتوں میں مبتلا ہوتی ہے اور ظالم بادشاہ ان پر مسلّط کر دیا جاتا ہے۔

(۳)۔ جو قوم اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالتی ان سے بارش روک لی جاتی ہے، اگر جانور نہ ہوتے تو بالکل بارش سے محروم کر دیئے جاتے۔

(۴)۔ اور جو قوم اللہ عزّ وجل اور اُس کے رسُول کا عہد توڑتی ہے تو اللہ تعالےٰ اجنبی دشمنوں کو ان پر مسلّط کر دیتا ہے اور وہ غیر قوم کے لوگ ان کے ہاتھ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب لے لیتے ہیں۔

(۵)۔ اور جب پیشوا اور حکّام کتاب اللہ کے خلاف فیصلہ کرنے لگیں اور متکبر اور سرکش ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ آپس میں پھوٹ ڈال دیتے ہیں۔

بعد ازاں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمٰن بن عوف کو حکم دیا کہ میں آج یا کل تم کو ایک مہم پر بھیجنے والا ہوں تیار ہو جاؤ، اگلے روز جب نماز سے فارغ ہوئے تو عبد الرحمٰن بن عوف کو بلایا اور اپنے سامنے بٹھلایا اور دست مبارک سے ایک سیاہ عمامہ ان کے سر پر باندھا اور چار انگشت کا شملہ پیچھے چھوڑا اور فرمایا اے ابن عوف اسی طرح عمامہ باندھا کرو، اس طرح بہت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ بعد ازاں حضرت بلال کو حکم دیا کہ ایک جھنڈا لا کر عبد الرحمٰن بن عوف کو دیں اور پھر آپ نے اللہ عز وجل کی حمد وثناء کی اور اَپنے اوپر درود پڑھا اور عبد الرحمٰن بن عوف سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ جھنڈا لے کر اللہ کی رَاہ میں جہاد کے لئے جاؤ۔ جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ان سے قتال کرو۔ خیانت اور غدر نہ کرنا۔ کسی کے ناک اور کان نہ کاٹنا کسی بچہ کو نہ قتل کرنا۔ یہ اللہ کا عہد ہے اور اُس کے نبی کی سنت ہے۔

سات سو آدمیوں کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف جانے کا حکم دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اگر وہ تمھاری دعوت کو قبول کریں اور اسلام لے آئیں تو وہاں کے رئیس کی بیٹی سے نکاح کرنے میں تامل نہ کرنا۔

عبد الرحمٰن بن عوف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ تین روز

تک برابر اُن کو اسلام کی دعوت دیتے رہے تیسرے روز دومۃ الجندل کے رئیس اصبع بن عمر نے اسلام قبول کیا جو کہ مذہباً عیسائی تھا۔ اور اس کے ساتھ اور بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور آپ کی پیشین گوئی کے مطابق۔ عبدالرحمن بن عوف کا نکاح وہاں کے رئیس اصبع کی بیٹی تُماضر سے ہوا۔ عبدالرحمن اس کو اپنے ساتھ مدینہ لے آئے ابوسلمۃ بن عبدالرحمن جو کبار تابعین اور جلیل القدر حفاظ میں سے ہیں، وہ ان کے بطن سے پیدا ہوئے۔[1]

سَریۂ فدک

(شعبان ۶ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ بنی سعد بن بکر نے یہود خیبر کی امداد کے لئے فدک کے قریب لشکر جمع کیا ہے۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سو آدمیوں کے ہمراہ فدک کی طرف روانہ فرمایا راستہ میں ان کو ایک شخص ملا۔ ڈرانے اور دھمکانے سے معلوم ہوا کہ بنی سعد کا جاسوس ہے۔ امن دے کر اُس سے پتہ دریافت کیا۔ اُس نے اُن کا ٹھیک پتہ بتلایا اسی کے مطابق پہنچ کر اُن پر حملہ کیا۔ بنو سعد تو بھاگ گئے اور مسلمان پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں لے کر واپس ہوئے۔[1]

سَریہ اُمِّ قِرفہ

(۷ رمضان المبارک ۶ھ)

ام قرفہ ایک عورت کی کنیت ہے جس کا نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا، یہ عورت قبیلہ بنی فزارہ کی سردار تھی زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مال تجارت لے کر شام کو جاتے ہوئے یہاں سے گزرے بنی فزارہ کے لوگوں نے ان کو مار کر زخمی کیا۔ اور تمام سامان چھین لیا۔ زید مدینہ واپس آ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر زید کی سرکردگی میں روانہ کیا جو کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔[2]

---

[1] زرقانی ج ۲ ص ۶۳۔ طبقات ابن سعد تن ج ۲ ص ۱۵
[2] زرقانی ج ۲ ص ۱۶۲

سریۂ عبداللہ بن عتیک برائے قتل ابی رافع بن حقیق یہودی

ابورافع یہودی کے قتل کا مفصل واقعہ ۳ھ کے واقعات میں ذکر ہو چکا ہے۔ ہمارا مقصد اس وقت صرف یہ بتلانا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک ابورافع کے قتل کا واقعہ ۳ھ میں پیش آیا اور بعض کے نزدیک ۵ھ میں پیش آیا اور بعض کے نزدیک ۶ھ میں تفصیل کے لئے، زرقانی کی مراجعت کریں [1]

سریۂ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(شوال ۶ھ)

ابورافع کے قتل ہو جانے کے بعد یہود نے اُسَیر بن رزام کو اپنا امیر اور سردار بنالیا، اس نے رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ کے لئے تیاریاں شروع کیں اور قبیلۂ غطفان اور دیگر قبائل کو رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ کیا۔ آپ کو جب اس کا علم ہوا تو عبداللہ بن رواحہ کو تین آدمیوں کے ساتھ تحقیق حال کے لئے روانہ فرمایا۔ عبداللہ بن رواحہ نے آکر خبر دی کہ واقعہ صحیح ہے رسول اللہ ﷺ نے تیس آدمیوں کو عبداللہ بن رواحہ کے ساتھ روانہ فرمایا کہ ان کو بلا کر لائیں تاکہ ان سے زبانی گفتگو کریں۔

اسیر بن رزام نے بھی تیس آدمی ہمراہ لیئے اور روانہ ہوا ایک ایک اونٹ پر دو دو آدمی تھے ایک یہودی اور ایک مسلمان راستہ میں آکر ان لوگوں کی نیت بدلی۔ اُسَیر بن رزام اور عبداللہ بن اُنَیس ایک اونٹ پر تھے، اُسَیر نے دو مرتبہ ان پر تلوار چلانی چاہی۔ مگر عبداللہ بن انیس متنبہ ہو گئے دو مرتبہ درگزر فرمایا۔ اُسَیر نے جب تیسری بار یہ حرکت کی تو طرفین سے جنگ چھڑ گئی۔ تمام یہودی قتل کر دیئے گئے۔ ان میں کا صرف ایک آدمی بچا جو بھاگ گیا تھا مسلمانوں میں سے بحمد اللہ کوئی قتل نہیں ہوا۔ صرف عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے زخم آیا۔

جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] ایضا ۱۶۵

قد نجاکم اللّٰہ من القوم الظالمین ۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو ظالموں سے نجات دی۔

اور عبداللہ بن انیس کے زخم پر لعاب مبارک لگا دیا۔ فوراً اچھا ہو گیا اور چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔

سَرِیَّہ کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ سوئے عُرَنیین

(شوال ۶ھ)

قبیلہ عُکل اور عُرینہ کے چند لوگ مدینہ میں آئے اور اسلام ظاہر کیا۔ چند روز کے بعد آپ سے یہ عرض کیا کہ ہم اہلِ مویشی ہیں اب تک دودھ پر ہمارا گزارا رہا ہے غلہ کے ہم عادی نہیں مدینہ کی آب و ہوا ہم کو موافق نہیں اس لئے اگر ہم کو شہر سے باہر صدقات کے اونٹوں میں رہنے اور ان کے دودھ پینے کی اجازت دے دیں تو بہتر ہے۔

آپ نے ان کی درخواست منظور فرمائی اور شہر سے باہر چراگاہ میں صدقات کے اونٹ رہتے تھے۔ وہاں رہنے اور ان کا دودھ پینے کی اجازت دے دی چند روز میں یہ لوگ تندرست اور بڑے قوی اور توانا ہو گئے، اس وقت یہ شرارت سوجھی کہ اسلام سے مرتد ہوئے اور آپ کے چرواہے کو قتل اور اُس کے ہاتھ اور پیر ناک اور کان کاٹے۔ اور آنکھوں میں کانٹے چبھوئے اور اونٹوں کو بھگا کر لے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے شوال ۱؎ ۶ھ میں کرز بن جابر فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقریباً بیس آدمیوں کے ہمراہ ان کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ سب گرفتار کئے گئے۔ آپ نے ان سے قصاص اور بدلہ لینے کا حکم دیا اور جس طرح سے ان لوگوں نے چرواہے کو قتل کیا تھا اسی طرح وہ قتل کئے گئے لیکن آیندہ کے لئے یہ حکم ہو گیا کہ کوئی مجرم اگرچہ کتنا ہی سخت جُرم کیوں نہ کرے ہرگز ایسی سزا نہ دی جائے ابتداءً تو پہلے ہی سے کسی سخت سے سخت دشمن کا مثلہ کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا لہٰذا اگر کوئی کافر کسی مسلمان کو قتل کر کے مثلہ کرے تو اُس کے قصاص میں کافر کو صرف قتل کیا جائے گا مثلہ نہ کیا جائے گا۔ ۲؎

۱؎ یہ واقدی اور ابن سعد اور ابن حبان کا قول ہے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ واقعہ حدیبیہ کے بعد اور فتح خیبر سے پہلے ہوا تفصیل کے لئے زرقانی ص ۱۷۲ ج ۲ کی مراجعت کریں۔

۲؎ زرقانی ج ۲ ص: ۱۷۲

بَعثِ عمرو بن امیہ ضَمری رضی اللہ تعالےٰ عنہ

ابوسفیان بن حرب نے ایک روز قریش کے بھرے مجمع میں یہ کہا کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو جا کر محمد۔ کو قتل کر آئے ان کے ہاں کوئی پہرہ نہیں محمد بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں ایک اعرابی نے کہا کہ میں اس کام میں بڑا ماہر ہوں، اگر تم میری امداد کرو تو میں اس کام کو کر آؤں ابوسفیان نے اس کو ایک اونٹنی دی اور خرچ دیا۔ اور امداد کا وعدہ کیا وہ اعرابی اپنا خنجر لے کر مدینہ روانہ ہوا حضور اس وقت مسجد بنی عبدالاشہل میں تشریف فرما تھے اس اعرابی کو سامنے سے آتے دیکھ کر فرمایا یہ کسی فاسد نیت سے آ رہا ہے، اُسَید بن حضیر اٹھے اور اس اعرابی کو پکڑا۔ جو خنجر کپڑوں میں چھپائے ہوئے تھا وہ ہاتھ سے چھوٹ گیا، آپ نے فرمایا کہ سچ بتلا کس نیت سے آیا ہے۔ اس نے کہا اگر مجھکو امن عطا ہو تو عرض کروں۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھکو امن دیا۔ اعرابی نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور معاف کیا۔ وہ اعرابی یہ معاملہ دیکھکر مسلمان ہو گیا اور یہ کہا۔

یا محمد واللہ ما کنت ما افرق الرجال فما هو الا ان رأيتك فذهب عقلی وضعفت نفسی ثم اطلعت علی ماهممت به مالم يعلم احد فعرفت انك ممنوع وانك علی حق وان حزب ابی سفیان حزب الشيطان فجعل رسول الله صلی الله عليه سلم يتبسم۔

اے محمد میں کسی سے ڈرنے والا نہ تھا مگر آپ کو دیکھتے ہی یہ حالت ہوئی کہ عقل جاتی رہی اور دل کمزور پڑ گیا، پھر مزید براں یہ کہ آپ میرے ارادہ پر مطلع ہو گئے جس کا کسی کو علم نہیں، پس میں نے پہچان لیا کہ آپ مامون اور محفوظ ہیں اور یقیناً آپ حق پر ہیں اور ابوسفیان کا گروہ شیطان کا گروہ ہے۔ آپ یہ سنکر مسکرانے لگے۔

اس کے بعد وہ اعرابی چند روز آپ کی خدمت میں رہا اور پھر آپ سے اجازت لے کر رخصت ہوا پھر اس کا کوئی حال معلوم نہیں ہوا کہ کہاں گیا۔

بعد ازاں آپ نے عمرو بن امیہ ضمری اور سلمۃ بن اسلم انصاری کو مکہ روانہ فرمایا کہ اگر موقعہ پڑے تو ابوسفیان کو قتل کر دیں۔ جب یہ دونوں مکہ میں داخل ہوئے تو یہ ارادہ کیا کہ مسجد حرام میں حاضر ہو کر بیت اللہ کا پہلے طواف کر لیں حرم میں داخل ہونا تھا کہ ابوسفیان نے ان کو دیکھ لیا اور چلا کر کہا کہ دیکھو یہ عمرو بن امیہ ہے ضرور کسی شر کے لئے آیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عمرو بن امیہ شیطان کے نام سے مشہور تھا۔ اہلِ مکہ نے اس خیال سے کہ عمرو بن امیہ ہم کو کوئی نقصان نہ پہنچائے اس ڈر سے اس کے لئے کچھ روپیہ پیسہ جمع کر دیا۔ عمرو نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ابوسفیان کا قتل تو اب ممکن نہیں بہتر یہ ہے کہ ہم اپنی جان بچا کر نکل جائیں۔ چل کر راستہ میں عبداللہ بن مالک تیمی کو قتل کیا، آگے چل کر دیکھتے کیا ہیں کہ بنی الدیل کا ایک کانا شخص لیٹا ہوا یہ شعر گا رہا ہے۔

وَلَسْتُ بِمُسْلِمٍ مَادُمْتُ حَيًّا وَلَسْتُ اَدِيْنُ دين المسلمينا

جب تک میری زندگی ہے میں کبھی مسلمان نہ ہونگا اور نہ مسلمانوں کے دین کو کبھی اختیار کروں گا۔ عمرو[1] نے اس شعر پڑھنے والے پر ایک وار کیا جس سے اس کا کام تمام ہوا۔ آگے چلے تو قریش کے دو جاسوس ملے جن کو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے تجسس کے لئے بھیجا تھا ان میں سے ایک کو تو قتل کیا اور دوسرے کو گرفتار کر کے بارگاہ نبوی میں لا کر پیش کیا اور تمام واقعہ آپ کو سنایا، آپ سُن کر ہنس پڑے اور مجھے دُعائے خیر دی۔ (زرقانی ص ۱۷۷ ج ۲)

عُمْرَةُ الحُدَيْبِيَة

(یکم ذی القعدۃ الحرام ۶ھ[2])

حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے جس کے متصل ایک گاؤں آباد ہے جو اسی نام سے مشہور ہے یہ گاؤں مکہ معظمہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے، محب طبری فرماتے ہیں کہ اس کا اکثر حصہ حرم میں ہے اور باقی حصہ حل میں۔

---

[1] ایک روایت میں ہے کہ عمرو نے پوچھا کہ تو کون ہے اُس نے کہا میں قبیلۂ بنی بکر کا ہوں عمرو نے کہا مرحبا اس کے بعد وہ شخص لیٹ گیا اور پھر یہی شعر گانا شروع کیا۔ عمرو نے پہلے تو ایک تیر اس کی دوسری آنکھ میں مارا جو صحیح وسالم تھی بعد میں تلوار سے کام تمام کیا۔ زرقانی۔

[2] فتح الباری ص ۳۳۹ ج ۷ زرقانی ص ۱۷۹ ج ۲

رسول اللہ ﷺ نے ایک خواب دیکھا کہ آپ اور آپ کے کچھ اصحاب مکہ مکرمہ میں امن کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کر کے بعض اصحاب نے سر منڈایا اور بعض نے کترایا (رواہ البیہقی فی الدلائل)

یہ خواب سنتے ہی دلوں میں جو بیت اللہ کی محبت اور شوق کی چنگاری دبی ہوئی تھی وہ بھڑک اٹھی۔ اور زیارت بیت اللہ کے شوق نے سب کو بے چین اور بے تاب بنا دیا۔

یوم دوشنبہ یکم ذی القعدۃ الحرام ۶ھ کو رسول اللہ ﷺ نے بقصد عمرہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کا قصد فرمایا۔[1] تقریباً پندرہ سو مہاجرین اور انصار آپ کے ہمراہ تھے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر ہدی کے قلادہ ڈالا اور اشعار کیا اور عمرہ کا احرام باندھا اور بُسر بن سفیان کو جاسوس بنا کر قریش کی خبر معلوم کرنے کے لئے آگے روانہ فرمایا چونکہ ارادہ جنگ کا نہ تھا اس لئے کسی قسم کا سامان حرب اور سلاح جنگ ساتھ نہیں لیا۔ صرف اتنے ہتھیار ساتھ رکھے جتنا کہ مسافر کو ضروری اور لازمی ہے اور وہ بھی نیام میں (فتح الباری کتاب الشروط وطبقات ابن سعد[2] ص۶۹ ج ۲)

جب آپ غدیر اشطاط پر پہنچے تو آپ کے جاسوس نے آکر آپ کو یہ اطلاع دی کہ قریش نے آپ کو خبر پاتے ہی لشکر جمع کیا ہے اور آپ کے مقابلہ کے لئے نکل گئے ہیں اور یہ عہد کیا ہے کہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ خالد بن الولید بطور مقدمۃ الجیش کے دو سو سواروں کو لے کر مقام غمیم میں پہنچ گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر پاتے ہی وہ راستہ چھوڑ دیا اور دوسرے راستہ سے نکل کر مقام حدیبیہ میں پہنچ گئے۔ اس مقام سے جب آپ نے اپنے ناقہ کو مکہ کی طرف موڑنا چاہا تو وہ ناقہ بیٹھ گیا۔ لوگوں نے ناقہ کو اٹھانے کی غرض سے[3] حَلْ حَلْ کہا ہر چند ناقہ کو اٹھانا چاہا مگر ناقہ اپنی جگہ سے نہ اٹھا۔ لوگوں نے کہا خَلَاتِ القصواء خلات القصواء اونٹنی بیٹھ گئی۔ آپ نے فرمایا یہ اس کی عادت نہیں لیکن اللہ عزوجل نے اس کو روکا ہے۔ اور بعد ازاں یہ فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری

---

[1] اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں۔ مشہور قول چودہ سو کا ہے جیسا کہ صحیحین میں براء بن عازب سے مروی ہے اور صحیحین ہی میں جابر بن عبداللہ سے پندرہ سو کا قول مروی ہے تفصیل کیلئے زرقانی ص ۱۸۰ ج ۲ کی مراجعت کی جائے۔

[2] یہ حدیث صحیح بخاری کے متعدد ابواب میں مذکور ہے مگر ٹکڑے ٹکڑے۔ مفصل حدیث کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحراب الخ میں مذکور ہے ۱۲۔

[3] فتح الباری ج ۵ ص: ۲۳۲۔۲۴۵

جان ہے، قریش مجھ سے جس ایسے امر کی درخواست کریں گے کہ جس میں شعائر اللہ کی تعظیم ہوتی ہو میں ضرور اس کو منظور کروں گا یہ کہہ کر اونٹنی کو کوچا دیا۔ فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی وہاں سے ہٹ کر آپ نے حدیبیہ پر آ کر قیام فرمایا۔ گرمی کا موسم تھا پیاس کی شدّت اور پانی کی قلت تھی، گڈھے میں جو تھوڑا بہت پانی تھا وہ کھینچ لیا گیا۔ صحابہ نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ پانی نہیں رہا۔ آپ نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر دیا کہ اُس گڈھے میں گاڑ دیا جائے، اسی وقت پانی اس قدر جوش مارنے لگا کہ تمام لشکر سیراب ہو گیا۔[۳]

حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد آپ نے خراش بن امیہ خزاعیؓ کو ایک اونٹ پر سوار کر کے اہل مکہ کے پاس بھیجا کہ ان کو خبر کر دیں کہ ہم فقط بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے، جنگ کے لئے نہیں آئے اہلِ مکہ نے اُن کے اونٹ کو ذبح کر ڈالا اور ارادہ کیا کہ ان کو بھی قتل کر ڈالیں۔ مگر آپس ہی کے بعض لوگوں نے درمیان میں پڑ کر بچا دیا۔ حضرت خراش اپنی جان بچا کر واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ تب آپ نے حضرت عمرؓ کو پیام دے کر اہلِ مکہ کے پاس بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے معذرت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اہلِ مکہ مجھ سے کس قدر برہم ہیں اور کس درجہ میرے دشمن ہیں، مکہ میں میرے قبیلہ کا کوئی شخص نہیں جو مجھے بچا سکے اگر آپ حضرت عثمان کو بھیجیں جن کی مکہ میں قرابتیں ہیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ آپ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان کو بلا کر یہ حکم دیا کہ ابوسفیان اور روسائے مکہ کو ہمارا پیام پہنچا دو اور جو مسلمان مکہ میں اپنے اسلام کا اعلان واظہار نہیں کر سکتے اُن کو یہ بشارت سنا دو، کہ گھبرائیں نہیں عنقریب اللہ تعالےٰ فتح نصیب فرمائے گا اور اپنے دین کو ظاہر اور غالب کرے گا عثمان بن عفان اپنے ایک عزیز ابان بن سعید کی پناہ میں مکہ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کا پیام پہنچایا اور ضعفاء مسلمین کو بشارت سُنائی۔

سب نے بالاتفاق یہ جواب دیا کہ اس سال تو رسُول اللہ ﷺ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے تم اگر چاہو تو تنہا طواف کر سکتے ہو۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ میں بغیر رسول اللہ ﷺ کے کبھی طواف نہ کروں گا، قریش یہ سُن کر خاموش ہو گئے اور حضرت عثمان کو روک لیا۔

حضرت عثمان وہاں روک لئے گئے اور ادھر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل کر دیئے گئے

بَیعۃُ الرِضوانُ

رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا اور یہ فرمایا کہ جب تک میں اُن سے بدلہ نہ لے لوں گا یہاں سے حرکت نہ کروں گا اور وہیں کیکر کے درخت کے نیچے جس کے سایہ میں فروکش تھے بیعت لینی شروع کردی کہ جب تک جان میں جان ہے کافروں سے جہاد وقتال کریں گے مرجائیں گے مگر بھاگیں گے نہیں۔

سب سے پہلے ابوسنان اسدی نے بیعت کی معجم طبرانی میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جب بیعت کے لئے بلایا تو سب سے پہلے ابوسنانؓ آپ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا یارسول اللہ بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایئے آپ نے فرمایا کس چیز پر بیعت کرتا ہے ابوسنان نے کہا اُس چیز پر جو میرے دل میں ہے، آپ نے فرمایا تیرے دل میں کیا ہے۔ ابوسنان نے کہا یارسول اللہ میرے دل میں یہ ہے کہ اس وقت تک تلوار چلاتا رہوں جب تک اللہ عزوجل آپ کو غلبہ نصیب فرمائے یا اس راہ میں مارا جاؤں، آپ نے اُن کو بیعت فرمایا اور اسی پر سب نے بیعت کی۔

صحیح مسلم میں ہے کہ سلمۃ بن اکوعؓ نے تین مرتبہ بیعت کی ابتداء میں اور درمیان میں اور اخیر میں اور جب بیعت سے فارغ ہوئے تو بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھ کر یہ فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی جانب سے ہے (رواہ البخاری)

داہنا ہاتھ آپ کی طرف سے تھا اور بایاں ہاتھ حضرت عثمان کی جانب سے تھا۔ حضرت عثمانؓ اس واقعہ کو ذکر کر کے فرمایا کرتے تھے کہ میری جانب سے رسول اللہ ﷺ کا بایاں ہاتھ میرے دائیں ہاتھ سے کہیں بہتر تھا۔[1]

اس بیعت کو بیعت الرضوان کہتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح میں ذکر فرمایا ہے

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ	تحقیق اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے
اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ	جسوقت کہ وہ آپ کے ہاتھ پر درخت کے
فَعَلِمَ مَافِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ	نیچے بیعت کررہے تھے ان کے دلوں میں

[1] زرقانی، ج ۲، ص: ۲۰۶۔۲۰۸

السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَّ مَغَانِمَ كَثِيرَةً يَّأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ [1]

اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اخلاص جو کچھ بھرا ہوا ہے وہ اللہ کو خوب معلوم ہے پس اللہ تعالےٰ نے ان پر اپنی خاص سکینت اور طمانیت کو اتار دیا اور انعام میں ان کو قریبی فتح عطا فرمائی اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی غنیمتوں کو لیں گے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی خبر غلط تھی قریش کو جب اس بیعت کا علم ہوا تو مرعوب اور خوف زدہ ہو گئے اور صلح کے لئے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کیا۔ (فتح الباری ص ۳۴۵ ج ۷)

قبیلۂ خزاعہ اگر چہ ہنوز مشرف باسلام نہ ہوا تھا لیکن ہمیشہ سے آپ کا حلیف اور خیر خواہ اور راز دار تھا۔ مشرکین مکہ آپ کے خلاف جو سازشیں کرتے اس سے آپ کو مطلع کیا کرتا تھا۔ اس قبیلہ کے سردار بدیل بن ورقاء قبیلۂ خزاعہ کے چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قریش نے نواحی حدیبیہ میں پانی کے بڑے بڑے چشموں پر آپ کے مقابلہ کے لئے لشکر عظیم جمع کیا ہے کہ آپ کو کسی طرح مکہ میں داخل نہ ہونے دیں اور دودھ والی اونٹنیں ان کے ساتھ ہیں (یعنی طویل قیام کا ارادہ ہے، کھاتے پیتے رہیں اور مقابلہ کے لئے ڈٹے رہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے ہم فقط عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ لڑائی نے قریش کو نہایت کمزور کر دیا ہے اگر وہ چاہیں تو میں ان کے لئے ایک مدت صلح کی مقرر کر دوں اُس مدت میں ایک دوسرے سے کوئی تعرض نہ کرے اور مجھ کو اور عرب کو چھوڑ دیں۔ اگر اللہ کے فضل سے غالب ہوا تو وہ چاہیں تو اس دین میں داخل ہو جائیں اور فی الحال چند روز کے لئے تم کو آرام ملے اور اگر بالفرض عرب غالب آئے تو تمھاری تمنا پوری ہوگی لیکن میں تم سے یہ کہے دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اپنے اس دین کو غالب کر کے رہے گا۔ اور اس دین کے ظہور اور غلبہ۔ فتح اور نصرت کا جو وعدہ

---

[1] سورۃ الفتح، آیہ: ۱۹

اُس تبارک وتعالےٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا اور اگر وہ اس بات کو نہ مانیں تو قسم اُس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ضرور ان سے جہاد وقتال کروں گا، یہاں تک کہ میری گردن الگ ہو جائے۔ بُدیل آپ کے پاس سے اٹھ کر قریش کے پاس گئے اور یہ کہا کہ میں اس شخص کے پاس سے ایک بات سُن کر آیا ہوں اگر چاہو تو تم پر پیش کروں جو احمق اور نادان تھے انھوں نے یہ کہا ہمیں ضرورت نہیں ہم ان کی کوئی بات سُننا نہیں چاہتے مگر جوان میں ذی رائے اور سمجھدار تھے انھوں نے کہا ہاں بیان کرو۔

بُدیل نے کہا تم لوگ جلد باز ہو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لڑائی کے لئے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے کیلئے آئے ہیں تم سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ قریش نے کہا بے شک وہ لڑائی کے ارادہ سے نہیں آئے لیکن ملّہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ عروۃ بن مسعود نے اٹھ کر کہا۔ اے قوم کیا میں تمھارے لئے بمنزلہ باپ کے اور تم میرے لئے بمنزلہ اولاد کے نہیں۔ لوگوں نے کہا بے شک کیوں نہیں عروہ نے کہا کیا تم میرے ساتھ کسی قسم کی بدگمانی رکھتے ہو۔ لوگوں نے کہا ہرگز نہیں، عروہ نے کہا اس شخص نے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) تمھاری بھلائی اور بہتری کی بات کہی ہے۔ میرے نزدیک اس کو ضرور قبول کر لینا چاہیے اور مجھ کو اجازت دو کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مل کر اس بارے میں گفتگو کروں۔ لوگوں نے کہا بہتر ہے۔

عروہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی فرمایا کہ جو بُدیل سے فرما چکے تھے۔ عروہ نے کہا اے محمد تم نے سنا بھی ہے کہ کسی نے اپنی قوم کو خود ہلاک اور برباد کیا ہو علاوہ ازیں اگر دوسری صورت پیش آئی (یعنی قریش کو غلبہ ہوا) تو میں دیکھتا ہوں کہ پنچمیل یعنی مختلف قوموں کے لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ اس وقت آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے عروہ کو گالی دے کر یہ فرمایا کیا ہم آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ نے کہا یہ کون شخص ہے لوگوں نے کہا ابوبکر ہیں۔ عروہ نے کہا خدا کی قسم اگر مجھ پر احسان نہ ہوتا جس کا اب تک میں بدلہ نہیں دے سکا تو ضرور جواب دیتا۔ یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کر دی اور جب کوئی بات کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کو ہاتھ لگاتے۔ مغیرۃ بن شعبہ (یعنی عروہ کے بھتیجے) مسلح تلوار لئے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

پشت پر کھڑے ہوئے تھے۔ بارگاہِ نبوی میں اپنے چچا کی یہ جرأت گوارا نہ ہوئی اور فوراً عروہ سے کہا۔ اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی سے ہٹالے، ایک مشرک کے لئے کسی طرح زیبا نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو مس کر سکے مغیرہ چونکہ خود وغیرہ پہنے ہوئے تھے اس لئے عروہ نے ان کو پہچانا نہیں اور غصہ ہو کر آپ سے دریافت کیا یہ کون ہے آپ نے فرمایا تمھارا بھتیجا مغیرۃ بن شعبہ ہے۔ اب عروہ نے مغیرہ کو پہچانا اور کہا۔ اوغدار۔ کیا میں نے تیری غداری اور فتنہ پردازی کو رفع نہیں کیا۔

مغیرہ مسلمان ہونے سے پہلے چند رفقاء کے ساتھ سفر کر کے مقوقس شاہ مصر کے پاس گئے بادشاہ نے بہ نسبت مغیرہ کے دوسرے رفقاء کو زیادہ انعامات دیئے جس سے مغیرہ کو بہت رنج ہوا اور راستہ میں ایک مقام پر ٹھہرے اور شراب پی کر خوب غفلت کی نیند سوئے مغیرہ نے موقع پا کر ان سب کو قتل کر ڈالا اور ان کا مال لے کر بھاگ آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے آپ نے فرمایا۔ اسلام تو قبول کرتا ہوں مگر مال سے مجھ کو کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ دھوکہ اور دغا سے لیا گیا ہے عروہ نے ان آدمیوں کی دیت دے کر قصہ کو رفع دفع کیا۔

بعد ازاں عروہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ کی حسن عقیدت اور صدق اخلاص کا ایسا عجیب وغریب منظر دیکھا کہ جو اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ یہ کہ جب آپ کوئی حکم دیتے ہیں تو ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ سب سے پہلے میں اس حکم کو بجالاؤں جب کبھی آپ کے دہن مبارک سے تھوک یا بلغم نکلتا ہے تو وہ زمین پر گرنے نہیں پاتا ہاتھوں ہاتھ اس کو لے لیتے ہیں اور اپنے چہروں سے مل لیتے ہیں۔ جب آپ وضو فرماتے ہیں تو آپ کے غسالۂ وضو پر بھی لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے، قریب ہے کہ آپس میں لڑ پڑیں۔ آپ کے جسم سے کوئی بال گرنے نہیں پاتا تھا کہ فوراً اس کو لے لیتے ہیں۔ جب آپ کلام فرماتے ہیں تو ایک سناٹا ہو جاتا ہے، گویا کہ ہر شخص سراپا گوش بنا ہوا ہے کسی کی مجال نہیں کہ نظر اٹھا کر دیکھ سکے۔

گویا کہ بزبان حال یہ عروہ کی اس بدگمانی کا جواب تھا جو اس نے ابتداء میں آپ کے جان نثاروں کے متعلق ظاہر کی تھی کہ اگر قریش کو غلبہ ہوا تو یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، یہ اخلاص وعقیدت، محبت وعظمت کا حیرت انگیز منظر عروہ کی، حضرات صحابہ کے

ساتھ بدگمانی کا شافی اور کافی جواب تھا کہ جن کی شیفتگی اور وارفتگی اور محبت وعقیدت کا یہ حال ہو بھلا وہ آپ کو چھوڑ کر کہیں بھاگ سکتے ہیں۔

عروہ جب آپ کے پاس سے واپس ہوئے تو قریش سے جا کر کہا اے قوم واللہ میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی اور بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں مگر خدا کی قسم عقیدت ومحبت تعظیم واجلال کا یہ عجیب وغریب منظر کہیں نہیں دیکھا۔

(یہ منظر نہ آپ سے پہلے دیکھا گیا اور نہ آپ کے بعد ممکن ہے آپ خاتم الانبیاء تھے عقیدت ومحبت کا یہ حیرت انگیز منظر آپ پر ختم ہو گیا)

ایک روایت میں ہے کہ عروہ نے یہ کہا کہ اے قوم میں نے بہت سے بادشاہوں کو دیکھا مگر محمد جیسا کسی کو نہیں دیکھا وہ بادشاہ نہیں معلوم ہوتے۔ (رواہ ابن ابی شیبۃ مرسلا۔)[1]

عروہ نے صاف طور سے تو نہیں کہا کہ آپ نبی ہیں مگر اشارۃً یہ بتلا دیا کہ یہ شان بادشاہوں کی نہیں ہوتی بلکہ خدا تعالیٰ کے پیغمبروں کی ہوتی ہے۔

عروہ کی یہ گفتگو سن کر حبشیوں کے سردار حُلَیس بن علقمہ کنانی نے کہا مجھ کو اجازت دو کہ میں آپ سے مل کر آؤں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حُلَیس کو دور سے آتے دیکھ کر یہ فرمایا کہ قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں حلیس قربانی کے اونٹوں کو کھڑا دیکھ کر راستہ ہی سے واپس ہو گیا اور جا کر قریش سے یہ کہا قسم ہے رب کعبہ کی یہ لوگ تو فقط عمرہ کرنے آئے ہیں ان لوگوں کو بیت اللہ سے ہرگز نہیں روکا جا سکتا۔

قریش نے کہا بیٹھ جا تو تو جنگلی آدمی ہے سمجھتا بوجھتا نہیں حُلَیس کو غصہ آ گیا اور کہا اے گروہ قریش خدا کی قسم ہم نے تم سے اس کا عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ جو شخص محض بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے اس کو بیت اللہ سے روکا جائے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں حُلَیس کی جان ہے۔ اگر تم محمد کو بیت اللہ کی زیارت سے روکو گے تو میں تمام حبشیوں کو لے کر تم سے یکلخت علیحدہ ہو جاؤں گا۔ قریش نے کہا اچھا آپ خفا نہ ہوں بیٹھئے ذرا ہم غور کر لیں بعد ازاں مجمع میں سے مِکرز بن حفص اٹھا اور کہا کہ میں آپ کے پاس ہو کر آتا

---

[1] زرقانی ج: ۲، ص ۱۹۲

ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے مکرز کو آتے دیکھکر فرمایا۔ یہ آدمی بُرا ہے حدیبیہ کے زمانہ قیام میں ایک مرتبہ مکرز نے پچاس آدمیوں کو لے کر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ صحابہ نے ان کو گرفتار کرلیا۔ اور مکرز فرار ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ کا اشارہ اس واقعہ کی طرف تھا۔

مکرز آپ سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ اتنے میں قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو صلح کرنے کے لئے پہنچ گئے رسول اللہ ﷺ نے سہیل کو آتے دیکھکر صحابہ سے فرمایا:

قد سَهُلَ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ ‖ البتہ تمھارا معاملہ کچھ سہل ہوگیا[1]

اور یہ فرمایا کہ قریش اب صلح کی طرف مائل ہوگئے ہیں اس شخص کو صلح کے لئے بھیجا ہے سُہیل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک صلح اور شرائط صلح پر گفتگو ہوتی رہی۔ جب شرائط صلح طے ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریر معاہدہ کا حکم دیا اور سب سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھنے کا حکم دیا۔

عرب کا قدیم دستور یہ تھا کہ ہر نامہ پر بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھا کرتے تھے، اس بناء پر سُہیل نے کہا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہیں جانتا قدیم دستور کے مطابق باسمك اللّٰهم لکھو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا یہی لکھو اور پھر فرمایا کہ یہ لکھو۔

هٰذا مَاقَاضٰى عليه محمد رسُول الله ‖ یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد اللہ کے رسول نے صلح کی ہے۔

سُہیل نے کہا، اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو پھر نہ آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ سے لڑتے۔

بجائے محمد رسول اللہ کے محمد بن عبداللہ لکھیئے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں اگر چہ تم میری تکذیب کرو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا یہ الفاظ مٹا کر، اُن کی خواہش کے مطابق خالی میرا نام لکھدو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو

---

[1] یعنی پورا سہل تو نہیں ہوا لیکن کچھ نہ کچھ سہل ہوگیا یہ مِن تبعیضیہ کا ترجمہ ہے جو قد سھل لکم من امرکم میں لفظ من ہے۔ رسول اللہ ﷺ نیک فال کو پسند فرماتے تھے اس لئے سہیل کی آمد سے نیک فالی اور سہیل کی آمد کو سہولت کے حق میں فال نیک سمجھا مگر لفظ سہیل چونکہ سہل کی تصغیر ہے جو تقلیل پر دلالت کرتا ہے اس لئے فال حسن میں من تبعیضیہ کا اضافہ فرمایا تا کہ اصل ماخذ اور یہ فال حسن، دونوں دلالت تقلیل میں مشترک ہوجائیں ۱۲ زرقانی ص ۱۹۴ ج ۲

ہرگز آپ کا نام نہ مٹاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا وہ جگہ دکھلاؤ جہاں تم نے لفظ رسول اللہ لکھا ہے۔ حضرت علی نے انگلی رکھ کر وہ جگہ بتلائی آپ نے خود اپنے ہاتھ سے اُس لفظ کو مٹایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو محمد بن عبداللہ لکھنے[1] کا حکم دیا۔ شرائط صلح حسب ذیل تھے۔

شرائطِ صلح

(۱)۔ دس سال تک آپس میں لڑائی موقوف رہے گی۔

(۲)۔ قریش میں جو شخص بغیر اپنے ولی اور آقا کی اجازت کے مدینہ جائے گا وہ واپس کیا جائے گا اگرچہ وہ مسلمان ہو کر جائے۔

(۳)۔ اور جو شخص مسلمانوں میں سے مدینہ سے مکّہ آجائے تو اس کو واپس نہ دیا جائے گا۔

(۴)۔ اس درمیان میں کوئی ایک دوسرے پر تلوار نہ اٹھائے گا اور نہ کوئی کسی سے خیانت کرے گا۔

(۵)۔ محمد امسال بغیر عمرہ کئے مدینہ واپس ہو جائیں مکّہ میں داخل نہ ہوں سال آیندہ صرف تین دن مکّہ میں رہ کر عمرہ کر کے واپس ہو جائیں سوائے تلواروں کے اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہوں اور تلواریں بھی نیام یا غلاف میں ہوں۔

(۶)۔ قبائل متحدہ کو اختیار ہے کہ جس کے معاہدہ اور صلح میں شریک ہونا چاہیں شریک ہو جائیں۔

چنانچہ بنوخزاعہ آپ کے عہد میں اور بنوبکر قریش کے عہد میں شریک ہو گئے۔ بنوخزاعہ آپ کے حلیف اور ہم عہد ہو گئے اور بنوبکر قریش کے حلیف اور ہم عہد ہو گئے۔

صلح نامہ ابھی لکھا ہی جا رہا تھا کہ سہیل کے بیٹے ابو جندل رضی اللہ عنہ پابزنجیر قید سے نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو پہلے سے مشرف باسلام ہو چکے تھے اور کفار مکّہ

---

[1] بعض روایات میں فکتب رسول اللہ ﷺ کا لفظ آیا ہے وہ اسناد مجازی پر محمول ہے یعنی امر بالکتابت یعنی کتابت کا حکم دیا جیسا کہ کتب الی قیصر و کسریٰ میں اسناد مجازی ہے، اس لئے کہ نصوص قرآنیہ اور احادیث متواترہ سے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا امی ہونا واضح ہے اور اس واقعہ میں حضرت علی کے ہاتھ صلح نامہ کا لکھوانا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے، وقدقال قائلھم فی ذالك شعرًا

برئت ممن شریٰ دُنیا بآخرۃ۔ وقال ان رسول اللہ قد کتبا ۱۲ (زرقانی ص ۱۹۷ ج ۲)

طرح طرح سے ان کو ایذائیں پہنچا رہے تھے۔ سہیل نے کہا یہ پہلا شخص ہے کہ جو عہد نامہ کے مطابق واپس ہونا چاہیئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابھی تو صلح نامہ پورا لکھا نہیں گیا یعنی لکھے جانے اور دستخط ہو جانے کے بعد سے اُس پر عمل شروع ہونا چاہیئے، آپ نے بار بار سہیل سے کہا کہ ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمارے حوالہ کردیا جائے مگر سہیل نے نہیں مانا۔ بالآخر آپ نے ابو جندل کو سہیل کے حوالہ کردیا۔

مشرکین مکہ نے ابو جندل کو طرح طرح سے ستایا تھا اس لئے ابو جندل نے نہایت حسرت بھرے الفاظ میں مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا افسوس اے گروہ اسلام میں کافروں کے حوالہ کیا جارہا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ سُن کر ابو جندل کو تسلی دی اور یہ فرمایا:

یا ابا جندل اصبرو احتسب فانا لانغدرو ان اللّٰہ جاعل لک فرجا ومخرجا۔	اے ابو جندل صبر کرو اور اللہ سے امید رکھو ہم خلاف عہد کرنا پسند نہیں کرتے اور یقین رکھو اللہ تعالیٰ عنقریب تمھاری نجات کی کوئی صورت نکالے گا۔

مگر عام مسلمانوں کو ان کی واپسی شاق گذری۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ضبط نہ ہوسکا اور عرض کیا یا رسُول اللہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں آپ نے فرمایا کیوں نہیں حضرت عمر نے کہا کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں آپ نے فرمایا بے شک، حضرت عمر نے کہا پھر یہ ذلّت کیوں گوارا کریں، آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسُول اور برحق نبی ہوں اس کے حکم کے خلاف نہیں کرسکتا اور وہ میرا مُعین اور مددگار ہے حضرت عمر نے کہا یا رسُول اللہ کیا آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے آپ نے فرمایا یہ میں نے کب کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔

بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صدیق اکبر کے پاس گئے اور جا کر اُن سے بھی یہی گفتگو کی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لفظ بلفظ وہی جواب دیا جو آپ کی زبان مُبارک سے نکلا تھا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں بعد میں اپنی اس گستاخی پر بہت نادم ہوا اور اس کے کفارہ میں بہت سی نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے اور صدقہ اور خیرات کی اور بہت سے غلام آزاد کیئے۔

گفتگوئے عاشقاں درکار رب جوشش عشقست نے ترک ادب

صحیح مسلم میں حضرت انس سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس شرط پر کیسے صلح کی جائے کہ ہم میں سے جو ان کی طرف چلا جائے تو اس کو واپس نہ کیا جائے، آپ نے ارشاد فرمایا ہاں جو شخص ہم میں کا ان سے جا ملے ہمیں اس کی ضرورت نہیں اللہ تعالےٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان میں کا جو شخص مسلمان ہو کر ہماری طرف آئے گا تو اگرچہ از روئے معاہدہ وہ واپس کر دیا جائے لیکن گھبرانے کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ قریب ہی اس کے لئے نجات کی کوئی صورت ضرور پیدا فرمائے گا۔ (علاوہ ازیں بحمد اللہ ایسی صورت پیش بھی نہیں آئی کہ کوئی مسلمان مدینہ سے بھاگ کر مکہ گیا ہو)

الغرض ان شرائط کے ساتھ صلح نامہ مکمل ہو گیا اور فریقین کے دستخط ہو گئے[1]

تکمیل صلح کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو قربانی کرنے اور سر منڈانے کا حکم دیا صحابہ کرام ان شرائط صلح سے اس قدر مغموم اور شکستہ خاطر تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار حکم دیا مگر ایک شخص بھی نہ اٹھا۔

جب آپ نے یہ دیکھا تو ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور بطور شکایت یہ واقعہ بیان فرمایا ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ صلح مسلمانوں پر بہت شاق گزری جس کی وجہ سے افسردہ دل اور شکستہ خاطر ہیں اس وجہ سے تعمیل ارشاد نہیں کر سکے آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں۔ باہر تشریف لے جایئے اور قربانی کر کے سر منڈایئے یہ خود بخود آپ کی اتباع کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے قربانی کرتے ہی سب نے قربانی شروع کر دی۔

---

[1] مسلمانوں میں سے ابوبکر بن ابی قحافہ عمر بن الخطاب عثمان بن عفان علی بن ابی طالب کاتب عہد نامہ۔ عبدالرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدۃ بن الجراح محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم کے دستخط ہوئے اور مشرکین کی طرف سے متعدد آدمیوں کے دستخط ہوئے منجملہ ان کے خویطب بن عبدالعزیٰ اور مکرز بن حفص کے دستخط ہوئے اور صلحنامہ کا ایک نسخہ آپ کے پاس رہا اور ایک نسخہ سہیل بن عمرو کے پاس رہا۔ طبقات ابن سعد ص ۷۱ ج ۲

حق تعالیٰ شانہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جزائے خیر دے جن کی صائب رائے نے یہ عقدہ حل کیا اور نبی اکرم ﷺ کے خاطر عاطر سے اس تکدر کو دور فرمایا جس طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کا مشورہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صائب اور نہایت صحیح تھا اسی طرح ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ مشورہ بھی نہایت صائب اور موجب خیر و برکت ہوا۔

یہ تمام واقعات ہم نے بخاری اور فتح الباری سے لئے ہیں جو بحمد اللہ تعالیٰ نہایت مستند اور معتبر ہیں تطویل کی وجہ سے حوالۂ روایات کو ترک کر دیا، چونکہ یہ تمام واقعات ایک ہی باب میں مذکور ہیں اس لئے صرف فتح الباری کا حوالہ کافی سمجھتے ہیں تفصیل اور حوالہ اگر درکار ہے تو فتح الباری کتاب الشروط از ص ۲۴۵ ج ۵ تا ص ۲۵۶ ج ۵ کی مراجعت کریں۔

یہ تمام واقعات مع شئی زائد زرقانی شرح مواہب میں بھی مذکور ہیں مگر ان کی ترتیب فتح الباری کی ترتیب سے مغایر ہے۔ ہم نے ان واقعات میں فتح الباری کی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے اس لئے فتح الباری کا حوالہ دیا۔

تقریباً دو ہفتہ قیام کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے واپس ہوئے جب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مابین پہنچے تو سورۂ فتح نازل ہوئی۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا الی آخر السورۃ۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو جمع کر کے انا فتحنا لك فتحا مبینا الی آخر السورۃ سنائی صحابہ اس صلح کو اپنی شکست سمجھے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے فتح مبین فرمایا سن کر از راہ تعجب آپ سے دریافت کیا یا رسول کیا یہ فتح ہے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ بے شک یہ عظیم الشان فتح ہے۔

(رواہ احمد و ابوداؤد والحاکم)

امام زہری فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ ایسی عظیم الشان فتح تھی کہ اس سے قبل اس شان کی فتح نصیب نہیں ہوئی، آپس کی لڑائی کی وجہ سے ایک دوسرے سے مل جل نہیں سکتے ہیں صلح کی وجہ سے لڑائی ختم ہوئی اور امن قائم ہوا۔ اور جو لوگ اسلام کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے وہ علانیہ طور پر احکام اسلام بجالانے لگے، آپس کی منافرت اور کشیدگی دور ہوئی۔ بات چیت کا موقع

ملا۔ مسائل اسلامیہ پر گفتگو اور مناظرہ کی نوبت آئی۔ قرآن کریم کو سنا جس کا اثر یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ ابتداء بعثت سے لے کر اس وقت تک اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے۔[1]

اسلام تو مکارمِ اخلاق اور محاسنِ اعمال کا معدن اور سرچشمہ اور تمام خوبیوں اور بھلائیوں کا مجموعہ تھا ہی لیکن حضرات صحابہ کرام بھی فضائل وفواضل محاسن وشمائل کے زندہ تصویر تھے۔ اب تک عناد اور منافرت اور بغض اور عداوت کی آنکھیں ان کے ادراک سے مانع بنیں۔

چشمِ بداندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش درنظر

اب صلح کی وجہ سے عناد اور منافرت کا پردہ آنکھوں کے سامنے سے ہٹا تو اسلام کی دلفریب تصویروں نے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔

مرد حقانی کی پیشانی کا نُور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

صلح سے پیشتر کفارمکہ ولکن لایشعرون کا مصداق تھے اس لئے اسلام اور مسلمان کا نُور اُن سے پوشیدہ اور چھپا ہوا تھا۔ صلح کی وجہ سے جب عداوت اور منافرت دلوں سے دُور ہوئی تو اب ذی شعور بنے اور حقانی لوگوں کی پیشانی کا نُور ان کو نظر آیا۔

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ پہنچ گئے تو ابوبصیر رضی اللہ عنہ مشرکین کی قید وبند سے بھاگ کر مدینہ پہنچے قریش نے فوراً دو آدمی انکے لینے کیلئے پیچھے روانہ کئے آپ نے ازرُوئے معاہدہ ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان دونوں آدمیوں کے حوالہ کر دیا اور ابوبصیر سے فرمایا کہ میں خلاف عہد نہیں کرسکتا بہتر ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھکو مشرکین کی طرف واپس کیے دیتے ہیں جو مجھکو دین سے پھیرنا چاہتے ہیں اور طرح طرح سے مجھکو ستاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھو عنقریب اللہ تعالیٰ نجات کی صورت پیدا فرمائے گا۔ یہ دونوں آدمی ابوبصیر کو لے کر روانہ ہوئے جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو دم لینے کے لئے وہاں ٹھہر گئے اور جو کھجوریں ساتھ تھیں وہ کھانے لگے۔ ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں سے ایک سے کہا کہ تمھاری تلوار بہت عمدہ معلوم ہوتی ہے اُس نے تلوار کو نیام سے نکال کر کہا ہاں خدا کی قسم یہ نہایت عمدہ تلوار ہے، بارہا

---

[1] فتح الباری ج ۵ ص: ۲۴۶۔ زرقانی ج ۲ ص: ۲۱

میں اس کو آزما چکا ہوں ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ذرا مجھکو بھی دکھلاؤ۔ اس شخص نے تلوار ابو بصیر کو دے دی ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی اس پر ایک وار کیا جس سے وہ تو ٹھنڈا ہو گیا۔ دوسرا شخص یہ واقعہ دیکھتے ہی فوراً بھاگا اور سیدھا مدینہ پہنچا، اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا ساتھی تو مارا گیا اور میں بھی اب مارا جانے والا ہوں۔

اس کے بعد ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے عہد کو پورا کیا، آپ تو مجھکو ان کے حوالہ فرما چکے تھے، اب اللہ تعالیٰ نے مجھکو اُن سے نجات دی یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اگر میں مکہ واپس چلا جاؤں تو یہ لوگ مجھکو دین اسلام سے پھر جانے پر مجبور کریں گے یہ جو کچھ میں نے کیا وہ فقط اس لئے کیا کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں، آپ نے فرمایا بڑا ہی لڑائی کا بھڑکانے والا ہے اگر کوئی اس کا ساتھی ہو، ابو بصیر سمجھ گئے کہ اگر میں یہاں رہا تو آپ مجھکو پھر کفار کے حوالہ کر دیں گے اس لئے مدینہ سے نکل کر ساحل بحر پر جا کر ٹھہر گئے جس راستے سے قریش کے کاروان تجارت شام کو آتے تھے۔ مکہ کے بیکس اور بے بس مسلمانوں کو جب اس کا علم ہوا۔ تو چھپ چھپ کر ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچنے لگے اور سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندل بھی وہیں پہنچ گئے اس طرح[1] ستر آدمیوں کا ایک جتھا وہاں جمع ہو گیا قریش کا جو قافلہ وہاں سے گزرتا اس سے تعرض کرتے اور جو مال غنیمت ان سے حاصل ہوتا اس سے گزر اوقات کرتے۔ قریش نے مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں آدمی بھیجے کہ ہم آپ کو اللہ کا اور قرابتوں کا واسطہ لے کر آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ابو بصیر اور ان کی جماعت کو مدینہ بلالیں۔ اور جو شخص ہم میں سے مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئے گا ہم اس سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔

آپ نے ایک والا نامہ ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھوا کر روانہ کیا جس وقت آپ کا والا نامہ پہنچا اس وقت ابو بصیر اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ آپ کا والا نامہ ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا گیا پڑھتے جاتے اور خوش ہوتے جاتے تھے یہاں تک کہ ابو

---

[1] علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ تین سو آدمی جمع ہو گئے ہیں جیسا کہ زہری اور موسیٰ بن عقبہ سے مروی ہے (زرقانی ص ۲۰۳ ج ۲)

بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جان بحق تسلیم ہوئے اور والا نامہ اُن کے سینہ پر تھا۔ (کمارواہ السہیلی ص ۲۲۳ ج ۲) اور ایک روایت میں ہے کہ ہاتھ میں تھا (کما ذکرہ الحافظ فی الفتح)

ابو جندل بن سہیل نے ابو بصیر کی تجہیز و تکفین کی اور اسی جگہ اُن کو دفن کیا اور قریب میں ایک مسجد بنائی اور بعد ازاں ابو جندل اپنے تمام رفقاء کو لے کر مدینہ حاضر ہوئے۔

سہیل بن عمرو کو جب اُس شخص کے قتل کی خبر پہنچی جس کو ابو بصیر نے قتل کیا تھا۔ وہ شخص سہیل کے قبیلہ کا تھا سہیل نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی دیت کا مطالبہ کرے ابو سفیان نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس کی دیت کا مطالبہ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ آپ نے اپنا عہد پورا کیا اور ابو بصیر کو تمھارے قاصد کے حوالہ کر دیا۔ اور ابو بصیر نے آپ کے حکم سے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ از خود قتل کیا۔ اور اس دیت کا مطالبہ ابو بصیر کے خاندان اور قبیلہ سے بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ ابو بصیر ان کے دین پر نہیں (فتح الباری کتاب الشروط)

معاہدہ کے بعد جو مسلمان مرد مکّہ سے بھاگ کر مدینہ آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو از روئے معاہدہ واپس کر دیا بعد چندے کچھ مسلمان عورتیں ہجرت کر کے مکّہ سے مدینہ پہنچیں اہلِ مکّہ نے از روئے معاہدہ ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی کے اُن کی واپسی سے منع فرمایا اور یہ ظاہر کر دیا کہ واپسی کی شرط مردوں کے ساتھ مخصوص تھی عورتیں اس شرط میں داخل نہ تھیں۔ چنانچہ بعض روایتوں میں یہ لفظ ہیں۔ لا یاتیه رجل الخ نہیں آئے گا آپ کے پاس کوئی مرد مگر آپ اس کو واپس فرمائیں گے اور ظاہر ہے کہ رَجُل کا لفظ جس کے معنی مرد کے ہیں وہ عورتوں کو کیسے شامل ہوسکتا ہے، مشرکین مکّہ عورتوں کو بھی اس میں شامل کرنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا اور خاص اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ	اے ایمان والو جب مسلمان عورتیں ہجرت کر کے تمھارے پاس آئیں تو ان کا امتحان کرلو کہ کس لئے ہجرت کر کے آئی ہیں) پس اگر امتحان کر کے تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ واقعہ میں مؤمن ہیں تو پھر ان کو کافروں کی طرف واپس مت کرو

عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوهُنَّ اُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْئَلُوا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوا مَآ اَنْفَقُوا ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُونَ [1]

یہ عورتیں اُن کافروں کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ کافران کے لئے حلال ہیں اور اُن کافروں نے جو خرچ کیا ہے وہ ان کو ادا کرو اور تمھارے لئے کوئی حرج نہیں کہ ان مہاجر عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کرلو اور اے مسلمانو تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو اور طلب کرلو کافروں سے جو تم نے خرچ کیا ہے اور کافر مانگ لیں جو انھوں نے خرچ کیا ہے یہ اللہ کا حکم ہے جو تمھارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اگر تمھاری عورتوں میں سے کوئی عورت کافروں کی طرف چلی جائے پھر تمھاری نوبت آئے تو جن کی بیبیاں ہاتھ سے نکل گئی ہیں تو جتنا مہر انھوں نے اپنی بیبیوں پر خرچ کیا تھا اس کی برابر ان کو دے دو اور ڈرو اس خدا سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس کے بعد کفار بھی خاموش ہو گئے اور عورتوں کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا۔

فوائد ولطائف اور مسائل واحکام

(۱)۔ بادشاہ اسلام اور ذی رائے مسلمان اگر کافروں سے صلح کرنے میں اسلام اور مسلمانوں کا نفع اور مصلحت سمجھیں تو صلح کر لینا جائز ہے۔ ایسی صلح بھی معنیً جہاد ہے کیونکہ مقصود جہاد سے کفر اور کافروں کے شر کو دفع کرنا ہے جو معنیً اس صلح سے حاصل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

---

[1] سورۃ الممتحنۃ: ۱۰، ۱۱

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔

اگر کافر صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائیں مگر اعتماداً[1] اور بھروسہ اللہ عزّ وجل پر رکھیں۔ یعنی صلح پر بھروسہ نہ کریں۔

(۲)۔ اگر صلح کرنے میں اسلام اور مسلمانوں کا نفع نہ ہو تو دب کر صلح کرنا جائز نہیں اس لئے کہ ایسی صلح مسلمانوں کی تذلیل اور فریضۂ جہاد وقتال کی تعطیل کا باعث ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ، وَاللّٰهُ مَعَكُمْ

پس مت سُستی کرو اور صلح کی طرف بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

یعنی جہاد پر قدرت رکھتے ہوئے کافروں سے صلح جائز نہیں اور صلح کے معنی ترک قتال کے ہیں نہ کہ اتحاد کے اسی وجہ سے فقہاء نے صلح کے لئے لفظ موادعت کا استعمال کیا ہے اور موادعت کے معنی لغت میں ایک دوسرے کو جنگ اور قتال سے چھوڑ دینے کے ہیں۔

(۳)۔ عند الضرورت کافروں سے بلا معاوضہ اور مال دے کر اور مال لے کر تینوں طرح صلح جائز ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد یہود مدینہ سے بلا معاوضہ دیئے اور لئے معاہدہ فرمایا اور اس وقت یہ صلح فرمائی جو صلح حدیبیہ کے نام سے معروف ہے اور نصارائے نجران سے مال ٹھہرا کر صلح فرمائی اور غزوۂ احزاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن فزاری کو مدینہ کی نصف کھجوریں دے کر صلح کا ارادہ فرمایا۔ مفصّل قصہ غزوۂ احزاب کے بیان میں گزر چکا ہے۔ معلوم ہوا کہ تینوں طرح صلح جائز ہے۔

(۴)۔ اہلِ اسلام اور اہلِ کفر میں جب کسی مدّت معیّنہ کے لئے صلح طے پا جائے تو اس کا لکھ لینا مناسب ہے۔ اس لئے کہ جو عقد اور معاملہ ایک عرصہ تک ممتد ہو حق جل وعلا نے احتیاطاً اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے۔

---

[1] سبحان اللہ یہ اللہ کا کلام ہے کہ مسئلہ صلح کے ساتھ توکل علی اللہ کا مسئلہ بھی بیان کیا جا رہا ہے ۱۲ منہ عفا عنہ

قال تعالیٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ | اے ایمان والو جب کسی ادھار کا معاملہ کرو مدت معینہ تک تو اس کو لکھ لیا کرو۔

ہاں جو معاملہ اور جو عقد فوری اور وقتی ہو زمانہ آیندہ پر محول نہ ہو اس کی کتابت ضروری نہیں۔

کما قال تعالیٰ۔ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً حَاضِرَۃً تُدِیْرُوْنَھَا بَیْنَکُمْ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَکْتُبُوْھَا | مگر جو معاملہ دست بدست ہو رہا ہو تو اگر اس کو نہ لکھو تو کوئی حرج نہیں۔

معلوم ہوا کہ جو معاملہ ایسا نہ ہو اس کے نہ لکھنے میں حرج ہے یعنی اس کا لکھ لینا ضروری اور لازمی ہے۔ (شرح السیر الکبیر ص ۶ ج ۴)

(۵)۔ عہد نامہ کی دو نقلیں ہونی چاہئیں تا کہ ہر فریق کے پاس ایک ایک نسخہ محفوظ رہے۔

(۶)۔ اور ہر ایک نقل پر فریقین کے سر برآوردہ لوگوں کے دستخط ہونے چاہئیں جیسا کہ حدیبیہ میں جو عہد نامہ مرتب ہوا اس پر فریقین کے دستخط ہوئے اور ایک نقل آپ کے پاس اور ایک نقل سہیل بن عمرو کے پاس رہی۔

(۷)۔ شرائط صلح میں سے کسی شرط کے خلاف کرنا بد عہدی اور عہد شکنی ہے اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے ابو جندل اور ابو بصیر کو یہ کہہ کر واپس کیا کہ ہم عہد کر چکے ہیں اس کے خلاف نہ کریں گے۔

(۸)۔ اگر کسی ایک علاقہ کا مسلمان فرمانروا کسی سے کوئی معاہدہ کرے تو دوسرے علاقہ کا فرمانروا اور دوسرے علاقہ کے مسلمان ان کے پابند نہ ہوں گے جو مسلمان مکہ سے مدینہ بھاگ کر آیا رسول اللہ ﷺ نے از روئے معاہدہ ان کو مشرکین مکہ کے حوالہ کر دیا۔ آپ پر فقط اسی حد تک پابندی تھی کہ دار الاسلام یعنی مدینہ منورہ میں ایسے شخص کو ٹھہرنے نہ دیں۔

ابو بصیر اور ابو جندل رضی اللہ عنہما نے جس جگہ جا کر پڑاؤ ڈالا وہ حدود مدینہ سے بالکل

خارج تھا۔ ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت نے جو کچھ کیا وہ حدود مدینہ سے باہر کیا نیز آپ کے حکم اور اجازت سے نہیں کیا۔ (فتح الباری وزاد المعاد)

(۹)۔ ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس عامری شخص کو قتل کیا وہ محض اپنے دین اور ایمان اور جان بچانے کی خاطر کیا اس لئے کہ ابو بصیر جانتے تھے کہ مکہ جانے کے بعد پھر طرح طرح سے ستایا جاؤں گا۔ اور کفر اور شرک پر مجبور کیا جاؤں گا، اس بناء پر انھوں نے اس عامری کو قتل کر کے اپنی جان اور اپنے ایمان کو بچایا (روض الانف ص ۲۳۴ ج ۲)

(۱۰)۔ جو عورت مسلمان ہو کر دار الحرب سے ہجرت کر کے دار الاسلام میں چلی آئے تو اس کا نکاح شوہر سے فسخ ہو جاتا ہے اور اسی طرح کوئی مرد مسلمان ہو کر دار الحرب سے دار الاسلام میں چلا آئے تو اس کا نکاح اس کافرہ بیوی سے فسخ ہو جاتا ہے۔

(۱۱)۔ لاتمسکوا بعصم الکوافر کافر عورتوں کی عصمت کو روک کر نہ رکھو۔ یعنی ان کو چھوڑ دو اور ازدواجی تعلق ان سے منقطع کر دو اور مسلمان کو روا نہیں کہ ایک مشرکہ عورت کو اپنے نکاح میں رکھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اپنی دو مشرکہ بیبیوں کو جو مکہ میں تھیں انکو طلاق دے دی ایک کا نام قریبہ تھا جس نے بعد میں معاویہ بن ابی سفیان سے نکاح کیا اور دوسری کا نام ام کلثوم تھا جس نے بعد میں ابو جہم سے نکاح کیا۔[1]

اس سے حضرات صحابہ کے ایمان و اخلاص کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے حکم کے سامنے کسی تعلق اور محبت کی ذرہ برابر پروانہ تھی اور کہاں سے ہوتی ان کے دلوں میں تو ایک اللہ عزوجل کی محبت اتنی سما چکی تھی، کہ اب دوسرے کے لئے گنجائش ہی نہ رہی تھی۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ‖ اللہ تعالیٰ نے کسی کے دو دل نہیں بنائے۔

(۱۲)۔ ابن اسحٰق کی روایت میں ہے لایسقط من شعرہ شیء الا اخذوہ۔ یعنی جسد اطہر سے جو بال گرتا تھا حضرات صحابہ اُس کو کمال محبت اور غایت عظمت کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لے کر تبرکا اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ تبرک بآثار الصالحین جائز اور درست ہے (فتح الباری ص ۲۵۰ ج ۵)

---

[1] فتح الباری ج ۵، ص: ۳۶۱۔

وقال تعالٰی وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ [1]

بنی اسرائیل نے جب اپنے نبی سے طالوت کی بادشاہت کی دلیل پوچھی تو یہ علامت بیان فرمائی کہ اس کے ساتھ ایک صندوق ہوگا جس میں حضرت موسیٰ وہارون کے تبرکات ہوں گے یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے عصا اور کپڑے اور جوتے اور توریت کی کچھ تختیاں ہوں گی اور تبرکات کے صندوق کے حامل فرشتے ہوں گے جس کو دیکھکر اہلِ ایمان کو اس کی بادشاہت کا یقین آجائے گا اور ظاہر ہے کہ جو شخص قابل تعظیم اور قابلِ محبت ہوگا تو اس کے آثار کی تعظیم درحقیقت اسی شخص کی تعظیم ہے اور صحابہ کرام کا حضور پُرنور کی زرہ اور تلوار پیالہ اور انگشتری کو بطور تبرک استعمال کرنا صحیح بخاری میں مذکور ہے جس پر امام بخاری نے کتاب الخمس میں ایک باب رکھا ہے باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعصاہ وسیفہ وقدحہ وخاتمہ ومن شعرہ ونعلہ الخ ص ۴۳۸ ج ۱ اور مسئلہ تبرک بآثار الصالحین کی اگر تحقیق درکار ہے تو جذب القلوب اور شفاء قاضی عیاض اور سید سمہودی کی کتاب کو دیکھیں۔

(۱۳)۔ واقعہ حدیبیہ میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دو طرح فضل وکمال ظاہر ہوا۔ اوّل تو اس طرح سے کہ اس صلح سے تمام صحابہ حتیٰ کہ فاروق اعظم بھی مغموم اور رنجیدہ تھے مگر صدیق اکبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مطمئن تھے۔ دوم یہ کہ جب عمر بن الخطاب نے اپنا اضطراب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاکر بیان کیا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرف بحرف لفظ بلفظ وہی جواب دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔[2]

(۱۴)۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کا کچھ حصہ حل میں ہے اور کچھ

---

[1] البقرہ، آیۃ: ۲۴۸　　[2] زاد المعاد ج ۲ ص: ۱۲۸

حرم میں ہے امام احمد بن حنبل کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قیام تو حل میں تھا مگر نمازیں حدودِ حرم میں آ کر ادا فرماتے تھے۔

لہٰذا جس شخص کو ایسی صورت پیش آئے کہ وہ حرم کے قریب ہو تو نمازیں حدودِ حرم میں پڑھنی چاہئیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی عمل تھا۔

نیز اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک لاکھ کا ثواب مسجد حرام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ حدودِ حرم میں جہاں کہیں بھی نماز ادا کرے گا ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملے گا۔[1]

(۱۵)۔ رسول اللہ ﷺ نے جب صحابہ کو نحر اور حلق کا حکم دیا اور صحابہ نے اس میں ذرا توقف کیا تو آپ نے اُم المؤمنین اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مشورہ پر عمل فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ عورتوں سے مشورہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ ان کا فہم اور فراست اور تقویٰ اور دیانت قابلِ اطمینان ہو۔

(۱۶)۔ سہیل بن عمرو کے اصرار سے آپ نے بجائے بسم اللہ کے باسمک اللّٰھم لکھنا منظور فرمایا اگر چہ بسم اللہ کا لکھنا اولیٰ اور افضل تھا مگر چونکہ باسمک اللّٰھم بھی حق اور درست تھا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اولیٰ اور افضل پر اصرار نہ فرمایا۔

(۱۷) بیعت کی فضیلت

بیعت کی حقیقت بیعت عقبہ کے بیان میں گزر چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بیعت بیع سے مشتق ہے جس کے معنی فروخت کرنے کے ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں اپنے نفس کو بمعاوضہ جنت اللہ عزوجل کے ہاتھ فروخت کردینے کا نام بیعت ہے۔ نفس مبیع ہے اور جنت اس کا ثمن ہے انسان بائع ہے اور اللہ عزوجل مُشتری ہے تمام عقلا کے نزدیک یہ مسلّم ہے کہ بیع ہوجانے کے بعد مبیع ملکِ بائع سے نکل کر۔ ملکِ مشتری میں داخل ہوجاتی ہے۔ مشتری ہی تمام تصرفات کا مالک ہوجاتا ہے اسی طرح مؤمن بیعت کر لینے کے بعد اپنے نفس کا مالک نہیں رہتا اس لئے مؤمن کو چاہیئے کہ اب نفس میں اپنی رائے سے کوئی تصرف نہ کرے۔

---

[1] زاد المعاد ج ۲ ص: ۱۲۸

مگر یہ معاملہ حق جل وعلاء سے براہِ راست نہیں ہوتا حضرات انبیاء اللہ علیہم الف الف صلوات اللہ اوران کے وارثین کے توسط سے ہوتا ہے۔

حضرات صحابہ نے جب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے دست مبارک پر بیعت کی تو اصل بیعت اللہ عزوجل سے تھی اور رسول اللہ ﷺ درمیان میں وکیل اور کفیل تھے۔ کما قال تعالیٰ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ [1]	تحقیق جولوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں جزایں نیست کہ وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

صحیح بخاری میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

من یضمن فی مابین لحییه ورجلیه اضمن له الجنة	کون ہے جو اپنے جبڑوں اور پیروں کے درمیان کا ذمہ دار بنے یعنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذمہ لے تو میں اس کے لئے جنّت کا کفیل اور ضامن ہوں۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے کو ثمن یعنی جنّت کا ضامن قرار دیا ہے کہ اگر اہلِ ایمان اس کی ضمانت اور ذمہ داری کریں کہ زبان اور شرمگاہ میں کوئی تصرف اللہ عزّ وجل کی مرضی کے خلاف نہ کریں گے جو ہمارا مشتری ہے تو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی مبیع (نفس) کا ثمن اور قیمت یعنی جنّت دلانے کا کفیل اور ضامن ہوتا ہوں۔

اس حدیث میں یضمن اور اضمن کا لفظ اسی بیع کی طرف مشیر ہے اس لئے کہ ضمانت اور کفالت بیع ہی میں ہوتی ہے مبیع میں اگر کوئی عیب نکلے تو مشتری کو خیار عیب کی وجہ سے اس کے رد کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے لیکن مشتری اگر مبیع کے عیب کو دیکھکر یہ کہدے کہ رضیتُ

---

[1] سورۃ الفتح، آیۃ: ۱۰

میں راضی ہو گیا تو خیارِ عیب ساقط ہو جاتا ہے اور بیع بالکل مکمل ہو جاتی ہے مشتری کی جانب سے رد اور فسخ کا احتمال باقی نہیں رہتا۔

حضرات صحابہ نے جب درخت کے نیچے آپ کے دست مُبارک پر بیعت کی تو اللہ عزّ وجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ[1]	البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ راضی ہوا ان مؤمنین سے جنھوں نے درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اپنا خیارِ عیب ساقط فرمایا۔ اور یہ ظاہر کر دیا کہ ان حضرات نے جو اللہ عزّ وجل سے معاملۂ بیع کیا ہے وہ کبھی فسخ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنی رضا ظاہر فرما کر اپنا خیار ساقط فرمایا ہی ہے لیکن حضرات صحابہ بھی رضینا باللہ کہہ کر اپنا خیار ساقط کر چکے ہیں۔ کما قال تعالیٰ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ	اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

اگرچہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی عیب کا امکان نہیں لیکن صحابہ نے رَضِیتُ کہہ کر فسخ اور اقالہ کے امکان کو بھی ختم کر دیا غرض یہ کہ طرفین اپنی اپنی رضا اور خوشنودی ظاہر کر کے اپنا اپنا خیار ساقط کر چکے ہیں بیع بالکل مکمل ہو چکی حضرات صحابہ اپنے نفوس اللہ عزّ وجل کے حوالے اور سپرد کر چکے بمقتضائے وعدۂ الٰہی ان کے نفوس کا ثمن (یعنی جنّت) اللہ کے ذمہ واجب ہو چکا ہے حضرات صحابہ کے سوا سب کا معاملہ خطرہ میں ہے۔ معلوم نہیں کس کس کی مبیع کو خیارِ عیب کے بناء پر رد کیا جائے گا اور بہت سے لوگ تو دنیا ہی میں اللہ عزّ وجل سے اپنی بیع کا اقالہ کر چکے ہیں جیسا کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے آ کر کہا تھا۔

اقلنی بیعتی	میری بیعت واپس کر دیجئے۔

اصطلاح فقہاء میں اقالہ متعاقدین کے حق میں فسخ اور ثالث کے حق میں بیع جدید ہوتا ہے اسی طرح جب کوئی بد نصیب حق جل وعلاء سے اپنی بیعت کا اقالہ کرتا ہے تو اس کے اور حق تعالیٰ کے مابین تو فسخ بیع ہوتا ہے اور ثالث یعنی شیطان کے حق میں بیع جدید ہوتی ہے۔

---

[1] سورۃ الفتح، آیۃ: ۱۸

امام اعظم ابوحنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے۔

غلام اور آقا کے مابین سود نہیں۔	لا ربوابین المولی وعبده

اس لئے کہ خود غلام کے پاس جو کچھ ہے وہ سب مولیٰ ہی کی ملک ہے ہم چونکہ غلام سے بڑھکر غلام ہیں آخر اس خداوند ذوالجلال کے بندہ ہی ہیں اور بندے بھی ایسے بندے کہ کسی طرح اس کی عبدیت سے آزاد نہیں ہو سکتے اور نہ بحمد اللہ ہم اس کی عبدیت سے آزاد ہونا چاہتے ہیں اس لئے وہ خداوند ذوالجلال ہم سے ایک حسنہ نیکی لے کر کم از کم دہ گونہ سود دیتا ہے یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ۔

الحاصل

جن حضرات نے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے ہاتھ پر بیعت کی اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہوا اور ان کے دلوں کو سکینت اور طمانیت کی بیش بہا دولت سے معمور کیا اور فتح قریب اور مغانم کثیرہ کا ان سے وعدہ فرمایا۔ کما قال تعالےٰ۔

تحقیق اللہ راضی ہوا مومنین سے جس وقت کہ وہ آپ سے بیعت کر رہے تھے، درخت کے نیچے پس جانا اللہ نے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے پس اتاری اللہ نے ان پر اپنی تسکین اور انعام میں دی قریبی فتح اور بہت سی غنیمتیں جو آیندہ حاصل کریں گے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔	لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا

اور سورۂ توبہ میں بیعت کو فوز عظیم فرمایا کما قال تعالےٰ

پس خوشیاں کرو اس سودے پر جو تم نے اللہ تعالےٰ سے کیا ہے اور یہ بڑی کامیابی کا معاملہ ہے۔	فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ [1]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام پر اور کبھی ہجرت پر اور کبھی جہاد پر اور کبھی ترک منکرات پر

---

[1] توبہ آیۃ: ۱۱۱

مثلاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے زنا اور چوری نہ کریں گے اولاد کو قتل نہ کریں گے کسی پر بہتان نہ باندھیں گے اللہ کی نافرمانی نہ کریں گے اور کبھی اس بات پر کہ اللہ کی عبادت کریں گے پانچوں نمازیں ٹھیک ادا کریں گے، زکوٰۃ دیں گے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں گے، اپنے امیر اور والی کی اطاعت کریں گے جب تک وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دے کسی سے سوال نہ کریں گے۔ والدین کے ساتھ احسان کریں گے۔ وغیر ذلک ان امور پر رسول اللہ ﷺ سے بیعت لینا احادیث صحیحہ ہے، ثابت اور مسلّم ہے۔ تفصیل کے لئے فتح الباری ص ۶۰ ج ۱۳ ص ۱۶۴ اور کنز العمال ص ۲۵ ج اوّل فصل خامس فی احکام البیعۃ کی مراجعت کریں۔

ان آیاتِ صریحہ اور احادیث صحیحہ کے بعد بیعت کے مسنون اور مستحسن اور موجب خیر و برکت ہونے میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں۔ رسول اللہ ﷺ جس طرح کتاب اور حکمت کے معلم اور اُمّت کے دلوں کے مزکّی یعنی صیقل اور جلا کرنے والے تھے اسی طرح اللہ کی زمین پر اللہ کے خلیفہ بھی تھے جو بیعت آپ کے خلیفۃ اللہ ہونے کی حیثیت سے لی، وہ خلفاء کے لئے سُنّت ہوئی اور جو بیعت آپ نے معلّم الکتاب والحکمۃ اور مزکّی ہونے کی حیثیت سے لی، وہ علماء ربانیین اور اہل اللہ اور عارفین کے لئے سُنّت ہوئی۔

(۱۸)۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر بیعت کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ غائبانہ بیعت بھی صحیح ہے۔

(۱۹)۔ سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا تین بار بیعت کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ بیعت کی تجدید اور اس کا تکرار مسنون اور مستحب ہے۔

(۲۰)۔ حدیبیہ میں جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی حق جل شانہ نے بلا کسی قید و شرط کے اُن سے اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ اور فَعَلِمَ مَافِيْ قُلُوْبِهِمْ سے ان کے دلی اخلاص کو بیان فرمایا اور فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ سے ان کے اطمینان اور ایقان قلب کو بیان فرمایا کہ ان کے قلوب بالکلیہ مطمئن ہیں۔ اضطراب کا کہیں نام و نشان نہیں اور ظاہر ہے کہ جس سے اللہ راضی ہوا اور جس کے دل پر سکینت و طمانیت کو نازل فرمایا ایسا شخص

نہ فی الحال منافق اور نہ فی المآل مرتد ہوسکتا ہے احادیث میں اُن کے بہت فضائل آئے ہیں چنانچہ مسند احمد میں جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جن لوگوں نے درخت کے نیچے مجھ سے بیعت کی ہے، ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔

اور آیۂ مذکورہ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْیُبَا یِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَافِیْ قُلُوْبِهِمْ سے اُن کا مؤمن مخلص اور اللہ کا مرضی اور پسندیدہ ہونا صاف ظاہر ہے۔

حضرات شیعہ۔فَعَلِمَ مَافِیْ قُلُوْبِهِمْ کو ذرا غور سے پڑھیں کہ کس طرح حق تعالیٰ شانہ نے اُن کے دلوں کے اخلاص کو ذکر فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کا یہ عمل تقیہ کے بنا پر نہ تھا بلکہ اخلاص اور صدق نیت سے تھا فَعَلِمَ مَافِیْ قُلُوْبِهِمْ کے بعد تقیہ کا احتمال باقی نہیں رہتا جب خدا تعالیٰ نے اُن کے دلی اخلاص کی شہادت دیدی تو اب نفاق اور تقیہ کا احتمال ختم ہوا اور اَثَابَكُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً سے دُور تک سلسلہ کلام چلا گیا ہے جس میں انھیں حضرات سے فتح خیبر اور مَغَانِمَ كَثِيْرَةً اور فتوحات عظیمہ کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ وعدہ بھی انہی مخلصین سے تھا معلوم ہوا کہ جن حضرات پر یہ مغانم تقسیم کئے گئے وہ اللہ کے مخلص اور پسندیدہ بندے تھے۔

بادشاہانِ عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط

حق جل شانہ نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین اور موجب سکینت وطمانیت فرمایا ہے بے شک وہ فتح مبین اور موجب سکینت وطمانیت ہوئی اس لئے کہ فتح کے معنی لغت میں کسی بند چیز کے کھول دینے کے ہیں عرب کی مخالفت کی وجہ سے اب تک دعوت اسلام اور تبلیغ احکام کا دروازہ بند تھا۔ اس صلح نے اس دروازہ کو کھول دیا۔ اب وقت آیا کہ اللہ عزوجل کا پیغام اُس کے تمام بندوں کو پہنچا دیا جائے اور اسلام کے عظیم الشان دسترخوان پر دنیا کو دعوت اور صلائے عام دی جائے کہ آ کر اس دسترخوان کے لذائذ وطیبات فواکہ اور ثمرات سے لُطف اندوز ہوں۔

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول کیا اور اسلام کے دسترخوان پر آ کر بیٹھ گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک ایک کر کے تمام مکارم اخلاق اور تمام محاسن آداب فضائل وفواضل محامد وشمائل کا کوئی لون ایسا نہیں کہ جو اس دسترخوان پر نہو۔ ایسا پاک اور صاف لطیف اور شفاف دسترخوان ہے کہ کسی ظاہری اور باطنی فحشاء اور منکر کا ذرّہ برابر بھی کہیں دھبہ اور نشان نہیں۔ دنیا سے ہاتھ دھو کر اور اللہ عزّ وجل کا نام پاک لے کر کھانا شروع کیا ابھی ایک ہی دولون چکھے تھے کہ زبان نے فوراً ہی اسلام کا مزہ اور ایمان کی حلاوت اور شیرینی کو محسوس کرلیا۔ اور سمجھ گئے کہ روح کی غذا تو یہ ہے اسی غذا سے روح زندہ رہ سکتی ہے۔ کفر اور شرک کی نجاست اور گندگی کھا کر رُوح کا زندہ رہنا ناممکن اور محال ہے۔

الغرض نبی اکرم ﷺ نے حدیبیہ سے ہو کر ماہ ذی الحجۃ الحرام ۶ھ میں بادشاہوں کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجنے کا قصد فرمایا، صحابہ کو جمع کر کے خطبہ دیا۔

ایها الناس ۔ اے لوگو میں تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ تمام دنیا کو یہ پیام پہنچاؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔ عیسیٰ علیہ السّلام کے حواریین کی طرح اختلاف نہ کرنا۔ کہ اگر قریب بھیجنے کو کو کہا تو راضی ہو گئے اور اگر کہیں دُور جانے کا حکم دیا تو زمین پر بوجھل ہو کر بیٹھ گئے۔

حضرات صحابہ جو کہ اطاعت اور جان نثاری اخلاص اور وفاشعاری کے سخت سے سخت امتحان میں ہر موقع پر درجۂ اعلیٰ میں کامیابی کی سند اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا زرّین تمغہ حاصل کر چکے تھے۔ بھلا وہ کب اس موقع سے چوکنے والے تھے دل وجان سے تعمیل ارشاد کے لئے تیار ہو گئے اور ایک مناسب مشورہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ کہ یا رسول اللہ۔ ملوک اور سلاطین جس خط پر مہر نہ ہو اس کو قابلِ وثوق اور اعتماد نہیں سمجھتے حتیٰ کہ ایسے خط کو پڑھتے تک نہیں۔ آپ نے صحابہ کے مشورہ سے ایک مہر کندہ کرائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا مگر صنعت حبشہ کی تھی محمد رسول اللہ اس مُہر پر کندہ تھا سب سے نیچے لفظ محمد تھا اور سب سے اُوپر لفظ اللہ تھا۔ اور لفظ رسول درمیان میں تھا۔ (تاریخ طبری ص ۸۴ ج ۳ و زرقانی ص ۳۳۴ ج ۳)

اور سلاطین اور امراء کے نام خطوط روانہ فرمائے اُن کو حق کی دعوت دی اور اس سے آگاہ کر دیا کہ رعایا کی گمراہی کی تمام تر ذمہ داری تم پر عائد ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ یہ خطوط ۶ ھ کے اخیر میں ماہ ذی الحجہ میں قصہ حدیبیہ کے بعد روانہ کئے گئے اور بعض اہلِ سیر کے نزدیک ۷ ھ میں روانہ کئے گئے ممکن ہے کہ حضور پُر نور نے شاہانِ عالم کے نام خطوط بھیجنے کا ارادہ تو ۶ ھ کے اخیر میں فرمایا ہو اور پھر ۷ ھ میں خطوط روانہ کیے ہوں [1]

اور امام بیہقی فرماتے ہیں کہ غزوۂ موتہ کے بعد خطوط روانہ فرمائے مگر اس پر سب متفق ہیں کہ حدیبیہ کے بعد اور فتح مکّہ سے پہلے یہ خطوط روانہ کئے گئے۔

یعنی اس مدت کے مابین خطوط کا سلسلہ جاری رہا واللہ اعلم۔

(۱) قیصرِ روم کے نام نامۂ مُبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط
من محمّد عبدالله ورسوله الى هرقل عظيم الروم- سلام على من اتبع الهدى امّابعدُ فانى ادعوك بدِعاية الاسلام اَسْلِمْ تَسْلَمْ يؤتك اللّٰه اجرك مرتين فان تولّيتَ فان عليك اثم اليرسيين ويآ اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم ان لانعبد الا اللّٰه ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یہ خط ہے، محمد اللہ کے بندہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہرقل کی جانب جو روم کا بڑا شخص ہے سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے امابعد میں تجھکو دعوت دیتا ہوں اس کلمہ کی جو اسلام کی طرف لانے والا ہے یعنی کلمۂ طیبہ کی۔ اسلام لے آ سلامت رہے گا اور اللہ تعالےٰ دھرا اجر عطا کرے گا جیسا کہ اہلِ کتاب سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے (أُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ) پس اگر تو اسلام سے روگردانی کرے تو تمام رعایا کے اسلام نہ لانے کا

[1] مدارج النبوۃ ج ۲ ص: ۲۹۴

دون اللّٰہ فان تولوا فقولوا اشھدو ابانا مسلمون

گناہ تجھ پر ہوگا کہ تیرے اتباع میں اسلام کے قبول سے باز رہے اور اے اہلِ کتاب. آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان میں مسلّم ہے وہ یہ کہ

سوائے اللہ کے کسی چیز کی عبادت نہ کریں اور نہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک گردانیں اور اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب اور معبود نہ بنائیں پس اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں یعنی اللہ کے حکم کے تابع ہو چکے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ والا نامہ دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دے کر قیصرِ روم کی طرف روانہ فرمایا قیصر روم اُس وقت فارس پر فتحیابی کے شکریہ میں حمص سے پیدل چل کر بیت المقدس آیا ہوا تھا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ محرم ۷ھ میں بیت المقدس پہنچے اور امیر بُصریٰ کے توسط سے قیصر روم کے دربار میں پہنچ کر آپ کا والا نامہ پیش کیا۔[1]

اور والا نامہ پیش کرنے سے پہلے ایک مختصر سی تقریر فرمائی وہو ہذا۔

قیصرِ رُوم کے دربار میں حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی تقریر

اے قیصرِ روم جس نے مجھکو آپ کی طرف سفیر بنا کر بھیجا ہے وہ آپ سے کہیں بہتر ہے اور جس ذات بابرکات نے اُن کو پیغمبر بنا کر بھیجا وہ سب ہی سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ لہٰذا جو کچھ عرض کروں اس کو تواضع کے ساتھ سنیئے اور اخلاص سے اس کا جواب دیجئے۔ اگر تواضع کے ساتھ نہ سنیں گے تو اس کو کماحقہ سمجھ نہیں سکیں گے اور اگر جواب میں اخلاص نہ ہوگا تو وہ جواب عادلانہ اور منصفانہ نہوگا۔

قیصر روم۔ فرمایئے۔

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ۔ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علیٰ نبینا وعلیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے۔

---

[1] فتح الباری۔ ج ۱ ص: ۳۵

قیصر روم۔ ہاں۔ بے شک نماز پڑھا کرتے تھے۔

دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ میں آپ کو اس ذات پاک کی طرف بلاتا ہوں جس کے لئے حضرت مسیح نمازیں پڑھتے اور جس کے سامنے جبین نیاز ٹیکتے تھے اور جس نے حضرت مسیح کو بطن مادر میں بنایا اور جس نے اُن تمام آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ اور بعد ازاں میں آپ کو اُس نبی اُمی کی طرف بلاتا ہوں جس کی حضرت موسیٰ اور پھر حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے بشارت دی ہے اور آپ کو اس کا کافی اور شافی علم اور پوری خبر ہے اگر آپ اس دعوت کو قبول کریں تو آپ کے لئے دنیا اور آخرت دونوں ہیں۔ ورنہ آخرت تو آپ کے ہاتھ سے جاتی ہی رہے گی اور دنیا میں دوسرے لوگ آپ کے شریک ہوں گے اور یقین جانیئے کہ آپ کا ایک پروردگار ہے جو منکرین کو کچل ڈالتا ہے اور اپنی نعمتوں کو بدلتا رہتا ہے۔

قیصر روم نے آپ کا والا نامہ دحیہ کے ہاتھ سے لے کر سر اور آنکھوں پر رکھا اور بوسہ دیا۔ اور کھول کر اُس کو پڑھا اور کہا سوچ کر کل اس کا جواب دوں گا۔ (روض الانف ص ۳۵۵ ج ۲)

اور اپنے خدام کو یہ حکم دیا کہ جو لوگ آپ کی قوم کے میرے ملک میں آئے ہوئے ہوں ان کو حاضر کیا جائے تاکہ اُن سے احوال معلوم کروں۔ اتفاق سے ابو سفیان قریش کی ایک جماعت کے ساتھ اس وقت بغرض تجارت شام آئے ہوئے تھے مقام غزہ میں مقیم تھے۔ ابو سفیان اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے، قیصر کے آدمی ان کو غزہ سے جا کر لائے اور دربار میں حاضر کیا بڑی شان و شوکت سے دربار منعقد کیا عظماء روم اور قسیسین اور رہبان سب حاضر تھے۔

جماعت عرب سے اوّل مخاطب ہو کر یہ دریافت کیا کہ تم میں سے اس مدعی نبوت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار کون شخص ہے، ابو سفیان نے کہا میں، قیصر روم نے کہا تم میرے قریب ہو جاؤ اور باقی قریش کی جماعت کو ان کے پیچھے [1] بیٹھنے کا حکم دیا۔ اور یہ کہا کہ میں اُن سے کچھ دریافت کروں گا اگر جھوٹ بولیں تو تم ان کی تکذیب کر دینا۔ ابو سفیان کہتے ہیں اگر مجھکو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ میری تکذیب کریں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا۔ بعد ازاں حسب ذیل گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔

---

[1] تاکہ حیا اور منہ دیکھے کا لحاظ تکذیب سے مانع نہ ہو۔ ۱۲ فتح الباری۔

قیصر۔ تم میں ان کا نسب کیسا ہے۔

ابوسفیان۔ وہ بڑے[1] عالی نسب ہیں ان سے بڑھ کر کسی کا نسب نہیں۔

قیصر۔ کیا ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ بھی ہوا۔

ابوسفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ کیا تم لوگوں نے ان کو دعوائے نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ بولتے پایا ہے۔

ابوسفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ ان کے پیرو کس قسم کے لوگ ہیں امراء اور دولت مند ہیں یا غرباء اور کمزور۔

ابوسفیان۔ اکثر غرباء اور ضعفاء۔

قیصر۔ ان کے متبعین روز بروز بڑھتے جاتے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں۔

ابوسفیان۔ دن بدن زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔

قیصر۔ کیا کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد ان کے دین سے بیزار اور متنفر ہو کر مرتد یعنی ان کے دین سے پھر بھی جاتا ہے۔

ابوسفیان نہیں۔[2]

قیصر۔ کیا وہ خلاف عہد بھی کرتے ہیں۔

ابوسفیان۔ کبھی نہیں آج تک انھوں نے کبھی عہد شکنی نہیں کی لیکن آجکل ہمارے اور اُن کے مابین ایک مدت صلح ٹھہری ہے نہ معلوم اس میں کیا کرتے ہیں ابوسفیان کہتے ہیں کہ

---

[1] پہلا جملہ صحیح بخاری کی روایت کا ترجمہ ہے اور دوسرا جملہ مسند بزار کی روایت کا ترجمہ ہے۔ قال ہوفی حسب مالا یفضل علیہ احد فتح الباری ص ۱۶۲ ج ۸

[2] اسلام کو بُرا سمجھ کر کوئی شخص بھی آج تک اسلام سے نہیں پھرا۔ ہاں زن اور زر کی طمع میں کچھ حریص اور طامع اور ہوا پرست اسلام سے مرتد ہوئے جو قابل التفات نہیں اسلام بحمد اللہ اس سے منزہ ہے کہ زن اور زر کے ذریعہ سے کسی کو دعوت دے، حیدر آباد میں ایک عیسائی میرا ہمسایہ اور ہم محلہ تھا میرے پاس آتا جاتا تھا پچیس سال کی عمر تھی۔ ایک مرتبہ میں نے اس کو قسم دے کر دریافت کیا کہ تم اللہ کو حاضر ناظر جان کر سچ بتلاؤ کہ اتنی عمر میں تم نے کوئی ایک مسلمان بھی ایسا دیکھا ہے کہ دین اسلام کو بُرا سمجھکر عیسائی بنا ہو۔ اس نے جواب دیا خدا کی قسم ایک مسلمان بھی ایسا نہیں دیکھا جو بھی عیسائی ہوتا ہے وہ فقط روپیہ اور عورتوں کے لالچ میں عیسائی ہوتا ہے اور وہ بھی فقط نام کا، باقی عقائد میں اس کے کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا۔ فقط روپیہ اور میم کی خاطر وہ اپنے کو عیسائی کہتا ہے مگر مذہب اسلام کی رو سے ایسا شخص کافر و مرتد ہے۔ ۱۲

سوائے ایک بات کے مجھے کسی اور بات لگانے کا کہیں موقع نہیں ملا۔ ابنِ اسحٰق کی روایت میں ہے۔

فواللہ ما التفت الیھا منی

ابوسفیان کہتے ہیں خدا کی قسم قیصر نے میری اس بات کی طرف جو میں نے اپنی طرف سے ملائی۔ ذرہ برابر بھی التفات نہیں کیا۔

قیصر۔ کبھی تم ان سے لڑے بھی ہو۔

ابوسفیان۔ ہاں۔

قیصر۔ لڑائی کیسی رہی۔

ابوسفیان۔ کبھی وہ غالب ہوئے اور کبھی ہم۔

قیصر۔ وہ تم کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں۔

ابوسفیان۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو اور کفر اور شرک کے تمام مراسم جو تمھارے آباء واجداد کرتے تھے ان سب کو یکلخت چھوڑ دو۔ اور نماز اور زکوٰۃ اور سچائی اور پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔

قیصر۔ ترجمان سے مخاطب ہو کر کہا ان سے کہہ دو کہ میں نے اول تم سے اُن کا نسب دریافت کیا تم نے کہا کہ وہ نہایت اعلیٰ نسب اور شریف خاندان سے ہیں بے شک انبیاء ایسے ہی خاندان سے بھیجے جاتے ہیں جو حسب نسب میں سب سے بالا ہو۔ پھر میں نے تم سے یہ دریافت کیا کہ اُن کے خاندان میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے۔ تم نے کہا نہیں۔ اگر اُن کے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں یہ سمجھتا کہ یہ اس طریق سے اپنے باپ دادا کا گیا ہوا ملک حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ تم نے اُن کو جھوٹا تو نہیں پایا۔ تم نے کہا نہیں جس سے میں یہ سمجھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص بندوں پر تو جھوٹ نہ باندھے اور معاذ اللہ، اللہ پر جھوٹ باندھے میں نے تم سے یہ دریافت کیا کہ کیسے لوگوں نے ان کا اتباع کیا۔ تم نے کہا کہ ضعفاء اور غرباء نے۔ بے شک حضرات انبیاء کے اتباع اور پیروی کرنے والے اکثر ضعفاء[1] اور غرباء ہی ہوتے ہیں میں نے تم سے دریافت کیا کہ اُن کے پیرو بڑھتے

[1] یعنی مغرور اور متکبر نہیں ہوتے مال و دولت کے نشہ سے محفوظ ہوتے ہیں ان کے قلوب تکبر اور غرور اور نخوت سے خالی ہوتے ہیں اس لئے حق بات کو سنتے ہیں اور قبول کرتے ہیں۔

جاتے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں تم نے کہا۔ بڑھتے جاتے ہیں بیشک ایمان کا یہی حال ہے اس کے پیرو روز بروز بڑھتے ہی رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ حدِ کمال کو پہنچ جائے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ان کے دین سے ناراض اور بیزار ہوکر مرتد بھی ہوجاتا ہے تم نے کہا نہیں بے شک ایمان کا یہی حال ہے کہ جب اس کی شیرینی اور حلاوت اور اس کی فرحت و مسرّت دلوں میں سما جائے تو پھر کسی طرح نہیں نکلتی، میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا وہ بدعہدی کرتے ہیں تم نے کہا نہیں۔ بے شک پیغمبروں کی یہی شان ہوتی ہے وہ کبھی بدعہدی نہیں کرتے، میں نے تم سے لڑائی کے متعلق دریافت کیا تم نے کہا کبھی وہ غالب اور کبھی ہم غالب بیشک انبیاء کے ساتھ ابتداء اللہ تعالیٰ کا ایسا ہی معاملہ ہوتا ہے کبھی غالب ہوتے ہیں اور کبھی مغلوب تا کہ ان کے متبعین کے صدق اور اخلاص کا امتحان ہوتا رہے لیکن انجام کار غلبہ اور فتح انھیں کو ہوتا ہے میں نے تم سے دریافت کیا وہ تم کو کن چیزوں کا حکم دیتے ہیں تم نے کہا اللہ عزوجل کی عبادت کا حکم دیتے ہیں شرک اور بت پرستی سے منع کرتے ہیں۔ نماز اور زکوٰۃ اور سچائی اور پاک دامنی وغیرہ کا حکم کرتے ہیں اگر یہ تمام چیزیں جو تم نے بیان کی ہیں صحیح ہیں تو وہ بلاشبہ نبی ہے اور وہ عنقریب اس جگہ کا مالک ہوگا جہاں میرے یہ دونوں قدم ہیں۔ مجھکو معلوم تھا کہ یہ نبی ظاہر ہونے والے ہیں۔ لیکن یہ گمان نہ تھا کہ تم میں سے ظاہر ہوں گے مجھے اُن کے ملنے کی بڑی تمنا ہے، اگر میں آپ کی خدمت میں پہنچ جاؤں تو آپ کے قدم دھلایا کروں۔ بعد ازاں آپ کا والا نامہ تمام مجمع کو پڑھ کر سنایا گیا۔

خط کا سنانا تھا کہ ایک شور برپا ہوگیا اور ہر طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ابو سفیان کہتے ہیں اُس وقت ہم سب کو باہر نکال دیا گیا۔ باہر آنے کے بعد میں نے کہا کہ تعجب کی بات ہے کہ آپ سے روم کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے، اسی روز سے مجھکو یقین کامل ہوگیا کہ آپ کا دین ضرور غالب ہوکر رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو اسلام کی توفیق دی (بخاری شریف و فتح الباری)[2]

---

[1] اس حدیث کو امام بخاریؒ نے متعدد ابواب میں ذکر فرمایا ہے حافظ عسقلانی نے دو باب میں اس حدیث پر مفصل کلام فرمایا ایک بدء الوحی ص ۳۰ ج اوّل تا ص ۳۸ ج اوّل اور دوسرے کتاب التفسیر سورۂ آلِ عمران ص ۱۰۸ ج ۸ تا ص ۱۲۸ ج ۸

امام زہری فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ابن الناطور نصاری کے ایک بڑے[1] عالم نے مجھ سے بیان کیا کہ جو قیصر کے اس دربار میں شریک تھا کہ قیصر نے اس دربار کے بعد رومۃ کے ایک بڑے عالم کو جس کا نام ضغاطر رومی تھا آپ کے بارے میں خط لکھا۔ یہ شخص آسمانی کتابوں سے بخوبی واقف تھا، خط لکھوانے کے بعد بیت المقدس سے حمص کی جانب روانہ ہوا بادشاہ حمص میں تھا کہ اس کا جواب آیا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کا ہم کو انتظار ہے اور جن کی عیسیٰ علیہ السّلام نے بشارت دی ہے میں نے ان کی تصدیق کی اور میں ان کا اتباع کروں گا، ان کے نبی ہونے میں کوئی شک نہیں۔

تم ضرور اُن کی تصدیق کرو اور ان کا اتباع قبول کرو بادشاہ نے ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا اور تمام بطارقۂ رُوم کو جمع کیا اور تمام دروازے بند کرا دیئے اور خود ایک جھروکے اور بالا خانہ میں بیٹھا اور وہاں سے تمام درباریوں کو مخاطب کر کے یہ کہا۔

یا معشر الروم انی قد جمعتکم لخیر انه قد اتانی کتاب ھذا الرجل یدعونی الی دینه وانه واللّٰه لنبی الذی کنا ننتظره ونجده فی کتبنا فھلموا فلنتبع ولنصدقه فتسلم لنا دنیانا وآخرتنا۔

اے گروہِ روم تحقیق میں نے تم کو ایک عظیم الشان خیر کے لئے جمع کیا ہے وہ یہ کہ میرے پاس اس شخص کا ایک خط آیا ہے جس میں اس نے مجھکو اپنے دین کی دعوت دی ہے اور البتہ تحقیق خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کے ہم منتظر ہیں اور جن کو اپنی کتابوں میں پاتے ہیں پس آؤ اور دوڑو ہم سب مل کر اُن کا اتباع اور ان کی تصدیق کریں تا کہ ہماری دنیا اور آخرت دونوں سلامت رہیں۔

یہ سنتے ہی تمام بطارقۂ روم چلّا اُٹھے اور نکلنے کی غرض سے اُٹھ کر بھاگے دیکھا کہ دروازے بند ہیں بادشاہ نے حکم دیا کہ واپس بلاؤ۔ واپس بلا کر یہ کہا میں تم کو آزمانا چاہتا تھا تمھاری دینی شدّت اور مضبوطی اور مذہبی پختگی دیکھکر مجھ کو مسرّت ہوئی یہ سُن کر سب خوش ہوگئے اور بادشاہ کے سامنے سجدہ میں گر پڑے بعد ازاں قیصر نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو تنہائی

---

[1] اس عالم کا نام ابن الناطور ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے دیکھو (فتح الباری ص ۳۸ ج ۱)

میں بلا کر یہ کہا۔ خدا کی قسم میں خوب جانتا ہوں کہ تمھارے دوست نبی مرسل ہیں مجھکو اندیشہ ہے کہ روم کے لوگ مجھکو قتل نہ کرڈالیں اگر مجھکو یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں ضرور اُن کا اتباع کرتا۔ تم ضغاطر۔ رُوم کے اسقف اعظم کے پاس جاؤ وہ بہت بڑا عالم ہے مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے، نیز رومیوں میں اس کی عظمت و وقعت مجھ سے بہت زائد ہے تم اُس کے پاس جاؤ اور اپنے پیغمبر کا حال بیان کرو۔ دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضغاطر کے پاس پہنچے اور آپ کا تمام حال بیان کیا ضغاطر[1] نے کہا خدا کی قسم وہ نبی مرسل ہیں ہم اُن کی شان اور صفت آسمانی کتابوں میں لکھی ہوئی پاتے ہیں یہ کہہ کر ایک حجرہ میں گیا اور سیاہ کپڑے جو پہلے سے پہنے ہوا تھا اُن کو اتار کر سپید کپڑے بدلے اور عصا لے کر کنیسہ میں آیا اور سب کو مخاطب کر کے یہ کہا:

یا معشر الروم انه قد جاءنا كتاب من احمد يدعونا فيه الى الله عزوجل وانی اشهد ان لا اله الا الله وان احمد عبده ورسوله

اے گروہ روم احمد مجتبیٰ ﷺ کے پاس سے ایک خط آیا ہے جس میں ہم کو اللہ عزوجل کی طرف بلایا۔ میں تو گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور احمد مجتبیٰ اللہ کے بندے اور اُس کے رسُول ہیں۔

یہ سنتے ہی تمام لوگ اُس پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ اسے مار کر چھوڑا دحیہ رضی اللہ عنہ نے لوٹ کر یہ تمام حال قیصر سے بیان کیا۔ قیصر نے کہا مجھکو بھی یہی خوف ہے کہ لوگ میرے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کریں گے (تاریخ طبری ص ۸۷ ج ۳ وص ۸۸ البدایہ والنہایہ ص ۲۶ ج ۴ تا ص ۲۶۸ ج ۴۔ الجواب الصحیح ص ۹۴ ج او فتح الباری ص ۴۰ ج ۱)[2]

معجم طبرانی میں ہے کہ قیصرِ روم نے دحیہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہا کہ میں خوب جانتا اور پہچانتا ہوں کہ آپ نبی ہیں جیسا کہ ضغاطر نے کہا لیکن میں اگر ایسا کروں تو میری سلطنت جاتی رہے گی اور روم کے لوگ مجھ کو قتل کر ڈالیں۔

---

[1] حافظ عسقلانی کو فتح الباری میں اس بارے میں تامل ہے کہ ضغاطر اور رومیہ کا عالم دو شخص ہیں یا ایک شخص اور ضغاطر اسی رومیہ کے عالم کا نام ہے لیکن طبری کے اس سیاق سے جو ہم نے پیش کیا ہے اس سے متبادر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو شخص ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔

[2] یہ تمام واقعہ تفصیل کے ساتھ تاریخ طبری اور الجواب الصحیح میں مذکور ہے مگر اس واقعہ کے کچھ اجزاء فتح الباری میں بھی مذکور ہیں اس لئے حوالہ میں فتح الباری کا نام بھی شامل کر دیا گیا ۱۲۔

لیکن قیصر نے آپ کے اس ارشاد پر نظر نہیں کی۔

اَسْلِمْ تَسْلَمْ ⁝ اسلام لا سلامت رہے گا۔

اگر اسلام لے آتا تو دنیا اور آخرت دونوں اس کی سلامت رہتیں۔

تکمیل

قیصر روم نے نہایت عزت واحترام کے ساتھ آپ کے والا نامہ کو سونے کے قلمدان میں رکھا۔ امیر سیف الدین منصوری فرماتے ہیں کہ مجھکو ایک مرتبہ شاہ منصور نے کچھ ہدایات دے کر شاہ مغرب کے پاس بھیجا شاہ مغرب نے ایک سفارش کی غرض سے مجھکو شاہ فرنج کے پاس روانہ کیا جو قیصر روم کی اولاد میں سے تھا جب میں شاہ فرنج کے پاس سے واپسی کا ارادہ کیا تو ٹھہرنے کی بابت اصرار کیا اور یہ کہا اگر آپ ٹھہر جائیں تو ایک عظیم الشان اور نادر چیز دکھلاؤں گا میں ٹھہر گیا۔ ایک صندوق منگایا جس پر سونے کے پتّر جڑے ہوئے تھے اس میں سے ایک سونے کا قلمدان نکالا اور اس کو کھولا تو اس میں سے ایک خط نکلا جو حریر میں لپٹا ہوا تھا۔ اکثر حروف اس خط کے اُڑ چکے تھے بادشاہ نے کہا۔ یہ آپ کے پیغمبر کا خط ہمارے دادا قیصر کے نام جو ورثۃً ہم تک پہنچا ہے اور ہمارے دادا نے یہ وصیّت کی تھی کہ جب تک یہ والا نامہ تمھارے پاس محفوظ رہے گا اس وقت تک سلطنت باقی رہے گی۔ لہٰذا اپنی سلطنت کی وجہ سے ہم اس خط کو بیحد حفاظت اور تعظیم وتکریم کرتے اور نصاریٰ سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔[1]

فوائد ولطائف

(۱)۔ خط کی ابتداء اللہ عزوجل کے نام سے ہونی چاہیے جیسا کہ سلیمان علیہ السّلام نے ملکہ سبا کے نام جب والا نامہ تحریر فرمایا تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے اس کی ابتدا فرمائی۔

(۲)۔ خط بھیجنے والا اپنا نام پہلے لکھے اور مکتوب الیہ کا نام بعد میں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام پہلے لکھوایا۔ اور بعد میں شاہ روم کا حضرات صحابہ کا یہی معمول تھا کہ جب آپ کو خط لکھتے تو پہلے اپنا نام لکھتے۔ (کذافی شرح البخاری للامام النووی ص ۸۲)

---

[1] زرقانی ج ۳، ص: ۳۴۲

لیکن ضروری اور واجب نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی اور خالد بن الولید کو ایک جگہ بھیجا وہاں پہنچ کر دونوں حضرات نے آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا حضرت علی نے تو آپ کا نام مُبارک پہلے لکھا اور اپنا بعد میں اور حضرت خالد نے اپنا نام پہلے لکھا جس سے معلوم ہوا کہ دونوں اُمر جائز ہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبدالملک بن مروان کو خط لکھا تو پہلے حضرت معاویہ اور عبدالملک کا نام لکھا اور علیٰ ہذا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت معاویہ کو خط لکھا تو انھوں نے بھی حضرت معاویہ ہی کا نام پہلے لکھا۔[1]

(۳)۔ آپ نے اپنے نام کے ساتھ عبداللہ کا لفظ اضافہ فرمایا اس میں نصاریٰ کے عقیدۂ فاسدہ الوہیت مسیح کے ابطال کی طرف اشارہ تھا کہ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام معاذ اللہ خدا نہ تھے بلکہ اللہ کے بندے اور اُس کے محترم رسُول تھے جن کو اللہ نے اپنی طرف اٹھایا نیز اشارہ اس طرف بھی تھا کہ جتنے پیغمبر بھی آئے سب کے سب اس کا اقرار کرتے تھے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں، معاذ اللہ خدا نہیں۔

(۴)۔ الی ھر قل عظیم الروم. ہرقل کے بعد عظیم الروم کا لفظ بڑھانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب کفّار سے مکاتبت اور مراسلت کی جائے تو مناسب القاب سے ان کو خطاب کیا جائے۔ (شرح البخاری للنوویؒ)

(۵)۔ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ سلام ہو اللہ کا اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے یعنی نہیں تو نہیں۔ یہ جملہ موسیٰ علیہ السّلام کے قصہ میں مذکور ہے اشارہ اس طرف ہے کہ کافر کو مطلقاً السلام علیک نہ لکھا جائے بلکہ سلام علی من اتبع الھدی لکھنا چاہیئے کہ تم پر سلام اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ ہدایت کا اتباع کرو اسی وجہ سے قرآن کریم میں اس کے بعد یہ جملہ آیا ہے وَاَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی اور حدیث نبوی میں سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی کے بعد جو یہ جملہ آیا ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ الخ سو یہ جملہ وَاَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی کے قائم مقام ہے۔

---

[1] فتح الباری ج ۸، ص: ۱۶۸

(۶)۔ اسلم تسلم یؤتك الله اجرك مرتين۔ | اسلام لے آ سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھکو دو اجر عطا کرے گا۔

ایک اجر اپنے سابق نبی پر ایمان لانے کی وجہ سے اور ایک اجر نبی آخر الزمان پر ایمان لانیکی وجہ سے کما قال تعالیٰ اُولٰٓئِكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ۔

(۷)۔ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّ عَلَیْكَ اثم الا ریسیین اگر تو نے اسلام سے روگردانی کی تو تمام رعایا کا گناہ تیری گردن پر ہوگا۔

اس لئے کہ جو شخص کسی کی گمراہی یا ہدایت سے باز رہنے کا سبب بنے اس کا گناہ بھی اس کے سر رہے گا۔ قال تعالیٰ وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالاً مَّعَ اَثْقَالِهِمْ

(۸)۔ دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط دے کر تنہا روانہ فرمانا اس کی دلیل ہے کہ خط حجت اور معتبر ہے نیز خبر واحد حجت اور سند ہے اگر خبر واحد معتبر نہیں تو تنہا دحیہ کو بھیجنے سے کیا فائدہ۔

(کذا قالہ الامام النووی فی شرح البخاری)

(۹)۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مستور الحال کی روایت معتبر ہے جب تک کوئی قرینہ اس کے کذب اور خطا کا نہ ہو اس لئے کہ حضرت دحیہ ہرقل کے حق میں مستور الحال تھے۔

(۱۰)۔ ہرقل خوب جانتا تھا کہ آپ وہی نبی ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے بشارت دی ہے لیکن اسلام نہیں لایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ایمان نام۔ جاننے اور پہچاننے کا نہیں بلکہ ماننے اور تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے لہٰذا جو شخص آپ کو نبی جانتا ہو مگر مانتا نہ ہو تو وہ شخص ہرگز مسلمان نہیں۔ اسی وجہ سے علماء محققین کا قول یہ ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ہرقل شاہ روم اسلام نہیں لایا مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ہرقل نے تبوک سے ایک خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا جس میں یہ لکھا کہ میں مسلمان ہوں آپ نے فرمایا کہ یہ شخص جھوٹا ہے ابھی تک اپنی نصرانیت پر قائم ہے۔

(۲) خسرو پرویز کسریٰ شاہ ایران کے نام نامۂ مبارک

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط
من محمد رسول اللّٰہ الی
کسریٰ عظیم فارس سلام
علی من اتبع الھدی وآمن
باللّٰہ ورسولہ وشھد ان لا الٰہ
الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ وان
محمدا عبدہ ورسولہ ادعوک
بدعایۃ اللّٰہ عزوجل فانی انا
رسول اللّٰہ الی الناس [۱]
کلھم لانذر من کان حیا
ویحق القول علی الکافرین
اسلم تسلم [۲] فان تولیت
فعلیک اثم المجوس۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
من جانب محمد رسول اللہ بجانب کسریٰ شاہ فارس۔ سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ اور اُس کے رسُول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں تجھکو اللہ عزّ وجل کے حکم کے مطابق اس دین کی دعوت دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسُول ہوں تمام لوگوں کی طرف تاکہ ڈراؤں اس شخص کو جس کا دل زندہ ہے اور پوری ہو حجت اللہ کی کافروں پر اسلام لا اسلامت رہے گا اور اگر تو نے روگردانی کی تو تمام مجوس کا گناہ تجھ پر ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ والا نامہ دے کر روانہ فرمایا۔ کسریٰ آپ کے والا نامہ کو دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گیا اور خط کو چاک کر ڈالا اور یہ کہا کہ یہ شخص مجھ کو یہ خط لکھتا ہے (کہ مجھ پر ایمان لے آؤ) حالانکہ یہ شخص میرا غلام ہے۔ عبداللہ بن حذافہؓ نے آ کر آپ سے واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کسریٰ کا ملک ٹکڑے ٹکڑے اور پارہ پارہ ہو گیا اور کسریٰ نے باذان گورنر یمن کو لکھا کہ فوراً دو قوی آدمی حجاز روانہ کرو کہ وہ اُس شخص کو کہ جس نے ہم کو یہ خط لکھا ہے گرفتار کر کے میرے سامنے لائیں۔

---

[۱] کما قال تعالیٰ قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡكُمۡ جَمِیۡعًا ۱۲ [۲] اس والا نامہ میں یُؤۡتِکَ اللّٰہُ اَجۡرَکَ مَرَّتَیۡنِ نہیں تحریر فرمایا اس لئے کہ کسریٰ آتش پرست تھا کسی آسمانی کتاب اور پیغمبر برحق کا نام لیوا نہ تھا اس لئے وہ دو اجر کا مستحق نہ تھا۔ زرقانی ص ۳۴۱ ج ۲

باذان نے فوراً دو آدمیوں کو آپ کے نام ایک خط دے کر روانہ کیا۔ جب یہ دونوں آدمی باذان کا خط لے کر بارگاہ نبوت میں پہنچے تو آپ کی خداداد عظمت وہیبت سے تھر تھر کانپنے لگے اسی حالت میں باذان کا خط آپ کی خدمت میں پیش کیا خط سنکر آپ مسکرائے اور دونوں کو اسلام کی دعوت دی اور یہ فرمایا کہ کل آنا۔ اگلے روز یہ دونوں شخص حاضر خدمت ہوئے آپ نے فرمایا آج شب میں فلاں وقت اللہ تعالیٰ نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلّط کر دیا۔ اور شیرویہ نے کسریٰ کو قتل کر ڈالا۔ یہ شب سہ شنبہ کی شب تھی دس راتیں ماہ جمادی الاولیٰ ۷ھ کی گزر چکی تھیں آپ نے فرمایا تم واپس چلے جاؤ۔ اور باذان سے جا کر یہ سب حال بیان کر دو اور فرمایا کہ باذان سے یہ بھی کہہ دینا کہ میرا دین اور میری سلطنت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کسریٰ کی پہنچی ہے باذان نے سن کر یہ کہا کہ یہ بات بادشاہوں کی سی نہیں اگر یہ خبر صحیح ہے تو خدا کی قسم وہ بلاشبہ نبی ہیں چنانچہ اس خبر کی تصدیق ہوگئی باذان مع اپنے خاندان اور رفقاء اور احباب کے مشرف باسلام ہوگیا۔ اور اپنے اسلام سے حضور پُرنور کو مطلع کیا۔[1]

(۳) نجاشی شاہ حبشہ کے نام نامہ مبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ من محمد رسول اللّٰه الى النجاشى ملك الحبشة سلام عليك اما بعد فانى احمد اليك اللّٰه الذى لا اله الا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن واشهدان عيسىٰ بن مريم روح اللّٰه وكلمته القاها الى مريم	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد اللہ کے رسول کی جانب سے نجاشی شاہ حبشہ کی طرف سلام ہو تجھ پر امابعد میں حمد وثناء کرتا ہوں اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی حقیقی بادشاہ ہے تمام عیبوں سے پاک ہے امن دینے والا اور سب کا نگہبان گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ مریم کے بیٹے اللہ کی خاص روح اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم پاک کی طرف القا کیا پس حاملہ ہوئیں

[1] البدایۃ والنہایۃ۔ ج۴،ص:۲۶۸۔۲۷۲۔ زرقانی ج۳،ص:۳۴۲

البتول الطيبة الحصونة وحملت بعيسىٰ فخلقه الله من روحه ونفخه كما خلق ادم بيده وانى ادعوك الى الله وحده لاشريك له والموالاة على طاعته وان تتبعني وتؤمن بالذى جاء نى فانى رسول الله وانى أدعوك وجنودك الى الله تعالىٰ فقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصيحتي والسلام على من اتبع الهدىٰ۔

عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی خاص رُوح اور نفخ سے پیدا کیا جیسے آدم علیہ السلام کو اپنے بے چون وچگون ہاتھ سے بلا ماں باپ کے پیدا کیا میں تجھ کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی محبت کی طرف اور اپنے اتباع کی طرف اور اس بات کی طرف کہ جو اللہ کی طرف سے میرے پاس آئی ہے (یعنی قرآن) اس پر ایمان لا تحقیق میں اللہ کا رسول ہوں۔

میں تجھ کو اور تیرے تمام لشکروں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اللہ کا پیام پہنچا چکا اور نصیحت کی پس میری نصیحت کو قبول کرو اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔

عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خط دے کر روانہ فرمایا عمرو بن امیہ نے آپ کا خط پہنچایا اور بادشاہ سے مخاطب ہو کر یہ کہا اے اصحمہ[1] مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ امید ہے کہ آپ غور سے سنیں گے ہمیں آپ پر اعتماد اور اطمینان اور آپ سے حسن ظن ہے ہم نے جب کبھی آپ سے کسی خیر اور بھلائی کی اُمید کی ہمیں وہ بھلائی آپ سے حاصل ہوئی آپ کے سایہ امن میں ہم کو کبھی خوف وہراس نہیں پیش آیا انجیل جس کا حجت ہونا آپ کی زبانی معلوم ہوا ہے وہ ہمارے اور آپ کے مابین شاہد عادل ہے جس کی شہادت رد نہیں کی جاسکتی اور ایسا قاضی اور حاکم ہے کہ جو اپنے فیصلہ میں عدل اور انصاف سے تجاوز نہیں کرتا۔ اگر آپ نے اس دعوت کو قبول نہ کیا۔ تو آپ اس نبی امی کے حق میں ایسے ہی ثابت ہوں گے جیسا کہ یہود عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے قاصد اور سفیر اوروں کے پاس بھی روانہ فرمائے ہیں لیکن بہ نسبت دوسروں کے تم سے زیادہ امید ہے۔

---

[1] یہ اُس نجاشی کا نام تھا ۱۲۔

نجاشی کا جواب

نجاشی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ آپ وہی نبی امی ہیں جن کا اہل کتاب انتظار کرتے تھے۔ اور جس طرح موسیٰ علیہ السّلام نے راکب الحمار سے عیسیٰ السلام کی بشارت دی ہے اسی طرح راکب الجمل سے محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارت دی ہے اور مجھے آپ کی نبوت ورسالت کا اس درجہ یقین ہے کہ عینی مشاہدہ کے بعد بھی میرے یقین اور اذعان میں اضافہ نہ ہوگا۔ (جیسا کہ بعض صالحین کا مقولہ ہے لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا. اگر پردہ بھی اٹھا دیا جائے تو میرے یقین میں زیادتی نہ ہوگی)

اور آپ کے والا نامہ کو آنکھوں سے لگایا اور تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا۔ اور اسلام قبول کیا اور حق کی شہادت دی اور آپ کے والا نامہ کا جواب لکھوایا۔

نجاشی کی طرف سے آپ کے والا نامہ کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
الی محمد رسول اللہ من النجاشی الاصحم بن ابجز سلام علیك یا نبی اللہ ورحمة اللہ وبرکاتہ احمد اللہ الذی لا الٰہ الا ہو الذی ھدانی للاسلام اما بعد فقد بلغنی کتابك یا رسول اللہ فما ذکرت من امر عیسیٰ فورب السمآء والارض ان عیسیٰ مایزید علی ماذکرت ثُفُوقًا انہ کماقلت وقد عرفنا	محمد رسول اللہ کی جانب نجاشی اصحم بن ابجز کی جانب سے سلام ہو آپ پر اے اللہ کے پیغمبر اور رحمتیں اور برکتیں ہوں اللہ کی آپ پر میں تعریف کرتا ہوں اُس ایک خدا کی جس نے مجھکو اسلام کی ہدایت اور توفیق مرحمت فرمائی۔ یا رسول اللہ آپ کا والا نامہ پہنچا عیسیٰ علیہ السّلام کی بابت جو کچھ آپ نے ذکر کیا قسم ہے آسمان اور زمین کے پروردگار کی عیسیٰ علیہ السلام اس سے ذرہ برابر زیادہ نہیں بلاشبہ انکی شان وہی ہے جو آپ نے ذکر کی جو دین

مابعث به الينا وقد قرينا ابن عمك واصحابه فاشهدانك رسول الله صادقا مصدقا وقد بايعتك وبايعت ابن عمك و اسلمت على يديه لِلّٰه رب العالمين وقد بعثت اليك بابني ارها ابن الاصحم بن الابجز فانى لا املك الانفسي وان شئت ان اٰتيك فعلت يا رسول الله فانى اشهد ان ماتقول حق والسلام عليك يا رسول الله۔

دے کر آپ ہماری طرف بھیجے گئے ہم نے اس کو پہچان لیا اور آپ کے ابنِ عم اور اُن کے رفقاء کی مہمانی کی پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے اور تصدیق کئے ہوئے رسول ہیں میں نے آپ سے اور آپ کے ابن عم سے بیعت کی اور ان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لئے اسلام لایا آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارہا بن اصحم کو بھیجتا ہوں۔ میں صرف اپنی ذات کا مالک ہوں اگر اشارہ ہو تو میں خود خدمت میں حاضر ہوں یا رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں، وہ بالکل حق ہے سلام ہو آپ پر اے اللہ کے رسول۔

نجاشی نے اپنے بیٹے کو حبشہ کے ساتھ آدمیوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار کر کے آپ کی خدمت میں روانہ کیا لیکن وہ کشتی راستہ میں غرق ہو گئی [1]

یہ وہی نجاشی ہے کہ جس کی طرف مسلمانوں نے ۵ھ نبوی میں ہجرت کی اس کا نام اصحمہ ہے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام لایا اور رجب ۹ھ میں اس نے وفات پائی جس روز اس کا انتقال ہوا اسی روز رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اس کی وفات کی خبر دی اور عیدگاہ میں صحابہ کے ہمراہ جا کر نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔

اس کی وفات کے بعد جو دوسرا نجاشی اس کا جانشین ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے دعوت اسلام کا ایک خط اس کے نام بھی روانہ فرمایا جس کو امام بیہقی نے ابن اسحٰق سے روایت کیا ہے وہ خط یہ ہے۔

---

[1] زاد المعاد ج ۳ ص: ۶۰، ہدایۃ الحیاری لابن قیم ص ۴۲۔ زرقانی، ج: ۳ ص: ۳۴۳ تا ۳۴۵

من النبی محمد صلی اللّٰه علیه وسلم الی النجاشی الاصحم عظیم الحبشة سلام علی من اتبع الهدیٰ واٰمن باللّٰه ورسوله وشهدان لا اله الا اللّٰه وحدہٗ لاشریك له لم یتخذ صاحبة ولا ولدا وان محمدا عبده ورسوله وادعوك بدعایة اللّٰه فانی انا رسوله فاسلم تسلم یا اهل الکتاب تعالوا اِلی کلمة سواءِ بیننا و بینکم ان لانعبد الا اللّٰه ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللّٰه فان تولوا فقولوا اشهد وابانا مسلمون فان ابیت فعلیك اثم النصاری من قومك

از جانب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بطرف نجاشی عظیم حبشہ سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے اور شہادت دے کہ اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں نہ اُسکے بیوی ہے اور نہ اولاد۔ اور گواہی دے کہ محمد اللہ کے بندے اور اُس کے رسُول ہیں میں تجھکو اللہ کی دعوت دیتا ہوں تحقیق میں اللہ کا رسول ہوں اسلام لا سلامت رہے گا۔ اے اہل کتاب آؤ ایک صاف اور سیدھی بات کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان میں مسلم ہے وہ یہ کہ سوائے خدا کے کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ پس اگر روگردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان اور اللہ کے فرمانبردار ہیں اے نجاشی اگر تو نے اسلام کو قبول کرنے سے انکار کیا تو تیری قوم کے تمام نصاریٰ کا گناہ تجھ پر ہوگا۔

اس نجاشی کا اسلام ثابت نہیں ہوا اور نہ اس کا نام معلوم ہوا حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ نجاشی۔ اُس نجاشی کے علاوہ ہے کہ جو حضرت جعفر کے ہاتھ پر مسلمان ہوا آہ کلامہ بعض لوگوں کو التباس ہوگیا اور دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا صحیح مسلم کی روایت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ نجاشی دو ہیں اس دوسرے خط میں جو نجاشی کے ساتھ اصحم کا لفظ مذکور ہے وہ راوی کا وہم

ہے اصحم پہلے نجاشی کا نام ہے راوی نے دونوں کو ایک سمجھ کر اس خط میں بھی اصحم کا لفظ غلطی سے بڑھا دیا (والتفصیل فی الزرقانی ص ۳۴۲ ج ۳)

(۴) مُقوقِس شاہ مصر واسکندریہ کے نام نامۂ مُبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط
من محمد عبدالله ورسوله الی المقوقس عظيم القبط سلام علی من اتبع الهدی امّابعد فانی ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم يؤتك الله اجرك مرتين فان توليت فعليك اثم القبط يا اهل الكتاب تعالوا الی كلمة سوآء بيننا و بينكم ان لانعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضاً اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مُسْلِمُوْنَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
محمد اللہ کے بندے اور اسکے رسول کی جانب سے مقوقس عظیم قبط کے نام۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے میں تجھکو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام لا سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھکو دوہرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تو نے اس دعوت سے اعراض کیا تو تمام قبط کے حق نہ قبول کرنے کا گناہ تجھ پر ہوگا۔ اے اہلِ کتاب آؤ ایسی سیدھی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے مابین مسلّم ہے وہ یہ کہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں اور ہم میں کا بعض بعض کو سوائے خدا کے رب نہ بنائے پس اگر اس سے اعراض کریں تو کہدو کہ گواہ رہو کہ ہم مسلمان اور اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

مہر لگا کر۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو دیا کہ لے کر شاہ مصر کے پاس روانہ ہوں حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا والا نامہ لے کر روانہ ہوئے اول مصر پہنچے معلوم ہوا

کہ بادشاہ اسکندریہ میں ہے اسکندریہ پہنچے، دیکھا کہ بادشاہ ایک جھروکے میں بیٹھا ہوا ہے جولب دریا واقع ہے نیچے سے وہ نامۂ مبارک اشارہ سے بتلایا بادشاہ نے اندر بلانے کا حکم دیا۔ حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر پہنچے اور آپ کا والا نامہ پیش کیا۔ توقیر اور عظمت کے ساتھ آپ کے والا نامہ کو لیا اور پڑھا۔ (زرقانی ص ۳۴۰ ج ۲)

حضرت حاطب راوی ہیں کہ بعد ازاں شاہ اسکندریہ نے بطور مہمان مجھکو ایک مکان میں ٹھہرا دیا۔ ایک روز تمام بطارقہ یعنی زعماء اور قائدین کو جمع کر کے مجھکو بلایا۔ اور یہ کہا کہ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں سمجھ کر جواب دینا حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا بہتر ہے مقوقس نے کہا جن کا تم خط لے کر آئے ہو کیا وہ نبی نہیں ہیں۔ حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیوں نہیں وہ تو اللہ کے رسول ہیں مقوقس نے کہا اگر وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو جس وقت ان کی قوم نے ان کو مکہ سے نکالا تو اس وقت ان کے حق میں بددعا کیوں نہ کی کہ وہ ہلاک ہو جاتے۔

حاطب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تم اس کی گواہی نہیں دیتے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اللہ کے رسول تھے مقوقس نے کہا بے شک وہ اللہ کے رسول تھے حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جب وہ اللہ کے رسول تھے تو جس وقت ان کے دشمنوں نے ان کو سولی دینے کا ارادہ کیا تو حضرت مسیح نے اس وقت ان کے حق میں کیوں بددعا نہ کی کہ اللہ عزوجل ان کو ہلاک کر دیتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھا لیا مقوقس نے کہا بے شک تو حکیم ہے اور حکیم کے پاس آیا ہے۔[1]

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی دربار مقوقس میں تقریر

مقوقس۔ حضرت حاطب کے اس حکیمانہ جواب کو سن خاموش ہو گیا۔ بعد ازاں حضرت حاطب نے بادشاہ کو مخاطب کر کے ایک تقریر فرمائی۔

---

[1] الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص: ۱۲۔ زرقانی ج ۳ ص: ۳۴۸

آپ کو معلوم ہے کہ ایک شخص اس شہر مصر میں پہلے گزرا ہے جو یہ دعویٰ کرتا تھا کہ میں ہی رب اعلیٰ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو پکڑا اور سزا دی اور ہلاک اور برباد کیا تم کو چاہیے کہ اس سے عبرت حاصل کرو ایسا نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت پکڑیں ایک دین ہے جو تمھارے دین سے کہیں بہتر ہے وہ دین اسلام ہے جس کے متعلق خداوند ذوالجلال نے وعدہ فرمایا ہے کہ اس کو تمام دینوں پر غلبہ عطا فرمائے گا تمام ادیان اس کے سامنے مضمحل ہو جائیں گے اس پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہو کر لوگوں کو اس دین کی دعوت دی اس بارے میں قریش سب سے زیادہ سخت اور یہود سب سے زیادہ دشمن اور نصاریٰ سب سے زیادہ قریب ثابت ہوئے۔ خدا کی قسم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دینا بعینہ ایسا ہی ہے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السّلام نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی دونوں میں کوئی تفاوت نہیں اور ہمارا تم کو قرآن کی طرف بلانا بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ تم اہلِ تورات کو انجیل کی طرف بلاتے ہو جو قوم کسی نبی کو پائے وہ قوم اس نبی کی امت ہے ان کے ذمہ لازم ہے کہ اس نبی کی اطاعت کریں اے بادشاہ تو بھی انھیں لوگوں میں سے جنھوں نے اس نبی کا زمانہ پایا ہے۔ ہم تم کو دین مسیحی سے روکتے نہیں بلکہ حکم دیتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السّلام کا اتباع کرو۔[1]

بادشاہ کا جواب

مقوقس نے کہا میں نے اس نبی کے بارے میں غور اور فکر کیا تو یہ پایا کہ وہ پسندیدہ چیزوں کا حکم دیتے ہیں اور ناپسند چیزوں سے منع کرتے ہیں قابل نفرت چیزوں کا حکم نہیں دیتے اور قابل رغبت چیزوں سے منع نہیں کرتے۔ جادوگر اور گمراہ نہیں کاہن اور جھوٹے نہیں۔ نبوت کی علامتیں ان میں پاتا ہوں مثلاً ان کا غیب کی خبریں دینا اور اس بارے میں پھر غور کروں گا۔ اور آپ کے والا نامہ کو ہاتھی دانت کے ڈبہ میں بند کر کے اپنے خازن کو حکم دیا کہ اس کو حفاظت سے رکھیں اور ایک کاتب کو بلا کہ عربی زبان میں آپ کے والا نامہ کے جواب لکھنے کا حکم دیا وہ جواب یہ تھا۔

[1] کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے خود آپ کی بشارت دی ہے مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ اور آپ کے اتباع اور اطاعت کا حکم دیا ہے آپ کا اتباع عین حضرت مسیح علیہ السّلام کے حکم کا اتباع ہے ۱۲

مقوقس شاہ مصر کی طرف سے والا نامہ کا جواب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
محمد بن عبداللہ من المقوقس عظیم القبط سلام عليك امابعد فقد قرأت كتابك وفهمت ماذكرت فيه وماتدعوا اليه وقد علمت ان نبيا قدبقى و كنت اظن ان يخرج من الشام وقد اكرمت رسولك وبعثت اليك بجاريتين لهمامن القبط مكان عظيم وكسوة واهديت اليك بغلة لتركبها والسلام	یہ خط محمد بن عبداللہ کے نام مقوقس سردار قبط کی جانب سے سلام ہو آپ پر امابعد میں نے آپ کا خط پڑھا اور سمجھا اور اس کے مضمون کو اور اُس چیز کو جس کی طرف آپ نے دعوت دی ہے سمجھا میں یقین جانتا ہوں کہ ایک نبی باقی رہ گیا ہے میرا گمان یہ تھا کہ شاید اس کا خروج شام سے ہو میں نے آپ کے قاصد کا اکرام اور احترام کیا دو باندیاں اور کچھ کپڑے اور خچر ہدیۃً آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ والسلام

ایک جاریہ کا نام ماریہ قبطیہ تھا یہ آپ کے حرم میں داخل ہوئیں۔ آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم انھیں کے بطن سے پیدا ہوئے، دوسرے کا نام سیرین تھا جو حسان بن ثابت کو عطا ہوئیں اور خچر کا نام دُلدُل تھا۔

مقوقس نے آپ کے قاصد کا اکرام واحترام کیا اور آپ کے والا نامہ کی نہایت توقیر وتعظیم کی اور اقرار کیا کہ بے شک آپ وہی نبی ہیں جن کی انبیاء سابقین نے بشارت دی ہے۔ لیکن ایمان نہیں لایا، نصرانیت پر قائم رہا۔ حاطب بن ابی بلتعہ جب آپ کی خدمت میں پہنچے اور تمام واقعہ بیان کیا تو یہ ارشاد فرمایا کہ ملک اور سلطنت کی وجہ سے اسلام نہیں قبول کیا اور اس کا ملک اور اس کی سلطنت باقی نہیں رہ سکتی چنانچہ مصر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے فتح کیا۔

(الجواب الصحیح للحافظ ابن تیمیہ ص ۹۹ ج اول تا ص ۱۰۰ ج اور زرقانی ص ۳۴۸ ج ۳ روض الانف ص ۳۵۵ ج ۲ و ہدایۃ الحیاری ص ۳۳)

مقوقس۔اس سے پیشتر آپ کے حالات مغیرۃ بن شعبہ سے معلوم کر چکا تھا مغیرہ مشرف باسلام ہونے سے پہلے بنی مالک کے چند آدمیوں کے ساتھ مقوقس کے پاس گئے تھے، اس وقت مقوقس نے ان لوگوں سے آپ کے حالات دریافت کئے مغیرہ نے کہا وہ بالکل ایک نیا دین لے کر آئے ہیں جو ہمارے آبائی اور جدّی دین کے بھی خلاف ہے اور بادشاہ کے دین کے بھی خلاف ہے۔

مقوقس۔ان کی قوم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔

مغیرہ۔اکثر نوجوانوں نے ان کا اتباع کیا اور بوڑھوں نے مخالفت کی اور مخالفین سے لڑائی کی نوبت آئی کبھی فتح ہوئی اور کبھی شکست۔

مقوقس۔وہ کس چیز کی طرف تم کو بلاتے ہیں۔

مغیرہ۔ایک اللہ عزّ وجل کی عبادت کریں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں، جن بتوں کی ہمارے آباؤ اجداد پرستش کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں اور نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے ہیں۔

مقوقس۔کیا نماز کے لئے کوئی وقت اور زکوٰۃ کے لئے کوئی مقدار معین ہے۔

مغیرہ۔دن رات میں پانچ نمازیں ادا کرتے ہیں۔

بیس مثقال سونے میں نصف مثقال یعنی مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔

مقوقس۔زکوٰۃ لے کر کیا کرتے ہیں۔

مغیرہ۔فقراء اور مساکین پر تقسیم کر دیتے ہیں۔علاوہ ازیں صلہ رحمی اور ایفاء عہد کا حکم کرتے ہیں زنا اور سود اور شراب کو حرام بتاتے ہیں غیر اللہ کے نام پر جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اس کو نہیں کھاتے۔

مقوقس۔بیشک وہ نبی مرسل ہیں۔تمام عالم کے لئے مبعوث ہوئے ہیں عیسیٰ علیہ السّلام بھی انھیں باتوں کا حکم دیتے تھے اور اس سے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسّلام بھی انھیں باتوں کی تلقین فرماتے تھے اور انجام کار آپ ہی کو غلبہ ہوگا یہاں تک کہ کوئی آپ کا مزاحم نہ رہے گا اور منتہائے بر و بحر تک آپ کا دین پہنچے گا۔

مغیرہ۔ساری دنیا بھی اگر آپ پر ایمان لے آئے تو ہم آپ پر ایمان نہ لائیں گے۔

مقوقس۔تم لوگ نادان اور بے عقل ہو۔اچھا یہ تو بتاؤ کہ ان کا نسب کیسا ہے۔

مغیرہ۔ سب سے بہتر۔

مقوقس۔ حضرات انبیاء اللہ ہمیشہ سب سے اعلیٰ اور اشرف خاندان سے ہوئے ہیں۔

اچھا ان کی سچائی اور راستی کے متعلق کچھ بیان کرو۔

مغیرہ۔ ان کی سچائی اور راستی ہی کی وجہ سے سارا عرب ان کو امین پکارتا ہے۔

مقوقس۔ تم اس بارے میں غور اور فکر کرو کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص بندوں سے سچ بولے اور خدا پر جھوٹ بولے۔ نیز یہ بتلاؤ کہ ان کے پیرو اور اتباع کس قسم کے لوگ ہیں۔

مغیرہ۔ نوجوان

مقوقس۔ آپ سے پیشتر جس قدر انبیاء گزرے ان کے اتباع کرنے والے اکثر[1] نوجوان ہی ہوئے ہیں۔ بعد ازاں یہ دریافت کیا کہ یثرب کے یہودیوں نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا وہ لوگ اہلِ تورات ہیں۔

مغیرہ۔ مخالفت کی آپ نے ان میں سے کسی کو قتل کیا اور کسی کو قید اور کسی کو جلاء وطن۔

مقوقس۔ یہود۔ حاسد قوم ہے یہود نے آپ پر حسد کیا ورنہ وہ ہماری طرح آپ کو خوب پہچانتے ہیں۔

مغیرہ۔ یہ سن کر ہم محل سے باہر آگئے اور اپنے دلوں میں یہ کہا۔ کہ شاہانِ عجم بھی آپ کی تصدیق کرتے ہیں حالانکہ وہ آپ سے بہت دُور ہیں اور ہم تو آپ کے رشتہ دار اور پڑوسی

---

[1] کیونکہ اخلاق اور عادات بوڑھوں میں پختہ اور راسخ ہو جاتے ہیں ان کو اپنی عادات اور مراسم کا چھوڑنا بہت شاق ہوتا ہے۔

ان الغصون اذا قومتها اعتدلت ولن یلین اذا قومتہ الخشب

شاخیں جب تک نرم ہوں ان کو سیدھا کیا جا سکتا ہے لیکن لکڑی ہو جانے کے بعد ان کا سیدھا کرنا ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ کے اکثر نوجوان ابتداء بعثت میں مشرف باسلام ہوئے اور روساء اور سرداران قریش فتح مکہ میں اسلام لائے۔ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ تشریف فرما تھے اور نوجوانوں کی ایک جماعت نصیحت سننے کے لئے آپ کے اردگرد بیٹھی ہوئی تھی ایک شخص ادھر سے گزرا نوجوانوں کے مجمع کو دیکھ کر اس نے حضرت حذیفہ سے سوال کیا کہ آپ کے گرد نوجوانوں کا مجمع کیسا ہے آپ نے فرمایا **ھل الخیر الافی الشباب** جوانوں کے سوا کس میں خیر ہے کہ وہ نصیحت کو سنیں اور بعد ازاں یہ فرمایا کہ تو نے اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کو سُنا۔ **قالوا سمعنا فتی یذکرھم یقال لہ ابراھیم۔ انھم فتیة امنوا بربھم۔ قال لفتاہ اٰتنا غداء نا** اور اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہیں بنا کر بھیجا مگر جب کہ اس کا شباب اور جوانی مکمل ہو گئی (یعنی چالیس سال کو پہنچ گیا کما قال تعالیٰ۔ اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنة) کذا فی تنبیہ المغترین للامام الشعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ ص ۳۰

ہیں ہم اب تک آپ کے دین میں داخل نہیں ہوئے حالانکہ آپ نے ہم کو ہمارے گھروں پر آکر بلایا۔ یہ بات میرے دل میں اثر کر گئی اور میں اسکندریہ ہی میں ٹھہر گیا کوئی گرجا ایسا نہ چھوڑا کہ میں اس میں نہ گیا ہوں اور وہاں کے پادریوں سے آپ کی صفت اور شان دریافت نہ کی ہو یہاں تک کہ میں اُن کے اُسقف اعظم (بڑے پادری) سے ملا جو بڑا عابد وزاہد تھا لوگ مریضوں کو اُس کے پاس دُعا کرانے کے لئے لاتے تھے، میں نے اس سے دریافت کیا کیا ابھی کسی نبی کا مبعوث ہونا باقی ہے اس نے یہ جواب دیا۔

نعم هو اٰخر الانبياء ليس بينه وبين عيسى بن مريم احد وهو نبي مرسل وقد امرنا عيسى باتباعه وهو النبي الامي العربي اسمه احمد ليس بالطويل ولاابيض ولا بالآدم يعض شعره ويلبس ماغلظ من الثياب ويجتزئ بمالقي من الطعام سيفه على عاتقه ولايبالي بمن لاقى يباشر القتال بنفسه ومعه اصحابه يفدونه بانفسهم هم له اشد حبامن اولادهم يخرج من ارض حرم ويأتي الى حرم يها جرالى ارض سباخ ونخل يدين بدين ابراهيم عليه السلام

ہاں وہ آخری نبی ہیں۔ اُن کے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں وہ نبی مرسل ہیں عیسیٰ علیہ السلام نے ہم کو ان کے اتباع کا حکم دیا وہ نبی امی عربی ہیں نام اُن کا احمد ہے نہ دراز قد ہیں نہ پست قامت بلکہ میانہ قد ہیں آنکھوں میں انکے سُرخی ہے نہ بالکل سفید ہیں نہ بالکل گندمی بال ان کے زیادہ ہوں گے موٹے کپڑے پہنیں گے جتنا کھانا میسّر آجائے گا اسی پر اکتفا اور قناعت کریں گے۔ تلوار اُن کے کاندھے پر ہوگی کسی مقابلہ کی پروا نہ کریں گے، خود جہاد وقتال کریں گے ان کے اصحاب ان کے ساتھ ہوں گے جو دل وجان سے ان پر فدا ہوں گے اپنی اولاد سے زیادہ ان سے محبت رکھتے ہوں گے وہ نبی حرم (مکہ) میں ظاہر ہوگا اور حرم کی طرف ہجرت کرے گا وہ زمین شور اور نخلستانی ہوگی۔ ابراہیم علیہ السّلام کے دین کا پیرو ہوگا۔

مغیرہ کہتے ہیں میں نے کہا آپ کی کچھ اور صفات بیان کرو اُس نے کہا کہ آپ ازار بند ہوں گے اپنے اطراف اور اعضاء کو دھوئیں گے یعنی وضو کریں گے۔ آپ سے پہلے جس قدر نبی گزرے وہ صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور آپ تمام عالم کی طرف مبعوث ہوں گے تمام روئے زمین اُن کے لئے مسجد اور طہور ہوگی، جہاں نماز کا وقت آجائے گا وہاں پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کر کے نماز ادا کریں گے۔ بنی اسرائیل کی طرح کنیسہ اور گرجا کے پابند نہ ہوں گے کہ کلیسا کے سوا کہیں دوسری جگہ نماز ہی درست نہ ہو۔

مغیرہ کہتے ہیں کہ تمام باتیں میں نے خوب غور سے سُنی اور یاد رکھا اور واپس ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام کا حلقہ بگوش بنا۔[۱]

(۵) مُنذِر بن ساویٰ شاہ بحرین کے نام نامۂ مُبارک

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو منذر بن ساویٰ کی طرف دعوت اسلام کا خط[۲] دے کر روانہ فرمایا۔ علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ کا والا نامہ لے کر منذر کے پاس پہنچا تو میں نے اس سے یہ کہا۔

اے منذر۔ دنیا میں تو بڑا عاقل اور ہوشیار ہے۔ آخرت کے بارے میں نادان اور ذلیل نہ بن یہ مجوسیت (آتش پرستی) بدترین مذہب ہے نہ اس میں عرب کا سا شرف اور کرم ہے اور نہ اہلِ کتاب کا سا علم۔ اس مذہب والے ان عورتوں سے نکاح کرتے ہیں جن کے ذکر ہی سے حیا اور شرم آتی ہے۔ اور اُن چیزوں کو کھاتے ہیں جن کے کھانے سے سلیم طبیعتیں نفرت کرتی ہیں۔ دنیا میں اس آگ کی پرستش کرتے ہیں جو قیامت کے دن ان کو کھائے گی اے منذر تو بے عقل اور نادان نہیں۔ تو خوب سوچ لے اور غور کر لے۔ جو ذات کبھی جھوٹ نہیں بولتی اس کی تصدیق کرنے اور اس کو صادق اور راستباز سمجھنے میں تجھ کو کیا تامل ہے اور جو ذات کبھی خیانت نہیں کرتی اس کے امین سمجھنے میں اور جو ذات کہ اُس کی بات میں کبھی خلاف نہیں ہوتا اس پر وثوق اور اعتماد کرنے میں تجھ کو کیا تردد ہے، اگر آپ کی ذات بابرکات ایسی ہی ہے

---

[۱] الجواب الصحیح لابن تیمیہ ص ۱۰۱-۱۰۳، ج ا۔ خصائص کبریٰ، ج ۲، ص: ۱۲

[۲] روایات سے یہ تو ثابت ہے کہ آپ نے منذر بن ساویٰ کے نام دعوت اسلام کا خط تحریر فرمایا لیکن باوجود تتبع اور تلاش کے اس والا نامہ کے الفاظ نہیں معلوم ہو سکے۔ زرقانی ص ۳۵۱ ج ۳

اور یقیناً ایسی ہے تو سمجھ لے کہ وہ بلا شبہ اللہ کے نبی اور اس کے رسول ہیں ﷺ اور ایسے رسول ہیں کہ جس چیز کے کرنے کا آپ نے حکم دیا۔ اُس کے متعلق کوئی ذی عقل یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ کاش آپ اس چیز سے منع فرماتے اور جس چیز کے کرنے سے آپ نے منع فرمایا اُس کے متعلق کوئی ذی عقل اور ذی ہوش یہ نہیں کہہ سکتا کہ کاش آپ اس چیز کے کرنے کا حکم دیتے، یا جس چیز کو جس حد تک آپ نے معاف فرمایا اس سے زائد معاف فرماتے یا جس چیز کی آپ نے جو سزا تجویز فرمائی اس میں کوئی تخفیف یا کمی فرماتے۔ اس لئے کہ آپ کا ہر امر اور ہر نہی اور آپ کا ہر ارشاد اہلِ عقل اور اہلِ نظر کی انتہائی تمنا اور آرزو کے مطابق ہے۔

(۵) منذر بن ساوی کا جواب

منذر نے کہا میں جس دین پر ہوں میں نے اس میں غور کیا تو اس کو فقط دنیا کے لئے پایا۔ آخرت کے لئے نہیں اور تمہارے دین میں نظر اور فکر کی تو اس کو دنیا اور آخرت دونوں کے لئے پایا۔ پس مجھکو اس دین کے قبول کرنے سے کیا شئی مانع ہے کہ جس کے قبول کرنے سے زندگی کی تمنائیں اور موت کی راحت حاصل ہوتی ہو اب تک میں اس شخص پر تعجب کرتا تھا جو اس دین (اسلام) کو قبول کرے اور اب اس پر تعجب کرتا ہوں کہ جو اس دین برحق کو رد کرے۔

منذر بن ساوی کی طرف سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ کا جوابُ

منذر مشرف باسلام ہوا اور آپ کے والا نامہ کا یہ جواب لکھوایا۔

امابعد یا رسُول اللّٰہ فانی قرأت کتابک علی اھل البحرین فمنھم من احب الاسلام واعجبہ ودخل فیہ ومنھم من کرھہ وبارضی	اے رسول اللہ میں نے آپ کا والا نامہ اہلِ بحرین کو سنا دیا بعضوں نے اسلام کو پسند کیا اور اس میں داخل ہوئے اور بعضوں نے ناپسند کیا اور میرے ملک میں یہودی اور مجوسی رہتے ہیں اس بارے میں

یھود ومجوس فاحدث الی فی ذالک امرک

آپ اپنا حکم صادر فرمائیں۔

آپ نے یہ جواب لکھوا کر بھیجا:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

من محمد رسول اللّٰه الی المنذر بن ساوی سلام علیك فانی احمد الیك اللّٰه الذی لا الٰه الاھو واشھد ان محمّدا رسول اللّٰه امابعد فانی اذکرك اللّٰه عزوجل فانه من ینصح فانما ینصح لنفسه وانه من یطع رسلی ویتبع امرھم فقد اطاعنی ومن نصح لھم فقدنصح لی وان رُسلی قدا ثنوا علیك خیرا وانی قد شفعتك فی قومك فاترك للمسلمین ما اسلموا علیه وعفوت عن اھل الذنوب فاقبل منھم انك مھما تصلح فلن نعزلك عن عملك ومن اقام علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،

یہ خط ہے محمد رسول اللہ کی جانب سے منذر بن ساوی کی طرف۔ سلام ہوتم پر میں تیری طرف اُس خدائے پاک کی حمد پہنچاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد۔ اللہ کے رسول ہیں۔ بعدازاں میں تجھکو اللہ عزوجل یاد دلاتا ہوں اس لئے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ خیر خواہی اور وفاداری کرے وہ حقیقت میں اپنی ذات کی خیر خواہی کرتا ہے اور جس نے میرے قاصدوں کی اطاعت کی اور انکے حکم کا اتباع کیا پس تحقیق اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے ان کی خیر خواہی کی، اس نے میری خیر خواہی کی۔ میرے قاصدوں نے آکر تمھاری تعریف وتوصیف کی میں نے تمھاری قوم کے بارے میں تمھاری سفارش قبول کی پس وہ املاک مسلمانوں کے قبضہ میں چھوڑ دو جس پر وہ اسلام لائے ہیں اور خطا کاروں کو میں نے معاف کیا اُس سے

یهودیته او مجوسیته فعلیه الجزیة [1]

اسلام یا توبہ قبول کرو اور جب تک تم ٹھیک اور درست رہو گے۔ تو ہم تم کو معزول نہ کریں گے اور جو شخص اپنی یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے تو اس پر جزیہ ہے۔

(۶) شاہ عمّان کے نام نامۂ مبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ط
من محمّد بن عبدالله ورسوله
الى جَيْفَرْ وعَبْدِ ابنی الجلندِی
سلام على من اتبع الهدىٰ
امابعد فانی ادعوكما بدعاية
الاسلام اَسْلِمَا تَسْلما فانی
رسول الله الى الناس كافة
لانذر من كان حياويحق
القول على الكافرين وانكما
ان اقررتما بالاسلام وليتكما
وان ابيتما ان تقرا بالاسلام فان
ملككما زائل عنكما وخيلى
تحل بساحتكما وتظهر
نبوتى على ملككما [3]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یہ خط ہے محمد بن عبداللہ رسول اللہ کی طرف سے جَیفَر اور عَبد پسران جلندی کی طرف سلام ہے اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔ امابعد میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام لے آؤ سلامت رہو گے اس لئے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تاکہ ڈراؤں اللہ کے عذاب سے اس کو کہ جو زندہ [2] ہو اور ثابت ہو اللہ کی حجت کافروں پر تم اگر اسلام کا اقرار کرو تو تم کو تمھارے ملک پر بدستور باقی رکھیں گے ورنہ سمجھ لو کہ تمھاری سلطنت عنقریب زائل ہونیوالی ہے اور میرے سوار تمھارے گھر کے صحن تک پہنچیں گے اور میری نبوت و رسالت تمھارے ملک کے تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گی۔

---

[1] زادالمعاد ج ۳ ص: ۶۱، ۶۲۔ زرقانی ج: ۳: ص: ۳۵۱
[2] یعنی دل میں اس کے حیات اور زندگی کے آثار باقی ہوں ورنہ جس کا دل بالکل مردہ ہو چکا ہے اس کے حق میں ڈرانا اور نہ ڈرانا سب برابر ہے ۱۲۔
[3] زادالمعاد ج ۳ ص: ۶۱، ۶۲ زرقانی ج: ۳: ص ۳۵۲

ذی قعدۃ الحرام ۸ھ میں عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے والا نامہ دے کر پسران جلندی۔ عبد اور جیفر کی طرف روانہ فرمایا۔ عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ میں آپ کا والا نامہ لے کر۔ عمان پہنچا اوّل عبد سے ملاقات ہوئی۔ نہایت حلیم اور بُردبار اور نیک خو تھے میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں رسول اللہ ﷺ نے مجھکو یہ خط دے کر آپ اور آپ کے بھائی کی طرف بھیجا ہے عبد نے کہا کہ اعلیٰ رئیس اور بادشاہ میرے بڑے بھائی جیفر ہیں، میں آپ کو اُن سے ملادوں گا، یہ خط اُن کے سامنے پیش کردینا۔ بعدازاں مجھ سے کہا کہ تم ہم کو کس چیز کی طرف دعوت دینے آئے ہو۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ ایک اللہ کی عبادت کرو۔ بُت پرستی کو چھوڑ واور اس بات کی گواہی دو کہ محمد اللہ کے بندے اور اُس کے رسُول ہیں۔

عبد:۔ اے عمرو بن العاص تم اپنی قوم کے سردار کے بیٹے ہو بتلاؤ کہ تمھارے باپ نے کیا کیا ہم انھیں کی اقتداء کریں گے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ میرے باپ مرگئے اور آپ پر ایمان نہیں لائے اور میری تمنا تھی کہ کاش وہ اسلام لاتے اور آپ کی تصدیق کرتے۔ ایک عرصہ تک میں اُنھیں کی رائے پر رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو اسلام کی ہدایت اور توفیق سے سرفراز فرمایا۔

عبد:۔ تم کب مسلمان ہوئے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ چند ہی روز ہوئے۔

عبد:۔ کہاں مسلمان ہوئے۔

عمرو بن العاص:۔ نجاشی شاہ حبشہ کے ہاتھ پر اور نجاشی بھی مسلمان ہو چکا ہے۔

عبد:۔ نجاشی کے اسلام لے آنے کے بعد اس کی قوم نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔

عمرو بن العاص:۔ حسب سابق اس کو بادشاہت پر برقرار رکھا اور اس کے متبع اور پیرو بنے۔

عبد:۔ اساقفہ (پادریوں) اور رہبان نے کیا کیا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ سب نے اُس کا اتباع کیا۔

عبد:۔ اے عمرو غور کرو کیا کہہ رہے ہو خوب سمجھ لو کہ جھوٹ سے بڑھ کر کوئی بری خصلت نہیں اور انسان کے لئے جھوٹ سے زیادہ رسوا کرنے والی کوئی چیز نہیں۔

عمرو بن العاص:۔ حاشاوکلّا میں نے جھوٹ نہیں کہا اور نہ ہمارے دین میں جھوٹ بولنا حلال ہے۔

عَبۡد:۔ معلوم نہیں کہ ہرقل قیصر روم کو نجاشی کے اسلام لانے کی خبر ہوئی یا نہیں۔

عمرو بن العاص:۔ ہرقل کو نجاشی کے مسلمان ہونے کا علم ہے۔

عَبۡد:۔ تم کو کیسے معلوم ہوا۔

عمرو بن العاص:۔ نجاشی۔ قیصر روم کو خراج اَدا کرتا تھا، مسلمان ہونے کے بعد خراج دینے سے انکار کر دیا۔ اور یہ کہا کہ خدا کی قسم اگر قیصر روم مجھ سے ایک درہم بھی مانگے تو وہ بھی نہ دوں گا قیصر روم کو جب نجاشی کی یہ بات پہنچی تو قیصر روم خاموش ہوگیا۔ قیصر کی خاموشی کو دیکھ کر قیصر روم کے بھائی نیاق نے نہایت غصہ سے کہا۔ کہ کیا آپ اپنے اس غلام یعنی نجاشی کو ایسے ہی چھوڑ دیں گے کہ خراج بھی ادا نہ کرے اور آپ کا مذہب چھوڑ کر نیا دین اختیار کرلے۔ قیصر نے کہا نجاشی کو اختیار ہے کہ وہ جس دین کو چاہے اختیار کرے اس نے اس دین کو پسند کیا خدا کی قسم اگر مجھکو اپنی سلطنت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں بھی یہی دین اختیار کرتا۔

عَبۡد:۔ بہت متعجب ہوکر۔ اے عمرو کیا کہہ رہے ہو۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ خدا کی قسم میں نے بالکل سچ کہا ہے۔

عَبۡد:۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تمھارے پیغمبر کس چیز کا حکم دیتے ہیں اور کس چیز سے منع کرتے ہیں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور اُس کی معصیت اور نافرمانی سے منع فرماتے ہیں بھلائی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں ظلم اور تعدّی۔ زنا اور شراب خواری بُت پرستی اور صلیب پرستی سے منع فرماتے ہیں۔

عَبۡد:۔ کیا ہی اچھی دعوت اور کیا ہی عمدہ تلقین ہے کاش میرا بھائی بھی میرے ساتھ اتفاق کرے اور دونوں مل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی تصدیق کریں لیکن ممکن ہے کہ میرا بھائی اپنی سلطنت کی وجہ سے اس بارے میں تامل کرے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ اگر اسلام لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی بادشاہت کو بدستور برقرار رکھیں گے اور یہ حکم دیں گے کہ اپنی قوم کے امراء اور اغنیاء سے صدقات وصول کریں۔ اور اپنی قوم کے فقراء اور مساکین پر اُن کو تقسیم کریں۔

عَبد :۔ یہ تو نہایت عمدہ بات ہے۔ یہ بتاؤ کہ صدقات کتنے اور کس طرح لئے جاتے ہیں۔

عمرو بن العاصؓ :۔ میں نے تفصیل سے بتایا کہ سونے اور چاندی میں اتنی زکوۃ لی جاتی ہے اور اونٹ اور بکریوں میں اتنی بعدازاں عَبد نے مجھکو اپنے بھائی جَیفر کے سامنے پیش کیا میں نے آپ کا والا نامہ سر بمہر اس کو دیا مہر کھول کر اس کو پڑھا اور مجھ کو بیٹھنے کا حکم دیا اور قریش کا کچھ حال دریافت کیا ایک دو روز کے تامل کے بعد۔ جَیفر بھی اسلام پر آمادہ ہو گیا اور دونوں بھائیوں نے مل کر ایک روز اپنے اسلام کا اعلان کیا بہت سے لوگ اُن کے ساتھ مسلمان ہو گئے اور جو مسلمان نہیں ہوئے ان پر جزیہ قائم کر دیا گیا۔ (زاد المعاد ص ۶۲ ج ۳ ہدایۃ الحیاری للحافظ ابن القیم ص ۳۴)[1]

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اصل بادشاہ ان کا باپ جُلَندی تھا شاید بوڑھے ہو جانے کی وجہ سے سلطنت بیٹوں کے سپرد کر دی ہو۔ ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن العاصؓ کو جُلَندی کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ فرمایا ممکن ہے کہ آپ نے عمرو بن العاص کو باپ اور بیٹوں سب کی طرف روانہ فرمایا ہو (کذافی الاصابہ ص ۲۶۲ ج اول و ص ۲۶۴ ج ا ترجمہ جُلَندی و جَیفر قسم ثالث)

علامہ سہیلی لکھتے ہیں کہ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جُلَندی سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا۔

اے جُلَندی تو اگر چہ ہم سے بہت دُور ہے لیکن اللہ عزوجل سے دُور نہیں۔ جس ذات پاک نے تجھکو بلا کسی شریک کے تنہا پیدا کیا تو تنہا اُسی کی عبادت کر اور جو ذات تیرے پیدا کرنے میں خدا کی شریک نہیں تو اس کو خدا کی عبادت میں شریک نہ کر اور یقین رکھ کہ جس خدا نے تجھکو زندہ کیا ہے وہ تجھکو موت دینے والا ہے اور جس نے تمھاری پیدائش کی ابتداء کی وہی پھر تم کو اپنی طرف لوٹائے گا۔ پس اس نبی اُمّی کے بارے میں خوب غور اور فکر کر لو کہ جو دنیا اور آخرت کی بھلائی اور بہبودی لیکر آیا ہے۔ اگر وہ تم سے کسی قسم کا کوئی اجر اور معاوضہ چاہتے ہوں تو وہ روک لو اور اگر ان کے کسی قول اور فعل میں ہوائے نفسانی کا شائبہ محسوس کرو تو اس کو چھوڑ دو پھر آپ کے لائے ہوئے دین میں غور کرو۔ کہ آپ کا دین لوگوں کے خود ساختہ قوانین کے مشابہ ہے یا نہیں اگر آپ کی شریعت اور آپ کا دین لوگوں کے بنائے

---

[1] یہ قصہ مختصراً طبقات ابن سعد ص ۱۸ ج ۱ میں بھی مذکور ہے ۱۲۔ زرقانی ج: ۳: ص: ۳۵۳

ہوئے دین کے مشابہ ہے تو بتلاؤ کس کے مشابہ ہے اور اگر آپ کا دین لوگوں کے بنائے ہوئے دین کے مشابہ نہیں تو سمجھ لو کہ وہ اللہ جل جلالہ کا دین ہے پس اس کو قبول کرو اور جو حکم دیتا ہے اس کی تعمیل کرو اور جس سے ڈراتا ہے اس سے ڈرو۔

جُلندی نے کہا میں نے اس نبی امّی کے بارے میں غور کیا بے شک وہ کسی خیر اور بھلائی کا حکم نہیں دیتے مگر سب سے پہلے اس پر عمل کرنے والے وہ خود ہوتے ہیں اور کسی برائی سے منع نہیں کرتے مگر سب سے پہلے خود اُس کے ترک کرنے والے ہوتے ہیں۔ جب وہ اپنے دشمنوں پر غالب آتے ہیں تو اتراتے نہیں اور جب مغلوب ہوتے ہیں۔ تو گھبراتے نہیں۔ عہد کو پورا کرتے ہیں۔ وعدہ کی وفا کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بلاشبہ نبی ہیں۔ ۱۲ [1]

اور یہ اشعار کہے:

اتانی عمرو بالتی لیس بعدها ۔۔۔ من الحق شئی والنصیح نصیح

فیا عمرو قد اسلمت لله جهرة ۔۔۔ ینادی بهافی الوادیین فصیح

(۷) رئیس یمامہ ہُوذۃ بن علی کے نام نامۂ مُبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط
من محمّد رسول الله الٰی هوذة ابن علی سلام علٰی من اتبع الهدیٰ و اعلم ان دینی سیظهر الٰی منتهیٰ الخف والحافر فاسلم تسلم واجعل لك ماتحت یدیك

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یہ خط ہے محمد رسول اللہ کی طرف سے ہوذۃ بن علی کے نام۔ سلام ہے اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے معلوم کرلو کہ میرا دین وہاں تک پہنچے گا جہاں اونٹ اور گھوڑے پہنچ سکتے ہیں اسلام لے آؤ سلامت رہو گے اور تمھارے مقبوضات پر تم کو بدستور برقرار رکھیں گے۔

[1] روض الانف ج:۲ ص:۳۵۲

سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ کو یہ خط دے کر روانہ فرمایا۔ ہوذہ نے آپ کا والا نامہ پڑھا اور حضرت سلیط کو نہایت عزت واحترام کے ساتھ اتارا سلیط رضی اللہ عنہ نے ہوذہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

اے ہوذہ تجھ کو پرانی اور بوسیدہ ہڈیوں نے سردار بنادیا ہے اور حقیقت میں سردار وہ ہے کہ جو ایمان سے متمتع ہوا اور تقوی کا توشہ لیا۔ میں تجھکو ایک بہترین شئی کا حکم کرتا ہوں اور ایک بدترین شئی سے تجھکو منع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم کرتا ہوں اور شیطان کی عبادت سے منع کرتا ہوں اگر تو اس کو قبول کرے تو تیری تمام اُمیدیں برآئیں گی اور خوف سے مامون ہوگا۔ اور اگر انکار کرتا ہے تو قیامت کا ہول ناک منظر ہمارے اور تیرے درمیان سے اس پردہ کو اٹھادے گا۔

ہوذہ نے کہا مجھے مہلت دیجیے کہ میں سوچ لوں اور بعد ازاں آپ کے والا نامہ کا یہ جواب لکھوایا۔

مااحسن ماتدعوا اليه واجمله والعرب تهاب مكاني فاجعل الى بعض الا مراتبعك	جس چیز کی طرف آپ بلاتے ہیں وہ کیا ہی خوب اور بہتر ہے عرب میرے دبدبہ اور مرتبہ سے ڈرتے ہیں آپ مجھے کچھ اختیار دیجیے میں آپ کا اتباع کروں گا۔

اور چلتے وقت حضرت سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدیہ اور تحفہ دیا اور کچھ ہجر کے بُنے ہوئے کپڑے دیئے مدینہ پہنچ کر آپ سے سارا واقعہ بیان کیا، آپ نے خط پڑھ کر فرمایا خدا کی قسم اگر ایک بالشت زمین بھی مانگے گا تو نہ دوں گا وہ بھی ہلاک ہوا اور اس کا ملک بھی ہلاک ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ سے واپس ہوئے تو جبرئیل امین نے آکر آپ کو ہوذہ کے مرنے کی خبر دی آپ نے صحابہ کو یہ خبر سنا کر فرمایا کہ یمامہ میں عنقریب ایک کذاب ظاہر ہوگا جو نبوت کا دعویٰ کرے گا اور میرے بعد قتل ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔[1]

([1] زاد المعاد ج ۳، ص: ۶۳)

(۸) امیر دمشق حارث غسانی کے نام نامۂ مبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، من محمد رسول اللہ الی الحارث بن ابی شمر سلام علی من اتبع الھدیٰ واٰمن باللہ وصدق فانی ادعوك الی ان تؤمن باللہ وحدہٗ لاشریك له یبقی ملکك[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد اللہ کے رسول کی طرف سے حارث بن ابی شمر کے نام سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کے احکام کی تصدیق کرے پس میں تجھکو دعوت دیتا ہوں اس بات کی کہ تو ایمان لائے اُس ایک خدا پر جس کا کوئی شریک نہیں اگر تو ایمان لے آیا تو تیری سلطنت باقی رہے گی۔

شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ والا نامہ لے کر دمشق پہنچے حارث غسانی اس وقت قیصر روم کیلئے سامانِ ضیافت مہیّا کرنے میں مشغول تھا قیصر اس زمانہ میں فارس پر فتحیابی کے شکر میں حمص سے پا پیادہ چل کر بیت المقدس آیا ہوا تھا انتظار میں کئی روز گزر گئے مگر حارث سے ملاقات نہیں ہوئی میں نے حارث کے دربان سے ذکر کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں بادشاہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ دربان نے کہا کہ بادشاہ ایک دو روز میں برآمد ہوں گے اس وقت ملاقات ہو سکے گی دربان روم کا رہنے والا تھا نام اُس کا مُری تھا۔ اُس نے مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کرنے شروع کیے۔ میں آپ کے حالات بیان کرتا جاتا تھا اور وہ روتا جاتا تھا آپ کے حالات سُن کر یہ کہا میں نے انجیل پڑھی ہے جس میں آپ کے نام اور اوصاف پاتا ہوں میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں اور مجھ کو اندیشہ ہے کہ حارث مجھکو قتل کر ڈالے گا اور میرا نہایت اکرام اور احترام کیا اور نہایت اچھی مہمانی کی ایک روز حارث برآمد ہوا تاج پہن کر بیٹھا اور ان کو اندر آنے کی اجازت دی گئی حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا والا نامہ پیش کیا۔ حارث اس کو پڑھ کر برہم

---

[1] زاد المعاد ص ۶۹۶ ج ۳۔ زرقانی شرح مواہب ج ۳ ص ۳۵۶

ہوا اور آپ کے والا نامہ کو پھینک دیا اور غصہ ہو کر کہا کہ وہ کون شخص ہے جو میرا ملک مجھ سے چھینے گا میں ہی خود اس کی طرف جانے والا ہوں اور گھوڑوں کی نعل بندی کا حکم دیا اور ایک خط اس مضمون کا قیصر روم کے نام روانہ کیا قیصر روم کا جواب یہ آیا۔ کہ اپنا ارادہ ملتوی کردو۔ قیصر روم کا جواب آنے کے بعد حضرت شجاعؓ کو بلایا اور دریافت کیا کہ واپسی کا کب ارادہ ہے آپ نے فرمایا کہ کل ارادہ ہے، حارث نے آپ کو سو مثقال سونا ہدیۂ پیش کرنے کا حکم دیا اور دربان نے بھی کچھ نذرانہ پیش کیا اور کہا کہ رسُول اللہ ﷺ کو میرا اسلام پہنچا دینا۔ میں واپس آیا اور تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اس کا ملک ہلاک ہوا۔ بعد ازاں میں نے مُری کا سلام پہنچایا اور جو کچھ اُس نے کہا تھا وہ بیان کیا آپ نے فرمایا سچ کہا۔[1]

فوائد

(۱)۔ شاہان عالم کے نام جو دعوت اسلام کے خطوط ارسال فرمائے یہ اس امر کی صریح دلیل ہیں کہ حضور پُر نور کی نبوت و رسالت فقط عرب کے اُمیین کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ آپ کی رسالت عرب اور عجم جن اور انس یہود اور نصاریٰ اور مشرکین اور مجوس سب کے لئے ہے۔

قیصر روم نے جو کہ مذہباً عیسائی تھا آپ کی نبوّت و رسالت کا اقرار کیا مگر اسلام نہیں لایا۔ علیٰ ہذا عزیز مصر یعنی مقوقس نے بھی جو کہ مذہباً نصرانی تھا آپ کی نبوّت و رسالت کا اعتراف کیا مگر اسلام نہیں لایا نجاشی شاہ حبشہ جو عیسائی تھا وہ اسلام لایا نصاریٰ کے بعض فرقوں کا یہ گمان ہے کہ حضور پُر نور نبی اور رسُول تو تھے مگر فقط عرب کے لئے تھے، یہود اور نصاریٰ کے لئے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ ان کا یہ گمان بالکل غلط ہے۔

اگر حضور پُر نور کی نبوت و رسالت فقط عرب کے اُمیین کے لئے مخصوص ہوتی تو یہود اور نصاریٰ اور مجوس کو دعوت اسلام کیوں دیتے اور یہود اور نصاریٰ پر جزیہ کیوں لگاتے امام زہری سے منقول ہے کہ سب سے پہلے آپ نے نصاریٰ نجران پر جزیہ مقرر کیا اور جب معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا تو حکم دیا کہ یمن میں جو یہودی رہتے ہیں ان کے ہر بالغ سے سالانہ ایک دینار جزیہ وصول کیا کریں۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص: ۷ از رقانی ج ۳ ص: ۳۵۲

(۲)۔ اب تک اکثر غزوات اہلِ عرب سے رہے اس کے بعد ۷ھ میں یہود خیبر سے آپ نے جہاد وقتال فرمایا اور پھر ۸ھ میں مقام موتہ کی طرف۔ نصاریٰ کے مقابلہ کے لئے ایک سریہ روانہ فرمایا جس میں حضرت زید اور حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کو امیر مقرر فرمایا۔ جس کی تفصیل عنقریب آجائے گی اور پھر ۹ھ آپ بہ نفسِ نفیس قیصر روم کے مقابلہ کیلئے مقام تبوک کی طرف روانہ ہوئے جو غزوۂ تبوک کے نام سے مشہور ہے یہ غزوہ نصارائے شام سے تھا معلوم ہوا کہ آپ کی بعثت فقط مشرکین عرب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہود اور نصاریٰ اور تمام عالم آپ کی دعوت اور شریعت کا مکلّف ہے ورنہ جو آپ کی شریعت کا مکلّف نہ ہو اس سے جہاد کے کیا معنی۔

(۳)۔ نیز قرآن وحدیث سے متواتر یہ ثابت ہے کہ آپ علی الاعلان یہ فرماتے ہیں قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔ وَيَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا۔ اہلِ کتاب کو علی الاعلان اسلام کی دعوت دیتے تھے۔

پس اگر نصاریٰ کے اس فرقہ کے نزدیک اگرچہ آپ عرب ہی کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے، مگر بہرحال نبی تھے اور نبی اگرچہ کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہو مگر عقلاً اور نقلاً یہ ضروری ہے کہ نبی اپنے اقوال اور دعاوی میں قطعاً صادق ہوگا، یہ ناممکن ہے کہ نبی ہو اور کسی بات میں کاذب ہو پس اگر نصاریٰ کے اس فرقہ کے نزدیک آپ نبی عرب تھے تو آپ یقیناً اس دعوے میں إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا میں ضرور صادق ہوں گے جب آپ کو نبی مان لیا تو دعوائے عموم بعثت میں بھی آپ کو یقیناً صادق ماننا پڑے گا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

غزوۂ خیبر محرم الحرام ۷ھ

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ (سورۂ فتح)

وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا جن کو تم لو گے پس یہ خیبر کی غنیمت اللہ تعالیٰ نے تم کو جلدی دے دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ سے واپس ہوئے تو واپسی میں سورۂ فتح نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے عموماً اور اصحاب بیعت الرضوان سے خصوصاً یہ وعدہ فرمایا کہ تم کو بہت سی فتوحات ہوں گی اور بہت سی غنیمتیں ملیں گی اور بالفعل اس بیعت الرضوان کے انعام میں فتح خیبر دی اور فتح مکہ جو اس وقت ہاتھ نہ لگی سمجھ لو کہ وہ بھی مل ہی چکی ہے اور آئندہ چل کر تم کو اور بھی فتوحات نصیب ہوں گی جن کا علم ہم کو ہے چنانچہ آیت مذکورہ میں فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ سے خیبر ہی کی فتح مراد ہے اور علیٰ ہذا گذشتہ آیت وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا میں بھی فتح قریب سے فتح خیبر ہی مراد ہے۔

چنانچہ آپ حدیبیہ سے واپس ہو کر مدینہ منورہ پہنچے اور ذی الحجہ اور اوائل محرم میں مدینہ ہی میں مقیم رہے اس اثناء میں حضور پرنور کو یہ حکم ہوا کہ خیبر پر چڑھائی کریں جہاں غدار یہود آباد تھے جو بدعہدی کر کے جنگ احزاب میں کفار مکہ کو مدینہ پر چڑھا کر لائے تھے اور حق تعالیٰ نے حضور پرنور کو یہ خبر دیدی کہ فتح خیبر کی بشارت سن کر منافقین بھی آپ سے استدعاء کریں گے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ سفر میں چلتے ہیں اللہ کا حکم یہ ہے کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ اس سفر میں ہرگز نہ جائیں اور اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ج فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ	جو لوگ سفر حدیبیہ میں پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم خیبر کی غنیمتیں لینے چلو گے تو یہ طامع لوگ تم سے یہ کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ تمہارے ساتھ خیبر چلیں حق تعالیٰ ان کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ

تَحْسُدُوْنَنَا ط بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا [1]

لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم اور اس کے وعدہ کو بدل ڈالیں آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جاسکتے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے یہ حکم دے دیا ہے پھر یہ اہلِ طمع یہ اعتراض کریں گے کہ تم ہم پر حسد کرتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ غنیمت میں ہم تمھارے شریک نہ ہوں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے صحابۂ کرام کے قلوب حسد اور حرص سے پاک منزہ ہیں بلکہ یہی لوگ بات کو بہت ہی کم سمجھتے ہیں جن حضرات کی نظر میں پوری دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی ہو ان کے متعلق حسد کا تصور ہی کمال ابلہی ونادانی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں کچھ قیام کے بعد اخیر ماہ محرم الحرام ۷ھ میں چودہ سو پیادوں اور دو سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ خیبر کی طرف خروج فرمایا ازواج مطہرات میں سے اُم المومنین امّ سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کی ساتھ تھیں

(فتح الباری ص ۳۵۶ ج ۷ زرقانی ص ۲۱۷ ج ۲)

صحیح بخاری میں سلمۃ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کے وقت خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو عامر بن اکوع مشہور شاعر یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے آگے تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اے اللہ اگر تو ہدایت نہ فرماتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے اور نہ کوئی صدقہ اور خیرات کرسکتے اور نہ ایک نماز پڑھ سکتے۔

فَاغفر فداءً لك ما اتقينا [2] وَاَلْقِيَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا

اے خدا ہم تجھ پر فدا اور قربان ہیں جو احکام ہم نہیں بجالائے ان کو معاف فرما اور

---

[1] الفتح، آیۃ: ۱۵

[2] اور ایک روایت میں ما اتقینا کے بجائے ما ابقینا ہے یعنی جو گناہ ہمارے ذمہ باقی ہیں جن سے ہم نے توبہ نہیں کی ان کو معاف فرما۔ اس لئے کہ سچی توبہ کرنے سے گناہ نامۂ اعمال سے مٹا دیئے جاتے ہیں توبہ کے بعد گناہ باقی نہیں رہتے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور ایک روایت میں ما اَلْقَيْنَا یعنی اے اللہ جو گناہ ہم نے کئے ہیں وہ معاف فرما ۱۲

خاص سکینت اور طمانیت ہم پر نازل فرما تا کہ قلب کو سکون اور چین حاصل ہو اور ہر قسم کی پریشانی بےچینی دل سے دور ہو۔

وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا اِنَّا اِذَا صِيْحَ بِنَا اَتَيْنَا

اور دشمنوں سے مقابلہ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ، ہم کو جب جہاد و قتال کے لئے پکارا جاتا ہے تو دوڑ کر پہنچتے ہیں۔

وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوْا عَلَيْنَا

اور پکار کر ہم سے استغاثہ کیا ہے۔ (فتح الباری ص ۳۵۷ ج ۷)

مسند احمد میں بعض کلمات رجز یہ اور زیادہ ہیں وہ یہ ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

تحقیق جن لوگوں نے ہم پر ظلم اور تعدی کی جب وہ ہم کو کفر اور شرک کے کسی فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اسے قبول نہیں کرتے۔

وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَغْنَيْنَا

اے پروردگار ہم تیرے فضل و کرم سے مستغنی اور بے نیاز نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ حدی پڑھنے والا کون ہے لوگوں نے کہا عامر بن اکوع ہے آپ نے فرمایا۔ یرحمہ اللہ، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ فرمایا غفرلك ربك پروردگار تیری مغفرت فرمائے اور رسول اللہ ﷺ جب کبھی کسی کو خاص کر کے دعائے مغفرت فرماتے تو وہ شخص ضرور شہید ہوتا۔ اس بنا پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا نبی اللہ۔ اس کے لئے تو جنت واجب ہوگئی کاش آپ عامر کی شجاعت سے اور چند روز ہم کو متمتع اور منتفع ہونے دیتے۔ (فتح الباری ص ۳۵۸ ج ۷)

راستہ میں جب ایک بلند مقام پر پہنچے تو صحابہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے اوپر رحم کرو۔ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم تو اُس ذات پاک کو پکار رہے ہو جو سننے والی اور قریب ہے اور ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔ ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ میں آپ کی سواری کے قریب تھا۔ آپ نے مجھکو لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ پڑھتے

ہوئے سن کر عبداللہ بن قیس! کہہ کر آواز دی۔ میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ۔ یا رسُول اللہ حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا میں تجھکو جنّت کا خزانہ نہ بتلاؤں میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیوں نہیں۔ ضرور بتلایئے، آپ نے فرمایا۔[۲] لاحول ولاقوۃ الاّ باللہ۔ یعنی یہ کلمہ جنّت کا خزانہ ہے۔ (بخاری شریف)

چونکہ آپ کو یہ معلوم تھا کہ غطفان نے یہود خیبر کی امداد کے لئے لشکر جمع کیا ہے اس لئے آپ مدینہ سے چل کر مقام رجیع میں جو خیبر اور غطفان کے مابین ہے پڑاؤ ڈالا تا کہ یہُود غطفان مرعوب ہو کر یہود خیبر کی مدد کو نہ پہنچ سکیں۔ چنانچہ یہود غطفان کو جب یہ معلوم ہوا کہ خود ہماری جان خطرہ میں ہے تو واپس ہوئے۔ (ابن ہشام ص ۱۸۵ ج ۲)

جب خیبر کے قریب پہنچے تو صحابہ کو حکم دیا کہ ٹھہر جاؤ اور یہ دُعا مانگی۔

اللّٰھم رب السّمٰوات وما اظللن ورب الارضین وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن ورب الریاح وما اذرین فانا نسألك خیر ھذہ القریۃ وخیرا ھلھا وخیرما فیھا ونعوذبك من شرھا وشر اھلھا وشرما فیھا اقدموا بسم اللّٰہ۔

آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے (ابن ہشام ص ۱۸۵)

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں رات کو پہنچے آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ رات میں کسی پر حملہ نہیں فرماتے تھے صبح کا انتظار فرماتے۔ اگر اذان سنتے تو حملہ نہ فرماتے ورنہ حملہ فرماتے۔ اسی سنّت کے مطابق خیبر میں بھی صبح کی اذان کا انتظار فرمایا، جب صبح کی اذان نہ سُنی تو حملہ کی تیاری کی۔ صبح ہوتے ہی یہود کدال اور پھاوڑے لے کر اپنے کاروبار کے لئے نکلے۔ آپ کے لشکر کو بڑھتے دیکھکر یہ کہا محمد والخمیس یعنی محمد اپنی کل فوج اور لشکر کے ساتھ آ گئے۔

---

[۱] یہ ابوموسیٰ اشعری کا نام تھا اور ابوموسیٰ کنیت تھی۔ ۱۲ [۲] اس کلمہ کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اللہ کی معصیت سے بدون اللہ کی اعانت اور امداد کے نہیں بچ سکتا اور بندہ کو کسی طاعت اور عمل صالح کی قوت اور قدرت نہیں مگر اللہ کی تائید اور تقویت سے اور ظاہر ہے کہ اپنی حول اور قوت کو ہیچ سمجھ کر اللہ کی حول وقوت اور اس کی تائید اور اس کی اعانت اور اس کی توفیق اور ہدایت پر نظر کرنا یہی اعلیٰ درجہ کی تفویض اور تسلیم ہے جو جنّت کا خزانہ ہے اور جو چیز خزانہ میں ہوتی ہے وہ مستور اور پوشیدہ ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے اجر اور ثواب کی مقدار کسی حدیث میں مذکور نہیں۔ چونکہ خزانہ کی چیز تھی اس لئے اس کا اجر بھی پوشیدہ رکھا گیا

لشکر کو خمیس اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے پانچ حصے ہوتے ہیں۔

(۱) مقدمہ (۲) میمنہ (۳) میسرہ (۴) قلب (۵) ساقہ

آپ نے ان کو دیکھ کر دُعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ فرمایا۔

اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين (بخاری وفتح الباری ص ۳۵۹ ج ۷) خیبر میں یہودیوں کے متعدد قلعے تھے، یہود آپ کو دیکھتے ہی مع اہل وعیال کے قلعوں میں محفوظ ہو گئے آپ نے اُن کے قلعوں پر حملے شروع کئے یکے بعد دیگرے فتح کرتے جاتے تھے۔

(۱) قلعہ ناعم

سب سے پہلے قلعہ ناعم فتح فرمایا۔ محمود بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قلعہ کے دامن میں تھے کہ یہودیوں نے اُوپر سے اُن پر ایک چکّی کا پاٹ گرایا جس سے وہ شہید ہوئے۔

(۲) قلعہ قموص

قلعہ ناعم کے بعد قلعہ قموص فتح ہوا یہ قلعہ خیبر کے قلعوں میں نہایت مستحکم تھا۔ جب اس قلعہ کا محاصرہ ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درد شقیقہ کی وجہ سے میدان میں تشریف نہ لا سکے اس لئے نشان دے کر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، باوجود پوری جدوجہد کے قلعہ فتح نہ ہو سکا واپس آ گئے دوسرے روز فاروق اعظم کو نشان دے کر روانہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری جدوجہد سے قتال کیا لیکن بغیر فتح کے واپس آئے (رواہ احمد[1] والنسائی وابن حبان والحاکم عن بریدۃ بن الخصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اس روز آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ کل نشان اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہو اور اللہ اور اُس کا رسول اس کو محبوب رکھتا ہو اور اس کے ہاتھ پر اس کو فتح فرمائے۔

---

[1] قال الهيثمي رواه احمد ورجاله رجال الصحيح مجمع الزوائد ص ۱۵۰ ج ۶ وقال الحافظ وفي الباب عن اكثر من عشرة من الصحابة سردهم الحاكم في الاكليل وابو نعيم في دلائل فتح الباري ص ۳۶۵ ج ۷ فلا حجة لتضعيف هذه الرواية كما فعل ابن كثير۔

ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھیں یہ سعادت کس کے حصہ میں آتی ہے تمام شب اسی تمنا اور اشتیاق میں گزری جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا۔ حضرت علی کی آنکھیں اس وقت آشوب کی ہوئی تھیں بلاکر آنکھوں کو لعاب دہن لگایا اور دعا پڑھی۔ فوراً اسی وقت آنکھیں اچھی ہوگئیں گویا کبھی کوئی شکایت پیش ہی نہیں آئی تھی اور نشان مرحمت فرمایا اور یہ نصیحت فرمائی کہ جہاد و قتال سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دینا اور اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ان کو خبردار کرنا۔ خدا کی قسم اگر ایک شخص کو اللہ تعالیٰ تیرے ذریعہ سے ہدایت نصیب فرمائے تو وہ تیرے لئے سُرخ اُونٹوں سے کہیں بہتر ہے حضرت علی نشان لے کر روانہ ہوئے اور قلعہ اُن کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ (رواہ البخاری)[1]

یہود کا مشہور و معروف بہادر و پہلوان مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا مقابلہ کے لئے نکلا۔

قد علمت خیبرانی مرحب ‌‌‌ شاکي السلاح بَطل مجرب

اہلِ خیبر کو خوب معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں ‌ سلاح پوش اور بہادر اور تجربہ کار ہوں

عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے مقابلہ کے لئے یہ رجز پڑھتے ہوئے نکلے۔

قَدْ علمت خیبرانی عامر ‌ شاکی السلاح بطل مُغَامِر

عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے پیر پر تلوار مارنے کا ارادہ کیا کہ تلوار پلٹ کر خود اُن ہی کے گھٹنہ پر آلگی جس سے انھوں نے وفات پائی سلمۃ بن اکوع فرماتے ہیں کہ واپسی میں رسول اللہ ﷺ نے مجھکو غمگین دیکھکر سبب دریافت فرمایا میں نے عرض کیا کہ لوگوں کا گمان یہ ہے کہ عامر کے اعمال حبط ہوگئے اس لئے کہ وہ خود اپنی تلوار سے مرے آپ نے فرمایا جس نے کہا غلط کہا۔ وہ بڑا مجاہد ہے اور انگلیوں سے اشارہ کرکے فرمایا کہ اس کے لئے دو اجر ہیں۔ ابنِ اسحاق کی روایت میں ہے کہ یہ فرمایا کہ وہ شہید ہے اور اُس کی نماز جنازہ پڑھی۔[2]

بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے جواب میں یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔

---

[1] فتح الباری ج:۷، ص:۳۶۵ ‌ [2] طبقات ابن سعد، ج:۲، ص:۸۰۔

أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَه ۱؎ كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيهِ الْمَنْظَرَه

میں وہی ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے شیرِ بَن کی طرح نہایت مُہیب ہوں۔

یہ کہہ کر اس زور سے تلوار ماری کہ مرحب کے سر کے دو ہو گئے اور قلعہ فتح ہوا۔ (رواہ مسلم فتح الباری ص ۳۶۷ ج ۷) بعد ازاں مرحب کا بھائی یاسر مقابلہ کے لئے آیا۔ ادھر سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بڑھے اور یاسر کا کام تمام کیا۔ (زاد المعاد۔) ۲؎

یہ قلعہ بیس روز کے محاصرہ کے بعد حضرت علی کے ہاتھ پر فتح ہوا مال غنیمت کے علاوہ بہت سے قیدی ہاتھ آئے جن میں صفیہ۔ حیی بن اخطب سردار بنی نضیر کی بیٹی اور کنانۃ بن الربیع کی بیوی بھی تھیں۔ ۳؎

(نکتہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز جب کسی قلعہ پر حملہ کا ارادہ فرماتے تو اعیان مہاجرین وانصار میں سے کسی کو منتخب فرماتے کہ رایت اسلام یعنی اسلام کا جھنڈا اس کے ہاتھ میں دیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر وہ قلعہ فتح کرا دیتے چونکہ قلعہ قموص کی فتح کی فضیلت قضاء ازلی میں حضرت علی کے ہاتھ سے تھی اس لئے آنحضرت نے حضرت علی کو بلایا اور جھنڈا ان کو عطا کیا اور حضور پُر نور کا یہ فرمانا کہ جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جو خدا اور اس کے رسُول کو دوست رکھے یہ ازراہِ قدر دانی اور حوصلہ افزائی تھا معاذ اللہ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اس شخص کے سوا کوئی اللہ اور اس کے رسُول کو دوست نہیں رکھتا۔

حضرت صفیہ اور ان کی دو چچا زاد بہنیں اس قلعہ قموص سے قید ہوئیں جن کا قصہ آئے گا اور حضرت صفیہ کے شوہر کا نام کنانۃ بن ربیع تھا جو اس غزوہ میں مارا گیا۔ ۴؎

۱؎ کہا جاتا ہے کہ مرحب نے اس رات یہ خواب دیکھا کہ ایک شیر اُس کو پھاڑ رہا ہے حضرت علیؓ کو بطور کشف اس کا علم ہو گیا حضرت علی کا انا الذی سمتنی امی حیدرہ سے اس طرف اشارہ تھا کہ اے مرحب جس شیر کو تو نے خواب میں دیکھا وہ شیر میں ہی ہوں چنانچہ حضرت علی نے جسوقت یہ رجز پڑھا مرحب سنتے ہی کانپ گیا اور بہادری کا سارا نشہ کافور ہو گیا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۱۲ زرقانی ص ۲۲۳ ج ۲

۲؎ ابن ہشام ج: ۲، ص: ۱۸۷

۳؎ فتح الباری ج: ۷، ص: ۳۶۷

۴؎ فتح الباری، ج: ۷، ص: ۳۶

(۳) قلعہ صعب بن معاذ

قلعہ قموص فتح ہو جانے کے بعد صعب بن معاذ کا قلعہ فتح ہوا جس میں غلّہ اور چربی اور خورد و نوش کا بہت سامان تھا وہ سب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب مسلمانوں کو خورد و نوش کی کمی ہونے لگی تو رسول اللہ ﷺ سے دُعا کی درخواست کی آپ نے دُعا کی دوسرے ہی روز قلعہ صعب بن معاذ فتح ہو گیا اور خورد و نوش کا بہت سامان ہاتھ آیا جس سے مسلمانوں کو مدد ملی۔[۱]

اسی روز آپ نے یہ دیکھا کہ ہر طرف آگ جل رہی ہے، پوچھا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا کہ گوشت پکا رہے ہیں، آپ نے پوچھا کس چیز کا گوشت ہے کہا اہلی گدھوں کا گوشت ہے، آپ نے فرمایا وہ نجس ہے سب پھینک دو اور برتنوں کو توڑ دو کسی نے عرض کیا یا رسُول اللہ اگر گوشت پھینک دیں اور برتنوں کو دھو لیں اس کی اجازت ہے آپ نے فرمایا اچھا برتنوں کو دھو ڈالو۔

(۴) حِصنِ قُلّہ

اس کے بعد یہود نے حِصن قُلّہ میں جا کر پناہ لی یہ قلعہ بھی نہایت مستحکم تھا پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا اسی وجہ سے اس کا نام حصن قُلّہ تھا۔ قلہ کے معنی پہاڑ کی چوٹی کے ہیں جو بعد میں قلعہ زبیر کے نام سے مشہور ہے اس لئے کہ یہ قلعہ تقسیم غنائم کے بعد حضرت زبیر کے حصہ میں آیا۔

تین روز تک آپ اس قلعہ کا محاصرہ کئے رہے حسن اتفاق سے ایک یہودی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے ابو القاسم آپ اگر مہینہ بھر بھی ان کا محاصرہ کئے رہیں تب بھی ان لوگوں کو پرواہ نہیں ان کے پاس زمین کے نیچے پانی کے چشمے ہیں رات کو نکلتے ہیں اور پانی لے کر قلعہ میں محفوظ ہو جاتے ہیں آپ اگر ان کا پانی قطع کر دیں تو کامیاب ہو سکتے ہیں رسُول اللہ ﷺ نے ان کا پانی بند کر دیا مجبور ہو کر قلعہ سے باہر نکلے اور سخت مقابلہ ہوا، دس یہودی مارے گئے اور کچھ مسلمان بھی شہید ہوئے اور قلعہ فتح ہو گیا۔

---

[۱] عیون الاثر ج:۲، ص:۱۳۴

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ قلعۂ قلہ۔ علاقہ نطاۃ کا آخری قلعہ تھا اس کی فتح کے بعد حضور پُر نور علاقہ شق کے قلعوں کی طرف بڑھے اس علاقہ میں سب سے اوّل قلعہ اُبی کو فتح کیا جو شدید معرکہ کے بعد فتح ہوا اور مسلمان اس میں داخل ہوئے، اس کے بعد دوسرے قلعوں کی طرف پیش قدمی کی۔[1]

(۵) وطیح اور سلالم

حصن قلہ کے بعد نبی اکرم ﷺ بقیہ قلعات کی طرف بڑھے، جب تمام قلعوں پر قبضہ ہو گیا تو اخیر میں وطیح اور سلالم کی طرف بڑھے اور بعض روایت میں الکتیبہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ اس سے پیشتر تمام قلعے فتح ہو چکے تھے صرف یہی دو قلعے باقی تھے۔ یہود کا تمام زور ان پر تھا۔ یہود ہر طرف سے سمٹ کر انہی قلعوں میں آ کر محفوظ ہو گئے تھے۔ چودہ دن کے محاصرہ کے بعد مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی آپ نے ان کی درخواست منظور کی یہودیوں نے ابن ابی الحقیق کو صلح کی گفتگو کرنے کے لئے بھیجا آپ نے اس شرط پر جان بخشی کہ خیبر کی سرزمین کو یکلخت خالی کر دیں یعنی سب جلاوطن ہو جائیں اور سونا اور چاندی اور ہتھیار اور سامان حرب سب یہاں چھوڑ جائیں اور کسی شئ کو چھپا کر نہ لے جائیں اگر اس کے خلاف ہوا تو اللہ اور اس کا رسول بری الذمہ ہیں۔[2]

مگر یہود باوجود اس عہد و میثاق کے پھر اپنی شرارت سے باز نہ آئے اور حیی بن اخطب کا ایک چرمی تھیلہ (جس میں سب کا زر و زیور محفوظ رہتا تھا) اس کو غائب کر دیا۔ آپ نے کنانہ بن الربیع کو بلا کر دریافت کیا کہ وہ تھیلہ کہاں گیا کنانہ نے کہا کہ لڑائیوں میں خرچ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا زمانہ تو کچھ زیادہ گزرا نہیں اور مال بہت زیادہ تھا یہ ابن سعد کی روایت ہے ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ سَعْیہ سے دریافت فرمایا۔[3] بیہقی اور ابن سعد کی دوسری روایت میں ہے کہ کنانہ اور اس کے بھائی وغیرہ سے بھی دریافت کیا۔

سب نے یہی کہا کہ خرچ ہو گیا آپ نے فرمایا اگر وہ تھیلا برآمد ہو گیا تو تمہاری خیر نہیں

---

[1] البدایۃ والنہایۃ، ج:۴، ص:۱۹۸ [2] زاد المعاد، ج:۳، ص:۱۳۶ [3] حافظ عسقلانی بیہقی کی اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں رواہ البیہقی باسناد رجالہ ثقات من حدیث ابن عمر فتح الباری ص ۳۶۷ ج ۷ غزوہ خیبر۔

یہ کہہ کر آپ نے ایک انصاری کو حکم دیا کہ جاؤ فلاں جگہ ایک درخت کی جڑ میں دبا ہوا ہے چنانچہ وہ صحابی گئے اور مال برآمد کیا جس کی قیمت دس ہزار دینار تھی اس جرم میں یہ لوگ قتل کیے گئے [۱] جن میں ایک صفیہ کا شوہر بھی تھا جس کا نام کنانۃ بن الربیع بن ابی الحقیق تھا [۲]

علاوہ ازیں کنانہ کا ایک جرم یہ بھی تھا کہ کنانہ نے محمد بن مسلمہ کے بھائی محمود بن مسلمہ کو اسی معرکہ میں قتل کیا تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے حوالہ کیا کہ اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے بدلہ میں اس کو قتل کریں (سیرۃ ابن ہشام)

(تنبیہ) قلعات خیبر کی فتح کی جو ترتیب اس ناچیز نے ذکر کی ہے کہ اوّل قلعۂ ناعم فتح ہوا اور پھر قلعۂ قموص اور پھر قلعۂ صعب اور پھر اخیر میں قلعۂ وطیح اور سلالم فتح ہوئے، یہ ترتیب سیرۃ ابن ہشام اور البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ص ۱۹۲ تا ص ۱۹۴ ج ۴ میں مذکور ہے حدیث اور سیرت کی کتابوں میں ان کے علاوہ اور قلعوں کا بھی ذکر ہے اور ترتیب فتح بھی کچھ مختلف ہے۔ علامہ حلبیؒ سیرۃ حلبیہ میں لکھتے ہیں کہ علاقۂ نطاۃ میں تین قلعے تھے حصن ناعم۔ حصن صعب بن معاذ و حصن قلہ قلعات نطاۃ میں سب سے پہلے جو قلعہ فتح ہوا وہ قلعۂ ناعم تھا جو یہودی قلعۂ ناعم سے جان بچا کر بھاگ سکے انھوں نے نطاۃ کے دوسرے قلعہ حصن صعب بن معاذ میں جا کر پناہ لی۔ دوسرے روز غروب آفتاب سے قبل دو دن کے محاصرہ کے بعد یہ قلعہ فتح ہوا۔

بعد ازاں آپ نے حصن قُلّہ کا محاصرہ فرمایا۔ اس قلعہ کو قُلّہ اس لئے کہتے ہیں کہ قُلّہ کے معنی پہاڑ کی چوٹی کے ہیں یہ قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا اور چونکہ یہ قلعہ بعد میں حضرت زبیر کے حصہ میں آیا اس لئے اس کو قلعۃ الزبیر بھی کہتے ہیں۔ یہ تینوں قلعے علاقۂ نطاۃ کے تھے۔

اس کے بعد مسلمان قلعات شق کی جانب بڑھے اس علاقہ میں دو قلعے تھے۔ ایک حصن اُبی دوسرا حصن بریٔ۔ اوّل حصن ابی اور بعد میں حصن بریٔ فتح ہوا۔

جب یہ علاقہ بھی فتح ہو گیا تو یہودیوں نے بھاگ کر قلعات کتیبہ میں پناہ لی کتیبہ میں تین قلعے تھے (۱) قموص (۲) وطیح (۳) سلالم۔ سب سے بڑا قلعۂ قموص تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ جب یہ قلعہ بھی فتح ہو گیا تب مسلمانوں نے وطیح اور سلالم کا محاصرہ

---

[۱] زرقانی۔ ج:۲، ص:۱۳۹ [۲] البدایۃ والنہایۃ، ج:۴، ص:۱۹۹

کیا۔ چودہ دن کے محاصرہ کے بعد ان لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ ہم کو اور ہمارے اہل وعیال کو چھوڑ دیا جائے ہم خیبر کو چھوڑ کر نکل جائیں گے آپ نے اس کو منظور فرمایا۔[1]

فتح فدک

جب اہل فدک کو اس کی اطلاع ہوئی کہ یہود خیبر نے ان شرائط پر صلح کی ہے تو ان لوگوں نے بھی آں حضرت ﷺ کی خدمت میں پیام بھیجا کہ ہماری جانوں کو امان دیا جائے ہم تمام مال واسباب چھوڑ کر یہاں سے جلائے وطن ہو جائیں گے آپ نے اس کو منظور فرمایا اور محیصہ بن مسعود کے واسطہ سے گفتگو ہوئی چونکہ فدک بغیر کسی حملہ اور فوج کشی کے فتح ہوا اس پر نہ سوار لیجانے پڑے اور نہ پیادہ اس لئے فدک خالص رسول اللہ ﷺ کے قبضہ اور تصرف میں رہا اور خیبر کی طرح غانمین پر تقسیم نہیں ہوا (سیرۃ ابن ہشام۔)

فائدہ: اس غزوہ میں چودہ یا پندرہ مسلمان شہید ہوئے اور ترانوے کافر مارے گئے فتح کے بعد جب مال غنیمت اور قیدی جمع کیے گئے تو ان میں صفیہ حیی بن اخطب کی بیٹی اور کنانۃ بن ربیع کی بیوی بھی تھیں قریب ہی کی شادی ہوئی تھی۔

حیی بن اخطب، حضرت ہارون علیہ السّلام کی ذریّت میں سے تھا لڑائی کے بعد جب قیدی جمع کیے گئے تو حضرت دحیہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک جاریہ مجھکو عطا فرمائیے، آپ نے فرمایا تم کو اختیار ہے جس جاریہ کو چاہو لے لو حضرت دحیہ نے حضرت صفیہ کو پسند کیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ان کے سردار کی بیٹی ہے۔ آپ ہی کے لئے مناسب ہے اس لئے آپ نے اُن سے صفیہ کو واپس لے لیا اور ان کے معاوضہ میں حضرت صفیہ کی چچا زاد بہن ان کو عنایت کی اور حضرت صفیہ کو آزاد کر کے اُن سے نکاح فرمایا۔[2]

حضرت صفیہ کے نکاح کا مفصل قصہ انشاء اللہ تعالےٰ ازواج مطہرات کے بیان میں آئے گا جس طرح غزوۂ بنی المصطلق میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت جویریہ کے ساتھ اُن کی خاندانی عزّت و وجاہت کے موافق معاملہ فرمایا اسی طرح اس موقع پر بھی حضرت صفیہ کے ساتھ ان کے خاندانی مرتبت اور حضرت ہارون علیہ السّلام کی ذریت میں سے ہونے کے شرف کو ملحوظ رکھ کر ان کو آزاد فرما کر اپنی زوجیت میں لے لیا۔

۱۔ سیرۃ حلبیہ ج:۲ ص:۱۶۴، عون المعبود ج ۳ ص:۱۲۰۔ ۲۔ فتح الباری، ج ۷، ص: ۳۶۰

اُس کا نصف حصہ آپ کو ادا کیا کریں گے آپ نے یہ درخواست منظور کی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی صراحۃً فرمادیا۔

جب تک چاہیں گے اسوقت تک تم کو برقرار رکھیں گے۔	نقرکم علی ذلک ماشئنا

بخاری شریف ص ۳۱۵ ج ۱ کتاب المزارعۃ باب اذا قال رب الارض اقرک ما اقرک اللہ۔ الخ وفتح الباری ص ۱۶ ج ۵ وفتح الباری ص ۱۳۹ ج ۵ کتاب الشروط۔ باب اذا اشترط فی المزارعۃ اذا شئت اخرجتک اس طرح کا معاملہ سب سے پہلے خیبر میں ہوا اس لئے ایسے معاملہ کا نام مخابرہ ہو گیا۔

جب بٹائی کا وقت آتا تو آں حضرت ﷺ پیداوار کا اندازہ کرنے کے لئے عبداللہ بن رواحہ کو بھیجتے۔ (باب الخرص سنن ابی داؤد ص ۱۲۸ ج ۲)

عبداللہ بن رواحہ پیداوار کو دو حصوں پر تقسیم کر کے کہتے کہ جس حصہ کو چاہو لے لو یہود اس عدل وانصا کو دیکھکر یہ کہتے کہ ایسے ہی عدل اور انصاف سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن رواحہ یہ فرماتے ہیں۔

اے گروہ یہود تمام مخلوق میں تم میرے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہو تم ہی نے اللہ کے پیغمبروں کو قتل کیا تم ہی نے اللہ پر جھوٹ باندھا لیکن تمہارا بغض مجھکو کبھی اس پر آمادہ نہیں کر سکتا کہ میں تم پر کسی قسم کا ظلم کروں۔	یامعشر الیھود انتم ابغض الخلق الیّ قتلتم انبیاء اللہ وکذبتم علی اللہ ولیس یحملنی بغضی ایاکم ان احیف علیکم [1]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حاضری

ابوہریرہ اور ان کے ساتھ چند رفقاء فتح خیبر کے بعد خدمت نبوی میں حاضر ہوئے مگر آپ نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا (بخاری شریف غزوۂ خیبر)

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۴۱۲۔

زہر دینے کا واقعہ

فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز خیبر ہی میں قیام فرمایا۔ اسی اثناء میں ایک دن زینب بنت حارث زوجۂ سلام بن مشکم نے ایک بھنی ہوئی بکری بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کی اور اس میں زہر ملا دیا۔ آپ نے چکھتے ہی ہاتھ روک لیا بشر بن براء بن معرور جو آپ کے ساتھ کھانے میں شریک تھے انھوں نے کچھ کھا لیا تھا۔ آپ نے فرمایا ہاتھ روک لو اس بکری میں زہر ملا ہوا ہے۔

زینب کو بلا کر اس کا سبب دریافت کیا اس نے اقرار کیا کہ بے شک اس میں زہر ملایا گیا ہے اس لئے کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع کر دے گا اور اگر آپ نبی کاذب ہیں تو لوگ آپ سے نجات پا جائیں گے چونکہ آپ اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیتے تھے اس لئے آپ نے اُس سے کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ لیکن بعد میں جب بشر بن براء بن معرور اس زہر کے اثر سے انتقال فرما گئے تو زینب وارثانِ بشر کے حوالے کر دی گئی اور انھوں نے اس کو بشر کے قصاص میں قتل کیا۔

بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ زینب اقرار جرم کے بعد اسلام لے آئی اور یہ کہا کہ مجھکو اَب آپ کا صادق ہونا بالکل واضح ہو گیا۔ آپ کو اور تمام حاضرین مجلس کو گواہ بناتی ہوں کہ میں آپ کے دین پر ہوں اور اقرار کرتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں زہری اور سلیمان نے ابتداء نہ قتل کرنے کی وجہ یہی بتلائی ہے کہ وہ اسلام لے آئی تھی۔[1]

مخابرہ

جب خیبر فتح ہو گیا اور زمین اللہ اور اس کے رسول اور اہل اسلام کی ہو گئی تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ یہود (حسب معاہدہ) یہاں سے جلائے وطن ہو جائیں لیکن یہود نے یہ درخواست کی کہ آپ اس زمین پر ہم کو رہنے دیجئے ہم زراعت کریں گے جو پیداوار ہو گی

---

[1] فتح الباری، ج ۷، ص ۳۸۰

غنائم خیبر کی تقسیم

خیبر کی غنیمت میں سونا اور چاندی نہ تھا، گائے بیل اور اونٹ اور کچھ سامان تھا اور سب سے بڑی چیز خیبر کے زمینات اور باغات تھے زمینات کے علاوہ جو سامان تھا وہ حضور نے نص قرآنی کے مطابق غانمین پر تقسیم کر دیا اور زمینات کو فقط اہلِ حدیبیہ پر تقسیم کیا۔[1]

عمرہ حدیبیہ کے ارادہ سے جب حضور پُر نور۔ مدینہ سے روانہ ہوئے تو اعراب کو دعوت دی کہ اس سفر میں ساتھ چلیں۔ آنحضرت ﷺ کو یہ اندیشہ تھا کہ مقتولین بدر اور اُحد اور احزاب کی وجہ سے اہلِ مکّہ کے قلوب اہلِ اسلام کے کینہ اور عداوت سے لبریز ہیں مبادا مکّہ مکرمہ پہنچ کر کوئی صورت قتال کی پیش آ جائے اور اہلِ مکّہ سرے ہی سے دخول مکّہ سے مانع ہو جائیں اس لئے اس وقت تدبیر عقلی کا مقتضا یہ تھا کہ جماعت کثیر آپ کے ہمراہ چلے تا کہ قریش کے شر کا کوئی خطرہ نہ رہے بہت سے اعراب نے آپ کی اس دعوت کو قبول نہ کیا اور بہت سوں نے اشغال ضروریہ اور اپنی مصروفیات کا بہانہ کر دیا۔ مخلصین مسلمین جو سرتاپا بشاشت ایمان سے مملو اور لبریز تھے آپ کی معیت اور مرافقت کو دنیا اور آخرت کی سعادت سمجھ کر آپ کے ساتھ ہوئے حدیبیہ کے قریب احصار پیش آیا اور مغلوبانہ صلح کی صورت سامنے آئی جس پر ان حضرات نے صبر کیا۔ جب اس سفر میں ان مخلصین کا اخلاص مدلل اور مبرھن ہو گیا تو بارگاہ خداوندی سے ان شکستہ دلوں کی شکستگی دُور کرنے کے لئے فتح خیبر کی بشارت نازل ہوئی کہ عنقریب خیبر تم پر فتح ہوگا اور یہ حکم نازل فرمایا کہ خیبر کی غنائم حاضرین حدیبیہ کے لئے مخصوص ہوں گی کوئی دوسرا ان میں شریک نہیں کیا جائے گا۔[2] تفصیل اگر درکار ہو تو کتب تفسیر میں سورۂ فتح کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

اب رہا یہ امر کہ خیبر کی زمینوں کو آپ نے کس طرح تقسیم فرمایا سو اس کی کیفیت سنن ابی داوٗد میں مذکور ہے کہ آں حضرت ﷺ نے خمس نکالنے کے بعد زمین خیبر کو چھتیس سہام پر تقسیم کیا جن میں سے اٹھارہ سہام کو علیحدہ کر لیا یعنی مسلمانوں کی ضروریات کے لئے مخصوص کر لیا۔ اور مجاہدین پر اس کو تقسیم نہیں کیا اور باقی اٹھارہ سہام کو مجاہدین پر تقسیم کر دیا اور ہر سہم میں سو سو کا حصہ مقرر کیا جس کو حسب ارشاد خداوندی اصحاب حدیبیہ پر تقسیم کیا۔

---

[1] روض الانف ج ۲ ص ۲۴۶۔ [2] ازالۃ الخفا للشاہ ولی اللہ ج ۱ ص: ۳۸۔

اراضی خیبر کا وہ نصف حصہ جس کو آپ نے تقسیم نہیں کیا اس میں الکتیبہ اور الوطیح اور السلالم اور اس کی ملحقہ زمینیں تھیں۔

اور نصف حصہ آپ نے اہلِ حدیبیہ میں تقسیم کیا اس میں الشق اور النطاۃ اور اس کی ملحقہ زمینیں تھیں۔ یہ روایت سُنن ابی داؤد میں سہل بن ابی حثمہ صحابی سے موصولا اور بشیر بن یسار تابعی سے مرسلا مروی ہے[1]۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے خیبر کی تمام زمینوں کو تقسیم نہیں کیا۔ صرف شق اور نطاۃ اور ان کی ملحقہ زمینیں مجاہدین پر تقسیم کیں اور باقی تمام زمینیں مصالح مسلمین کیلئے محفوظ فرما دیں[2]۔

اب رہا یہ امر کہ اٹھارہ سہام کس طرح تقسیم ہوئے سو ان میں روایتیں مختلف ہیں مشہور روایت میں ہے کہ کل چودہ سو آدمی جن میں دو سو گھوڑے تھے چودہ سو آدمیوں کے چودہ سہام ہو گئے کیونکہ ایک سہم سو حصہ کا تھا اور امام مالک و امام شافعی و احمد اور دیگر علماء کے نزدیک سوار کے علاوہ ہر گھوڑے کے دو حصے ملتے ہیں اس لئے دو سو گھوڑوں کے چار سہام ہو گئے اس طرح چودہ سہام کے ساتھ چار سہام مل کر اٹھارہ سہام پورے ہو گئے۔

اور سنن ابی داؤد میں مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خیبر میں لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی جن میں سے تین سو سوار تھے پس آپ نے ہر سوار کو دو دو حصے دیئے اور ہر پیادہ کو ایک ایک حصہ[3]۔

یہ روایت امام اعظم ابو حنیفہ کے مسلک کے مطابق ہے۔ ان کے نزدیک سوار کے صرف دو حصے ہوتے ہیں ایک سوار کا اور ایک گھوڑے کا جیسا کہ حضرت علی اور ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے۔

پس اس حساب سے پندرہ سو میں سے تین سو سواروں کے چھ سہام ہو گئے اور ہر سہم سو آدمیوں کا اور باقی ماندہ بارہ سو آدمیوں کے بارہ سہام ہو گئے اور بارہ اور چھ مل کر اٹھارہ پورے ہو گئے۔

---

[1] ابوداؤد ج ۲ ص: ۴۲۵ نیز بذل المجہود ج ۴ ص: ۱۴۵۔ [2] شرح معانی الآثار، ج: ۲ ص: ۱۴۴
[3] بذل المجہود۔ ج: ۴ ص: ۱۴۶

فائدۃ للمدرسین

قال ابن الملك هذا(اى حديث مجمع بن جارية) مستقيم على قول من يقول لكل فرس سهمان لان الرجالة على هذه الرواية تكون الفا ومائتين وهم اثنا عشرسهما لكل مائة سهم وللفرسان ستته اسهم لكل مائة سهمان فالمجموع ثمانية عشرسهما واما على قول من قال للفارس ثلاثة اسهم فمشكل لان سهام الفرسان تسعة وسهام الرجالة اثنا عشر فالمجمودع احد وعشرون سهما انتهى كلام العلامة القارى۔

الحاصل آنحضرت نے اراضی خیبر کا نصف حصہ اہل حدیبیہ پر تقسیم فرمایا اور ان کے علاوہ کسی اور کو اس میں شریک نہیں کیا لیکن احادیث سے معلوم ہوتا کہ فتح خیبر کے بعد اصحاب سفینہ یعنی حضرت جعفر اور ابو موسیٰ اشعری اور ان کے رفقاء جن کی تعداد سو سے زیادہ تھی حبشہ سے واپس آئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو بھی کچھ حصہ عطا فرمایا۔

یہ معلوم نہیں کہ ان حضرات کو اصل غنیمت میں سے حصہ دیا یا مال غنیمت کے خمس میں سے دیا یا اموال منقولہ میں سے قبل از تقسیم غنیمت بطور اعانت کچھ عطا فرمایا اور پھر یہ کہ حضور پُر نور نے محض اپنی رائے اور اختیار سے دیا یا غانمین اور مجاہدین کی اجازت سے دیا واللہ اعلم (فتح الباری وشرح شیخ الاسلام دہلوی۔)[1]

اور غزوۂ خیبر میں کچھ غلام اور کچھ عورتیں بھی مجاہدین کی خدمت اور اعانت کے لئے شریک ہوئے تھے ان کو آنحضرت ﷺ نے خیبر کے حاصل شدہ سامان میں سے بطور اعانت کچھ عطا فرمایا۔ باقی زینات میں سے مردوں کی طرح ان کو کوئی حصہ نہیں عطا کیا جیسا کہ ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی کے روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔[2]

ردّ منائح الانصار

یعنی

مہاجرین کی طرف سے انصار کے باغات کی واپسی

ابتداء ہجرت میں جب مہاجرین مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو مہاجرین کی

[1] عمدۃ القاری ج ۷ ص: ۱۴۷ قسطلانی ج: ۵ ص: ۲۰۰، ۲۰۹ [2] البدایۃ والنہایۃ ج: ۴ ص: ۲۰۴

اعانت اور امداد کے لئے انصار نے ان کو کچھ زمینیں اور باغات دیئے کہ ان میں کام کریں اور خود بھی منتفع ہوں اور کچھ ہم کو نفع پہنچائیں۔

خیبر کی فتح بعد مہاجرین کرام اعانت اور امداد سے مستغنی ہو گئے تو مہاجرین نے انصار کی زمینیں اور درخت واپس کر دیئے حضرت انس کی والدہ ام سلیم نے بھی رسول اللہ ﷺ کو چند درخت دیئے تھے آنحضرت ﷺ نے ام سلیم کے عطا کردہ درخت اپنی دایہ ام ایمن یعنی اسامۃ بن زید کی والدہ کو دے دیئے تھے۔

فتح خیبر کے بعد جب مہاجرین نے سب انصار کے درخت واپس کر دیئے تو ام سلیم نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنے درخت طلب کیے۔ یہ وہی درخت تھے جو آپ ام ایمن کو دے چکے تھے، آنحضرت نے ام ایمن سے فرمایا کہ ام سلیم کے یہ درخت واپس کر دو ام ایمن نے واپس کرنے سے انکار کر دیا اور انس کی گردن میں کپڑا ڈال کر کھینچنے لگیں اور کہا خدا کی قسم یہ درخت ہرگز واپس نہ کرونگی چونکہ ام ایمن حضور پُر نور کی حاضنہ دایا تھیں اور آپ کے والد کی لونڈی تھیں اس لئے حضور ﷺ ام ایمن کو ناراض کرنا نہیں چاہتے تھے۔ حضور نے فرمایا اے ام ایمن تم یہ درخت واپس کر دو اور ان کے بدلہ میں دوسرے درخت لے لو، آپ برابر یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ جب آپ نے اپنی خاص جائداد میں سے ایک ایک درخت کے بدلہ میں دس دس درخت دیئے جب راضی ہوئیں۔ حضور پُر نور نے ان کے حق حضانت و تربیت میں ان کے ساتھ یہ معاملہ فرمایا ﷺ وشرف وکرم[1]

مسائل واحکام

اس غزوہ میں حلال وحرام کے جو احکام نازل ہوئے یا جو اہم مسائل اس غزوہ میں پیش آنے والے واقعات سے فقہاء کرام نے مستنبط کیے وہ بالاجمال یہ ہیں۔

(۱) شہر حرام میں قتال

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ غزوۂ خیبر کے لئے حضور پُر نور نے ماہ محرم الحرام میں خروج فرمایا تو معلوم ہوا کہ شہر حرام میں قتل وقتال ممنوع نہیں اور جن آیات اور احادیث سے شہر حرام

[1] فتح الباری ج ۵ ص: ۱۸۰ قسطلانی ج ۴ ص: ۳۵۴

میں قتل وقتال کی ممانعت مفہوم ہوتی ہے وہ منسوخ ہے تفصیل اگر درکار ہو تو یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْہِ۔ اور سورۂ توبہ کی یہ آیت مِنْھَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

(۲) تقسیم اراضی

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضور پُرنور نے خیبر کی کل زمین کو غانمین پر تقسیم نہیں فرمایا بلکہ صرف الشق اور النطاۃ اور اس کی ملحقہ زمینوں کو مجاہدین پر تقسیم کیا اور الکتیبہ اور الوطیح اور السلالم اور اس کی ملحقہ زمینوں کو مسلمانوں کی مصلحتوں اور ضرورتوں کے لئے محفوظ رکھا جس سے معلوم ہوا کہ امیر سلطنت کو اراضی مفتوحہ میں اختیار ہے کہ جو مصلحت سمجھے وہ کرے، چاہے وہ مجاہدین پر تقسیم کرے اور چاہے وہاں کے باشندوں کے تصرف میں چھوڑ دے اور ان پر خراج مقرر کر دے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور صاحبین اور سفیان ثوری کا مسلک یہی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ اموال منقولہ کی طرح زمینات کو بھی مجاہدین پر تقسیم کرنا ضروری ہے اور شوافع تقسیم خیبر کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ خیبر کا نصف حصہ قہراً فتح ہوا اور نصف حصہ صلحاً ہوا پس جو نصف قہراً فتح ہوا اس کو حضور پُرنور نے مجاہدین پر تقسیم کر دیا اور جو نصف صلحاً فتح ہوا وہ تقسیم نہیں فرمایا مگر تمام روایات حدیث اور سیرت میں اس امر کی تصریح ہے کہ پورا خیبر نہایت سخت جنگ اور سخت مقابلہ اور شدید مقاتلہ کے بعد فتح ہوا جب یہود مقابلہ سے مجبور ہو گئے تب قلعوں سے نیچے اترے اور ہر قسم کی ملک اور اختیار سے دست بردار ہوئے اور اس بات پر رضامند ہوئے کہ زمینات اور باغات پر ان کا کسی قسم کا حق نہ ہوگا، مزدوروں کی طرح اس میں کام کریں گے اور مسلمان جب تک چاہیں گے اُن کو برقرار رکھیں گے اور جب چاہیں گے اُن کو اس زمین سے نکال دیں گے، یہ لوگ محض اجیر تھے کسی زمین اور مکان کے مالک نہ تھے اور حضور پُرنور نے معاملہ کرتے وقت صراحۃً اُن سے یہ شرط کر لی تھی کہ جب چاہیں گے زمین تم سے واپس لے لیں گے چنانچہ اسی شرط کی بناء پر فاروق اعظم نے اپنے زمانہ خلافت میں تمام زمینیں اُن سے واپس لے لیں اور اُن کو ملک سے نکال باہر کیا۔ معلوم ہوا کہ تمام خیبر قہراً فتح ہوا ہے اور جن اکابر جیسے امام مالک وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کا نصف حصہ قہراً اور نصف صلحاً فتح ہوا اس کے معنی اصطلاحی صلح کے نہیں بلکہ

اس کی مراد یہ ہے کہ ابتداء میں یہود نے مقابلہ اور مقاتلہ کیا لیکن بعد میں جب مقابلہ سے مجبور ہو گئے تو ہتھیار ڈال دیئے اور لڑائی ختم کرنے کی درخواست کی اس نہ لڑنے اور نہ مقابلہ کرنے کو بعض علماء نے صلح کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یعنی آدھا خیبر لڑائی سے فتح ہوا اور آدھا خیبر بدون لڑائی کے فتح ہوا، اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل اگر درکار ہو تو ازالۃ الخفاء للشاہ ولی اللہ اور احکام القرآن للجصاص اور شرح معانی الآثار للطحاوی باب ما یفعل الامام بالارض المفتوحۃ کی مراجعت کریں نیز تیسیر القاری وشرح شیخ الاسلام کی بھی مراجعت کریں۔[1]

(۳) ممنوعات خیبر

خیبر میں نبی اکرم ﷺ نے چند چیزوں سے منع فرمایا۔(۱) اہلی گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا۔(۲) مال غنیمت جب تک تقسیم نہ ہو جائے اس کے بیچنے سے منع فرمایا (۳) اور لہسن (یعنی کچے لہسن) کے استعمال سے منع فرمایا (۵) اور لحوم خیل کی اجازت دی (جس میں فقہاء کا اختلاف ہے) ان تمام امور کی تفصیل زرقانی از ص ۲۳۳ ج ۲ تا ص ۲۳۵ ج ۲ میں دیکھیں۔

(۴) تحریم متعہ

صحیحین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں متعہ سے منع فرمایا۔ علاوہ ازیں قرآن کریم کی متعدد آیات سے متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

(۱)۔ قال تعالیٰ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ یعنی فلاح اور بہتری اسی میں ہے کہ اہل ایمان اپنی شرمگاہوں کی پوری پوری حفاظت کریں سوائے بیوی اور شرعی باندی کے جماع حلال نہیں اور جو شخص ان دو طریقوں کے سوا کوئی اور طریقہ نکالے تو وہ حدود شریعت سے تجاوز کرنے والا ہے اور ظاہر ہے کہ متعہ کی

---

[1] تیسیر القاری ج:۳ص:۱۵۸۔

عورت شیعوں کے نزدیک بھی نہ باندی ہے اور نہ بیوی ہے، اس لئے کہ متعہ کی عورت کے لئے نہ شہادت ہے نہ اعلان ہے نہ نان ونفقہ ہے نہ سکنی ہے اور نہ طلاق ہے اور نہ لعان ہے اور نہ ظہار ہے اور نہ ایلاء ہے اور نہ عدّت ہے نہ میراث ہے۔(۲)۔ نیز حق جل شانہ نے فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ میں نکاح کی حد مقرر فرمادی ہے کہ چار سے زیادہ نکاح کی اجازت نہیں اور متعہ میں نہ حد متعین ہے اور نہ کوئی عدد خاص ہے۔(۳)۔ نیز اس رسم قبیح کے جاری ہونے کی صورت میں نکاح کی بھی ضرورت نہیں رہتی اس لئے کہ اکثر نکاح کرنے والے نفسانی خواہش کے پورا کرنے کے لئے نکاح کرتے ہیں اور یہ خواہش جب متعہ سے پوری ہوسکے گی تو پھر نکاح ہی کی کیا ضرورت رہے گی۔

حرمت متعہ

ابتداء اسلام میں حلال اور حرام کے بہت سے احکام رفتہ رفتہ نازل ہوئے چنانچہ شراب اور سود کی حرمت کا حکم نبوّت اور بعثت کے تقریباً پندرہ بیس سال کے بعد نازل ہوا۔

اسی طرح متعہ کے بارے میں حکم خداوندی کے نازل ہونے سے پہلے جاہلیت کے عادت اور رسم ورواج کے موافق لوگ متعہ کیا کرتے تھے اور اب تک اس بارے میں کوئی صریح اور واضح حکم نازل نہ ہوا تھا، سب سے پہلے خیبر کی لڑائی میں جو ہجرت کا ساتواں سال تھا حضور پُرنور نے متعہ اور لحوم حمر اہلیہ کی حرمت کا اعلان فرمایا جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے باسانید صحیحہ مروی ہے۔(بخاری ومسلم)

پھر اس کے بعد ہجرت کے آٹھویں سال کے اخیر میں جنگ اوطاس کا واقعہ پیش آیا صرف تین روز کے لئے متعہ کی اجازت ہوئی اور اباحت کے یہ معنی ہیں کہ جن لوگوں نے حسب سابق متعہ کرلیا تھا اور خیبر میں جو متعہ کی ممانعت کی گئی تھی اُس کا اُن کو علم نہ تھا اس لاعلمی میں جن لوگوں نے متعہ کرلیا (ان پر مواخذہ نہیں کیا گیا) لیکن اس کے بعد جب حضور پُرنور عمرہ کے لئے مکہ معظمہ تشریف لائے تو خانہ کعبہ کے دونوں بازو ہاتھ سے پکڑ کر یہ فرمایا کہ متعہ قیامت تک کے لئے ہمیشہ کے واسطے حرام کیا گیا۔

فتح مکہ کے بعد چونکہ ہزاروں آدمی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے جن کو متعہ کی حرمت کا علم نہ تھا اس لئے ناواقفی کی بناء پر حسب رسم جاہلیت انہی نو مسلموں کے بعض لوگوں نے مقام اوطاس میں لاعلمی کی بناء پر متعہ کیا۔ آنحضرت ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے باب کعبہ پر کھڑے ہو کر متعہ کی دائمی حرمت کا اعلان فرمایا۔

پھر حضور پُر نور نے غزوۂ تبوک میں کچھ عورتوں کو مسلمانوں کے خیمہ کے قریب پھرتے دیکھا تو دریافت فرمایا کہ یہ کون عورتیں ہیں، عرض کیا گیا کہ ان عورتوں سے کچھ لوگوں نے متعہ کیا (معلوم ہوا کہ اس ا وقت یا کسی گزشتہ زمانہ) میں تو آں حضرت ﷺ یہ سُن کر سخت ناراض ہوئے اور غصہ کی وجہ سے چہرۂ مبارک سُرخ ہو گیا اور خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثناء کی اور اس کے بعد متعہ سے منع فرمایا، صحابہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے کبھی متعہ نہیں کیا اور ہمیشہ کے لئے یہ ارادہ کر لیا کہ کبھی متعہ نہیں کریں گے (کذا فی کتاب الاعتبار للامام الحازمی ص ۱۸۰)[۲]

پس آں حضرت ﷺ کا شدید ناراض ہونا حتیٰ کہ چہرۂ مبارک کے رنگ کا سُرخ ہو جانا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ متعہ کی حرمت اور مخالفت آپ پہلے ہی فرما چکے تھے بلکہ دو مرتبہ اس کی حرمت سے آگاہ کر چکے تھے۔ پہلی بار خیبر میں اور دوسری بار غزوۂ اوطاس میں پس دو مرتبہ کی ممانعت کے بعد جب یہ فعل ظہور میں آیا (اگر چہ وہ لاعلمی اور ناواقفیت کی بناء پر تھا) تو حضور پُرنُور کو شدید ناگوار گزرا اور غصہ کے مارے چہرہ سُرخ ہو گیا اور سہ بارہ آپ نے اس کی حرمت کے لئے خطبہ دیا۔ اور تیسری بار اس کی حرمت کا تاکیدی اعلان فرمایا۔ اس کے بعد پھر حجۃ الوداع میں حرمت متعہ کا اعلان عام فرمایا تاکہ خواص اور عوام سب ہی کو اس کی حرمت کا علم ہو جائے۔

بعض راویوں کو تحریم متعہ کے اس بار بار اعلان سے یہ گمان ہو گیا کہ متعہ دو یا تین مرتبہ

---

[۱] بین القوسین عبارت فتح الباری سے ماخوذ ہے۔ [۲] اخرج الامام الحازمی باسنادہ عن جابر بن عبد اللہ الانصاری یقول خرجنا مع رسول اللہ ﷺ الی غزوۃ تبوک حتیٰ اذا کنا عند العقبۃ مما یلی الشام جئن نسوۃ فذکرنا تمتعنا وھن تجئن فی رحالنا او قال یطفن فی رحالنا فجاء نا رسول اللہ ﷺ فنظر الیھن فقال من ھؤلاء النسوۃ فقلنا یا رسول اللہ نسوۃ تمتعنا منھن فغضب رسول اللہ ﷺ حتی احمرت وجنتاہ وتغیر لونہ واشتد غضبہ وقام فینا خطیبا فحمد اللہ واثنی علیہ ثم نہی عن المتعۃ فتوادعنا یومئذ الرجال ولم نعد ولا نعود لہا ابداً اھ

حلال کیا گیا اور دو یا تین مرتبہ حرام کیا گیا حالانکہ دوبارہ اور سہ بارہ اعلان کوئی جدید تحریم نہ تھی بلکہ تحریم قدیم اور نہی سابق کا اعادہ اور تاکید تھی۔

بعد ازاں حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں بعض لوگ ناواقفیت کی بناء پر جن کو تحریم متعہ کی خبر نہ پہنچی تھی اس فعل کا ارتکاب کر بیٹھے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو سخت ناراض ہوئے اور منبر پر چڑھے اور خطبہ دیا اور متعہ کی حرمت کا اعلان فرمایا تاکہ اس کی حرمت میں کوئی شُبہ باقی نہ رہے اور یہ فرمایا کہ میرے اس اعلان کے بعد اب اگر کوئی متعہ کرے گا تو میں اس پر زنا کی حد جاری کروں گا اس وقت سے متعہ بالکل موقوف ہو گیا اور اسی پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا اور عبداللہ بن عباس وغیرہ جو لاعلمی کی بنا پر متعہ کی اباحت کے قائل تھے جب اُن کو متعہ کی حرمت اور ممانعت کا علم ہوا تو اپنے قول سے رجوع کیا جیسا کہ ابوبکر جصاص نے احکام القرآن ص ۱۴۷ ج ۲ میں نہایت تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے حضرات اہلِ علم۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً کی تفسیر میں یہ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہجرت سے ایک یا دو سال پہلے ہوئی اور آٹھ یا نو برس کی عمر تک اپنے والدین کے ساتھ مکّہ معظّمہ میں رہے۔ فتح مکّہ کے بعد ۸ھ میں جب حضرت عباس نے مع خاندان کے ہجرت فرمائی تو ابن عباس اپنے والد محترم کے ساتھ مدینہ منوّرہ حاضر ہوئے اور غزوۂ خیبر۔ (جس میں حرمت متعہ کا اعلان ہوا تھا) وہ ابنِ عباس کے مدینہ منوّرہ آنے سے قبل ہو چکا تھا اور اس عرصہ میں کوئی متعہ کا واقعہ بھی پیش نہیں آیا، اس لئے حضرت عباس کو بذاتِ خود متعہ کے متعلّق کوئی خبر نہیں ہوئی صرف دوسرے صحابہ کی زبانی سُنا اور اس بناء پر فتویٰ دیا کہ جس طرح مجبوری کی حالت میں مردار اور خنزیر مباح ہو جاتا ہے اسی طرح مجبوری کی حالت میں متعہ بھی جائز ہے لیکن بعد میں جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اور دیگر صحابہ نے متعہ کے متعلق قیامت تک کی حرمت اور ممانعت کی روایتیں ابن عباس کو سُنائیں تو ابن عباس نے اس سے رجوع فرمالیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حرمت متعہ کی روایتیں بیشمار آئی ہیں مگر حضرات شیعہ، متعہ کے اس درجہ شیدائی ہیں کہ حضرت علی کی بھی نہیں سُنتے۔

قال الامام ابو جعفر الطحاوی کل ہؤلاء الذین رووا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اطلاقها اخبروا انها کانت فی سفروان النهی لحقهافی ذلك السفر بعد ذلك فمنع منها ولیس احد منهم یخبرانها کانت فی حضرو کذلك روی عن ابن مسعود رضی اللہ عنه (تفسیر قرطبی ص ۱۳۱ ج۵)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جتنے لوگوں نے بھی متعہ کی اباحت اور رخصت کو بیان کیا ہے سب نے بالاتفاق یہی بیان کیا ہے کہ یہ وقتی رخصت فقط حالت سفر میں پیش آئی ہے اور پھر یہ بھی بیان کیا کہ پھر اسی سفر میں اباحت کے بعد متصل فوراً ہی متعہ کی ممانعت کا اعلان ہوا اور ایک راوی بھی ایسا نہیں کہ جو یہ بیان کرتا ہو کہ متعہ کا واقعہ حضر میں پیش آیا ہو اور ایسا ہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے مروی ہے۔

اور اسی طرح امام حازمیؒ فرماتے ہیں۔

وانما کان ذلك فی اسفارهم ولم یبلغنا ان النبی صلی اللہ علیه وسلم اباحه لهم وهم فی بیوتهم اکتاب الاعتبار ص ۱۷۸)

متعہ کی اباحت کا جو واقعہ بھی ہوا وہ جز ایں نیست کہ سفر میں ہوا اور ہم کو کسی ایک راوی سے بھی یہ بات نہیں پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر اور وطن میں رہنے کی حالت میں بھی ان کو متعہ کی اجازت دی ہو یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا کہ وطن میں رہ کر کسی نے متعہ کیا ہو۔

ابتداء اسلام میں کس قسم کا متعہ مباح تھا

جاننا چاہئے کہ لفظ متعہ متاع سے مشتق ہے جس کے معنی نفع قلیل کے ہیں کما قال تعالےٰ اِنَّمَا ہٰذِہِ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ۔ اور مطلّقہ کو جو کپڑوں کا جوڑا دیا جاتا ہے اس کو بھی متعہ اس لئے کہتے ہیں کہ بمقابلہ مہر نفع قلیل ہے۔ کما قال تعالےٰ فَمَتِّعُوْھُنَّ۔ قال

تعالیٰ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ۔ یہ متعہ کے اصل معنی ہوئے اور متعہ کا اطلاق دو معنی پر آتا ہے ایک یہ کہ متعہ سے نکاح مؤقت مراد ہو یعنی ایک مدت معینہ کے لئے گواہوں کے سامنے کسی عورت سے ازدواجی تعلق قائم کیا جائے اور مدت معینہ گزرنے کے بعد بلا طلاق مفارقت واقع ہو جائے لیکن مفارقت کے بعد استبراء رحم کے لئے ایک مرتبہ ایام ماہواری کا انتظار کرے تاکہ دوسرے نطفہ کے ساتھ اختلاط سے محفوظ رہے فقط یہ صورت ابتداء اسلام میں جائز تھی۔ بعد میں ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔ یعنی متعہ بمعنی نکاح موقت ابتداء اسلام میں جائز تھا اور بعد میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا اور متعہ کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص کسی عورت سے یہ کہے کہ میں تجھ سے ایک روز کے لئے متمتع ہوں گا اور اس ایک روزہ یا دو روزہ انتفاع کی تجھکو یہ اجرت دوں گا تو یہ صریح زنا ہے اور عین زنا ہے متعہ کی یہ صورت کبھی بھی اسلام میں جائز اور مباح نہیں ہوئی تاکہ اس کو منسوخ کہا جائے بلکہ متعہ کی صورت کسی دین میں بھی حلال نہیں ہوئی اس لئے کہ متعہ کی یہ صورت صریح زنا ہے اور زنا کسی دین میں کبھی بھی حلال نہیں ہوا البتہ متعہ کی پہلی صورت یعنی نکاح موقت (یعنی مدت معینہ کے لئے گواہوں کی موجودگی میں ولی کی اجازت سے تعلق قائم کرنا اور مدت معینہ گزرنے کے بعد ایک حیض عدت گزارنا) یہ ایک برزخی مقام ہے یعنی یہ نکاح موقت نکاح مطلق اور زنا محض کے درمیان ایک درمیانی درجہ ہے کہ جو نہ زنا محض ہے اور نہ نکاح مطلق ہے کہ جس میں طلاق اور عدت اور میراث ہو نکاح متعہ کی یہ صورت حقیقی نکاح نہیں بلکہ نکاح حقیقی کے ساتھ صرف ظاہری مشابہت ہے کہ متعہ کی اس صورت میں گواہ کی بھی اور ولی کی اجازت کی بھی ضرورت ہے اور مرد سے علیحدہ ہونے کے بعد اگر دوسرے مرد سے متعہ کرنا چاہے تو جب تک ایک مرتبہ حیض نہ آجائے اس وقت تک دوسرے مرد سے متعہ نہیں کر سکتی اس لئے اس صورت کو محض زنا بھی نہیں جا سکتا ایسے نکاح موقت میں (کہ جس میں ابتدا گواہی اور اذن ولی ضروری ہو اور انتہاءً استبراء رحم کے لئے حیض کا آنا ضروری ہو) اور نکاح صحیح و مؤبد میں صرف موقت اور مؤبد اور میراث کا فرق ہے باقی شرائط میں دونوں متفق ہیں۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:۔

روی اللیث بن سعد عن بکیر بن الاشج عن عمار مولی الشرید قال سألت ابن عباس من المتعة اسفاح هی ام نکاح قال لا سفاح ولا نکاح قلت فماهی قال المتعة کماقال تعالٰی۔ قلت هل علیها عدة قال نعم حیضة قلت یتوارثان قال۔ لا (تفسیر قرطبی ص ۱۳۲ ج ۵)

امام لیث بن سعد بکیر بن اشج سے راوی ہیں کہ عمار مولائے شرید کہتے ہیں کہ میں نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعہ کے متعلق یہ سوال کیا کہ متعہ زنا ہے یا نکاح فرمایا متعہ نہ زنا ہے نہ نکاح ہے میں نے پھر سوال کیا کہ آخر وہ ہے کیا۔ فرمایا کہ وہ متعہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر لفظ متعہ کا اطلاق کیا ہے میں نے سوال کیا کہ متعہ والی عورت پر عدت ہے فرمایا کہ ہاں متعہ کی مدت گذرنے کے بعد اس پر ایک حیض کا انتظار کرنا واجب ہے میں نے سوال کیا کہ وہ ایک دوسرے کے وارث ہونگے فرمایا نہیں۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح متعہ بمعنی موقت ایک برزخی مقام ہے یعنی نکاح مطلق اور زنا محض کے درمیان ایک درمیانی درجہ ہے ابتداء اسلام میں صرف یہ صورت بھی ایسی مجبوری کی حالت میں جائز تھی جیسا کہ مجبوری کی حالت میں مردار اور خنزیر حلال ہوجاتا ہے اس کے بعد امام قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

قال ابوعمر لم یختلف العلماء من السلف والخلف ان المتعة نکاح الی اجل لامیراث فیه والفرقة تقع عند انقضاء الاجل من غیر طلاق وقال ابن عطیة وکانت المتعة ان یتزوج الرجل بشاهدین واذن الولی الی اجل مسمی وَعلٰی ان لا میراث بینهما ویعطیها ما اتفقا علیه فاذا انقضت المدة فلیس له علیها سبیل ویستبرئ رحمهالان الولد لاحق فیه بلاشك فان لم تحمل حلت لغیره وفی کتاب النحاس فی هذا خطاء

وان الولد لايلحق فى نكاح المتعة (قلت) هذا هو المفهوم من عبارة النحاس فانه قال انما المتعة ان يقول لها اتزوجك يوما اوما اشبهه ذلك على انه لا عدة عليك ولا ميراث بيننا ولاطلاق ولا شاهد يشهد على ذلك وهذا هو الزنا بعينه ولم يبح قط فى الاسلام ولذا قال عمر لا اوتى برجل تزوج متعة الا غيبتهٔ تحت الحجارة۔[1]

خلاصۂ کلام

یہ کہ احادیث نبویہ میں جس نکاح متعہ کی اباحت اور پھر اس کی حرمت اور ممانعت کا ذکر ہے اس سے یہ عرفی متعہ ہرگز ہرگز مراد نہیں جس کے حضرات شیعہ قائل ہیں بلکہ اس سے وہ نکاح موقت مراد ہے کہ جو نکاح ایک مدت معینہ کے لئے گواہوں کی موجودگی میں ولی کی اجازت سے منعقد ہو اور پھر مدت معینہ گزر جانے کے بعد بلاطلاق کے مفارقت واقع ہو جائے اور پھر اس کے بعد وہ عورت بغیر ایک حیض آئے دوسرے مرد سے متعہ نہ کر سکے فقط یہ صورت ابتداء اسلام میں بایں معنی جائز اور مباح تھی کہ شریعت میں اس خاص صورت کی ممانعت اور حرمت کا ابھی تک کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا جیسا کہ شراب اور سود کے ابتداء اسلام میں مباح اور حلال ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ابتداء اسلام میں حق تعالیٰ کی طرف سے شراب اور سود کی ممانعت اور حرمت کا ابھی تک کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اور جن لوگوں نے ممانعت سے پہلے شراب پی یا سود لیا، شریعت کی طرف سے ان پر کوئی حد جاری نہیں کی گئی اور نہ ان کو کوئی سزا دی گئی یہاں تک کہ شراب اور سود کی حرمت کا حکم نازل ہو گیا۔

ابتداء اسلام میں شراب اور سود کے حلال ہونے کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ شریعت کی طرف سے اجازت تھی کہ جس کا جی چاہے شراب پیئے اور جس کا جی چاہے سود لے اسی طرح متعہ بمعنی نکاح موقت کے ابتداء اسلام میں جائز اور مباح ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ابتداء

---

[1] تفسیر قرطبی، ج:۵، ص:۱۳۲

اسلام میں نکاح متعہ بمعنی نکاح موقت کی ممانعت نہ تھی، معاذ اللہ یہ معنی نہیں کہ حضور پُرنور نے قولاً نکاح متعہ کی اجازت دی تھی نکاح متعہ کی حرمت کا پہلا اعلان غزوۂ خیبر میں ہوا اور پھر غزوۂ اوطاس میں اور پھر غزوۂ تبوک میں اور پھر حجۃ الوداع میں تا کہ عوام وخواص کو اس کی حرمت کا خوب علم ہو جائے اور حضور پُرنور کا حرمت متعہ کے متعلق یہ بار بار اعلان اسی پہلے اعلانِ حرمت کی تاکید کے لئے تھا کہ جو آپ غزوۂ خیبر میں فرما چکے تھے، کوئی جدید حکم نہ تھا۔ باقی شیعوں والا متعہ کہ مرد عورت سے ایک دن یا دو دن ایک گھنٹے یا دو گھنٹے کے لئے معاوضہ طے کر کے استفادہ کرے تو یہ خالص زنا اور صریح بدکاری ہے یہ صورت کبھی بھی اسلام میں جائز نہیں ہوئی چہ جائیکہ منسوخ ہو جیسے زنا نہ کبھی مباح ہوا اور نہ منسوخ ہوا۔

بلکہ

ابتداء آفرینش عالم سے لے کر اب تک سوائے مذہب شیعہ کے کسی دین اور مذہب میں متعہ جائز نہیں ہوا، معاذ اللہ اگر شیعوں والا متعہ جائز ہو جائے تو پھر نسب میں بھی خلل واقع ہوگا اور اولاد بھی ضائع ہوگی اور وارث اور مورث کی تمیز نہ ہوگی اور نہ یہ معلوم ہوگا کہ کون بیٹا ہے اور کون بھائی، نیز میراث اور طلاق اور عدت کے جو احکام شریعت میں آئے ہیں وہ سب معطل ہو جائیں گے نیز شریعت نے نکاح میں جو چار عورتوں کی حد مقرر کی ہے وہ بھی معطل ہو جائے گی اس لئے کہ متعہ میں نہ چار کی قید ہے نہ عدت ہے اور نہ طلاق ہے اور نہ میراث ہے، ایک متعہ کے قائل ہونے سے قرآن وحدیث کے یہ تمام احکام یکلخت معطل ہوئے جاتے ہیں بلکہ نکاح کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔ مرد اپنی حاجت متعہ سے پوری کرلیں گے اور عورتیں اپنے نان نفقہ اور دُکھ اور دَرد کے مستقل کفیل اور ذمہ داری سے محروم ہو جائیں گی اور چلتے پھرتے اوباشوں پر ان کی نظر ہوگی اور پھر دورِ شباب گزرنے کے بعد کون ان کا کفیل اور ذمہ دار ہوگا۔ حضرات شیعہ غور کریں کہ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی ذلت اور مصیبت کا منظر ہو سکتا ہے، شیعوں کو چاہیے کہ دل وجان سے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شکر گزار ہوں کہ جس نے اپنے دورِ خلافت میں اس بے حیائی کا نام ونشان بھی مٹا دیا۔

تحریم متعہ کے اگر تفصیلی دلائل اور اس کے مفاسد معلوم کرنے ہوں تو حضرات اہلِ علم احکام القرآن للجصاص ص ۱۴۶ ج ۲ تا ص ۱۱۵ ج ۲ اور تحفہ اثنا عشریہ اور فتاویٰ عزیزیہ کی مراجعت کریں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حرمت متعہ کی ایک وجدانی دلیل

ہر شریف الطبع اور باعزت انسان اپنے اور اپنی بیٹی اور بہن کے نکاح کے اعلان کو فخر سمجھتا ہے اور غایت مسرّت اور انبساط کے ساتھ ولیمۂ نکاح پر اقارب اور احباب کو مدعو کرتا ہے بخلاف متعہ کے کہ اس کو چھپاتا ہے اور اپنی بیٹی اور بہن اور ماں کی طرف متعہ کی نسبت کرنے سے عار محسوس کرتا ہے، آج تک کسی ادنیٰ غیرت مند بلکہ کسی بے غیرت کے متعلق بھی یہ نہیں سنا گیا کہ اُس نے کسی مجلس میں بطور فخر یا بطور ذکر ہی یہ کہا ہو کہ میری بیٹی اور بہن اور میری ماں نے اتنے متعے کیے ہیں۔ نیز تمام عقلاء نکاح پر مرد اور عورت کو اور اس کے والدین کو مبارک باد دیتے ہیں مگر متعہ کے متعلق کہیں مبارک باد دیتے نہیں سُنا۔

مہاجرین حبشہ کی جبش سے واپسی

جو مہاجرین مکّہ سے حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے جب ان کو یہ علم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو اکثر ان میں سے حبشہ سے مدینہ چلے آئے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت مدینہ پہنچے کہ جب آپ بدر کی تیاری فرما رہے تھے[1]

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی ساتھ جو چند آدمی رہ گئے تھے وہ اس روز پہنچے کہ جس روز خیبر فتح ہوا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر کو گلے لگایا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور بعد ازاں یہ فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا کہ مجھکو فتح خیبر کی مسرّت زیادہ ہے یا جعفر کے آنے کی۔ (رواہ البیہقی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

---

[1] فتح الباری، ج: ۷، ص: ۱۴۵

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو حضرت جعفر کے ساتھ آئے تھے) راوی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت پہنچے کہ جب آپ خیبر فتح فرما چکے تھے۔ مال غنیمت میں سے ہم کو بھی حصہ عطا فرمایا ہمارے سوا جو فتح خیبر میں شریک نہ تھا کسی کو حصہ نہیں دیا۔

یہ بخاری کی روایت ہے بیہقی کی روایت میں ہے کہ مسلمانوں سے کہہ کر ان لوگوں کو غنیمت میں شریک فرمایا۔[1]

فتح وادی القریٰ و تیماء

فتح خیبر کے بعد آپ نے وادی القریٰ کا رُخ فرمایا۔ چار دن کے محاصرہ کے بعد فتح فرمایا آپ کا غلام مِدعَم آپ کا کجاوہ اُتار رہا تھا کہ ایک ناگہانی تیر آ کر لگا جس سے وہ شہید ہوا۔ لوگوں نے کہا اس کو شہادت مبارک ہو، آپ نے فرمایا نہیں۔ خدا کی قسم جس چادر کو اس نے مال غنیمت میں سے چُرایا ہے وہ آگ بن کر اس پر مشتعل ہوگی۔ ایک شخص نے جب آپ کو یہ کہتے سُنا تو ایک جوتی کا تسمہ لے کر آیا آپ نے فرمایا جوتی کا ایک تسمہ بھی (خیانت کیا ہوا) جہنم سے ہے (رواہ البخاری)

اہلِ تیماء کو جب وادی القریٰ کے فتح کا حال معلوم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جزیہ پر صلح کر لی۔[2]

مراجعت اور واقعہ لیلۃ التعریس

وادی القریٰ اور تیماء کی فتح کے بعد آپ مدینہ منورہ واپس ہوئے۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر ایک وادی میں اخیر شب میں آرام لینے کی غرض سے نزول فرمایا۔ اتفاق سے کسی کی آنکھ نہیں کھلی یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو گیا سب سے پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور گھبرا کر اٹھے اور صحابہ کو جگایا اور اس وادی سے کوچ کرنے کا حکم دیا کہ یہاں شیطان ہے اس وادی سے نکل کر آپ نے نزول فرمایا۔ اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ وضو

---

[1] زرقانی ج:۲ ص:۲۴۶۔ [2] زرقانی، ج:۲ ص:۲۴۷، فتح الباری، ج:۵، ص:۱۷

کرکے صبح کی دو رکعت سنتیں پڑھیں بعد ازاں بلال نے اقامت کہی اور جماعت کے ساتھ صبح کی نماز قضا کی گئی۔ (رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

فوائد

(۱)۔نماز اور عبادت میں حضرات انبیاء اللہ (علیہم الف الف صلوات اللہ) کو غفلت کی وجہ سے کبھی سہو نہیں ہوتا بلکہ من جانب اللہ سہو میں مبتلا کیے جاتے ہیں تا کہ امت کو سہو کے مسائل معلوم ہوں لہٰذا اگر آپ کو یہ سہو نہ پیش آتا تو امت کو فوت شدہ نمازوں کی قضاء کا مسئلہ کیسے معلوم ہوتا اور اگر ظہر یا عصر کی دو یا تین رکعت پر آپ بھول کر سلام نہ پھیر دیتے (جیسا کہ حدیث ذوالیدین میں ہے) تو امت کو سجدہ سہو کا مسئلہ کہاں سے معلوم ہوتا۔

سُبحان اللہ خدا کی کیا حکمتیں اور کیا رحمتیں ہیں کہ جن حضرات کو نبوّت و رسالت کا خلعت پہنا کر تشریع احکام کی مسند پر بٹھلایا۔اُن کے سہو اور نسیان کو بھی تشریع احکام کا ایک ذریعہ بنا دیا حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر سہو و نسیان نہ پیش آتا تو توبہ اور استغفار کی سنّت کہاں سے معلوم ہوتی۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ[1] کہہ کر قیامت تک کے لئے خداوند ذوالجلال کی رضا اور خوشنودی اور ابلیس کی ذلّت اور رسوائی کا طریقہ بتلا گئے۔قربان جایئے ایسے سہو و نسیان کے کہ جس سے ہمیشہ کے لئے رحمتوں کا دروازہ کھل گیا۔

حضرات عارفین کے کلام میں صدّیق اکبر کا یہ مقولہ نقل کیا جاتا ہے۔

يا ليتني كنت سهو محمد صلى الله عليه وسلّم۔	کاش میں سر تا پا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا سہو ہوتا۔

غالباً صدّیق اکبر نے یہ سمجھ کر کہ حضرات انبیاء کا سہو کس درجہ موجب خیر و برکت اور کس درجہ عند اللہ مقبول ہوتا ہے۔یہ تمنا فرمائی۔واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(۲)۔اسی حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا۔

کہ جس جگہ عبادت سے ذہول اور غفلت پیش آجائے تو مستحب یہ ہے کہ اُس جگہ کو

---

[1] سورۃ الاعراف، آیۃ:۲۳

چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو جائے بظاہر یہ انتقال مکانی ہجرت کبریٰ کا ایک نمونہ معلوم ہوتا ہے جس کو اگر ہجرت صغریٰ کے نام سے موسوم کیا جائے تو شاید بیجا نہ ہو جس جگہ اللہ جل جلالہ کی طاعت دشوار ہو جائے اور اُس کی معصیتوں کا بازار گرم ہو جائے ایسی جگہ کو چھوڑ کر ایسے مقام پر جا کر سکونت اختیار کر لینا کہ جہاں اللہ عزوجل کی طاعت اور بندگی آسان ہو شرعاً واجب ہے اور اسی کو ہجرت کبریٰ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

اور جس جگہ پر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غفلت پیش آجائے اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری قریبی جگہ میں جا کر عبادت کا بجالانا مستحب ہے اسی کو ہم نے ہجرت صغریٰ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ع

(واذا ابنا بک منزل فتحول) جب تجھکو کوئی منزل ناموافق آئے تو وہاں سے کوچ کر۔ باقی رہ گئے ہجرت کے احکام سو اُن کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم کی جائے۔

زفاف ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

اسی سال اُم حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا حبشہ سے مدینہ آئیں جن سے حضور پُر نور نے نجاشی کے توسط سے نکاح فرمایا تھا جن کے نکاح کا مفصل واقعہ انشاء اللہ ازواج مطہرات کے بیان میں آئے گا۔

عمرۃ القضاء

ذی قعدۃ الحرام ۷ھ

صلح حدیبیہ میں قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ امسال بغیر عمرہ کئے ہوئے واپس چلے جائیں اور سال آئندہ عمرہ کے لئے آئیں اور عمرہ کر کے تین دن میں واپس ہو جائیں اس بناء پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ کا چاند دیکھ کر صحابہ کو حکم دیا کہ اُس عمرہ کی قضا کے لئے روانہ ہوں جس سے مشرکین نے حدیبیہ میں روکا تھا اور یہ بھی حکم دیا کہ جو لوگ حدیبیہ میں

شریک تھے ان میں سے کوئی رہ نہ جائے۔ چنانچہ بجز ان لوگوں کے کہ جو اس عرصہ میں شہید ہو چکے تھے یا وفات پا چکے تھے کوئی شخص بغیر شریک ہوئے باقی نہ رہا۔ (طبقات ابن سعد ص ۸۷ ج ۲۔ زرقانی ص ۲۵۴ ج ۲) [1]

اس طرح دو ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ آپ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے ہدی کے ستر اونٹ آپ کے ہمراہ تھے ذوالحلیفہ پہنچ کر مسجد میں آپ نے اور صحابہ نے احرام باندھا۔ لبیک کہتے ہوئے روانہ ہوئے احتیاطاً ہتھیار ساتھ رکھ لئے مگر چونکہ معاہدۂ حدیبیہ میں یہ شرط تھی کہ ہتھیار ساتھ نہ لائیں اس لئے ہتھیار بطن یا جج میں چھوڑ دیئے جو مکہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے اور دو سو آدمیوں کا ایک دستہ ان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا۔ اور آپ مع اصحاب کے تلبیہ کہتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے۔ (طبقات ابن سعد ص ۸۷ ج ۲)

اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی ناقہ قصواء کی مہار پکڑے ہوئے یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے آگے تھے:

خلّوا بنی الکفار عن سبیله — قَدْ أَنْزَلَ الرَّحْمٰن فِي تَنْزِيْلِهٖ
اے کافرو آپ کا راستہ چھوڑ دو — اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ حکم نازل کیا ہے

بان خیر القتل فی سبیله — نحن قتلنا کم علی تاویله

كَمَا قَتَلْنَا كم علي تَنْزِيْلِهٖ

---

[1] قال ابن اسحق خرج النبی ﷺ فی ذی القعدة مثل الشهر الذی صدفیه المشرکون معتمرا عمرة القضاء مکان عمرته التی صدوه عنها...... وقال الحاکم فی الاکلیل تواترت الاخبار انه ﷺ لما هل ذو القعدة امرا صحابه ان یعتمروا قضاء عمرتهم وان لا یتخلف احد منهم شهد الحدیبیة فخرجوا الامن استشهد وخرج معه آخرون معتمرین فکانت عدتهم الفین سوی النساء والصبیان قال وتسمی ایضا عمرة الصلح (فتح الباری ص ۳۸۲ ج ۷)
حاکم اکلیل میں میں فرماتے ہیں کہ احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذیقعدہ کا چاند دیکھکر اُس عمرہ کی قضاء کا حکم دیا جس کو حدیبیہ میں قریش کے روکنے کی وجہ سے نہیں کر سکتے تھے اور یہ تاکید فرمائی کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی رہ نہ جائے چنانچہ سوائے ان لوگوں کے کہ جو اس اثناء میں شہید ہو گئے سب آپ کے ساتھ عمرہ کی قضاء کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی آپ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے جن کی مجموعی تعداد عورتوں اور بچوں کے سوا دو ہزار تھی اور اس عمرہ کو عمرۃ الصلح بھی کہتے ہیں ۱۲ بہر حال ان روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہے کہ اگر کسی وجہ سے عمرہ اور حج نہ کر سکے تو سال آئندہ اسکی قضاء واجب ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہی مسلک ہے تفصیل کے لئے کتب فقہیہ کی مراجعت کی جائے ۱۲۔

کو بہترین قتل وہ ہے کہ خدا کی راہ میں ہو ہم نے تم سے جہاد و قتال کیا اس کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے جیسے قرآن منزل من اللہ کے نہ ماننے کی وجہ سے تم سے قتال کیا۔

اور بیہقی کی روایت میں اس کے بعد یہ زیادہ ہے۔

الیوم نضربکم علی تنزیله　　ضَرْبًا یُزِیل الهام عن مقیله

آج اللہ کے حکم کے مطابق ایسا ماریں گے کہ تمہاری کھوپڑی سر سے الگ ہو جائے۔

ویذهل الخلیل عن خلیله　　یارب انی مؤمن بقیله

اور دوست کو دوست سے بے خبر بنا دے اے اللہ میں اس کے قول پر ایمان رکھتا ہوں۔

اور ابن اسحٰق کی روایت میں ہے۔

یارب انی مؤمن بقیله　　انی رأیت الحق فی قبوله

میں اُس کے قبول کرنے ہی کو حق سمجھتا ہوں

حضرت عمر نے کہا اے ابن رواحہ تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور اللہ کے حرم میں شعر پڑھتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر رہنے دو یہ شعر کافروں کے حق میں تیر باری سے زیادہ سخت ہیں۔ (رواہ الترمذی والنسائی وقال الترمذی حسن غریب) یہ تمام تفصیل فتح الباری ص ۳۸۳ ج ۷ میں مذکور ہے۔

ابنِ سعد کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا، اے عمر میں سُن رہا ہوں۔ اور عبداللہ بن رواحہ کو یہ حکم دیا کہ اے ابن رواحہ یہ پڑھو۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ۔ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدَهٗ۔ وَهَزَمَ الْاَحْزَاب وَحْدَهٗ۔ عبداللہ بن رواحہ کے ساتھ اور صحابہ بھی ان کلمات کو پڑھتے جاتے تھے۔ اس شان سے مکہ میں داخل ہوئے بیت اللہ کا طواف کیا اور سعی بین الصفا والمروہ کر کے ہدی کو نحر فرمایا اور حلال ہو گئے بعد ازاں کچھ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بطن یاجج چلے جائیں اور جو آدمی اسلحہ کی حفاظت کے لئے وہاں چھوڑ دیئے گئے تھے وہ آ کر طواف اور سعی کر لیں اور یہ فرما کر کعبۃ اللہ کے اندر تشریف لے گئے۔ ظہر تک اندر ہی رہے آپ کے حکم سے خانہ کعبہ کی چھت پر حضرت بلال نے ظہر کی اذان دی۔[2]

---

[1] علی تاویله اور علی تنزیله کا یہ مطلب علامہ زرقانی نے بیان کیا ہے یعنی علی انکار تاویله وعلی انکار تنزیله اور ممکن ہے کہ یہ معنی ہوں کہ ہم تم سے جہاد و قتال اس کے حکم کے مطابق کرتے ہیں۔ ۱۲

[2] الطبقات الکبریٰ، ج:۲، ص:۸۸

قریش نے اگرچہ ازروئے معاہدہ آپ کو عمرہ کرنے کی اجازت دے دی لیکن شدّت غیظ اور غایت حسد کی وجہ سے آپ کو اور آپ کے صحابہ کو دیکھ نہ سکے اس لئے سردارانِ قریش اور اُن کے کبراء واشراف مکّہ مکرمہ چھوڑ کر پہاڑوں میں چلے گئے [۱]

حضرت میمونہ سے نکاح

اداءِ عمرہ کے بعد رسول اللہ ﷺ تین دن مکّہ میں مقیم رہے اور حضرت میمونہ بنت الحارث سے نکاح [۲] فرمایا جب تین دن گذر گئے تو قریش نے چند آدمی آپ کی خدمت میں بھیجے کہ مدّت گزر گئی ہے آپ چلے جائیں آپ نے فرمایا اگر تم مہلت دو تو مکّہ میں میمونہ بنت الحارث کی عروسی اور دعوت ولیمہ کرلوں، ان لوگوں نے نہایت ترشروئی سے یہ جواب دیا کہ ہمیں آپ کے ولیمہ اور دعوت کی ضرورت نہیں آپ چلے جایئے۔

آپ نے فوراً صحابہ کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور اپنے غلام ابورافع کو حضرت میمونہؓ کے پاس چھوڑ گئے، وہ ان کو لے کر مقام سرف آپ کے پاس لائے یہاں آپ نے عروسی فرمائی۔ اور یہاں سے چل کر ماہ ذی الحجہ میں داخل مدینہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْشَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَاتَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا۔ [۳]

عمرۃ القضاء سے فارغ ہو کر جب آں حضرت ﷺ مکّہ مکرمہ سے روانہ ہونے لگے تو حضرت حمزہ کی چھوٹی صاحب زادی آپ کو چچا [۴] چچا پکارتی ہوئی آپ کے پاس آئیں حضرت علی نے فوراً ان کو اٹھالیا اب حضرت علی اور حضرت جعفر اور حضرت زید بن حارثہ میں اختلاف ہوا۔ ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ میری پرورش میں رہے حضرت علی نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی

۱؎ زرقانی، ج:۲، ص:۲۵۵۔ ۲؎ صحیح بخاری کے متعدد مواضع میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حلال ہونے کے بعد نکاح کیا، صحیح بخاری کی روایت سب سے صحیح ہے جیسا کہ حافظ عسقلانی نے فتح الباری میں تصریح کی ہے تفصیل کے لئے شروح حدیث کی مراجعت کی جائے۔ ۱۲ ۳؎ سورۃ الفتح، آیۃ:۲۷، ابن ہشام، ج:۲، ص:۲۰۲۔

۴؎ حضرت حمزہ آپ کے رضاعی بھائی تھے۔ اس رشتہ سے آپ چچا ہوئے۔

ہے اور میں نے اُس کو اٹھا لیا ہے حضرت جعفر نے کہا میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے حضرت زید نے کہا کہ میرے اسلامی اور دینی بھائی کی لڑکی ہے۔

آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ لڑکی اپنی خالہ کے پاس رہے اور یہ ارشاد فرمایا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ (رواہ البخاری عن براء بن عازب)

سریۂ اخرم بن ابی العوجاء

ذی الحجہ ۷ھ

ماہ ذی الحجہ میں اخرم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ بنی سُلَیم کو دعوتِ اسلام دینے کی غرض سے روانہ فرمایا بنی سلیم نے کہا ہمیں اسلام کی ضرورت نہیں اور تیر اندازی کر کے مسلمانوں کی اس قلیل جماعت کو شہید کر دیا صرف اخرم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ یہ زخموں کی وجہ سے نیم جان ہو گئے تھے بعد میں زندہ ہو کر صفر کی پہلی تاریخ کو مدینہ پہنچے۔[1]

سَریۂ غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ تعالٰی عنہ صفر ۸ھ

صفر ۸ھ میں آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غالب بن عبداللہ لیثی کو مقام کدید کی جانب بنی الملوح پر حملہ کرنے کے لئے ایک جماعت کے ساتھ روانہ فرمایا ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر شب خون مارا اور اُن کے اُونٹ پکڑ کے مدینہ کی جانب روانہ ہوئے بنی المُلوح کی ایک جماعت مسلمانوں کے تعاقب میں دوڑی اسی وقت من جانب اللہ اتنی زور کی بارش ہوئی کہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان میں جو ایک وادی حائل تھی وہ پانی سے بھر گئی اور وہ لوگ مسلمانوں تک نہ پہنچ سکے اس طرح مسلمان صحیح و سالم مدینہ منورہ پہنچے۔[2]

بعض سَرایا

غزوۂ خیبر اور غزوۂ موتہ کے درمیان حضور پُر نُور نے اور بھی چھوٹے چھوٹے سَریے روانہ فرمائے جو بحمدہ تعالٰی کامیاب واپس آئے۔[3]

---

[1] الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج:۲ ص:۸۹۔ [2] زرقانی، ج:۲ ص:۲۶۶ [3] ایضاً۔

اسلام خالد بن الولید وعثمان بن طلحہ وعمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اسی عرصہ میں اسلام کے مشہور سپہ سالار خالد بن ولید اور عرب کے مشہور عاقل عمرو بن العاص مسلمان ہوئے ان کے زمانہ اسلام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ صفر ۸ھ میں مشرف باسلام ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ خیبر کے بعد ۷ھ میں مسلمان ہوئے۔

یہ امر روایت صحیحہ اور صریحہ سے ثابت ہے کہ غزوۂ حدیبیہ کے وقت خالد بن ولید کفار کی فوج میں تھے اور آئندہ غزوۂ موتہ کے بیان میں بخاری کی روایت سے معلوم ہو جائے گا کہ خالد بن ولید غزوۂ موتہ میں شریک ہوئے اور اخیر میں یہی امیر ہوئے اور انہی کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے فتح دی معلوم ہوا کہ صلح حدیبیہ اور غزوۂ موتہ کے درمیانی مدت میں مسلمان ہوئے ہیں۔

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ جل شانہ نے میرے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی، یکایک میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں جس لڑائی میں بھی قریش مکہ کی طرف سے آں حضرت ﷺ کے مقابلہ میں جاتا ہوں اور پھر واپس آتا ہوں واپسی پر میرے دل کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ دل اندر سے یہ کہتا ہے کہ تیری یہ تمام کوشش اور یہ تمام جدو جہد لا حاصل اور بے سود ہے اور تحقیق محمد (ﷺ) ضرور غالب ہوں گے چنانچہ حدیبیہ کے موقع پر میں مشرکین مکہ کے سواروں میں سے تھا تو میں نے آپ کو مقام عسفان میں دیکھا کہ آپ اصحاب کو صلاۃ الخوف پڑھا رہے ہیں میں نے ارادہ کیا کہ نماز کی حالت میں حضور پر حملہ کروں مگر حضور میرے ارادہ سے مطلع ہو گئے اور میں حملہ نہ کر سکا تو اس وقت میں سمجھ گیا کہ یہ شخص من جانب اللہ مامون اور محفوظ ہے غیب سے اس کی حفاظت ہو رہی ہے میں ناکام واپس ہو گیا۔

اور آں حضرت جب قریش سے صلح کر کے واپس ہوئے تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ قریش کی قوت اور شوکت ختم ہوئی اور شاہ حبشہ یعنی نجاشی آپ کا پیرو ہو چکا ہے اور آپ کے اصحاب حبشہ میں امن وامان کے ساتھ رہتے ہیں اب اس کے سوا کیا صورت ہے کہ میں ہرقل شاہ روم کے پاس چلا جاؤں اور وہاں جا کر یہودی یا نصرانی ہو جاؤں اور عجم کے تابع اور

ماتحت رہ کر عجم کی زندگی گزاروں یا اور چند روز اپنے وطن ہی میں رہ کر دیکھوں کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے اسی خیال میں تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سال آئندہ عمرۃ القضاء کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اُس وقت میں مکہ سے نکل گیا اور روپوش ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ سے فارغ ہو گئے تو میرا بھائی ولید بن ولید جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، اس نے مجھے تلاش کیا مگر میں نہ ملا بعد ازاں میرے بھائی نے میرے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَما بعد فاني لم اراعجب من ذهاب رأيك عن الاسلام وعقلك عقلك ومثل الاسلام جهله احد وقد سألني رسول الله صلى الله عليه وسلم عنك وقال اين خالد فقلت ياتى الله به فقال مثله جهل الاسلام ولو كان جعل نكايته وجده مع المسلمين كان خيراله ولقدمناه على غيره فاستدرك يا اخى ماقد فاتك من مواطن صالحة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
اما بعد۔ میں نے اس سے زیادہ کوئی تعجب خیز امر نہیں دیکھا کہ تیری رائے اسلام جیسے پاکیزہ مذہب کے قبول کرنے سے منحرف ہے حالانکہ تیری عقل تیری عقل ہے (جو معروف ومشہور ہے) اور اسلام جیسے پاکیزہ مذہب سے کسی کا بے خبر رہنا نہایت تعجب خیز ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تمہارا حال دریافت کیا اور فرمایا کہ خالد کہاں ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ عنقریب اللہ تعالیٰ اُس کو لے کر آئے گا۔ آپ نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ اس جیسا عاقل اسلام جیسے پاکیزہ مذہب سے بے خبر وناداں ہو ۔نے اور فرمایا کہ اگر خالد مسلمانوں کے ساتھ مل کر دینِ حق کی مدد کرتا اور اہلِ باطل کا مقابلہ کرتا تو یہ اس کے لئے بہتر ہوتا اور ہم اُس کو دوسروں پر مقدم رکھتے۔ پس اے بھائی تجھ سے عمدہ مقامات فوت ہو گئے ہیں تو ان کی تلافی اور تدارک کر لے ابھی تدارک کا وقت ہے۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں سدا دور دوراں دکھاتا نہیں

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ میرے بھائی کا یہ خط جب میرے پاس پہنچا تو اس خط نے میری رغبت اسلام میں اور زیادہ کردی اور سفر ہجرت کا ایک خاص نشاط اور انبساط دل میں پیدا ہو گیا اور آنحضرت ﷺ نے میرے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا اس نے مجھکو مسرور کیا اور اسی اثناء میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں تنگ بلاد میں ہوں جن میں قحط ہے میں اس قحط اور تنگ علاقہ سے نکل کر سرسبز اور کشادہ شہروں میں چلا گیا ہوں میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ خاص خواب ہے جو میری تنبیہ کے لئے مجھ کو دکھلایا گیا ہے۔ میں مکّہ مکرمہ حاضر ہوا اور اسباب سفر مہیا کر کے مدینہ کی طرف چلا اور یہ چاہا کہ کوئی اور بھی میرے ساتھ ہو جائے میں نے صفوان بن امیہ سے ملاقات کی اور کہا کہ تم دیکھتے ہی نہیں کہ محمد (ﷺ) نے عرب وعجم پر غلبہ پالیا۔ اگر ہم محمد (ﷺ) کے پاس جائیں اور ان کا اتباع کریں تو یہ ہمارے لئے بہتر ہوگا، محمد کا شرف ہمارا شرف ہوگا، صفوان نے نہایت سختی سے انکار کیا اور یہ کہا کہ اگر روئے زمین پر میرے سوا کوئی بھی محمد (ﷺ) کے اتباع سے باقی نہ رہے تو میں جب بھی آپ کا اتباع نہ کروں گا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس شخص کا باپ اور بھائی بدر میں مارے گئے ہیں اس لئے اس سے کوئی توقع نہیں کی جاسکتی بعد ازاں میں عکرمہ بن ابی جہل سے ملا اور جو بات میں نے صفوان سے کہی تھی وہی عکرمہ سے کہی۔ عکرمہ نے بھی مجھے وہی جواب دیا جو صفوان نے دیا تھا خالد کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر گیا اور اونٹنی کو تیار کیا اور یہ خیال کیا کہ لاؤ عثمان بن طلحہ سے ملاقات کرلوں وہ میرا اچھا دوست ہے لیکن مجھ کو اس کے باپ دادا کا قتل ہونا یاد آیا اور متردد ہو گیا کہ عثمان سے ذکر کروں یا نہ کروں پھر یہ خیال آیا کہ ذکر کرنے میں میرا کیا نقصان ہے میں تو اب جا ہی رہا ہوں، چنانچہ میں نے عثمان بن طلحہ سے وہی امر ذکر کیا جو صفوان سے ذکر کیا تھا عثمان بن طلحہ نے میرے مشورہ کو قبول کیا اور کہا کہ میں بھی مدینہ چلتا ہوں مقام یأجج میں تم سے مل لوں گا، تم اگر پہلے پہنچ جاؤ تو میرا انتظار کرنا اور اگر میں پہلے پہنچ گیا تو میں تمہارا انتظار کروں گا۔

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ میں بھی روانہ ہوا اور حسب وعدہ مقام یأجج میں عثمان بن طلحہ مجھے مل گئے علی الصباح ہم دونوں وہاں سے روانہ ہوئے ہم دونوں جب مقام ھَدّہ میں پہنچے

تو عمرو بن عاص سے ملاقات ہوئی کہ وہ بھی اسلام کے ارادہ سے مدینہ جا رہے ہیں عمرو بن العاص نے ہم کو دیکھ کر مرحبا کہا ہم نے بھی مرحبا کہا اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو کہا کہ اسلام میں داخل ہونے اور محمد ﷺ کے اتباع کے ارادہ سے جا رہا ہوں ہم نے کہا کہ ہم بھی اسی ارادہ سے نکلے ہیں۔

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ اس طرح ہم تینوں ساتھ ہو لئے اور مدینہ میں داخل ہوئے اور اپنے سواری کے اونٹ مقام حرہ میں بٹھلائے کسی نے ہماری خبر آں حضرت ﷺ کو پہنچائی آپ ہماری آمد کی خبر سُن کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ مکّہ نے اپنے جگر گوشوں کو پھینک دیا ہے، خالد کہتے ہیں کہ میں نے عمدہ کپڑے پہنے اور آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے چلا راستہ میں مجھے میرا بھائی ولید آملا اور کہا کہ جلدی چلو رسول اللہ ﷺ کو تمھاری آمد کی خبر پہنچ گئی ہے حضور پُرنور تمھاری آمد سے بہت مسرور ہوئے اور تمھارے منتظر ہیں ہم تیزی کے ساتھ چلے اور حضور پُرنور کی خدمت میں حاضر ہوئے، آں حضرت ﷺ مجھے دیکھکر مسکرائے میں نے کہا السّلام علیک یا رسول اللہ آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے میرے سلام کا جواب دیا میں نے عرض کیا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمد ارسول اللہ آپ نے ارشاد فرمایا قریب ہو جاؤ اور یہ فرمایا:

الحمدللّٰه الذی هداك قد کنت اری لك عقلا رجوت ان لایسلمك الا الی خیر۔	حمد ہے اُس ذات پاک کی جس نے تجھے اسلام کی توفیق دی میں دیکھتا تھا کہ تجھ میں عقل ہے اور امید کرتا تھا کہ وہ عقل تجھکو خیر اور بھلائی کی طرف تیری رہنمائی کرے گی۔

خالد کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ آپ دیکھتے تھے کہ میں مقامات جنگ میں آپ کے اور حق کے مقابلہ میں حاضر ہوتا تھا (جس سے میں شرمندہ اور نادم ہوں) اس لئے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے لئے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری ان تمام خطاؤں کو معاف کردے آپ نے ارشاد فرمایا:

الاسلام یجب ما کان قبله	اسلام ان تمام امور کا خاتمہ کر دیتا ہے جو اس سے پہلے ہو چکے ہیں۔

میں نے پھر یہی درخواست کی تو آپ نے میرے لئے یہ دُعا فرمائی۔

اللّٰھم اغفر لخالد بن الولید کل ما اوضع فیه من صد عن سبیل اللّٰه	اے اللہ تو خالد بن ولید کی اُن تمام خطاؤں کو معاف کردے جو خالد نے خدا تعالیٰ کی راہ سے روکنے کیلئے کی ہیں۔

خالد کہتے ہیں کہ میرے بعد۔ عثمان بن طلحہ اور عمرو بن العاص آگے بڑھے اور حضور پُر نور کے دست مبارک پر بیعت کی یہ تمام تفصیل البدایة والنہایة میں ہے اور اسی طرح خصائص کبریٰ للسیوطی میں مذکور ہے [1]

عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ حضور پُر نور کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد پہلے خالد بن ولید نے بیعت کی اور پھر عثمان بن طلحہ نے بیعت کی پھر میں بیعت کے لئے آگے بڑھا مگر اس وقت میری حالت یہ تھی۔

فواللّٰه ماھو الا ان جلست بین یدیه فما استطعت ان ارفع طرفی حیاء منه قال فبایعته علی ان یغفرلی ماتقدم من ذنبی ولم یحضرنی ماتأخر فقال ان الاسلام یجب ماکان قبله والھجرة تجب ما کان قبلھا۔	خدا کی قسم میں حضور کے سامنے بیٹھ تو گیا۔ مگر شرم اور ندامت کی وجہ سے آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ نہیں سکتا تھا عمرو کہتے ہیں کہ بالآخر میں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور عرض کیا کہ اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ میری تمام گذشتہ خطائیں اور قصور معاف کردیئے جائیں عمرو کہتے ہیں کہ اُس وقت یہ خیال نہ آیا کہ یہ بھی عرض کردیتا کہ میرے آئندہ اور پچھلے قصور بھی معاف کردیئے جائیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام ان تمام گناہوں کو منہدم کردیتا ہے کہ جو اسلام سے پہلے کفر کی حالت میں کئے گئے ہیں اور اس طرح ہجرت بھی تمام گزشتہ گناہوں کو منہدم کردیتی ہے۔

عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ بخدائے لایزال جس دن سے ہم مسلمان ہوئے اس دن سے جو مہم پیش آئی آں حضرت ﷺ نے ہمارے برابر کسی کو نہیں فرمایا۔ عمرو بن العاص کہتے

[1] ج ۴، ص: ۲۳۸۔ ۲۴۰، الخصائص۔ ج ۱، ص: ۲۴۸

ہیں کہ میں اور خالد اور عثمان شروع صفر ۸ھ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔ (البدایۃ والنہایۃ ص ۲۳۸ ج ۴)

غزوۂ موتہ

جمادی الاولیٰ ۸ھ

موتہ ایک مقام کا نام ہے جو ملک شام میں علاقۂ بلقاء میں واقع ہے رسول اللہ ﷺ نے جب سلاطین اور امراء کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے تو شرحبیل بن عمرو غسانی کے نام بھی ایک خط روانہ فرمایا۔ شرحبیل قیصر کی طرف سے شام کا امیر تھا حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ جب آپ کا یہ خط لے کر مقام موتہ میں پہنچے تو شرحبیل نے ان کو قتل کرادیا۔ اس وجہ سے آپ نے تین ہزار کا لشکر ماہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں موتہ کی طرف روانہ فرمایا[1]

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اگر زید قتل ہوجائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر لشکر ہوں اور اگر جعفر بھی قتل ہوجائیں تو عبداللہ بن ابی رواحہ سردار لشکر ہوں اور اگر عبداللہ بھی قتل ہوجائیں تو مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر بنالیں۔ (رواہ البخاری واحمد والنسائی باسناد صحیح)

اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوۂ جیش الامراء بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ مسند احمد اور نسائی میں باسناد صحیح ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جیش الامراء روانہ فرمایا الی آخر الحدیث۔[2]

اور ایک سفید جھنڈا زید بن حارثہ کو دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اول اُس مقام پر جانا جہاں حارث بن عمیر شہید ہوئے اور ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا اگر وہ اس دعوت کو قبول کریں تو فبہا ونعمت ورنہ خداوند ذوالجلال سے اعانت اور امداد کی درخواست کرکے اُن سے جہاد وقتال کرنا اور ثنیۃ الوداع تک خود بنفس نفیس مشایعت کے لئے تشریف لے گئے ثنیۃ الوداع پر کچھ دیر ٹھہر کر لشکر کو یہ وصیت فرمائی کہ ہر حال میں تقویٰ اور پرہیزگاری کو ملحوظ رکھیں اپنے

---

[1] فتح الباری، ج:۷، ص:۳۹۲، الطبقات الکبریٰ ج:۲، ص:۹۳۔ [2] زرقانی، ج:۲، ص:۲۶۸

رفقاء کی خیر خواہی کریں اللہ کی راہ میں اللہ کے نام پر اللہ سے کفر کرنے والوں سے جہاد وقتال کریں غدر اور خیانت نہ کریں کسی بچہ اور عورت اور بوڑھے کو قتل نہ کریں۔ لوگ جب امراء لشکر کو رخصت کرنے لگے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رو پڑے لوگوں نے کہا اے ابن رواحہ کس چیز نے تم کو رُلایا تو عبداللہ بن رواحہ نے یہ جواب دیا۔

اما واللّٰہ مابی حب الدنیا ولاصبابۃ بکم ولکنی سمعت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ آیۃ من کتاب اللّٰہ عزوجل وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا۔ فلست ادری کیف لی بالصدر بعد الورود۔

آگاہ ہو جاؤ۔ خدا کی قسم مجھے دنیا سے محبت ہے اور نہ تم سے شیفتگی لیکن میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب اللہ کی یہ آیت پڑھتے سنا ہے نہیں ہے تم میں سے کوئی شخص مگر ضرور دوزخ پر گزرنے والا اور خدا کے نزدیک یہ امر مقرر ہو چکا ہے پس نہیں معلوم کہ جہنم پر ورود کے بعد واپسی کیسے ہو گی۔ اس لئے روتا ہوں۔

لشکر جب روانہ ہونے لگا تو مسلمانوں نے پکار کر کہا خدا تعالیٰ تم کو صحیح سالم اور کامیاب واپس لائے تو عبداللہ بن رواحہ نے یہ شعر پڑھا۔

لکننی اسأل الرحمٰن مَغفِرَۃً وَضَرْبَۃً ذَاتَ فَرْعٍ تَقْذِفُ الزَّبَدَا

میں واپسی نہیں چاہتا بلکہ اللہ کی مغفرت اور اُسکی راہ میں ایسے گہرے زخم کا خواہشمند ہوں کہ جو جھاگ پھینکتا ہو۔

وطَعْنَۃً بِیَدَیْ حَرَّانَ مُجھِزَۃً بِحَرْبَۃٍ تَنْفُذُ الاحْشَاءَ والکبِدَا

یا ایسا کاری زخم ہو کہ جو تیز ہو اور ایسے نیزہ سے لگے کہ جو میری انتڑیوں اور جگر سے پار ہو جائے۔

حتی یقال اذ امرواعلی جدثی اَرْشَدَہ اللّٰہ مِنْ غازٍ وَقَدْ رَشَدَا

یہاں تک کہ لوگ جب میری قبر پر گذریں تو یہ کہا جائے کہ واہ واہ کیا غازی تھا اور کیسا کامیاب ہوا۔

لشکر جب چلنے کے لئے بالکل تیار ہو گیا تو عبداللہ بن رواحہ آپ کے قریب آئے اور یہ شعر پڑھے۔

انت الرسُول فَمن يُحْرَمْ نوافِله، وَالوَجه مِنهُ فَقَدْ أزرىٰ بِه الْقَدرُ

آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں جو شخص آپ کے فیوض و برکات اور آپ کے چہرۂ انور کے دیدار سے محروم رہا۔ تو سمجھ لو کہ قضاء قدر نے اس کی تحقیر کی کہ اس کو اس دولتِ عظمیٰ سے محروم رکھا۔

فَثَبَّتَ اللّٰهُ ما آتاك مِنْ حَسَنٍ تَثْبِيتَ مُوسىٰ وَنَصراً كالَّذِيْ نُصِرُوْا

پس اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کے محاسن کو ثابت وقائم رکھے اور انبیاء سابقین کی طرح آپ کی مدد فرمائے۔

انّي تَفَرّسْتُ فِيْكَ الْخيْرَنَا فِلَةً فِراسَةً خَالَفَتْ فِيْكَ الذى نَظَرُوا

میں نے آپ میں خیر اور بھلائی کو بیش از بیش محسوس کر لیا ہے اور میرا یہ احساس مشرکین کی نظر اور احساس کے برخلاف ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

وانت فثبتك اللّٰه يا ابن رواحه	اور تجھکو بھی اے ابن رواحہ اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے۔

شرحبیل کو جب اس لشکر کی روانگی کا علم ہوا تو ایک لاکھ سے زیادہ لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے جمع کیا۔ اور ایک لاکھ فوج لے کر ہرقل خود شرحبیل کی مدد کے لئے بلقاء میں پہنچا۔ معان پہنچ کر مسلمانوں کو اس کا علم ہوا کہ دو لاکھ سے زیادہ سپاہیوں کا لشکر جرار ہم تین ہزار مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے مقام بلقاء میں جمع ہوا ہے مسلمانوں کا لشکر دو شب معان میں ٹھہرا اور مشورہ ہوتا رہا کہ کیا کرنا چاہیے۔ رائے یہ ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی جائے اور آپ کے حکم اور امداد کا انتظار کیا جائے۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

یاقوم واللہ ان التی تکرھون لـلتی خرجتم ایاھا تطلبون الشھادۃ وما نقاتل الناس بعددولا قوۃ ولا کثرۃ ماناقتلھم الا لھذا الدین الذی اکرمنا اللہ بہ فانطلقوا فانماھی احدی الحسنیین اما ظھور واما شھادۃ۔

اے قوم خدا کی قسم جس بات کو تم مکروہ سمجھ رہے ہو وہ وہی شہادت ہے جس کی تلاش میں تم نکلے ہو ہم کافروں سے کسی قوت اور کثرت کیوجہ سے نہیں لڑتے ہمارا لڑنا تو محض اس دین اسلام کی وجہ سے ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو عزت بخشی پس اٹھو اور چلو دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ضرور حاصل ہوگی یا تو کفار پر غلبہ حاصل ہوگا یا شہادت کی نعمت نصیب ہوگی۔

لوگوں نے کہا خدا کی قسم ابن رواحہ نے بالکل سچ کہا۔ اور خدا کے پرستاروں اور جان بازوں کی یہ تین ہزار کی جمعیت اعداء اللہ کے دو لاکھ لشکر جرار کے مقابلہ کے لئے موتہ کی طرف روانہ ہوئی موتہ کے میدان میں دونوں جماعتیں مقابلہ کے لئے سامنے آئیں ادھر سے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاپیادہ رائیت اسلام لے کر آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے اُن کے بعد حضرت جعفر علم ہاتھ میں لے کر آگے بڑھے جب دشمنوں نے ہر طرف سے گھیر لیا اور گھوڑا زخمی ہو گیا تو گھوڑے سے اتر آئے اور گھوڑے کے کوچے کاٹ کر سینہ سپر ہو کر اعداء اللہ سے لڑنا شروع کیا۔

گھوڑے کے کوچے اس لئے کاٹ ڈالے کہ اعداء اللہ اس سے منتفع نہ ہو سکیں۔ وہکذا فی البدایۃ۔ لڑتے جاتے تھے اور یہ پڑھتے جاتے تھے۔

یـاحبـذا الـجـنۃ واقتِرَابُھـا طَیِّبَۃٌ وَبَـارِدٌ شَـرابُھـا

جنت اور اُس کا قرب کیا ہی پاکیزہ اور پسندیدہ ہے اور پانی اُس کا نہایت ٹھنڈا ہے۔

والـرومُ رومٌ قـدَدنا عذابُھا کـافرۃٌ بـعیدۃٌ اَنْسَابُھـا

اور رومیوں کا عذاب قریب آ گیا ہے کافر ہیں اور ان کے نسب ہم سے بہت دور ہیں یعنی ہم میں اور ان میں کوئی قرابت نہیں۔

علیّ اِنْ لا قَیتُھا ضِرَابُھا

مقابلہ کے وقت اُن کا مارنا مجھ پر فرض اور لازم ہے۔

لڑتے لڑتے جب دایاں ہاتھ کٹ گیا تو رائیت اسلام کو بائیں ہاتھ سے سنبھالا جب بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو جھنڈا گود میں لے لیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض میں ان کو دو باز و عطا فرمائے جن سے جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ جب حضرت جعفر کی لاش کو تلاش کیا گیا تو نوے سے زیادہ تیر اور تلوار کے زخم تھے اور سب سامنے تھے۔ پشت کی جانب کوئی زخم نہ تھے۔

حضرت جعفر کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ نے علم ہاتھ میں لیا اور آگے بڑھے گھوڑے پر سوار تھے چند لمحوں کے لئے نفس کو کچھ تردد لاحق ہوا تو اپنے نفس کو مخاطب کر کے یہ فرمایا:

اَقْسَمْتُ یا نَفْسِ لَتَنزِلَنَّهْ كَارِهَةً اَوْلَتُطَاوِعَنَّهْ[1]

اے نفس تجھکو قسم ہے کہ تو ضرور گھوڑے سے اُتر کر اعداء اللہ سے جہاد و قتال کرنا گواری سے اتر یا خوشی اور رغبت کے ساتھ۔

اِنْ اَجْلَبَ النَّاسُ وشَدُّوا الرَّنَّهْ مَالِي اَرَاكِ تَكْرَهِيْنَ الْجَنَّهْ

اگر لوگ چیخ و پکار کر رہے ہیں تو کیا وجہ ہے تجھکو دیکھ رہا ہوں کہ تو جنت کو ناپسند کر رہا ہے یعنی جلدی قدم کیوں نہیں بڑھاتا۔ پیش قدمی میں سستی کرنا گویا کہ جنت کو ناپسند کرنا ہے یہ فقط نفس کی توبیخ اور الزام کیلئے فرمایا۔

قَدْ طَالَمَا قَدْ كُنْتِ مُطْمَئِنَّهْ هَلْ اَنْتِ اِلَّا نُطْفَةٌ فِي شَنَّهْ

تو بسا اوقات مطمئن رہا ہے اس وقت تجھکو کیا ہوا تیری حقیقت کیا ہے تو تو رحم مادر میں ایک نطفہ ہی تھا۔ اس بے حقیقت نطفہ کے لئے خدا کی راہ میں پس و پیش کر رہا ہے۔

اور یہ کہا۔

يَا نَفْسِ اِلَّا تُقْتَلِي تَمُوْتِي هٰذَا حِمَامُ الْمَوْتِ قَدْ صَلِيْتِ

اے نفس اگر تو قتل نہ ہوا تو مریگا تو ضرور اور یہ ہے قضائے موت جسمیں تجھکو مبتلا ہونا ضروری ہے۔

وَمَا تَمَنَّيْتِ فَقَدْ اُعْطِيْتِ اِنْ تَفْعَلِي فِعْلَهُمَا هُدِيْتِ

[1] کذا فی فتح الباری۔ ص ۳۹۳ ج ۷۔

جس چیز کی تو نے تمنا کی تھی وہ تجھ کو مل گئی یعنی شہادت فی سبیل اللہ کا موقع اگر تو نے زید اور جعفر جیسا کام کیا تو ہدایت پائے گا۔

یہ کہہ کر گھوڑے سے اتر پڑے ابن عم (چچازاد بھائی) نے آگے بڑھ کر ان کو ایک گوشت کی ہڈی دی کہ اس کو چوس لو تا کہ اس کی قوت سے کچھ لڑسکو کئی دن تم پر فاقے کے گزر چکے ہیں۔ابن رواحہ نے ہڈی لے لی اور اس کو ایک بار چوسا لیکن فوراً ہی پھینک دیا اور کہا اے نفس لوگ جہاد کر رہے ہیں اور تو دنیا میں مشغول ہے اور تلوار لے کر آگے بڑھے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور رائیت اسلام ہاتھ سے گر گیا۔ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ نے فوراً رائیت اسلام ہاتھ میں لے لیا اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا۔اے گروہ مسلمین اپنے میں سے کسی شخص کے امیر بنانے پر متفق ہو جاؤ لوگوں نے کہا آپ ہی ہمارے امیر ہیں ہم آپ کے امیر ہونے پر راضی ہیں۔ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں یہ کام نہیں کر سکتا۔اور یہ کہہ کر جھنڈا خالد بن ولید کو پکڑا دیا اور کہا کہ آپ جنگ سے خوب واقف ہیں خالد بن ولید نے امارت قبول کرنے میں کچھ تامل کیا۔لیکن تمام مسلمانوں نے ان کے امیر ہونے پر اتفاق کر لیا خالد بن ولید رائیت اسلام لے کر آگے بڑھے اور نہایت شجاعت اور مردانگی سے اعداء اللہ کا مقابلہ کیا۔

صحیح بخاری میں خود خالد بن ولید سے روایت ہے کہ غزوۂ موتہ میں لڑتے لڑتے میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں صرف ایک یمنی تلوار میرے ہاتھ میں باقی رہی۔

دوسرے روز خالد بن ولید نے لشکر کی ہیئت تبدیل کر دی مقدمۃ الجیش کو ساقہ اور میمنہ کو میسرہ کر دیا دشمن لشکر کی ہیئت بدلی ہوئی دیکھ کر مرعوب ہو گئے اور یہ سمجھے کہ نئی مدد آ پہنچی۔

ابن سعد ابو عامر سے راوی ہیں کہ جب خالد بن ولید نے رومیوں پر حملہ کیا تو ان کو ایسی فاش شکست دی کہ میں نے ایسی شکست کبھی نہیں دیکھی مسلمان جہاں چاہتے تھے وہیں اپنی تلوار رکھتے تھے۔

زہری اور عروۃ بن زبیر اور موسیٰ بن عقبہ اور عطاف بن خالد اور ابن عائذ سے بھی یہی منقول ہے اور صحیح بخاری میں ہے کہ حتی فتح اللّٰہ علیھم۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔

حاکم کی روایت میں ہے کہ غنیمت میں کچھ سامان بھی ملا۔ رومیوں کی پسپائی کے بعد خالد بن ولید نے تعاقب مناسب نہ سمجھا اور اپنی قلیل جماعت کو لے کر مدینہ واپس آ گئے۔

اس غزوہ میں بارہ مسلمان شہید ہوئے جن کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱)۔ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲)۔ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳)۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴)۔ مسعود بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵)۔ وہب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۶)۔ عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷)۔ حارث بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۸)۔ سراقہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۹)۔ ابوکلیب بن عمرو بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۰)۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پسران عمرو بن زید

(۱۱)۔ عمرو بن سعد بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۲)۔ عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پسران سعد بن حارث

یہ تمام تفصیل زرقانی اور فتح الباری باب غزوۂ موتہ سے لی گئی ہے۔

جس روز اور جس وقت مقام موتہ میں غازیانِ اسلام کی شہادت کا یہ حادثہ پیش آ رہا تھا تو حق جل شانہ[۱] نے سرزمین شام کو اپنی قدرت کاملہ سے آپ کے سامنے کر دیا کہ میدانِ کارزار آپ کی نظروں کے سامنے تھا، آپ کے اور شام کے درمیان تمام حجابات اٹھا دیئے گئے، آپ نے صحابہ کو جمع کرنے کے لئے الصلاۃ جامعۃ کی منادی کرا دی صحابۂ کرام جمع ہو گئے تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے میدانِ کارزار آپ کی نظروں کے سامنے تھا۔ ارشاد فرمایا کہ زید نے رایت اسلام اپنے ہاتھ میں لیا اور کافروں سے خوب قتال کیا یہاں تک کہ شہید ہوا اور جنت میں داخل ہوا۔ زید کے بعد جعفر نے رایت اسلام ہاتھ میں لیا اور اعداء اللہ

۱۔ کما اخرج الواقدی عن شیوخہ قالوا رفعت الارض لرسول اللہ ﷺ حتی نظر الی معرکۃ القوم۔ کذافی الخصائص للسیوطی ص۲۶۰ ج۱ وقال ابن کثیر قال الواقدی حدثنی عبدالجبار بن عمارۃ عن عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم قال لما التقی الناس بموتۃ جلس رسول اللہ ﷺ علی المنبر و کشف لہ مابینہ وبین الشام فھو ینظر الی معترکھم فقال اخذ الرایۃ زید الحدیث البدایۃ والنھایۃ ص۲۴۲ ج۴ وکذافی الخصائص ص۲۶۰ ج۱ وفی روایۃ البیھقی وابی نعیم عن موسیٰ بن عقبۃ فقال ان اللہ رفع لی الارض حتی رأیت معترکھم۔ کذافی الخصائص ص۲۵۹ ج۱

سے خوب لڑا یہاں تک کہ شہید ہوا اور جنت میں داخل ہوا اور فرشتوں کے ساتھ جنّت میں دو بازوؤں کے ساتھ اُڑتا پھرتا ہے۔

اس کے بعد عبداللہ بن رواحہ نے رائیت اسلام سنبھالا آنحضرت ﷺ یہ فرما کر خاموش ہو گئے اور کچھ دیر تک سکوت کا عالم طاری تھا۔ انصار یہ دیکھکر گھبرا گئے اور چہروں پر پریشانی کے آثار نمایاں ہونے لگے اور یہ خیال ہوا کہ شاید عبداللہ بن رواحہ سے کوئی ناپسندیدہ امر ظہور میں آیا ہے جس سے آپ خاموش ہیں۔

کچھ دیر سکوت کے بعد یہ فرمایا کہ عبداللہ بن رواحہ نے بھی کافروں سے خوب جہاد وقتال کیا، یہاں تک کہ شہید ہوئے اور یہ تینوں جنّت میں اٹھالئے گئے اور تختِ زرّین پر متمکن ہیں لیکن میں نے عبداللہ بن رواحہ کا تخت کچھ ہلتے ہوئے دیکھا تو میں نے دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ میں عبداللہ بن رواحہ کا تخت ہلتا ہوا دیکھتا ہوں تو مجھکو یہ بتلایا گیا کہ عبداللہ بن رواحہ کو مقابلہ کے وقت کچھ تھوڑا سا تردد پیش آیا اور تھوڑی سی پس و پیش کے بعد آگے بڑھے اور زید اور جعفر بلا کسی تردد اور بلا کسی پس و پیش کے آگے بڑھے۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے۔

ثم اخذ الرأية عبدالله بن رواحة فاستشهد ثم دخل الجنة معترضا فشق ذلك على الانصار فقيل يا رسول الله مااعترضه قال لما اصابته الجراح نكل فعاتب نفسه فشجع فاستشهد فدخل الجنة	آپ نے فرمایا پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا اور شہید ہوئے پھر وہ جنّت میں کچھ رُکتے رُکتے داخل ہوئے یہ سُن کر انصار کو رنج ہوا کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اس کا کیا سبب ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت عبداللہ بن رواحہ کو میدان کارزار میں زخم لگے تو وہ (بمقتضائے

لہ قال ابن اسحٰق وحدثني محمّد بن جعفر عن عروة قال ثم اخذ الرأية عبدالله بن رواحة فالتوى بها بعض التواء ثم تقدم على فرسه ثم نزل فقاتل حتى ۔کذا فی فتح الباری ص۳۹۴ ج۷ اور ابن اسحٰق کی روایت میں یہ لفظ ہیں فرأيت في سرير عبدالله بن رواحة ازورارًا (اي ميلاو عوجا) عن سريري صاحبيه فقلتُ عَمَّ هذا فقيل لي مَضَيا وتردد عبدالله بعض التردد ثم مضى (سیرۃ ابن ہشام)

فسری عن قومه اخرج البیهقی کذافی البدایة والنهایة ص۲۴۷ ج۴ والخصائص الکبری ص۲۶۰	بشریت تھوڑی دیر کے لئے) سست ہو گئے اور پیش قدمی میں پس و پیش کرنے لگے پھر انھوں نے اپنے نفس کو ملامت کی اور عتاب کیا اور ہمت اور شجاعت سے کام لیا اور لڑ کر شہید ہو گئے اور جنت میں داخل ہو گئے یہ سن کر انصار کی پریشانی دور ہوئی۔

آپ یہ کہہ رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے، پھر فرمایا کہ اب ان کے بعد سیف من سیف اللہ۔ اللہ کی تلوار میں سے ایک تلوار نے یعنی خالد بن ولید نے اسلام کا جھنڈا سنبھالا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا۔

اللّٰھم انه سیف من سیوفك فانت تنصره فمن یومئذ سمی سیف اللّٰه۔	اے اللہ خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے پس تو ہی اس کی مدد فرمائے گا بس اسی روز سے خالد بن ولید سیف اللہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

اصل واقعہ تو صحیح بخاری میں مذکور ہے باقی تفصیل ابن اسحٰق اور بیہقی کی روایت سے لی گئی[1]

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب خالد بن ولید کو مرتدین کے قتال کے لئے مامور فرمایا اور ان کو امارت کا جھنڈا دیا تو یہ فرمایا:

انی سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول نعم عبداللّٰه واخو العشیرة خالد بن الولید سیف من سیوف	صدیق اکبر کہتے ہیں کہ تحقیق میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کیا ہی اچھا آدمی ہے اللہ کا بندہ اور قبیلہ کا بھائی خالد بن ولید۔ اللہ کی تلواروں میں سے

[1] البدایة والنهایة، ج:۴، ص:۲۴۵۔ فتح الباری، ج:۷، ص:۳۹۲۔ الخصائص الکبریٰ، ج:۱، ص:۲۶۰

اللّٰہ سیف اللّٰہ علی الکفار۔ (اصابہ ترجمہ خالد بن ولید۔)	ایک تلوار ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو کافروں پر چلانے کے لئے سوتا ہے یعنی نیام سے نکالا ہے۔

(نکتہ) مطلب یہ ہوا کہ خالد بن ولید تو اللہ کی تلوار ہیں اور اُس تلوار کا چلانے والا اور کافروں پر اس کا استعمال کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہر ہے کہ جس تلوار کو حق تعالیٰ چلائے اُس تلوار سے کون بچ کر بھاگ سکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اوّل صدر مدرس دار العلوم دیوبند فرمایا کرتے تھے کہ خالد بن ولید نے اپنی ساری عمر شہادت کی تمنا میں جہاد وقتال میں گذاری لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی اور شہادت اُن کو نصیب نہوئی۔ مولانا یعقوب صاحب میں کچھ شان جذب کی تھی، اسی شان جذب میں فرمایا کہ خالد بن ولید خوانخواہ ہی شہادت کی تمنا اور آرزو کرتے تھے ان کی اس تمنا اور آرزو کا پورا ہونا ناممکن اور محال تھا جس کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ کی تلوار بتایا ہوا سے نہ کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ موڑ سکتا ہے اللہ کی تلوار کا توڑنا ناممکن اور محال ہے۔

(نکتہ دیگر) عبد اللہ بن رواحہ کے متعلق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میں نے ان کا تخت ہلتے ہوئے دیکھا یہ درحقیقت عبد اللہ بن رواحہ کے تردد کی مثال تھی عبد اللہ بن رواحہ کو شہادت سے کچھ پہلے اس عالم شہادت میں جو تردد لاحق ہوا تھا عالم غیب میں اس کو ہلتے ہوئے تخت کی شکل میں دکھلایا گیا جو چیز یہاں پوشیدہ ہے وہی چیز عالم غیب میں کسی صورت اور شکل میں ظاہر اور نمایاں ہو جاتی ہے۔

حکایت

محمود غزنوی نے جب ہندوستان کو فتح کیا اور سومنات مندر کے تمام بُت توڑ ڈالے تو جو بُت ان میں سب سے بڑا تھا جب اس کو توڑنا چاہا تو سومنات کے پجاریوں نے بڑی الحاح وزاری سے عرض کیا کہ اس بُت کے برابر تول کر ہم سے سونا لے لیا جائے مگر اس بت کو نہ توڑا جائے سلطان محمود نے ارکان دولت سے مشورہ کیا سب نے یہ کہا کہ ہم کو فتح تو ہو ہی

چکی ہے اگر ایک بت کر چھوڑ ہی دیا جائے تو ہمارا خاص نقصان نہیں اور اُس کے بدلہ میں جو مال ملے گا وہ لشکر اسلام کے کام آئے گا اسی مجلس میں سپہ سالار مسعود غازی بھی تھے فرمایا کہ یہ تو بُت فروشی ہے ابتک بادشاہ بُت شکن مشہور تھا۔ اب بُت فروش کہلائے گا۔ یہ بات محمود غزنوی کے دل کو لگ گئی مگر ایک گونہ تردد باقی رہا دوپہر کو سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ میدانِ حشر بپا ہے اور ایک فرشتہ اُس کو دوزخ کی طرف یہ کہہ کر کھینچتا ہے کہ یہ بُت فروش ہے دوسرا فرشتہ کہتا ہے کہ نہیں یہ تو بُت شکن ہے اس کو جنت میں لے جاؤ اتنے میں آنکھ کھل گئی اور حکم دیا کہ فوراً بت کو توڑ دیا جائے جب بُت کو توڑا تو اس کے پیٹ میں سے جواہرات بھرے ہوئے نکلے۔ حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا اُس نے بُت فروشی سے بچایا اور جس مال کی طمع میں بُت فروشی اختیار کرنا چاہتا ہے اُس سے کہیں زائد مال عطا کر دیا۔

فرشتوں کا دوزخ اور جنت کی طرف کھینچنا یہ اُس تردد کی صورت تھی جو محمود غزنوی کو بُت کے توڑنے میں لاحق ہوا تھا بحالت بیداری جو تردد ہوا تھا اُس کو خواب میں اس صورت میں دکھلایا گیا کہ ایک فرشتہ دوزخ کی طرف کھینچتا ہے اور ایک جنت کی طرف کبھی خیال بُت کے توڑنے کی طرف جارہا ہے اور کبھی خیال بُت کے چھوڑنے کی طرف جارہا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ بُت کو چھوڑ دینا حقیقت میں بُت فروشی نہ تھا لیکن صورت میں بُت فروشوں کی مشابہت تھی جس کو حق جل شانہ نے اس شکل میں دکھایا۔

اسی طرح عبداللہ بن رواحہ کے تردد کو ہلتے ہوئے تخت کی شکل میں دکھلایا کسی عبادت کا بلا کسی تردد کے بجالانا یہ نفس مطمئنہ کی شان ہے اور تردد کے وقت نفس کو ملامت کرنا جیسا کہ عبداللہ بن رواحہ نے کیا یہ نفس لوّامہ کی شان ہے جس کی حق جل شانہ نے سورۂ قیامہ کے شروع میں قسم کھائی لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ عبداللہ بن رواحہ عین معرکہ کے وقت جو شعر پڑھتے تھے اُن سے مقصود اپنے ہی نفس کو ملامت تھی ایک ہی دو شعر ملامت کے پڑھے کہ نفس مطمئن ہو گیا اور آگے بڑھ کر خدا کی راہ میں شہید ہوا اور اپنے رفقاء کے ساتھ جنت میں جاملا يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ

یہ حادثہ فاجعہ بیان فرما کر آپ حضرت جعفر کے مکان پر تشریف لے گئے بچوں کو بلایا اور

اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرا اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ حضرت جعفر کی بیوی اسماء بنت عمیس سمجھ گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کیوں روئے کیا جعفر اور اُن کے رفقاء کے متعلق آپ کو کوئی اطلاع ملی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ آج وہ شہید ہو گئے۔ اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں سنتے ہی میری چیخ نکل گئی اور عورتیں میرے پاس جمع ہو گئیں اور آں حضرت ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا پکا کر بھیجو۔ آج وہ اپنے صدمہ میں مشغول ہیں اور خود آں حضرت ﷺ پر اس صدمہ کا بہت اثر تھا۔ اس غم میں تین دن تک مسجد میں تشریف فرما رہے۔ (زرقانی)

خالد بن ولید جب لشکر اسلام کو لے کر موتہ سے واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو آں حضرت ﷺ اور مسلمانوں نے مدینہ سے باہر جا کر ان کا استقبال کیا۔

سریۂ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے ذات السلاسل

ماہ جمادی الثانیہ ۸ھ میں آں حضرت ﷺ کو یہ خبر ملی کہ قبیلہ بنی قضاعہ کی ایک جماعت مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اس لئے آپ نے ان کی سرکوبی کیلئے عمرو بن العاص کو مقام ذات السلاسل کی طرف روانہ کیا یہ مقام مدینہ منورہ سے دس منزل پر ہے تین سو آدمی تیس گھوڑے سوار ان کے ساتھ کئے، جب اس مقام کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ کافروں کی جمعیت بہت زیادہ ہے اس لئے توقف کیا اور رافع بن مکیث ؓ کو حضور پرنور کی خدمت میں روانہ کیا کہ مدد کے لئے کچھ اور آدمی بھیجیں۔ آنحضرت ﷺ نے ابوعبیدۃ بن الجراح کو دو سو آدمیوں کے ساتھ روانہ فرمایا جن میں ابوبکر و عمر بھی تھے اور یہ تاکید فرمائی کہ عمرو بن العاص سے جا ملو، اور آپس میں متفق رہنا اور باہم اختلاف نہ کرنا۔ جب ابوعبیدہ وہاں پہنچے اور نماز کا وقت آیا تو ابوعبیدہ نے امامت کرنی چاہی۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ امیر لشکر تو میں ہوں اور تم تو میری مدد کے لئے آئے ہو ابوعبیدہ نے کہا تم اپنی جماعت کے امیر ہو اور میں اپنی جماعت کا امیر ہوں۔ بعد ازاں ابوعبیدہ نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے چلتے وقت مجھکو آخری حکم یہ دیا تھا کہ ایک دوسرے کی اطاعت کرنا اور اختلاف نہ کرنا، لہٰذا میں تمھاری اطاعت کروں گا اگرچہ تم میری مخالفت کرو اس طرح ابوعبیدہ نے عمرو بن العاص کی امارت

اور امامت کو تسلیم کر لیا چنانچہ عمرو بن العاص امامت کرتے تھے اور ابو عبیدہ اُن کی اقتداء کرتے تھے بالآخر سب مل کر قبیلۂ بنی قضاعہ میں پہنچے اور اُن پر حملہ کیا۔ کفار مرعوب ہو کر بھاگ اٹھے اور منتشر ہو گئے۔ صحابہ نے عوف بن مالک اشجعی کو خبر دے کر مدینہ روانہ کیا۔ عمرو بن العاص نے غلبہ کے بعد کچھ روز وہاں قیام کیا اور مختلف جوانب میں سواروں کو بھیجتے رہے۔ وہ اونٹ اور بکریاں پکڑ کر لاتے اور مسلمان ان کو پکا کر کھاتے اسی سفر میں یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ عمرو بن العاص کو احتلام ہو گیا۔ سردی کی شدت تھی اس لئے عمرو بن العاص نے غسل نہ کیا اور تیمّم کر کے نماز صبح پڑھائی، آں حضرت ﷺ کے سامنے جب اس واقعہ کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ اے عمرو تو نے اپنے اصحاب کو بحالت جنابت نماز پڑھائی۔ عمرو بن العاص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو اپنی جان کا خطرہ تھا اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا، حضور پُر نور نے تبسم فرمایا اور کچھ نہ فرمایا۔[۱]

فائدہ:۔ خالد بن ولید اور عمرو بن العاص دونوں ایک ساتھ اسلام میں داخل ہوئے ان دونوں کے اسلام میں داخل ہونے کے بعد غزوۂ موتہ پیش آیا جس میں خالد بن ولید امیر بن گئے اور غزوۂ موتہ کے بعد غزوۂ ذات السلاسل پیش آیا اس میں عمرو بن العاص امیر ہوئے۔

سَریۂ ابو عبیدہ بسُوئے سِیفُ البحر

اس کے بعد ماہ رجب ۸ھ میں آں حضرت ﷺ نے ابو عبیدۃ بن الجراح کو تین سو آدمیوں پر امیر مقرر کر کے سیف البحر (ساحل بحر) کی طرف قبیلہ جہینہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس لشکر میں عمر بن الخطاب اور جابر بن عبد اللہ بھی تھے اور چلتے وقت توشہ کے لئے آں حضرت ﷺ نے ایک تھیلہ کھجوروں کا مرحمت فرمایا جب وہ کھجوریں ختم ہو گئیں تو کھجوروں کی گٹھلیاں چوس چوس کر اور پانی پی پی کر جہاد کیا۔ اور جب یہ بھی نہ رہا تو درختوں کے پتے جھاڑ کر پانی میں تر کر کے کھانے لگے، اسی وجہ سے اس سریہ کو سریۃ الخبط بھی کہتے ہیں اسلئے کہ خبط کے معنی لغت میں درخت سے پتے جھاڑنے کے ہیں۔ درختوں کے پتے کھانے سے ہونٹ اور مُنہ زخمی ہو گئے۔

[۱] البدایہ والنہایہ، ج۴،ص ۲۷۳۔ زرقانی، ج۲،ص: ۲۷۷

بالآخر ایک روز دریا کے کنارہ پہنچے اور بھوک سے بچین اور بے تاب تھے یکا یک ایک غیبی عنایت کا کرشمہ ظاہر ہوا کہ دریا نے اپنے اندر سے باہر ایک اتنی بڑی مچھلی پھینکی جس سے تمام لشکر نے اٹھارہ دن تک کھایا صحابہ کہتے ہیں کہ اسے کھا کر ہمارے جسم توانا اور تندرست ہو گئے اس مچھلی کا نام عنبر تھا بعد ازاں ابوعبیدہ نے مچھلی کی پسلیوں میں سے ایک ہڈی لی اور اس کو کھڑا کیا اور لشکر میں سب سے لمبا آدمی چن کر سب سے بڑے اونٹ پر اس کو بٹھایا اور حکم دیا کہ اس ہڈی کے نیچے سے گزرو تو وہ سوار بلا تکلف اس کے نیچے سے گزر گیا اور سوار کا سر بھی اس ہڈی سے نہ لگا۔

جب ہم مدینہ واپس آئے اور آں حضرت ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کی طرف سے رزق تھا جو اس نے تمھارے لئے بھیجا تھا اگر اس میں کا کچھ گوشت باقی ہو تو لاؤ۔ چنانچہ اس میں کا گوشت آپ کے سامنے لایا گیا اور آپ نے اس میں سے تناول فرمایا اور اس سفر میں کسی قتال کی نوبت نہیں آئی لشکرِ اسلام بلا کسی قتال کے مدینہ واپس ہوا۔[1]

نکتہ:۔ جو رزق براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے اور بندہ کے کسی عمل اور صنعت کو اس میں دخل نہ ہو وہ رزق نہایت ہی مبارک اور پاکیزہ ہوتا ہے، اس لئے آں حضرت ﷺ نے اس کی برکت اور پاکیزگی کی وجہ سے اس کی فرمائش کی اور اس میں سے تناول فرمایا رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔

فائدہ:۔ بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ سریہ صلح حدیبیہ سے پہلے روانہ کیا گیا اسلئے کہ حضور پُرنور نے صلح حدیبیہ کے بعد قریش پر حملہ کرنے کے لئے کوئی سریہ نہیں بھیجا اور مشہور قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ سریہ قریش کی عہد شکنی کے بعد اور فتح مکہ سے تھوڑا پہلے روانہ فرمایا اس لئے کہ آں حضرت ﷺ فتح مکہ کے لئے رمضان المبارک میں روانہ ہوئے اور یہ سریہ ماہِ رجب میں روانہ کیا درمیان میں صرف شعبان کا مہینہ رہ جاتا ہے۔ عجب نہیں کہ قریش کے عہد شکنی کی بنا پر ماہ رجب ہی سے فتح مکہ کی تیاری شروع فرما دی ہو اور یہ سریہ اسی کی تمہید ہو۔

مسئلہ:۔ ماہ رجب الحرام میں سریہ کو روانہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ شہر حرام میں کافروں سے قتل و قتال جائز ہے۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ، ج:۴، ص:۲۷۶

برائے مہربانی خصوصی توجہ فرمائیں

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ (سورۃ مزمل۔۴)

''اور قرآن پاک ٹھہر ٹھہر کر پڑھ''۔

قرآن کریم کو صحیح تلفظ اور صحیح ادائیگی (تجوید ومخارج) کے ساتھ پڑھنا ہر مسلمان مرد وعورت دونوں پر لازم ہے، لیکن اس وقت اس پر توجہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ جس کے نتیجے میں تلاوت قرآن کریم کرنے کے باوجود اس کا صحیح حق ادا نہیں ہوتا بلکہ تلاوت کرتے وقت بیشمار ایسی غلطیاں بھی سرزد ہو جاتی ہیں جن پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے سخت وعید آئی ہے۔

قرآن کریم، خواہ حفظ پڑھا جائے یا ناظرہ، تھوڑا پڑھا جائے یا زیادہ، مجمع میں پڑھا جائے یا تنہائی میں، نماز میں تلاوت کیا جائے یا خارج نماز۔ ہر حال میں حروف کی صحیح ادائیگی (تجوید ومخارج کے ساتھ) سخت ضروری ہے۔ ورنہ بعض مرتبہ معانی بھی بدل کر غلط ہو جاتے ہیں۔ مثلاً

ا۔ ح۔۔۔ھ: سورۃ الفاتحہ (ان الفاظ کو عربی قرآت میں لحن جلی کہتے ہیں)	الحمد ''ح'' سے ادائیگی کریں تو معنیٰ سب تعریفیں ہے اور اگر ''ھ'' سے ادائیگی کریں تو سب موتیں/اموات ہے۔ نعوذ باللہ ''الرحیم'' کے معنیٰ ترس فرمانے والا۔ مگر ''رھیم'' کے معنیٰ پیاسا اونٹ۔
۲۔ ق۔۔۔ک: سورۃ الاخلاص (ان الفاظ کو عربی قرأت میں لحن جلی کہتے ہیں)	سورۃ الاخلاص: اگر ''قل'' کو ''ق'' سے ادا کریں تو معنیٰ ''کھاؤ'' کے ہیں۔ ''قلب'' اگر ''ق'' سے ادا کرین تو معنیٰ ''دل'' اور اگر ''ک'' سے ''کلب'' ادا کریں تو معنیٰ ''کتا'' ہے۔

اسی طرح قرآن پاک پڑھنے میں زیر، زبر، پیش کی بڑی اغلاط ہوتی ہیں اور لاعلمی میں کتنا بڑا گناہ سرزد ہوتا ہے۔

قرآن پاک کی صحیح تلاوت کے سلسلے میں لاپرواہی برتنا ایک جرم عظیم ہے۔ دالائل اور علماء کرام سے تحقیقاً یہ ثابت ہے کہ قرآن پاک میں ہر کلمہ صاف صاف اور صحیح ادا ہو جیسا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ترتیل سے ادا فرمانا ثابت ہے۔

اگر ہم ایمان اور یقین کے ساتھ غور کریں تو لاپرواہی، غیر ذمہ داری سے قرآن پاک کی حق تلفی کر رہے ہیں۔ چنانچہ اگر ہم سورۃ فاتحہ (الحمد شریف) کسی اچھے قاری صاحب کے پاس بیٹھ کر یاد کرلیں تو کافی الفاظ کی ادائیگی صحیح ہو جائے گی۔ ساتھ ہی نماز بمعنیٰ پڑھنے کا بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ شوق نصیب فرمادیں گے۔ نماز جنت کی کنجی ہے۔ (حدیث پاک) تو جتنی دلی لگن سے ہم نماز کے الفاظ کی ادائیگی سیکھیں گے اور معنیٰ سیکھیں گے اُتنی زیادہ برکات اور تسلی ہوگی اور ہم قرآن پاک صحیح تجوید و مخارج کے ساتھ سیکھ لیں گے اور معنیٰ سمجھ لیں گے، ان شاء اللہ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کو اُسی طرح پڑھا جائے جس طرح وہ نازل ہوا ہے۔

چنانچہ علماء نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی تلاوت میں تجوید کے قواعد کا خیال نہ رکھے وہ نافرمانی کی وجہ سے گناہگار ہوگا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو اپنی وسعت کے مطابق قرآن کریم کو تجوید اور اُس کے صحیح خارج کے ساتھ پڑھنے کی کوشش کرنا ضروری ہے اور خصوصاً "لحن جلی" ("ق" کی جگہ "ک" اور "ح" کی جگہ "ھ" پڑھنا) سے بچنا ضروری ہے۔

اللہ پاک سے گڑگڑا کر معافی مانگیں اور دعا کریں کہ اللہ پاک ہمیں معاف فرمائے اور آئندہ سے پختہ ارادہ کریں کہ ہم قرآن کریم صحیح پڑھنے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا کسی قاری صاحب کے پاس بیٹھ کر سیکھیں بھی اور قرآن پاک کو صحیح پڑھنے کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا بھی کریں۔ آمین

ہماری درخواست ہے کہ نماز ضرور پانچ وقت کی باجماعت ادا کی جائے۔ موماً ہمارے ہاں یہ کہا جاتا ہے کہ جلدی جلدی نماز پڑھو یا جلدی کھانا کھاؤ۔ حالانکہ ہمارے لئے اتنے ضروری ہیں جن کا احساس نہیں ہوتا۔ نماز ماشاءاللہ روحانی غذا ہے اور کھانا ہماری جسمانی غذا ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ صرف نماز کی پابندی کریں بلکہ تسکین دل سے پڑھیں۔ ان کے الفاظ کی صحیح ادائیگی بھی سیکھیں اور معنیٰ بھی۔ اسی طرح کھانا بھی اطمینان سے کھائیں۔